٩٦٦ ام الاكمه

٩٦٧ ... ابات ...

٩٦٨ نجم الهدى

٩٦٦
٩٦٧
٩٦٨

۶۲ - ۱۱۲ - ۱۱۳ - ۱۱۶ - ۱۱۷ - ۱۲۲ - ۱۴۳

کتبخانه وقف [illegible] میرتقه

ام الائمہ علیہا السلام

اس کتاب کو تصنیف کرنے کی یوں ضرورت محسوس ہوئی کہ شمس العلماء ڈپٹی
نذیر احمد صاحب دہلوی نے ایک رسالہ موسوم بہ امہات الامۃ لکھ
کر شایع کیا جس سے اسلامی دنیا میں تہلکہ پڑ گیا اور مسلمانوں کی طرف سے
اس قدر شور و غوغا بلند ہوا کہ بالآخر ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسہ
بمقام دہلی میں یہ کتاب ایک جم غفیر کے سامنے جلا دی گئی - ام الائمہ
ان تمام دریدہ دہنیوں کا جواب ہے جو جناب فاطمۃ الزہرا صلوات
اللہ علیہا کی سیرۃ کے متعلق کی گئی تھیں - اس کے مصنف عالیجناب
قاضی سید محمد محسن صاحب وفا نائب رجسٹرار ہیں

سنہ ۱۳۲۹ھ

سید صغیر حسن مالک مطبع حسینی لکھنؤ نے چھپوا کر شائع کیا

قیمت ۱۲

مختصر فہرست کتب موجودہ کتب خانہ مطبع یوسفی کشمیری دروازہ دہلی

دامن مریم اُردو علم ادب کی خاص شان لئے ہوئے اک نادر کتاب جو نوعمر لڑکیوں سے لیکر صاحب اولاد خواتین تک لاجواب معلومات کا گنجینہ ہے اگر آپ اپنی امیدوں یا نونہال کونپلوں کو اس نئی دنیا میں ہر دم تک سرسبز اور شاد کام رکھنا چاہتے ہیں تو دامن مریم کی ایک جلد ضرور منگا کر مطالعہ پر مجبور کریں اگر لڑکیوں کا بیش بہا جہیز دامن مریم سے خالی ہے تو لاکھوں روپیہ صرف کر دینے پر بھی ناکافی سمجھا جائے گا مصنفہ حضرت افسر الشعرا آغا شاعر صاحب دہلوی جانشین حضرت داغ مرحوم قیمت فی جلد ۸ /

کلام المتین الموسوم بہ بلاغ المبین کتب مناظرہ میں ایک جدید اور لطیف و مفید اضافہ جس کا دوسرا نام بلاغ المبین ہے تصنیف عالیجناب مولوی حافظ خواجہ فیاض حسین صاحب مدظلہ مدرس مدرسہ حنفیہ میرٹھ مولف ممدوح کی یہ پر مغز تحریر ہزار ہزار قابل داد ہے جنہوں نے نہایت صفائی اور نکتہ سنجی عرق ریزی اور محنت شاقہ سے اس کتاب کو تالیف فرمایا ہے محض اس لئے کہ برادران ایمانی اسکے ذریعہ سے اپنی تحقیقات اور معلومات مذہبی کو وسیع کریں اور مخالفین سے بروقت مناظرہ بازی لے جائیں یہ کتاب نہایت تہذیب اور متانت کے ساتھ معرض تحریر میں لائی گئی ہے اور جا بجا کتب اہل سنت کے حوالے مع نام کتاب و صفحہ سطر چھاپہ درج ہے تاکہ معترض کو جائے اعتراض باقی نہ رہے ضخامت ۲۰۰ صفحہ قیمت عہ /

نور ایمان یہ رسالہ دو طالب علموں کا مناظرہ ہے منجملہ اُن کے ایک کا نام علی رضا اور دوسرے کا نام محی الدین ہے یہ دونوں طالب علم ایک کالج میں تعلیم پاتے تھے ایک دن نماز پڑھنے پر باہم گفتگو شروع ہوئی آخرکار علی رضا صاحب نے بدلائل معقول و منقول قائل کیا اور محی الدین صاحب مذہب حقہ کی طرف رجوع ہوئے اور طریق باطل کو ترک کیا یہ مناظرہ قابل دید ہے ضخامت ۰۰ صفحہ قیمت مجلد ...

اعیان اسلام ابتدائے اسلام سے لیکر شہادت امام حسین کے واقعہ ہائلہ تک اردو زبان میں ایک ملخص تاریخ جس کو آغا مختار حسین صاحب میرآبادی کشمیری وجول قید قلم میں لائے ہیں نہایت آب و تاب ولایتی کاغذ پر چھپ کر تیار ہے اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ تاریخ اسلام کے بڑے بڑے واقعات کا نہایت خوبصورتی سے خلاصہ کیا ہے گویا مولف ممدوح نے دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے اور محض تالیف یا تصنیف نہیں ہے بلکہ عالیجناب رائٹ آنریبل جسٹس سید امیر علی صاحب کی مشہور کتاب سپرٹ آف اسلام کا بامحاورہ ترجمہ اور خلاصہ ہے قیمت فی جلد ۵ /

المشتہر سید صغیر حسن مالک مطبع یوسفی دہلی

کتب خانہ وقف منصبیہ میرٹھ

الفاطمۃ بضعۃ منی من اذاہا فقد اذانی

الحمد للہ والمنۃ کہ دریں ایام میمنت فرجام جواب کتاب امہات الامہ ۔ ماعنی

اُم الائمہ ۱۳۲۹ بجواب اُمہات الاُمہ

من تصنیفات جناب قاضی سید محمد محسن صاحب وفا سیتاپوری سب جج ٹیراہ

سید صغیر حسن شمسی زیدی الواسطی الیوسفی نے مطبع دہلی سے چھپوا کر شایع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم واھلبیتہ الطیبین الطاھرین المعروف بالثقل العظیم ؕ

صبت علی مصائب لو انھا

صبت علی الایام صرن لیالیا

اسلامی دنیا کا وہ فرد جسے ذرا بھی اپنی مذہبی کتابوں پر نظر ہوگی وہ اس مخدومہ اور معظمہ سے کبھی ناواقف نہیں ہو سکتا جس کی مقدس زبان سے یہ شعر نکل کر درد والم کا پورا پورا مرقع کھینچ رہا ہے۔ خدیجہ کی لخت جگر۔ رسول کے کلیجہ کا ٹکڑا۔ علی کی زوجہ حسنین علیہم السلام کی مطہرہ والدہ فاطمۃ الزہرا سیدۃ النساء کوئی ایسی غیر معروف خاتون نہیں ہے جسکا نام کبھی کسی مسلمان کے سامنے لیا جائے اور وہ عقیدت کی پیشانی آستان نیاز پر نہ رکھدے وہ فاطمہ جس کے ذریعہ سے رسولؐ کی نسل قایم رہی۔ وہ فاطمہ جس کی ایذا کو رسولؐ مکرم نے اپنی ایذا سے تعبیر کیا وہ فاطمہ کہ جس کی طہارت اور ہر قسم کے رجس ظاہری و باطنی سے پاکیزگی پر خداوند عالم کا محکم کلام صاف اور روشن الفاظ میں گواہی کے لئے موجود ہے۔ ضرور اس بات کی مستحق ہے کہ نام سنتے ہی اس کے سامنے درود و سلام کا ہدیہ پیش کیا جائے۔ لازم ہے کہ اس کی زندگی کے واقعات قلم بند ہوں۔ ضروری ہے کہ علمائے فریقین کی رائیں اس معصومہ کی عظمت و جلالت کے باب میں نقل کی جائیں اور ان لوگوں کو شرم و خجالت کے پسینوں میں نہانے کا موقع دیا جائے جو آج تیرہ سو برس کے بعد بھی اس کی شان میں محض نصب و خروج کے طرفدار بنکر برے سے کریہہ اور ناملایم سے ناملایم الفاظ استعمال کر کے پھر اس کی روح سے بھی اس شعر کے تکرار کے متمنی ہیں جو اپنے شفیق

باپ اور واجب الاتباع رسول کی وفات کے بعد جفاکاران امت کے بے انتہا مظالم برداشت کرتے ہوئے اُن کے مُنہ سے نکلا تھا جسے ہم درج عنوان کرتے ہیں۔

اسلام کی اس محترم خاتون اور معصومہ پر زبان طعن دراز کرنے میں سواد اعظم کے افراد اور پیروان حضرت ابوبکر و عمر نے یوں تو اکثر نہایت کشادہ دلی سے کام لیا ہے مگر ہندوستان کے ایک مشہور آزاد خیال منصف مزاج یعنی جناب شمس العلماء نذیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جدید تالیف امہات الامہ کو دیکھ کر جس کی بابت مؤلف کا یہ دعوے ہے کہ کتاب ہذا آپ نے نہ شیعہ ہو کر لکھی ہے نہ سنی بنکر اور جس میں اس معصومہ کی ذات سے کچھ بے بنیاد الزام چسپاں کئے گئے ہیں ہمیں تعجب ہوتا ہے جب ہم شمس العلماء جیسے فاضل شخص کو دیکھتے ہیں اور پھر ان غلط واقعات پر نظر ڈالتے ہیں۔

جس بزرگ خاتون کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اپنی بے نظیر وجاہت اور بے لوث اور تمام اخلاق حسنہ سے بھری ہوئی زندگی کے سبب گو ضرور اس قابل ہے کہ اس کی تھوڑی سی حیات کے واقعات کو اہل ایمان کے سامنے اجتماعی صورت میں پیش کیا جائے۔ لیکن مصنف ممدوح کی کتاب مذکور کو دیکھ کر اب یہ امر بمنزلہ واجب سمجھا جاتا ہے کہ سوانح بھی قلم بند ہوں اور ان ہی کے ضمن میں اُن تمام الزامات اور غلط واقعات کی اصلیت بھی روشن کر دیجائے جن سے مصنف ممدوح نے نہایت ایمانداری اور بے انتہا ہوشیاری سے کام لیکر اپنی کتاب کو مزین کیا ہے فنسئل اللہ التوفیق وبہ نستعین

واضح ہو کہ جب نبوت کا درخشندہ آفتاب مصلحت کے ابر میں جا تئیس منزلیں ختم کرکے بحکم ایزدی دنیا کو نورانی کر چکا۔ امر ہدایت جاری ہو گیا اور اس ہادی برحق کو نافرمانوں کے مظالم سہتے سہتے کامل چار برس گذر گئے پانچویں کی ابتدا ہوئی تو سنہ پنجم بعثت میں حسب تحقیق صاحب ناسخ التواریخ بتاریخ بستم ماہ جمادی الثانی حضرت زہرا کے نور نے مدینہ کی گلی کوچوں کو درخشاں کر دیا۔ کتاب ریاض الشہادۃ میں ملا محمد حسین قزوینی رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ کتاب امالی صادق آل محمد سے یہ حدیث نقل فرماتے ہیں اور جلاء العیون میں بھی یہی مرقوم ہے کہ جیدن سے حضرت خدیجہ نے حبیب خدا کو اپنا محبوب بنایا تھا اُسی دن سے زنان قریش کے دل میں اُن کی طرف سے ایک دشمنی سی پیدا ہو گئی تھی نہ کوئی عورت آپ کے پاس آتی تھی نہ سلام کرتی تھی اور نہ کسی اور کو آنے دیتی تھی وحشت اور تنہائی کا سلسلہ دراز ہوتا تھا جس سے رنجیدہ اور ملول ہونا جناب خدیجہ کے لئے ایک لازمی بات تھی۔ جب جناب سیدہ کا حمل بطن اقدس میں قرار پایا تو آپ اپنی والدہ سے پردہ شکم میں باتیں

کیا کرتی تھیں۔ تلقین صبر فرماتی تھیں جس سے کہ تنہائی کا صدمہ کم ہو جاتا تھا جناب خدیجہ نے اس امر کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سے مخفی رکھا تھا۔ ایک روز آپ تشریف لائے جناب خدیجہ کو کسی سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا مگر وہ شخص مخاطب نظر نہ آیا دریافت کیا جس کے جواب میں عرض کی گئی کہ یہ جنین جو میرے شکم میں ہے مجھ سے ہمکلام ہوا کرتا ہے حضرت نے فرمایا کہ اسی وقت مجھے جبرئیل نے خبر دی ہے کہ یہ ایک دختر ہے طاہرہ معصومہ میمونہ مبارک۔ خداوند عالم اسی کی ذات سے میری نسل کو قائم رکھے گا اس کی نسل سے آئمہ و پیشوایان دین پیدا ہوں گے۔ وقت ولادت تک اسی قسم کے حالات ظاہر ہوتے رہے اور جب وہ وقت آیا کہ یہ نور دنیا کو شانِ ایزدی کا جلوہ دکھائے تو جناب خدیجہ نے زنان قریش کو پیغام دیا کہ اسوقت میری امداد کرو ادھر سے صاف جواب یہ آیا کہ چونکہ تم نے ہماری مرضی کے خلاف محمد یتیم ابو طالب سے نکاح کر لیا ہے جس کے پاس زر و مال کچھ بھی نہیں لہذا ہم تمہارے شریک حال نہیں ہو سکتے۔ خدیجہ سلام اللہ علیہا کے دل پر اس جواب کا گہرا ملال چھایا ہوا تھا کہ اسی اثنا میں چار بیبیاں گندم گوں بلند قامت جو زنان بنی ہاشم سے مشابہ تھیں آپ کے پاس آئیں جنہیں دیکھ کر بوجہ اجنبیت آپ پر ایک قسم کا ہراس طاری ہوا اور فوراً ہی ان آنے والی بیبیوں میں سے ایک نے کہا اے خدیجہ ذرا بھی اندیشہ نہ کرو ہم تمہاری بہنیں ہیں۔ ہم خدا کی بھیجی ہوئی یہاں آئی ہیں۔ ہم میں سے ایک سارہ زوجۂ ابراہیم ہیں۔ ایک آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون ایک مریم بنت عمران۔ ایک کلثوم خواہر موسیٰ۔ ہمیں حکم ہوا ہے کہ اسوقت تمہاری خدمت بجا لائیں۔ یہ کہہ کر ایک بی بی داہنی جانب بیٹھی ایک بائیں طرف ایک پس پشت ایک سامنے اور اسی عالم میں جناب سیدہ پیدا ہوئیں اور ان تمام کثافتوں سے پاک پیدا ہوئیں جو اس موقع پر عورات کے لئے ہوتی ہیں ایک نور چمکا اور مدینہ کے مکانات کو نورانی کر گیا دس حوریں بہشت کے طشت اور ابریق لئے ہوئے آئیں جن میں آب کوثر لبریز تھا اور ان بی بی کو دیا جو حضرت خدیجہ کے سامنے بیٹھی تھیں انھوں نے آپ کو اس سے غسل دیا اور دو کپڑے نہایت نازک اور باریک نکالے جو بالکل براق اور خوشبو تھے ایک سے بدن کو اور ایک کو سر سے لپیٹا۔ پھر مولودہ گویا ہوئیں جس کی زبان سے پہلے پہل یہ لفظ نکلے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان ابی رسول اللہ وسید الانبیاء وان بعلی سید الاوصیاء و ولدی سادۃ الاسباط پھر ہر بی بی کو نام بنام سلام کیا وہ بیبیاں نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ ہمکلام ہوتی تھیں۔ اہل ایمان نے آپس میں ولادت دختر خیر البشر کی بشارت دی آسمانوں میں ایک نور ظاہر ہوا جسے ملائکہ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ پھر ان خواتین نے آپ کو حضرت خدیجہ کی گود میں دیا

در کھا لو اس پاکیزہ دختر کو یہ طاہرہ ہے میمونہ ہے۔ مبارکہ ہے۔ خود بھی اور اسکی نسل بھی حضرت خدیجہ اس عطیہ عظمی پر شکر خدا بجالائیں اور قدرت کے فیاض ہاتھوں نے قوت نمو و بالیدگی کو اس فیاضی سے عطا فرمایا تھا کہ آپ ایک مہینے کی عمر میں ایک سال کی معلوم ہوتی تھیں

ہم ابھی ذکر کر آئے ہیں کہ حضرت کی ولادت سال بعثت پنجم میں ہوئی ہے یہ سال اگر واقعات کے پہلو سے بھی دیکھا جائے تو نہایت مبارک سال ہے۔ تین سال تک مخفی دعوت کرنے کے بموجب بہ حکم محکم فاصدع بما تؤمر و اعرض عن المشرکین (جس کام پر تو مامور کیا گیا ہے اُسے آشکارا کردے روشن کردے اور مشرکین سے مُنہ پھیرا لے) آپ نے علانیہ دعوت شروع کی اور ابولہب نے جسے سُنکر یہ کہا کہ میرا بھتیجا دیوانہ ہو گیا ہے اور ساتھ ہی آیہ و انذر عشیرتک الاقربین (اپنے قریبی قبیلہ والوں کو ڈرا) نازل ہوا اور آپ نے اس کار رسالت کو بھی بوجہ احسن انجام دے کر جناب امیر کو جو اول الایمان و الاسلام تھے منصب خلافت کا جائز وارث قرار دے دیا جس کی مفصل کیفیت محمد ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں اس طرح قلمبند کی ہے۔

حدثنا ابن حمید قال حدثنا سلمۃ قال حدثنی محمد ابن اسحاق عن عبد الغفار بن القسم عن المنھال بن عمرو عن عبید اللہ بن الحارث بن الحارث عن عبد المطلب عن عبد اللہ بن عباس عن علی ابن ابیطالب قال لما نزلت ھذہ الآیۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و انذر عشیرتک الاقربین دعانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فقال لی یا علی ان اللہ امرنی ان انذر عشیرتی الاقربین فضقت بذلک ذرعا و عرفت انی متی اباديهم بهذا الامر اری منهم ما اکرہ فصمت علیہ حتی جاءنی جبرئیل فقال یا محمد انک ان لا تفعل ما تؤمر بہ یعذبک ربک فاصنع لنا صاعا من طعام و اجعل علیہ رجل شاۃ و املأ لنا عسا من لبن ثم اجمع لی بنی عبد المطلب حتی اکلمھم و ابلغھم ما امرت بہ ففعلت ما امرنی بہ ثم دعوتھم لہ وھم یومئذ اربعون رجلا یزیدون رجلا او ینقصون رجلا فیھم اعمامہ ابو طالب و حمزہ و العباس و ابو لھب فلما اجتمعوا الیہ دعانی بالطعام الذی صنعت لھم فجئت بہ فلما وضعتہ تناول رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم حذیۃ من اللحم فشقھا باسنانہ ثم القاھا فی نواحی الصحفۃ ثم قال خذوا بسم اللہ فاکل القوم حتی مالھم بشیء حاجۃ و ما اری الا مواضع ایدیھم و ایم اللہ الذی نفس علی بیدہ ان کان الرجل الواحد منھم لیاکل ما قدمت لجمیعھم ثم قال اسق القوم فجئتھم بذلک العس فشربوا منہ حتی رووا جمیعا و ایم اللہ ان کان الرجل الواحد منھم لیشرب مثلہ فلما اراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یکلمھم بدرہ ابو لھب

الی الکلام فقال لقد ما سحرکم صاحبکم فتفرق القوم ولم یکلمہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال الغد یا علی ان ھذا الرجل سبقنی الی ما قد سمعت من القول فتفرق القوم قبل ان اکلمہم فاعد لنا من الطعام مثل ما صنعت ثم اجمعہم الیّ قال ففعلت ثم جمعتہم ثم دعانی بالطعام فقربتہ لھم ففعل کما فعل بالامس فاکلوا حتی ما لھم بشیء حاجۃ ثم قال اسقہم فجئتہم بذلک العس فشربوا حتی رووا منہ ثم تکلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال یا بنی عبد المطلب انی ما اعلم شابا فی العرب جاء قومہ بافضل ما جئتکم بہ انی قد جئتکم بخیر الدنیا والاخرۃ وقد امرنی ان ادعوکم الیہ فایکم یوازرنی علی ھذا الامر علی ان یکون اخی ووصیی وخلیفتی فیکم قال فاحجم القوم عنہا وقلت وانی لاحدثہم سنًّا وارمصہم عینا واعظمہم بطنا واحمشہم ساقًا انا یا نبی اللہ اکون وزیرک علیہ فاخذ برقبتی ثم قال ان ھذا اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا قال فقال القوم یضحکون ویقولون لابی طالب قد امرک ان تسمع لابنک وتطع انتہٰی۔

یہ سلسلہ رواۃ جو جناب امیر پر منتہی ہوتا ہے اسکا ماحصل یہ ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب آیۂ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو مجھے حضرت رسول اللہ نے طلب کیا اور فرمایا یا علی مجھے حقتعالےٰ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرانے کا حکم دیا ہے اس سے میں دل تنگ ہوا اور سمجھا کہ جس وقت میں انہیں عذاب خدا سے ڈراؤں گا تو ان کی طرف سے وہ امر پیش آئے گا جسے میں مکروہ سمجھتا ہوں میں نے سکوت اختیار کیا حتی کہ جبرئیل نازل ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر وہ حکم تم نے نہ پہنچایا جس پر مامور ہوئے ہو تو خداوند عالم آپکو عذاب کرے گا پس اے علی اب تم بمقدار ایک صاع کھانا۔ ایک گوسفند کی ران اور ایک جام دودھ لاؤ اور اولاد عبد المطلب کو میرے پاس بلا لو تاکہ میں خبردار کردوں اور وہ پیام پہنچا دوں جسپر مامور ہوا ہوں یہ ارشاد سنکر میں نے اُسکی تعمیل کی پھر ان لوگوں کو بلا لایا اور وہ کم و بیش چالیس آدمی تھے انہیں میں آپ کے اعمام۔ ابو طالبؑ حمزہؓ عباسؓ اور ابو لہب بھی تھے۔ اب رسول اللہ نے مجھے کھانا لانیکا حکم دیا میں نے حاضر کیا حضرت نے اپنے دست مبارک سے ایک ٹکڑا گوشت کا لیا اور اپنے دانتوں سے ریزہ ریزہ کرکے اُسے پیالے کے گرد ڈالدیا۔ پھر فرمایا کہ اللہ کا نام لیکر کھاؤ وہ کھانے لگے حتی کہ شکم سیر ہو گئے اور انہیں کسی شے کی حاجت باقی نہ رہی اور کھانا اسی طرح رہا قسم ہے اُس ذات اقدس کی جس کے قبضۂ قدرت میں علیؑ کی جان ہے کہ اُن میں سے فقط ایک آدمی اتنا کھانا کھا سکتا تھا۔ پھر حضرتؐ نے انہیں سیراب کرنیکا حکم دیا میں کاسۂ شیر لے آیا جس سے وہ سب سیراب ہو گئے

اور ایک آدمی اُن میں سے اتنا دودھ پی سکتا تھا اس کے بعد رسول اللہ نے اُن سے کلام کرنیکا ارادہ کیا اور ابولہب بول اُٹھا او ہو حقیقتاً تمہارے صاحب نے تم پر بڑا جادو کیا ہے یہ سُنتے ہی سب اُٹھ کر چلے گئے اور آپ کچھ کہنے نہ پائے اگلے روز حضرت نے صبح کو فرمایا یا علی کل ابولہب نے مجھ پر سبقت کی اور جو کچھ اُسنے کہا تم نے بھی اُسے سُنا ہے۔ آج پھر مثل سابق وہی سامان کرو اور اُن سبکو بلا لاؤ جناب امیر فرماتے ہیں کہ میں نے پھر اُسی طرح کھانا تیار کیا اُن سب کو جمع کیا اور حسب ارشاد رسول کھانا اُن کے سامنے رکھا اور حضرت نے مثل کل کے وہی عمل کیا۔ بغرض انھوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ پھر پینے کا سہ شیر پیش کیا اس سے سب سیراب ہو گئے اُسوقت حضرت یوں گہر افشاں ہوئے اے اولاد عبدالمطلب عرب کا کوئی شخص اپنی قوم کے لیے وہ تحفہ نہیں لایا جو میں تمہارے واسطے لایا ہوں وہ کیا ہے؟ بھلائی دنیا کی اور آخرت کی مجھے میرے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ میں اس امر نیک کی طرف دعوت دوں اب تم میں کون ایسا شخص ہے جو اس کام میں میرا بوجھ ہلکا کرے اور اس امر کو قبول کرے کہ تم میں میرا بھائی میرا وصی ہو میرا خلیفہ ہو حضرت فرماتے ہیں کہ یہ سنکر وہ لوگ خاموش ہو گئے اور میں کہ ان لوگوں سے کم سن اور ضعیف القویٰ تھا اُٹھا اور عرض کی یا رسول اللہ میں آپ کے اس بوجھ کو ہلکا کروں گا۔ یہ سنکر حضرت نے میری گردن پر ہاتھ رکھا اور فرمایا بیشک یہ میرا بھائی ہے۔ میرا وصی ہے میرا خلیفہ ہے تم میں۔ تم اس کے حکم کو سنو اور اسکی اطاعت کرو یہ سنتے ہی وہ سب لوگ ہنسنے لگے اور ابوطالب سے (مزاحاً یا طعناً) کہا تجھے حکم دیا ہے کہ اپنے بیٹے کے حکم کو سن اور اُس کی اطاعت کر۔

اس واقعہ کو بظاہر اس رسالہ سے کوئی ربط نہیں معلوم ہوتا لیکن فی الحقیقت دیکھو تو ایک گہرا تعلق موجود ہے علیؑ و فاطمہؑ دو دو نہیں اور پھر اس سے اُن متعصبین اہل سنت کی نہایت عمدہ طریقہ سے تردید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ رسولؐ نے کسی موقع پر اشارۃً یا کنایۃً علی ابن ابیطالب شوہر بتولؑ کی خلافت کا اظہار نہیں کیا شاہ ولی اللہ دہلوی جناب شاہ عبدالعزیز کے والد بزرگوار نے اس واقعہ کو بحث خلافت سید الاوصیا میں بایں عبارت خصائص نسائی سے نقل کیا ہے

ان رجلا قال لعلی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بما ورثت ابن عمک دون عمک قال جمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او قال دعا رسول اللہ بنی عبدالمطلب فصنع لھا مداً من الطعام قال اکلوا حتی شبعوا وبقی الطعام کما ھو کان لم یمس ثم دعا بغمر فشربوا حتی رووا وبقی الشراب کان لم یمس ولم یشرب فقال یا بنی عبدالمطلب بعثت الیکم خاصۃ والی الناس عامۃ وقد رایتم من ھذہ

الا منعما را ایکم یبایعنی علی ان یکون اخی وصاحبی ووارثی فلم یقم بعد احد فقمت الیہ وکنت اصغر القوم قال اجلس ثم قال ثلث مرات کل ذالک اقوم الیہ فیقول لی اجلس حتی کان فی الثالث ضرب بیدہ علی یدی ثم قال فبذالک ورثت ابن عمی دون عمی انتہی جناب امیر علیہ السلام سے ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ اپنے ابن عم کے وارث ان کے اعمام کو ہوتے ہوئے کیونکر ہو گئے آپ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ نے جمع کیا یا یہ فرمایا کہ بنی المطلب کو بلایا اُن کے لئے ایک مُد کھانا تیار کیا۔ انھوں نے سیر ہو کر کھایا اور کھانا اسی طرح بچ رہا گویا اُسے کسی نے چھوا ہی نہیں پھر ایک جام شیر طلب کیا جس میں سے سب نے اچھی طرح پیا اور دودہ اسی طرح باقی رہا گویا اُسے کسی نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور کسی نے اُس میں سے نہیں پیا۔ پھر فرمایا اے اولاد عبدالمطلب میں تمہاری طرف خصوصاً اور دیگر لوگوں کے لئے عموماً مبعوث ہوا ہوں اور اس امت کو تم نے جیسا دیکھا ہے دیکھا ہی ہے۔ اب تم میں سے کون اس امر پر میری بیعت کرتا ہے کہ وہ میرا بھائی ہو میرا ہمنشین ہو میرا وارث ہو یہ سنکر اُن میں سے کوئی نہ اٹھا میں کھڑا ہوا حالانکہ میں اُن سب سے چھوٹا تھا مجھ سے حضرت نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور تین مرتبہ آپ نے سب کو مخاطب کر کے یہی کلمات فرمائے اور ہر بار میں ہی اٹھتا تھا آخری تیسری مرتبہ حضرت نے میرے ہاتھ پر ہاتھ مارا سائل سے یہ واقعہ بیان کر کے جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اس وجہ سے میں اور اعمام کی موجودگی میں اپنے ابن عم (رسولخدا) کا وارث ہوا ہوں۔

ایک سطحی نظر ڈالنے سے بھی روشن ہو جائے گا کہ رسول اللہ نے کیسے صاف اور روشن لفظوں میں اپنے جانشین کا اعلان فرمایا ہے اور اس وزیر نے کس خندہ پیشانی ۔جرأت اور بے نظیر استقلال کا نمونہ دکھلانے والے لفظوں میں امر نبوت میں امداد کا وعدہ کیا ہے اسکی بابت ایک انگریز مورخ گبن لکھتا ہے ایک نوجوان اس حیرت وشک اور حقارت آمیز خاموشی کی برداشت نہ لا سکا اور گویا ہوا یا رسول اللہ اگرچہ میں اس مجمع میں سب سے کم عمر ہوں مگر اس مشکل خدمت کو میں بجا لاؤں گا۔ اسی واقعہ کو قلمبند کر کے مسٹر کارلائل صاحب فرماتے ہیں۔ اگرچہ یہ مجمع جس میں ابوطالب علی کا باپ بھی تھا محمد کا دشمن نہ تھا مگر تاہم ایک ادھیڑ عمر کے ان پڑھ آدمی اور ایک سولہ برس کے لڑکے کا یہ فیصلہ کرنا کہ وہ دونوں ملکر تمام دنیا کے خیالات کے برخلاف کوشش کریں گے ایک مضحکہ کی بات معلوم ہوئی اور تمام مجمع قہقہہ لگا کر منتشر ہو گیا مگر ثابت ہو گیا کہ یہ کوئی ہنسی کی بات نہ تھی بلکہ بہت ٹھیک اور درست تھی یہ نوجوان علی ایسا شخص تھا کہ ضرور ہے کہ ہر شخص اسکو پسند ہی کرے اور اس امر سے جو اوپر بیان کیا گیا ہے اور نیز اور باتوں سے جو ہمیشہ اس کے بعد اس سے ظہور میں آئیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک صاحب اخلاق

فاضلہ محبت سے بھرپور اور ایسا بہادر شخص تھا کہ جسکی آگ جیسی تیز و تند جرأت کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی تھی اس شخص کی طبیعت میں کچھ عجیب قسم کی جوانمردی تھی۔ شیر سا تو بہادر تھا مگر باوجود اس کے مزاج میں ایسی نرمی اور رحم اور سچائی اور محبت بھی جیسی ایک کرسچین نائٹ (عیسائی دیندار جوانمرد) کی شایاں ہے ان واقعات کو دیکھکر اگر شیعہ جماعت اپنے دل میں فیصلہ کرے کہ علیؑ کو اپنی مسند پر دیکھنا پیغمبر کا دلی مقصد تھا تو عقلمندوں کے لئے تو ذرا بھی محل استعجاب و تعجب نہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب جہاں اس واقعہ کو خلافت علیؑ کے لئے بایں الفاظ ایک قوی دلیل تسلیم کرتے ہیں کہ ازانجملہ آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیش از ہجرت با و معاملہ منتظر الخلافہ کہ یکے از لوازم خلافت خاصہ ست بجا آوردہ اس انکے ہم مذہب علمائے متاخرین کی یہ تاویل کسقدر بعید از عقل اور قابل مضحکہ معلوم ہوتی ہے کہ اس حدیث سے خلافت بلافصل مراد نہیں بلکہ خلافت چہارم مراد ہے۔ کلام کی تفصیل اس طریقہ سے جبیر متکلم راضی ہو ہم نہیں سمجھتے کس قسم کی عقل کا شیوہ ہے حدیث میں آیا کوئی لفظ ایسا دکھایا جاسکتا ہے جس سے یہ معنی استنباط کئے جاسکیں ہرگز نہیں دوم یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ گو اسوقت جناب عمر لات و عزے کی خاک پا کو اپنی آنکھوں کا سرمہ سمجھ رہے تھے مگر حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان تو موجود تھے جو زعم اہلسنت علیؑ سے زیادہ مستحق خلافت تھے اور اسی لئے علیؑ سے پہلے وہ اس رتبہ پر فائز ہوئے انہیں ایسے موقع پر نظر انداز کردینا اور ایک ایسے شخص کو قوم کے سامنے پیش کرنا جو درجہ چہارم پر خلیفہ ہونیوالا ہو سمجھ میں نہیں آتا کہ رسول کا فعل کیونکر ہوسکتا ہے جسے یقیناً ہمارے عقیدے کے موافق دنیا بھر کے عقلا پر تفوق اور برتری حاصل ہے۔ کسقدر تعجب ہے حاضرین سے مخاطب ہوکر خدا کا رسول اور سچا رسول کہہ رہا ہے کہ اس کام میں کون میری مدد کرتا ہے اور کون تم میں میرا بھائی میرا وصی میرا صاحب میرا خلیفہ ہونا منظور کرتا ہے۔ جناب امیر اٹھتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں اور رسول خدا اُن کی گردن پر ہاتھ رکھکر فرماتے ہیں۔ بیشک یہ میرا بھائی ہے یہ میرا وصی ہے میرا خلیفہ ہے۔ مگر جب ایفائے عہد کا وقت آتا ہے تو تین اور جملہ معترضہ درمیان میں داخل کردئے جاتے ہیں ہرگز ہرگز یہ رسول کی شان نہیں ہوسکتی یہ عذر ایک عذر بارد سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ جس کی عقلی حرارت کے سامنے ذرا بھی صلبیت قائم نہیں رہتی۔ کاش شمس العلما صاحب علامہ ربہ اسی ایک واقعہ کو ملاحظہ کرلیتے تو انہیں اسقدر رطب و یابس کی بھرتی سے اپنے کتاب کی حجم بڑھانے کی ضرورت ہوتی الغرض مقصود اصلی ہمارا یہ ہے کہ جب یوں علانیہ طور پر اسلام کی دعوت دی گئی تو اب کفار قریش کی مخالفتیں بھی کھلم کھلا ہوگئیں جن میں دن بدن اشتداد ہوتا گیا جن جن

قسم کے آثار رسول کو پہنچائے گئے اُن پر ثابت قدم رہنا یقیناً ہمارے رسول کی صداقت کی ایک بیّن دلیل ہے
اب اس دعوت کے دوسرے برس یا بعثت کے پانچویں سال عقلاً کہا جا سکتا ہے کہ کفر کی طغیانیاں کس زور
و شور پر ہونگی۔ یقیناً تھیں کیونکہ کفار قریش جب اپنی آزادی پر اکتفا نہ کر سکے تو انھوں نے بیرونجات سے
بھی مدد منگانی شروع کر دی تھی اور عرب کے اس سرے سے اُس سرے تک تمام مشرکین و کفار کی مخالفت میں سخت
ہیجان واقع ہو گیا تھا اور اختلاف کا ایک ذخار سمندر موجزن تھا جس کی خوں خوار لہریں دن بدن بڑھتی
ہی جاتی تھیں اسلام اگر سچا مذہب نہ ہوتا تو اس کی کشتی ضرور طوفانی ہو جاتی مگر ایک تو وہ نور زمین پر
چمکا جو اس کشتی کا محافظ تھا یعنی جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی پیدایش ہوئی جن سے اس کشتی کے اولنگر
پیدا ہوئے اور اسی سال جناب حمزہ دولت اسلام سے مالا مال ہو کر رسول کے لئے ایک مضبوط سپر ثابت ہوئے
اور مسلمانوں کے لئے ایک گونہ اطمینان کی شکل نکلی ابو جہل کی ناک رگڑنے والا ایک شخص اسلام میں شامل ہو گیا
ہمیں اس مقام پر اس حدیث پر بھی توجہ کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے جس پر شیدایان حضرت عمر بے انتہا افتخار
کرتے ہوئے نظر آتے ہیں وہ حدیث یہ ہے اللھم اعزالاسلام بابی جھل او عمر ابن الخطاب یعنی حضرت
دعا فرماتے ہیں کہ خداوندا اسلام کو یا ابی جہل یا عمر ابن خطاب کے سبب سے عزت یعنی غلبہ عطا فرما۔
ڈپٹی صاحب نے بھی اس حدیث کو نہایت وثوق اور فخر کے ساتھ فضائل عمری کا ضمیمہ قرار دیا ہے ہمارا خیال ہے
کہ فن حدیث بادی النظر میں جسقدر سہل ہے اُتنا ہی مشکل بھی ہے ممکن ہے کہ خوش اعتقادی فقط ابو ہریرہ یا کسی
اور بزرگ کا نام دیکھتے ہی کسی حدیث کے قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے لیکن درایت کی کسوٹی پر جب تک کسی
قول کو کس لیا جائے۔ ہمارے نزدیک تو عقلمندی کے خلاف ہے کہ اُسے سر آنکھوں پر جگہ دیجائے اول تو ہم
اسی قول کو کفر سمجھتے ہیں کہ اسلام کو فلاں شخص کے سبب سے عزت نصیب ہوئی بلکہ یوں کہنے کہ اسلام نے ان لوگوں
کو باوجودیکہ دنیا بھر کی نگاہوں میں ذلیل و خوار وحشی بادیہ نشین اور لٹیرے مشہور تھے۔ اب رہا ابو جہل کے لئے
حضرت کا دعا مانگنا کہ خداوندا اس کے سبب سے اسلام کو معزز کر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابو جہل سب سے زیادہ
قوت والا آدمی تھا حالانکہ یہ خلاف واقعہ ہے حضرت حمزہ نے اسی ابو جہل کا سر کمان کی ضرب سے مجروح
کر دیا جیسا کہ آپ کے اسلام قبول کرنے کے واقعہ سے ظاہر ہے اور وہ کچھ نہ کر سکا۔ لہذا حضرت اگر دعا مانگتے تو
حمزہ کے لئے مانگتے جن کی قوت سطوت ہیبت اور تہور کے سامنے ابو جہل کوئی چیز نہ تھا۔ اعلیٰ کے ہوتے
ہوئے اسفل سے رجوع کرنا شان عقل سے بسا بعید ہے ابو جہل تو یوں گیا اب دیکھئے حضرت عمر ابن خطاب کی

طرف ان کے سوانح سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں کفار میں کوئی خاص منزلت حاصل نہ تھی وہ بالکل
ایک معمولی حیثیت کے آدمی تھے زیادہ سے زیادہ یہ کہ ایک ساربان کے بیٹے تھے ان کی عمر کا بڑا حصہ اونٹ
چرانے میں گذرا ہے اسی سے اندازہ کر لو کہ ان کے والد بزرگوار کو اتنی بھی مقدرت نہ تھی کہ وہ ایک غلام
رکھ لیتے جو شرفائے عرب کی خاص شان تھی اور اپنے جگر بند کو ایسی تکلیف میں ڈالتے۔ اسی بادیہ پیمائی
بدوؤں کی صحبت اور شفیق باپ کے ہاتھ سے ذرا سے قصور پر سخت سے سخت مار کھانے کے سبب اُن کی
طبیعت میں ایک فظاظت۔ غلاظت بلکہ قساوت پیدا ہو گئی تھی خانہ کعبہ کی جتنی خدمات تھیں جن کی انجام
دہی پر قریش فخر کرتے تھے انہیں سے کوئی حضرت عمر کو حاصل نہ تھی ان کا حسب نسب بھی کچھ ایسا بڑھا چڑھا
نہ تھا جو ان لوگوں کے دل میں کوئی خاص وقعت پیدا کرتا وہ ایک کنیزک کی نسل سے تھے جیسا کہ کتاب مثالب
میں ابوالمنذر ہشام نے جس کی نسبت کے بارے میں بڑے بڑے علما نے توثیق کی ہے لکھا ہے ھشام عن ابیہ
قال کانت صحاک امۃ حبشیۃ لہاشم ابن عبد مناف فوقع علیہا نفیل ابن ھاشم ثم وقع بہا
علیہا عبد العزیٰ بن ریاح فجائت بنفیل جد عمر ابن خطاب ہشام نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ صحاک
ہاشم ابن عبد مناف کی حبشی لونڈی تھی اسپر نفیل ابن ہاشم نے تصرف کیا پھر عبد العزیٰ بن ریاح اس پر
متصرف ہوا اور اس آخری تصرف سے نفیل حضرت عمر کے جد بزرگوار پیدا ہوئے پھر عبد العزیٰ کی حالت
دنیوی وجاہت کی وہ کیفیت پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کو قریش میں کونسا اعزاز حاصل تھا جو اسلام کی
پشت پناہ ہو جاتا۔ اب یہ کہنا کہ جس روز آپ اسلام لائے اسی روز خانہ کعبہ میں سب نے کھلم کھلا
نماز پڑھی۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر آپ کے بجائے کوئی اور شخص اسلام لاتا جب بھی یہ تو ہونے ہی والا تھا
کو مشرکین و کفار کی مخالفت کا اشتداد تھا مگر اسلام کو بھی کچھ نہ کچھ شوکت حاصل ہو ہی رہی تھی اور حمزہ
کے مسلمان ہو جانے سے مسلمانوں کو ضرور ایک قسم کی تقویت ہو گئی تھی۔

حضرت حمزہ کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز ابوجہل نے حضرت پیغمبر کو کوہ صفا پر کھڑے ہو کر گالیاں
دیں اور دین محمدی کی نسبت بہت کچھ بدزبانی کی حضرت خاموشی کی حالت میں دولتسرا کو واپس تشریف
لے گئے اور حمزہ شکارگاہ سے واپسی کے وقت خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے داخل خانہ ہوئے اور
عبداللہ ابن جدعان کی کنیز نے ابوجہل اور حضرت کے درمیان جو کچھ گذرا تھا بیان کیا۔ جناب حمزہ
طیش میں آکر اُٹھے اور مجمع قریش میں آکر چھوٹتے ہی ابوجہل کے سر پر کمان ماری جس سے اسکا سر زخمی

ہوگیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ تیری مجال ہے کہ تو رسول اللہ کو گالیاں دے تو نہیں جانتا کہ میں اُن کا دین اختیار کر چکا ہوں یہیں سے معلوم ہوگیا کہ جناب حمزہ کا کتنا اثر ان لوگوں پر تھا بنی مخزوم نے ابوجہل کی یہ حالت دیکھ کر آپ سے الجھنے کا ارادہ بھی کیا مگر ابوجہل نے کہا جو آپ کی سطوت سے خوب واقف تھا کہ نہیں تم لوگ ابوعمارہ سے تعرض نہ کرو۔ ابوجہل جیسے سرکش کا اس بے عزتی کو گوارا کرکے چپ ہو جانا جناب حمزہ کی ایک غیر معمولی سطوت کو ظاہر کر رہا ہے۔ غرض ابوجہل سے بدلہ لیکر آپ خدمت رسول میں آئے اور مشرف باسلام ہوئے جناب ابوطالب نے جب یہ سُنا تو بہت خوشنودی ظاہر کی اور فی البدیہ کچھ اشعار پڑھے جن میں سے دو شعر یہ ہیں۔

فقد سرنی اذ قلت انک مومن فکن لرسول اللہ فی اللہ ناصرا

ونادِ قریشاً بالذی قد اتیتہ جہاراً وقل ماکان احمد ساحرا

اے حمزہ تو نے اپنے ایمان کی خوشخبری دیکر مجھے مسرور کر دیا۔ اب تو خدا کی راہ میں رسول اللہ کا ناصر و مددگار ہو جا۔ اور جو دولت تجھے حاصل ہوئی ہے قریش میں اُسکا اعلان کردے اور کہدے کہ احمد ہرگز ہرگز جیسا کہ تمہارا گمان فاسد ہے) جادوگر نہیں ہے

اس واقعہ سے اگر دیکھا جائے تو حضرت ابوطالب کے اسلام و ایمان پر بھی روشنی پڑ رہی ہے جس کے اکثر متعصب اور تاریک آنکھوں والے منکر ہیں مگر ہم ممنون ہیں جناب شمس العلماء کے جنھوں نے اپنی اسی کتاب میں تحریر فرما دیا ہے کہ اگر حضرت ابوطالب (معاذ اللہ) کافر تھے تو اسلام اس کفر کا بہت زیادہ ممنون ہے بہ نسبت ہمارے اسلام کے خداوندا ہمیں بھی ایسی توفیق عطا فرما۔

غرض اسی سال کہ جس میں ابوجہل جیسے شخص کا سر توڑنے والا اسلمانوں میں شامل ہو گیا۔ ادھر جناب خدیجہ کے لئے جو اپنی تنہائی سے مغموم و ملول رہا کرتی تھیں اور رسولؐ اللہ کے واسطے غم غلط کرنیکا پہلو نکل آیا یعنی جناب سیدہ پیدا ہوئیں۔

نام اور القاب

سب سے مشہور نام آپ کا فاطمہ ہے جیسا کہ کتب تواریخ سے مستنبط ہوتا ہے اور حضرت رسولخدا کی زبان اقدس پر بھی اکثر یہی نام جاری ہوتا تھا جیسا کہ ان کلمات سے ظاہر ہوتا ہے جو آپ نے اپنی لخت جگر

کے حق میں ارشاد فرمائے ہیں مثلاً الفاطمۃ بضعۃ منی من اذاھا فقد اذانی فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسکو ایذا دی اس نے مجکو ایذا دی وقول ملائکہ یا فاطمۃ ان اللہ اصطفٰک الخ وغیرہ اسم تسمیہ کی توجیہ بسند معتبر حضرت موسیٰ ابن جعفر سے یہ منقول ہے کہ حقتعالیٰ کو معلوم تھا کہ حضرت رسول اللہ اکثر قبائل عرب کی عورات سے نکاح کریں گے ان میں سے ہر ایک کو خلافت کی طمع ہوگی لہذا حضرت سیدہ کا نام فاطمہ رکھا تاکہ خبر دے کہ رسول اللہ کی خلافت شوہر فاطمہ اور اُن کے فرزندوں میں منحصر ہے اور بوجہ ولادت حضرت فاطمہ دوسروں کی طمع خلافت قطع ہوگئی کیونکہ فاطمہ فطم سے مشتق ہے اور فطم کے معنی قطع و بریدکے ہیں اس نام کے علاوہ صاحب شہر آشوب میں حضرت کے اسماو القاب کی ایک طویل فہرست دی ہے جن میں سے مشہور یہ ہے:- بتول - حصان - حرۃ - سیدہ - عذرا - زہرا - حوراء - مبارکہ - طاہرہ - زکیہ - راضیہ مرضیہ - محدثہ - مریم الکبریٰ وصدیقۃ الکبریٰ اور کنیت آپ کی ہے ام الحسنؑ ام الحسینؑ - ام المحسنؑ ام الائمہ وام ابیہا - آپکے اسماء میں جب ہم صدیقۃ الکبریٰ پر نظر ڈالتے ہیں اور پھر حضرت عائشہ کے لئے بھی یہی نام خوش اعتقاد مریدوں کی بدولت تجویز ہوتا نظر آتا ہے تو ہمیں اس تصرف بیجا پر سخت حیرت ہوتی ہے اور فوراً یہ خیال ذہن میں منقش ہوجاتا ہے کہ جس طرح سواد اعظم نے لقب صدیق اکبر جناب امیرؑ کے نام سے علیحدہ کر کے حضرت ابوبکر کے حوالہ کردیا اسی طرح لقب صدیقہ حضرت فاطمۃ الزہرا سے جدا کر کے جناب عائشہ کے حوالے کیا گیا - ان بزرگواروں نے جہاں تک ہوسکا ان لوگوں کے دینوی حقوق کو ضبط اور غصب کرنے میں کوشش کی اور پیروں کو یہ بات بوجہ انقضائے زمانہ کے باعث میسر نہ آئی مگر تمناتو ضرور تھی لہذا اسی طریقہ سے اپنے دل کی بھڑاس نکالی گئی -

حضرت ابوبکر کو صدیق کیوں کہا جاتا ہے اسکی وجہ اگر خوش عتقاد مریدوں سے پوچھی جائے تو وہ واقعہ شب معراج کو پیش کریں گے کہ آنحضرت نے آپ سے وہ ماجرا بیان کیا اور آپ نے اُسکو بغیر کسی توجہ کے قبول کر لیا گویا پیغمبر کی تصدیق کی اور اس وجہ سے صدیق کہلائے - مگر ہم سخت متحیر ہیں کہ وہ شخص جو ابتدا سے رسول کے حرکات وسکنات کو دیکھ رہا ہو اور اُس کی تمام باتوں کو پرکھ کر اسلام بھی لا چکا ہو کیونکر رسول کی بات کو منترد کرے گا اور بات بھی ایسی جسکے قبول میں نہ جان کا کھٹکا نہ عزت اور آبرو کی بربادی - حضرت ابوبکر پر کیا موقوف ہے اس وقت کے موجودہ مسلمانوں میں جس نے بھی اس واقعہ کو سنا بے چون وچرا تصدیق کے لئے تیار ہوگیا - پھر یہ تو بڑا ظلم ہے کہ حضرت ابوبکر کو تو صدیق اکبر کا ٹھہری

تمغہ عنایت ہو اور دوسرے مسلمان اس سے محروم رکھے جائیں۔ یہیں پر موقوف نہیں ہر اہل عقل کو ایسا فعل رسول کی شان سے نہایت بعید معلوم ہوگا۔

نہایت کھلا ہوا اور صاف مفہوم ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کسی معصر کو نبی مان چکا۔ اس کے اقوال کی صداقت اسپر کچھ نہ کچھ اثر کر چکی اسے امتحان کی کسوٹی پر جانچ لیا اور ہر قرینہ سے معلوم کر لیا کہ یہ خدا کا پیغمبر ہے اور اس کی پیروی میں ہماری بھی بہبودی پنہاں ہے یہ سمجھ کر اسکا دین قبول کر لیا جیسے کہ حضرت ابوبکر نے کیا ان مراحل کو طے کرنیکے بعد ہم تو اس شخص کو نہایت بیوقوف بالکل خام کار اور سراسر کچی عقل کا آدمی سمجھیں گے۔ جو آئندہ چلکر شکوک وشبہات کا شکار ہو جیسا کہ اکثر حضرت سے ظہور میں آیا اور حضرت خلیفہ ثانی نے بروز صلح حدیبیہ کھلے بندوں اس کا اعلان کر دیا تصدیق اولیٰ کی بنا پر جسکا نتیجہ قبول اسلام ہے اگر حضرت ابوبکر کو صدیق کہا جاتا تو شاید کسی حد تک مستحسن بھی ہوتا مگر فقط اتنا کہدینا کہ انھوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد چونکہ واقعہ معراج کی تصدیق کی لہذا انہیں صدیق اور خالی صدیق ہی نہیں صدیق اکبر کہا گیا۔ کسی طرح قبول نہیں کیا جاسکتا حضرت ابوبکر کا فرض تھا کہ وہ ایسا ہی کرتے پھر چونکہ وہ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب انسان پہلے پہل کسی مذہب کے وادی میں قدم رکھتا ہے تو اسپر اس مذہب کی تعلیم کا گہرا اثر پڑتا ہے اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ آئندہ چلکر وہ حالت نہیں رہتی جیسا کہ حضرت ابوبکر کی نسبت بھی افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ ان کی یہی حالت ہوئی۔ لہذا اگر اس اضطراری کیفیت نے حضرت ابوبکر کو مجبور کیا ہو اور وہ تصدیق واقعہ معراج کے لئے تیار ہو گئے ہوں تو نہ قابل فخر ہے اور نہ لائق افتخار

صدیق اکبر یہ ایک ایسا لقب ہے جو اسی شخص کے لئے موزوں ہو سکتا ہے جو رسول اللہ پر سب سے پہلے ایمان لایا ہو۔ آخر تک اس پر قایم رہا ہو اور ایمان کے مدارج اعلیٰ حاصل ہو کر بے ساختہ اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلوا دیں لو کشف الغطا یا لما ازددت یقیناً اگر تمام حجاب اٹھا دئے جائیں جب بھی میرے یقین میں کسی قسم کی زیادتی نہ ہوگی یعنی مجھے یقین ومعرفت کا وہ درجہ حاصل ہو چکا ہے جس سے بیشتر ممکن نہیں ہے۔ دنیائے اسلام میں از اول تا ایندم اگر تلاش کرو تو جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام زوج بتول کے کوئی دوسرا شخص نظر نہ آئے گا جناب امیر علیہ السلام وہ شخص ہیں جو سب سے پہلے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ پر ایمان لائے۔ جس نے سب سے پہلے کئی برس تک جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسوقت خدائے یگانہ کی پرستش کی جبکہ تمام دنیا مع حضرت ابوبکر وعمر وغیرہم

گو ضلالت و کفر کے اندھیرے میں ٹھوکریں کھا رہی تھی پیروان حضرت ابوبکر اس معاملہ میں بھی بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے نظر آتے ہیں اور ڈپٹی صاحب نے بھی اس پہلو پر بہت کچھ زور دیا ہے کہ سبقت اسلام کے تاج سے اپنے ممدوح کے فرق اقدس کو مزین کر دیں لیکن ارباب نظر کے لئے سوائے اس کے کہ قابل مضحکہ ہو یہ کوشش اور کوئی فائدہ نہیں دے سکتی ہم بھی تسلیم کرنیکو تیار ہیں کہ حضرت ابوبکر سب سے پہلے اسلام لائے مگر اس کے ساتھ ہی تمام تاریخی اوراق کو دریا برد کر کے یہ ماننا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سینتالیس یا چوالیس برس کی عمر میں مبعوث برسالت ہوئے ہیں لیکن ہمیں خوف ہے کہ یہ حضرات جناب ابوبکر کی محبت میں ایسا بھی نہ کر گذریں بسمع اسمع التوجہ کے کانوں سے سنو جب وہ مقدس نفس مخلع بخلعت رسالت ہوا ہے اس وقت مکہ میں حضرت ابوبکر کے تو فرشتے بھی موجود نہ تھے اس وقت تو تار برقی کا سلسلہ بھی موجود نہ تھا جس پر حضرت ابوبکر اپنی غیب دانی سے کام لیکر کسی معتمد کو مکہ میں چھوڑ جاتے کہ جب پیغمبر مبعوث ہوں اسی وقت اطلاع دے دینا اور اس طرح آپ بائی ٹیلیگرام بیعت کر کے اپنے معتقدین کے لئے ایک افتخار کی بنیاد قایم کر جاتے مگر افسوس ہے کہ اس صورت میں بھی انہیں کامیابی نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ بعثت کی خبر پہلے اسی شخص کو ہوتی جو خلوت و جلوت میں رسول کا انیس تھا جس نے بعثت کے ساتھ ہی نالہ شیطان سنا تھا جس نے ملائکہ کی آوازیں سماعت کی تھیں وہ پھر بھی حضرت ابوبکر سے سابق الاسلام رہتا جس سے ہماری مراد حضرت امیر علیہ السلام ہیں

یہ ایک ظاہر اور تاریخی واقعہ ہے کہ جب حضرت نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا اس وقت جناب ابوبکر یمن (بروایتے شام) میں تشریف رکھتے تھے۔ کیوں گئے تھے؟ اسکی وجہ غالباً تجارت ہوگی جو آپ کی معاش کا ذریعہ اور بہت عمدہ ذریعہ تھی شیعہ کہتے ہیں کہ آپ بنفس نفیس تاجر نہ تھے بلکہ آپ کی معرفت بیع و شرے کے معاملات طے ہوا کرتے تھے یعنی دلال۔ مگر یہ کلمہ ہمیں بھی کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا بجائے اسکے اگر مہذب زبان کا کلمہ "کمیشن ایجنٹ" کہا جائے جو اسی کا مرادف ہے تو بہتر ہوگا۔ غرض بہرطور آپ تاجر ہوں دلالی ہوں۔ کمیشن ایجنٹ ہوں یہ ایک لفظی بحث ہے اور فضول ہے مطلب یہ کہ آپ کو تجارت سے تعلق ضرور تھا اور یہی تعلق تھا جو آپ کو کشاں کشاں اطراف ملک میں لئے پھرتا تھا اور اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی معلومات آپ کا تجربہ نہایت وسیع تھا جیسا کہ ایک سیاح اور جہاندیدہ کے لئے ہونا چاہئے۔ آپ کو رہبانوں اور راہبوں سے ایک خاص عقیدت تھی اور آپ ان سے اکثر ملاقات فرمایا کرتے

تھے چنانچہ جس زمانہ میں حضرت کا ظہور ہوا اور آپ اسوقت یمن میں تھے تو ایک قبیلہ کے شیخ سے ملاقات ہوئی جو سابقہ کتب آسمانی کا مطالعہ کئے ہوئے تھا اور عمر بھی اسکی چار سو برس کی تھی دیہ خود آپ کا ہی بیان ہے) اس نے اثنائے گفتگو میں ایک پیغمبر کی بعثت کی خبر دی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے کاروبار سے فارغ ہوا تو وہاں سے مکہ میں آیا اور لوگوں سے پوچھا آیا کوئی امر غریب حادث ہوا ہے قریش نے کہا کہ ہاں یتیم ابو طالب نے پیغمبری کا دعوے کیا ہے اب تمہیں بتاؤ اس کی کیا تدبیر کی جائے غرض جب یہ لوگ چلے گئے تو میں نے حضرت کی تلاش کی معلوم ہوا کہ حضرت خانہ خدیجہ میں تشریف رکھتے ہیں میں حاضر خدمت ہوا حضرت باہر تشریف لائے میں نے کہا اے محمد میں نے سُنا ہے کہ تم نے اپنے آبا و اجداد کے دین کو چھوڑ دیا ہے (اس تہدید کو تو ملاحظہ فرمائیے اصل میں آپ قریش کے کہنے سننے سے آپکو سمجھانے آئے تھے جیسا کہ قریش نے آپ سے استدعا بھی کی تھی کہ اے ابو بکر تمہیں اس مہم کا انصرام کر دیعنی محمد کو اس کے دعوے سے روکو) حضرت نے یہ سنکر فرمایا اے ابو بکر میں اپنے خدا کا فرستادہ ہوں تیری طرف اور تمام مخلوق کی طرف تو ایمان لا۔ میں نے کہا اسکی کیا دلیل ہے آپ نے فرمایا اسکی دلیل وہی شیخ ہے جس نے یمن میں تجھے میری بعثت کی خبر دی تھی یہ روایت ملا جامی کی شواہد النبوۃ سے لی ہے اسی میں ایک یہ بھی روایت ہے کہ ایک درخت نے بھی آپ کو بشارت دی اور اسکی بنا پر آپ اسلام لائے ملا نے یہ روایت دیکھ کر یہ نہیں لکھا کہ آپ درخت سے یہ بشارت سُنکر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دلیل طلب کی جس پر حضرت نے فرمایا کہ وہی درخت میری حجت و برہان ہے مگر دوسری کتابوں کے مطالعہ سے یہ مفہوم مستنبط ہوتا ہے اب اس میں قابل غور نکتہ یہ ہے کہ ان بشارتوں بلکہ خرق عادت کو بھی دیکھ کر آپ کو رسول اللہ سے دلیل طلب کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ سبحان اللہ اس سے تو وہ شیخ اور وہ درخت ہی اچھا تھا جنھوں نے بغیر طلب معجزہ رسول اللہ کی تصدیق کی ایک عالم کتب آسمانی کا خبردار کرنا پھر درخت کا بشارت دینا جو ایک زبردست خرق عادت ہے اسپر بھی آپ کا رسول اللہ سے دلیل کا طالب ہونا کیا خوب تصدیق ہے ہم نہایت وثوق اور دعوے کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہمارا ایمان حضرت ابو بکر کے ایمان سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے۔ ہم محض سماعی اخبار پر ایمان لائے ہیں اور بصدق دل ایمان لائے ہیں بخلاف حضرت ابو بکر کے کہ وہ رسول اللہ کے حالات سے واقف تھے اُن کی صداقت اور امانت کو اچھی طرح جان چکے تھے وہ کیا جانتے تمام قریش میں

آپ کی صداقت اور امانت ضرب المثل تھی پھر آپ کو مختلف اور حیرت ناک طریقہ سے رسول اللہ کی بعثت کی بھی خبر مل چکی تھی اس پر بھی آپ کو کٹھ حجتی کے بغیر چین نہ آیا ہم نہیں سمجھتے یہ کس قسم کی تصدیق ہے اور کیوں اس پر اسقدر ناز کیا جاتا ہے۔

غرض اب مقصد اصلی ہمارا یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کو سابق الاسلام قرار دینا بالکل ایک بے معنی اور مہمل دعوے ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں۔ آپ بعثت کے وقت مکہ میں تھے ہی نہیں بقول ملا جامی یمن میں تھے وہیں آپ کو یہ خبر ملی اس خبر کے بعد آپ نے یمن میں اپنے کاروبار کو انجام دیا۔ پھر یمن سے آپ مکہ کو روانہ ہوئے یہ بھی ملحوظ رہے کہ پیدل کا رستہ تھا۔ ریل گاڑی کا سفر نہ تھا۔ خیال کرنا چاہیے کہ اس روایت کی بنا پر بھی آپ کتنے دنوں بعد مکہ میں پہنچے ہونگے اسوقت تک یقیناً حضرت علی مرتضیٰ ظاہری اسلام لا چکے تھے اور زید ابن حارث بھی مسلمان ہو چکا تھا ہمنے حضرت کے اسلام کو ظاہری اس لئے کہا ہے کہ اس سے پیشتر بھی وہ اسی دین پر تھے جس پر رسولخدا کیونکہ رسول اللہ نے ہی آپ کی پرورش کی تھی۔ انہیں کے دامن تربیت میں آپ نے ہوش سنبھالا لہذا ممکن نہ تھا کہ رسولخدا کے طریقہ سے علیحدہ رہ کر انھوں نے ایک منٹ بھی دنیا میں گذارا ہو بعثت سے پہلے جو طریقہ رسولخدا کا تھا وہی جناب امیر کا تھا جسے دین ابراہیم کہو۔ توحید پرستی کہو کچھ سمجھو مگر تھا کفر و شرک سے علیحدہ

سبقت اسلام حضرت ابوبکر کے بارے میں جب علمائے اہل سنت نے اس قسم کی مزاحمتیں دیکھیں تو ایک نیا شگوفہ چھوڑا اور بساوانت کا ایک نیا طریقہ نکالا وہ یہ کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ ایمان لائیں بچوں میں حضرت علیؑ اور بوڑھوں میں حضرت ابوبکر یہ تفریع بالکل اس قسم کی ہے جیسے حدیث انا مدینۃ العلم الخ پر کسی طباع نے یہ حاشیہ چڑھایا تھا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ انا مدینۃ العلم وعلی بابها وابوبکر سقفها وعمر جدارها اسی جدت طرازی پر ایک خوش طبع نے کہا تھا کہ اوی پرنالہ تو بھول ہی گیا۔ ایک برسات میں ساری محنت برباد ہو جائے گی ان خوش وقتیوں کو دیکھ کر اگر عقلمند بجائے ارمان آمیز تبسم سے کام لے تو ذرا مستبعد نہیں عورتوں۔ لڑکوں۔ بوڑھوں کی تخصیص کے ساتھ جوانوں لڑکیوں کو کیوں چھوڑ دیا۔ لیکن دریافت طلب یہ امر ہے کہ ان زٹلیات سے نتیجہ کیا برآمد ہوتا ہے وہ کون سی حسد کی کدورت ہے جو چاند پر خاک ڈالنے کے لئے آمادہ کرتی ہے علی ابن ابیطالب نے خدا جانے ان لوگوں کو کونسا صدمہ پہنچایا ہے کہ حتی الامکان ان کے فضائل محو کرنے کی

کوشش کی جاتی ہے۔ سوچو اور دماغ پر زور ڈال کر سوچو کہ بالفرض ایک دنیا کو فریب دیکر اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا کہ حضرت ابوبکر سابق الاسلام ہیں ان کے مصنوعی فضائل کو بھی منتشر کرنے کی کوشش کی مگر کیا تمہاری ان کوششوں سے حضرت ابوبکر کو خدا کے نزدیک بھی وہ درجہ مل سکتا ہے جو سابق الاسلام کے لئے مقرر ہے لاواللہ کبھی نہیں ع ہزار سجدے کرو بت نہیں خدا ہوتے۔

علمائے عامہ کا یہ خاصہ ہے کہ وہ ابتدا سے تنقیص مراتب علی مرتضیٰ کی طرف دل وجان سے متوجہ رہے ہیں اور ڈپٹی صاحب بہادر بھی اپنے اسلاف کے قدم بقدم چلنے کی عمر کے اس آخری حصہ میں کوشش کر رہے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ علی نے بھی اسلامی خدمتیں ضرور کیں مگر ابوبکر کی خدمات سے انہیں کیا نسبت خیر ان خدمات کی اصلیت تو ہم آئندہ دکھائیں گے اس جگہ یہ بھی دکھانا مقصود ہے کہ کون سے خیال نے یہ الفاظ منہ سے نکلوائے ہیں کہ بوڑھوں میں حضرت ابوبکر اسلام لائے اور بچوں میں حضرت علی ایک تو وہی مساوات دوم اپنے ذہن میں یہ بھی سمجھ لیا ہے کہ طفل کا ایمان معتبر نہیں ہوا کرتا اور بوڑھا چونکہ کامل عقل کے ساتھ ایمان لاتا ہے لہذا وہ ہر طرح سے معتبر ہے یہ خیال ضرور ایسا ہے کہ ایک کودک نادان بھی اس پر قہقہ لگائے عرب کا یہ مشہور مقولہ ہے العلم فی الصغر کالنقش فی الحجر عقل بھی اسکی تائید کرتی ہے بچے کا دل وعقل بالکل ایسا ہوتا ہے جیسے آئینہ اسمیں نہ گناہ کی جھائیاں ہوتی ہیں اور نہ شرک وکفر کے سیاہ داغ وہ ایک سچا مسلمان ہوا کرتا ہے جیسا کہ حدیث پیغمبر کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام شاہد ہے وہ کفر اور گناہ کے غبار سے بالکل پاک صاف ہوتا ہے ایسی حالت میں اگر اس کے قلب پر اسلام و ایمان کا نقش اور وہ بھی پیغمبر کے ہاتھوں سے کھینچ دیا جائے وہ زیادہ معتبر ہوگا یا ایک پیر کہن سالہ کا جس کی چالیس برس کی جہالت بت پرستی دل کو بالکل سیاہ اور حد درجہ میلا کر چکی ہو۔ ہمیں یہ بھی افسوس ہے کہ حضرت ابوبکر نے اپنے افعال و اطوار سے اپنے معتقدین کی خوش اعتقادی کو قوت نہیں بخشی اسلام کی تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ وہی بچہ جس کے اسلام کو معاندین غیر معتبر خیال کرتے ہیں بڑے بڑے خونناک معرکوں میں سپر بنا رہا۔ اور بوڑھے طوطے جہاں کھلی ہوا دیکھی پھر سے اڑ گئے۔

وہ بحث جس پر ہمیں مندرجہ بالا سطریں لکھنی پڑیں یہ تھی کہ حضرت ابوبکر کے لئے لقب صدیق اُنکا بعد نزول کا تراشا ہوا ہے در اصل یہ لقب علی مرتضیٰ کا ہے اور کن وجوہات پر تراشا ہے انہیں ہم نے ذکر کرکے انکی اصلیت دکھا دی۔ لیکن تماشا یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر کیلئے تو بہت کچھ دماغ سوزی

کے بعد یہ وجوہات بھی قایم کی گئیں گو فاسد ہی سہی مگر حضرت عائشہ کو لقب صدیقہ کس بنا پر عنایت کیا گیا ہے جو حضرت فاطمہ کا لقب ہے سوائے اس کے کچھ نہیں کہ حضرت ابوبکر کی بیٹی ہونے کی بنا پر انہیں بھی اس لقب سے ملقب کیا گیا مگر حضرت ابوبکر کے اور بھی تو بیٹیاں تھیں وہ بھی مسلمان تھیں کہا جائیگا کہ یہ زوجہ رسول تھیں لیکن رسول کی زوجہ کچھ یہی نہ تھیں ان کے علاوہ آٹھ اور موجود تھیں انہیں کیوں محروم کیا گیا۔ ممکن ہے یہ جواب دیا جائے کہ رسول اللہ اس بی بی کو زیادہ چاہتے تھے اور اس حد سے بڑھی ہوئی چاہت کا ڈپٹی صاحب نے بڑے فخر و افتخار کے ساتھ اقرار کیا ہے۔

حب الشئی یعمی و یصم مشہور مثل ہے کہ محبت کسی چیز کی ہو انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے اسی لئے معلم ثانی ارسطو نے اس (محبت عشق) کو امراض عین میں شمار کیا ہے۔ افسوس ہے کہ حضرت عائشہ کی بیجا محبت میں ان علماء کو اتنا بھی خیال نہ رہا کہ اس رو سے رسول اللہ پر کتنا بڑا حرف آتا ہے۔ یہی رسول اپنے خدا کے حکم سے امت کو یہ پیغام پہنچاتا ہے کہ تم ایک سے چار تک نکاح کر سکتے ہو بشرطیکہ عدل قایم رکھ سکو مگر خود عدل کی پرواہ نہیں تو بیبیوں میں ایک سے زیادہ محبت رکھنا جسے عائشہ کی فضیلت میں شمار کیا جاتا ہے کیا اس نتیجہ پر نہیں پہنچاتا کہ باقی بیبیوں کی آپ دلشکنی فرماتے تھے اور ان کو اس نظر سے نہ دیکھتے تھے جس سے کہ حضرت عائشہ کو کیا یہ طریقہ عدل کے منافی نہیں اور کیا پیغمبر کی یہی شان ہوا کرتی ہے سبحان اللہ تعالی اللہ عما یصفون رسول کی شان ہرگز یہ نہ تھی۔ ہمارا اعتقاد ہمارا ایمان۔ ہمارا ضمیر گواہی دیتا ہے کہ رسول اللہ یقیناً طریقہ عدل کے پابند تھے وہ ہر بی بی کو یکساں نظر سے دیکھتے تھے اور جس سے کوئی گناہ سرزد ہوتا تھا اسے زجر و توبیخ فرماتے تھے عائشہ ہوں یا حفصہ۔

اب بتائیے کہ جناب عائشہ کو صدیقہ کیوں کہا گیا۔ وہی غصب وہی تظلم وہی مناقب اہلبیت کو اپنے ممدوحین کے ساتھ چسپان کرنے کی عادت جسے دیکھ کر پھر ہمیں وہی مصرعہ دہرانا پڑتا ہے ع ہزار سجدہ کردت خدا نہیں ہوتے

۲۰ تعلیم و تربیت

یہ ایک عام قاعدہ اور مسلمہ امر ہے کہ شفیق والدین اپنی اولاد کو انہیں خلاق کی تعلیم دیا کرتے ہیں جن کے وہ خود عادی ہوں اور جو ان کے نزدیک محبوب سے محبوب ہوں اس نکتہ کو ذہن میں رکھ کر اب یہ دیکھو

کہ حضرت فاطمہ بیٹی کس کی تھیں - رسول کی تھیں وہ رسول جو اس وقت دنیا کو تہذیب سکھانے آیا ہے جبکہ اہل دنیا کی اخلاقی حالت - خراب سے خراب - ذلیل سے ذلیل - اور پست سے پست درجہ پر پہنچ چکی تھی مگر اس متبرک - مقدس اور برگزیدہ نفس کی روحانیت سے بھری ہوئی تعلیم کچھ اس بلا کی تاثیر کے پہلو لیے ہوئے تھی کہ وہی عرب جو جہالت - غرور - سرکشی - بداخلاقی - بدتہذیبی اور رجس و ازلام کا مرکز بنا ہوا تھا اسی سرزمین میں آپ نے ایسے حسن اخلاق کے نمونے پیدا کر دیئے جنکی نظیر اب نہ کہیں مل سکتی ہے اور نہ آئندہ ملے گی - بس یہیں سے سمجھ لو کہ اس خدا کے سچے رسول نے اپنے جگر بند کی جسمانی کے علاوہ روحانی تربیت پر کسقدر توجہ فرمائی ہوگی - اسی تربیت پر کا نتیجہ تھا کہ خداوند عالم کی درگاہ سے طہارت اور پاکیزگی کا وہ تمغہ عنایت ہوا جو قیامت تک اپنی چمک دکھاتا رہے گا -

خوب سمجھنا چاہیئے کہ جناب فاطمہ کے لڑکپن پر کسی قسم کے لہو و لعب نے سایہ نہیں ڈالا ان کا کھیل کیا تھا خدا پرستی - ان کا شغل کیا تھا طاعت گزاری ان کے دل بہلانے کا مشغلہ کیا تھا تصفیہ قلب کی کوشش ان کی سلیم فطرت کا تقاضا ہی نہ تھا کہ دنیا کی اور لڑکیوں کے مانند امور واہیہ میں اپنی عمر کا سب سے پیارا حصہ صرف کریں یہ ممکن ہی نہ تھا کہ رسول کا مقدس گھر ان بدعات کا مرکز ہو جو دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں حضرت فاطمہ نے آنکھ کھولی تو اس مکان میں جہاں سبحان ملاء اعلیٰ کی تسبیح و تقدیس کی آوازیں گونج رہی تھیں - انھوں نے پہلے پہل دیکھا تو اس شخص کو جو دنیا سے ہر قسم کے رجس کو دور کرنے اور معرفت الٰہی کی تعلیم دینے آیا تھا آپ نے ایک ایسے شخص کے دامن میں ہوش سنبھالا جو نبی تھا - پیغمبر تھا - رسول تھا نہیں نہیں افضل المرسلین تھا - خاتم النبیین تھا اور دنیا کو مکارم اخلاق کا ایسا سبق پڑھانے آیا تھا جس میں ایزاد و بیشی کی گنجایش ہی نہیں اس کے آنے اور اپنے عہدے کے فرائض کو انجام دینے کے بعد اب قیامت تک کسی مدرس کی ضرورت ہی نہیں ہے پس ان امور اور واقعی امور کی بنا پر ہم بلا تامل اور بلا خوف تردید کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ابتدا ہی سے اسلامی تعلیم کا ایک ایسا سچا نمونہ تھیں جیسا کہ ایک پیغمبر زادی کو ہونا چاہیئے - کسی مورخ - کسی اہل قلم - کسی واقعہ نگار کا کوئی ایسا فقرہ ہماری نظر سے نہیں گذرا جس میں جناب سیدہ کی نسبت یہ بیان کیا گیا ہو کہ ان کا بچپن ویسا ہی تھا جیسا کہ عام لڑکیوں کا ہوتا ہے یا اس کے وقت کا کچھ حصہ لہو و لعب میں گذرتا تھا جو آنکھ کھولتے ہی لڑکیوں کی روحانی ترقیوں کا سد راہ ہو جاتا ہے یا وہ گڑیاں کھیلتی تھیں یا کاغذ اور مٹی کے کھلونے ان کی دلبستگی کا ذریعہ تھے استغفراللہ

نعوذ باللہ من ذالک وہ شخص جو ایک زبردست آواز میں خدا کی طرف سے منادی کر رہا ہو ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کیا وہ اپنے دلبند کو کسی فعل عبث میں مبتلا دیکھ سکتا ہے وہ بزرگ جو جہال کے قول "انما حیوۃ الدنیا" کی تردید کرنے کے لیے بھیجا گیا ہو کیا وہ گوارا کر سکتا ہے کہ اپنی اولاد کو تیاری حیات آخرت کی طرف ایک لمحہ کے لیے بھی توجہ نہ دیکھے جو افتخار بنی آدم دنیا کو تعلیم دیتا ہو کہ تم عبث اور فضول مخلوق نہیں ہو کیا اُس کی آنکھیں اس منظر کو بخوشی منظور کر سکتی ہیں کہ اُس کے جگر کا ٹکڑا لہو و لعب میں تضیع اوقات کرے اور اپنی خلقت کی علت غائی پر توجہ نہ فرمائے۔ حاشا ثم حاشا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نفس کی شناخت خدا کی معرفت۔ یہی دو شغل ایسے زبردست تھے جنھوں نے جناب سیدہ کو بچپن میں کسی کھیل کی طرف رُخ نہ کرنے دیا اور یہی رائے مستحکم اور باوقار اصول ہے جس کی شاخیں ہیں۔ تقویٰ۔ پرہیزگاری۔ زہد و ورع۔ طاعت عبادت۔ بذل۔ ایثار۔ کرم۔ جود۔ سخا۔ رحم۔ حلم۔ مروت۔ حیا وغیرہ ذالک اور انہیں شاخوں میں سے وہ پھول نکلتا ہے۔ جس کی نازک۔ خوبصورت اور بلا کی دلفریب پنکھڑیوں پر قلم قدرت سے یہ نقش کھینچا گیا ہے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ خانوادہ نبوت کے مقدس افراد کو دنیا کے دوسرے خاندانوں پر قیاس کرنا جیسا کہ اکثر اہل الرائے اس غلطی میں مبتلا ہیں۔ ایک نہایت غلطی اور خلاف مشاہدہ فعل ہے اس خاندان کے بچے ایک امتیاز خاص رکھتے تھے۔ ان کے جوانوں میں شباب کی امنگیں ضرور تھیں مگر وہ جن کا مقصد اقصےٰ معرفت اور تقرب خداوندی ہی ہو سکتا ہے۔ اس کے بوڑھے مرد چوں پیر شود حرص جوان می گردد کے مصداق نہ تھے۔ اس کے اراکین کی عقل سلیم پر نہ بچپن کی نادانیاں اثر کر سکتی تھیں نہ شباب کی شہوانی خواہشوں کا غلبہ ہو سکتا تھا نہ بڑھاپے کا انحطاط انہیں اپنے مرکز سے ہٹا سکتا تھا یہ ایک مستقیم فطرت پر مجبول ہو کر آتے تھے جسے دنیا کا کوئی تغیر متغیر نہیں کر سکتا ان کی تعلیم و تربیت بھی اس قسم کی ہوتی تھی جیسا کہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے بچپن میں سوائے ایک بے لوث تقدس کے ہمیں کچھ بھی نظر نہیں آیا اور اسی سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ رسول اللہ کی تعلیم و تربیت کس قسم کی تھی۔

یہیں سے اب ہمارا خیال منتقل ہوتا ہے ان اتہامات کی طرف جو حضرت عائشہ کی محبت میں سواد اعظم نے رسول اللہ پر لگائے اور جن کی رو سے گویا ممدوحہ کی مودّت کو اہل اسلام کے لئے واجب قرار دیا جاتا ہے۔ انہیں اتہامات کو ہم تعجب کرتے ہیں کہ شمس العلماء جیسا عاقل و فرزانہ شخص بھی نہایت اعتماد

اور جوش عقیدت کے ساتھ اپنی کتاب میں یوں درج کرتا ہے۔

(۱) ایک مرتبہ عید کے موقع پر حبشیوں کے چند لڑکے (لڑکے شمس العلماء کی ایجاد طبع ہے) مسجد نبوی کے صحن میں بی بی عائشہ کے حجرے کے سامنے بانک پٹے کی طرح کا کھیل کھیل رہے تھے۔ بی بی عائشہ کا بیان ہے کہ پیغمبر صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ تم انکا تماشہ دیکھنا چاہتی ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں! فرمایا اچھا میری پیٹھ کے پیچھے کھڑی ہو جاؤ میں اپنی ٹھوڑی آپ کے بازو پر رکھ کر کھڑی ہو گئی اور لگی تماشہ دیکھنے تاوقتیکہ میں تماشہ دیکھنے سے نہیں اکتائی پیغمبر صاحب میری خاطر کھڑے رہے تو اب تم اندازہ کر لو کہ نوعمر اور کھیل کود کی حریص لڑکی کھیل کی کس قدر آرزومند ہوتی ہے۔ بس یہی حال میرا تھا یعنی میں بہت دیر تک تماشہ دیکھتی رہی اور پیغمبر صاحب میری خاطر کھڑے رہے (۲) بی بی عائشہ جب نئی نئی بیاہی گئیں ہیں تو ان کی والدہ ام رومان نے ان کے بچپن کے کھلونے اُن کے ساتھ کر دیے تھے اور اس خیال سے کہ لڑکی ہے نوعمر ہے یہاں تنہا گھر میں رہے گی تو طبیعت اکتا جائے گی انصار مدینہ کی لڑکیوں کو جو ان کی ہم جولیاں تھیں ان کے ساتھ کھیلنے کو بھیج دیا کرتی تھیں۔ بی بی عائشہ گھر کے معمولی کام کاج سے فارغ ہوئیں اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ گڑیاں کھیلنے بیٹھ گئیں ایسے موقعہ پر پیغمبر صاحب آ نکلتے تو لڑکیاں اِدھر اُدھر چھپ جاتیں مگر آپ خود ایک ایک کو پکڑ پکڑ کر بی بی عائشہ کے پاس بھیجتے اور فرماتے کہ جاؤ کھیلو اور کسی بات کا خوف نہ کرو

(۳) ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک یا شاید غزوۂ حنین سے واپس تشریف لائے بی بی عائشہ کے گھر میں ایک بڑا طاق تھا اور اس پر پردہ پڑا رہتا تھا۔ طاق میں بی بی عائشہ کی گڑیاں گڈے بنے سنورے ترتیب کے ساتھ رکھے تھے اتفاق سے ہوا چلی اور پردہ اُٹھ گیا پیغمبر صاحب نے طاق کی گڑیوں کی طرف اشارہ کرکے بی بی عائشہ سے فرمایا کہ یہ کیا ہے اُنھوں نے کہا میرے کھیلنے کی گڑیاں گڑیوں کے بیچ میں کپڑے کا ایک گھوڑا بھی تھا جس کے کاغذ کے دو پر لگے ہوئے تھے پیغمبر صاحب نے اس گھوڑے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ یہ کیا ہے جواب دیا گھوڑا۔ فرمایا اوہو گھوڑے کے پر بھی ہوتے ہیں۔ بی بی عائشہ نے برجستہ جواب دیا کہ آپ نے سنا نہیں کہ سلیمان علیہ السلام کے پردار گھوڑے تھے یہ سنکر پیغمبر صاحب کھلکھلا کر ہنس پڑے ان واقعات خلاف عقل کو دیکھ کر ہمیں بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ ع انچہ در گفتار فخر تست آن ننگ من ست یہ امور جنہیں حضرت عائشہ کی فضیلت

کے باب میں محسوب کیا جاتا ہے باللہ العظیم اہل عقل انہیں مطاعن میں شمار کرتے ہیں۔ رسول اللہ کی عمر پچاس سے تجاوز ہو چکی ہے حضرت عائشہ تقریباً نو دس برس کی ہیں اور آپ باوجود تقدس پیغمبری دعالم پیری جبکہ عام طور سے انسان کو لہو و لعب سے ایک قسم کا تنکدر سا ہوتا ہے اپنی کمسن زوجہ کے لئے لڑکیوں کو پکڑ پکڑ کر لاتے ہیں کہ آؤ میری بیوی کے ساتھ کھیلو اس کا دل بہلاؤ۔ ناموس نبی کا تنک جیسا اس نامعقول واقعہ سے ہوتا ہے خدا کی قسم اُسے دیکھ کر دل کا خون ہوا جاتا ہے۔ آہ ! اے پیرے کہ دم زعشق زند بس غنیمت است۔ طعناً و طنزاً اُس بوڑھے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو باوجود ضعف قویٰ و پیرانہ سری لذت زناشوئی میں منہمک ہو۔ گویا اس کا کوئی حق نہیں سمجھا جاتا کہ وہ ان امور کا ارتکاب کرے جن کے لئے فصل شباب زیبندہ ہے مگر افسوس کہ سواد اعظم نے اس مصرعہ کو رسول اللہ کی ذات سے چسپاں کرنے کی ناجائز اور ناواجب کوشش کی جسے دیکھ دیکھ کر غیر مذاہب والے جتنے بھی جانئے چڑھائیں تھوڑے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا جاتا ہے کہ دنیا میں کیوں مبعوث برسالت ہوئے تھے جبکہ صاف جواب یہ ہے کہ جہالت اور صنم پرستی کو مٹانے کیواسطے۔ مگر کتنے بڑے غضب کی بات ہے کہ اُسی کی ننھی منّی بی بی گھوڑے کی تصویر بنا کر طاق میں رکھتی ہے۔ آپ دریافت کرتے ہیں کہ کیا ہے وہ جواب دیتی ہیں گھوڑا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کے پر کیسے ہیں جواب ملتا ہے کہ حضرت سلیمان کے گھوڑے کے بھی تو پر تھے۔ واہ رے حاضر جوابی پھر رسول اللہ اس جواب کو سنکر مسکرا دیتے ہیں۔ لوگو خدا سے ڈرو خدا سے کاش وہ متعصبین دیکھیں جنکی بیویاں تعزیے کو دیکھتے ہی اُن کے نکاح سے باہر ہو جاتی ہیں۔ تعزیہ تو فقط ایک مکان کی نقل ہے۔ یہ دیکھو یہ رسول کی بی بی کیا کیا بدعتیں پھیلا رہی ہیں اور رسول ہیں کہ اُن کی اشتمالت کو مدنظر رکھ کر کسی بات کی پروا ہی نہیں کرتے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ہم شکریہ ادا کرتے ہیں جناب شمس العلماء رحمۃ اللہ علیہ کا کہ انھوں نے ان واقعات کو خواہ کسی طریقہ سے بھی منظر عام میں رکھدیا اور گویا دکھا دیا کہ اہل سنت کے عقلا رسول اللہ کی اخلاقی حالت اس پیمانے پر سمجھتے ہیں اور اُن کے نزدیک رسالت کی یہی شان ہوتی ہے۔

نکتہ رس طبیعتوں کے سمجھنے کے لئے یہی نکتہ کافی ہے کہ انسان کو اپنی کمسن اولاد کی دلبستگی کا خیال حد سے زیادہ

ہوا کرتا ہے۔ بیوی کے لئے سامان لہو و لعب کا جمع کرنا یہ تو بالکل ایک قابل مضحکہ امر ہے لیکن اولاد کے لئے اکثر ایسا کیا جاتا ہے۔ قسم قسم کے کھلونے آجکل بھی لاکھوں روپیہ کی قیمت کے یورپ سے آکر ہندوستان میں کھپ جاتے ہیں اور وہ صرف اسی مصرف کے ہوتے ہیں کہ لاڈلے بچے انہیں دیکھ دیکھ کر خوش ہوں کہ ہر قرن میں انسان کی طبیعت کا یہی خاصہ رہا ہے۔ اب دیکھئے اس میں ذرا بھی گنجایش کلام نہیں کہ حضرت فاطمہ رسولؐ کی نہایت پیاری بیٹی تھیں آپ کی والدہ معظمہ جناب خدیجہ کو خیال کر لیجئے آپ سے کسقدر محبت ہوگی پھر یہ بھی دیکھئے کہ خدیجہ بلحاظ تمول و ثروت بھی مکہ کی ملکہ تھیں انہیں کسی چیز کی کمی نہ تھی اگر وہ اس قسم کے سامان لہو و لعب اپنی بیٹی کے لئے جمع کرتیں تو کچھ تعجب کی بات نہ تھی مگر نہیں ایسا نہیں کیا گیا اور نہ اس امر کا ثبوت کہیں سے مل سکتا ہے اسکا صاف نتیجہ یہ ہے کہ رسولؐ کی تعلیم کا ہرگز یہ منشا ہی نہ تھا کہ انسان کی عمر کا وہ حصہ جو حصول علم کے لئے بہترین مانا گیا ہے۔ ملاہی و ملاعب میں ضائع ہو۔ اسی لئے جناب فاطمہ کے بچپن کے زمانے کا کوئی ایسا واقعہ دیکھنے میں نہیں آتا۔ بلکہ ابتدا ہی سے آپ اس درس کی طرف متوجہ کر دی گئیں تھیں جسکا نتیجہ معرفت۔ تقرب اور حصول درجات آخرت ہے۔ علمائے سواد اعظم حضرت عائشہ کے لئے اس قسم کے واقعات بیان کرتے ہیں اور پھر صحیحین میں اچھا ان کی مرضی جو چاہیں لکھیں لیکن ہمارا دل یہ کہتا ہے کہ گو عائشہ اپنے میکے میں یہ ہنڈ کلیا پکاتی رہی ہوں۔ تو کچھ استبعاد نہیں ان لوگوں پر گو یہ لاکھ مسلمان ہو گئے تھے مگر حسن اخلاق کا وہ رنگ کبھی نہیں چڑھ سکتا تھا جو خانوادہ نبوت کے لئے تھا لیکن آپ کا حضرت کے گھر میں آکر یہ افعال کرنا۔ ہماری عقل کبھی اسکو قبول نہیں کر سکتی۔ سواد اعظم کی یہ بانی قوت اگر اسی پر اصرار کرتی ہے تو بہت بہتر مگر اس سے پیشتر انہیں اسلام سے ہاتھ دھونے چاہئیں اور دھو چکے ہیں۔

فضائل و مناقب

یہی تعلیم و تربیت جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اسی کا اثر یہ ہے کہ جناب فاطمہ کے فضائل و مناقب سے فریقین کی کتابیں بھری پڑی ہیں وہ ایسے فضائل ہیں وہ ایسے مناقب ہیں جن کا ایک شمہ بھی کسی دوسری خاتون کے لئے ثابت نہیں ہو سکتا صرف پیغمبر کی بیٹی ہونا اس امر کے لئے کافی نہیں ہو سکتا کہ اسلام کے ہر فرد کیلئے آپ کے آستانے پر سر نیاز جھکا دینا واجب ہو۔ بلکہ ذاتی تقدس اور ذاتی شرف کی بھی بہت کچھ ضرورت ہے۔ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا سیرت محمدی کی پوری پوری دلدادہ اور اپنے مقدس

باپ کے ہر حال میں قدم بقدم یعنی "الفقر فخری" رسول اللہ کا ارشاد ہے اور جناب فاطمہ نے بھی فقر ہی پر اپنی چند روزہ زندگی کے دن پورے کردیئے۔ شاہ دو جہاں کی جگر بند یعنی مگر انہیں کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں میسر ہوا فقر و فاقہ ان کے لئے مایہ فخر تھا اور اسی عالم میں وہ خدائے برتر کا ایسا شکریہ ادا کرتی تھیں کہ ایک بادشاہ تمام دنیا کی دولت پر بھی قابض ہو کر اسکا ثمہ نہیں دکھا سکتا ان کے استغنا کا اندازہ اس واقعہ سے کیجئے جو کتاب مکارم الاخلاق میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول جب سفر کا ارادہ فرماتے تو سب کے بعد جناب سیدہ کو رخصت کرتے اور جب واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے اپنے لخت جگر کے حجرے کو نورانی کرتے ایک دفعہ جب آپ نے سفر سے مراجعت کی تو جناب سیدہ کے مکان میں حسب عادت تشریف لے گئے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جناب امیر علیہ السلام کو مال غنیمت میں سے ان کا حصہ ملا تھا اس میں سے جناب سیدہ نے ایک پردہ خریدا تھا اور دو کڑے چاندی کے بنوا کر زیب دست مبارک فرمائے تھے۔ رسول اللہ کی جب نظر اس سامان پر پڑی تو آپ فوراً واپس ہوئے اور مسجد میں بیٹھ گئے جناب سیدہ اس واقعہ سے نہایت غمگین ہوئیں اور رو کر فرمانے لگیں کہ رسول خدا نے آجتک کبھی ایسی بے رخی نہیں فرمائی پھر دونوں صاحبزادوں کو بلا کر ایک کو کڑے دئے اور ایک کو پردہ دے کر ارشاد فرمایا کہ ان چیزوں کو اپنے نانا کی خدمت میں لیجاؤ اور میری طرف سے بعد سلام عرض کرو کہ میں نے آپکے تشریف لیجانیکے بعد سوائے اسکے اور کوئی کام نہیں کیا ہے جو آپکے غضب کا باعث ہوا اب آپ ان چیزوں کو جو چاہیے صرف فرمائیے جب رسول اللہ نے اپنے لاڈلے نواسوں کے پیارے پیارے منہ سے یہ کلام سنا تو دونوں کو گود میں لیکر پیار کیا زانوؤں پر بٹھا لیا پھر حکم دیا کہ ان کڑوں کو توڑ کر مہاجرین اہل صفہ کو جو کوئی منزل و مکان نہ رکھتے تھے تقسیم کر دو اور وہ پردہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے اُن لوگوں میں جن کے پاس ستر پوشی کے لئے کپڑا نہ تھا تقسیم فرمایا جسے وہ لوگ بجائے لنگ باندھتے تھے اور وہ پردہ چونکہ کم عرض تھا وہ لوگ سجدہ میں ستر عورت نہ کر سکتے تھے اسی وجہ سے حضرت نے فرمایا کہ مرد عورتوں سے پہلے سجدے سے سر اٹھائیں اور پھر یہی حکم سنت قرار پایا اس کے بعد حضرت نے فرمایا خدا فاطمہ پر رحمت نازل کرے اور اسکو عوض اس پردے کے جامہ ہائے بہشت اور اس زیور کے بدلے زیورات بہشت عطا فرمائے۔

اس واقعہ سے جہاں جناب سیدہ کے فقر و فاقے کی حالت کا پتہ چلتا ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ

آپ اپنے پدر بزرگوار کی خوشنودی کس قدر مد نظر رکھتی ہیں یہی وجہ ہے جس نے آپکو خواتین اسلام بلکہ دنیا کی مقدس عورتوں میں وہ درجہ عطا کر دیا جہاں تک طائر خیال کی رسائی بھی نہیں ہو سکتی ۔ سیدۃ النساء آپ کا مبارک لقب قرار پایا اور خاتون جہاں کے بیش بہا لقب سے ملقب ہوئیں اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اہل سنت کے یہاں جو جناب معصومہ کے فضائل موجود ہیں ان کا کسی قدر ذکر کریں

فضائل جناب معصومہؑ منقول از کتب اہل سنت

صحیح بخاری میں مسور ابن مخرمہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ نے فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبہا فقد اغضبنی فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسکو غضبناک کیا اس نے بے شک مجکو غضبناک کیا صحیح ترمذی میں مسور سے روایت ہے انما بضعۃ منی یریبنی ما اذا بہا و یوذینی ما اذاہا جو چیز فاطمہ کو خشمناک کرتی ہے مجھے بھی خشمناک کرتی ہے جو اُسے ایذا دیتی ہے مجھے بھی ایذا دیتی ہے اسی مضمون کی حدیث صحیح ترمذی میں انما فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی ما اذاہا و ینصبنی ما انصبہا صحیح ترمذی و سنن ابن ماجہ میں زید ابن ارقم سے منقول ہے کہ رسول اللہ نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے لئے فرمایا انا حرب لمن حاربتم و سلم لمن سالمتم میں اس شخص کے ساتھ لڑنے والا ہوں جو تم سے جنگ کرے اور اس شخص سے صلح کرنے والا ہوں جو تم سے بصلح و آشتی پیش آئے صحیح ترمذی میں جمیع ابن عمیر سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں اپنی پھپھی کے ساتھ عائشہ کے پاس گیا اور سوال کیا (حضرت عائشہ سے) کہ رسول اللہ کے نزدیک دوست ترین مردم کون شخص تھا؟ "قالت فاطمۃ" انھوں نے کہا جناب فاطمہ پھر میں نے سوال کیا کہ مردوں میں سب سے زیادہ دوست کسکو رکھتے تھے "قالت زوجہا" جواب دیا اُن کے شوہر (علی ابن ابیطالب) کو صحیح مذکور میں حضرت عائشہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں ما رایت احداً اشبہ سمتا و دلا و ھدیا برسول اللہ فی قیامہا و قعودہا من فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وکانت اذا دخلت علی النبی صلعم قام الیہا فقبلہا و اجلسہا فی مجلسہ وکان النبی صلعم اذا دخل علیہا قامت من مجلسہا فقبلتہ و اجلستہ فی مجلسہا میں نے کسی کو رفتار و گفتار و قیام و قعود میں فاطمہؑ سے زیادہ مشابہ رسول نہیں دیکھا جس وقت وہ رسول اللہ کی خدمت میں آتی تھیں تو آپ اپنی جگہ سے کھڑے ہو جاتے تھے انہیں بوسے دیتے تھے انہیں اپنے مقام پر بٹھاتے تھے اور جو وقت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب فاطمہ زہرا کے پاس تشریف لیجاتے تھے تو وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو کر زمین
خدمت کو بوسہ دیتی تھیں اور حضرت کو اپنے مقام پر بٹھاتی تھیں ابو سعد نے کتاب شرف النبوۃ میں اور ابن
مثنی نے اپنی معجم میں بروایت علی علیہ السلام نقل کیا ہے قال رسول اللہ یا فاطمۃ ان اللہ لیغضب
بغضبک و یرضی لرضاک رسول اللہ فرماتے ہیں اے فاطمہ تحقیق تیرے غضب کے سبب سے جو شخص تیرا
مغضوب ہوا اس سے خداوند عالم غضبناک ہوتا ہے اور تیری خوشنودی سے خوشنود ہوتا ہے ینابیع المودۃ
باب خامس وخمسون مطبوعہ اسلامبول میں لکھا ہے کہ روایت کی ہے ابو الفرج اصفہانی نے بطریق محمد بن
ابن عمر قواریری وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی مجھ سے یحیی بن سعید بن ریان قرشی نے کہ عبد اللہ بن حسن
مثنی بن امام حسن رضی اللہ عنہم عمر ابن عبد العزیز خلیفہ کے پاس گئے وہ کمسن تھے مگر صاحب تمکین و وقار تھے
خلیفہ نے انھیں مقام معزز پر جگہ دی ان کی تعظیم کی اور ان کی حاجت کو پورا کر دیا جب عبد اللہ چلے گئے
تو لوگوں نے اس تعظیم و احترام کا سبب پوچھا۔ عمر نے کہا کہ ایک ثقہ نے مجھ سے حدیث بیان کی ہے کہ گویا
میں نے زبان مبارک رسول خدا سے سنا ہے قال انما فاطمۃ بضعۃ منی یسرنی ما یسرھا و یغضبنی ما
یغضبھا فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے مسرور کرتی ہے مجھے بھی مسرور کرتی ہے اور جو اسے غضبناک
کرتی ہے مجھے بھی۔ مناقب شہر آشوب میں بطریق اہل سنت مندرجہ ذیل احادیث نقل کی گئی ہیں۔ ابو بکر
شیرازی نے محمد ابن حنفیہ سے انھوں نے امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا نے فضیلت
جناب فاطمہ میں آیت کو تلاوت فرمایا ان اللہ اصطفاک وطھرک واصطفاک علی نساء
العالمین اور فرمایا یا علی خیر نساء العالمین اربع مریم بنت عمران وخدیجہ بنت خویلد و فاطمہ
بنت محمد و آسیہ بنت مزاحم بہترین عورات عالمین چار عورتیں ہیں۔ مریم بنت عمران۔ خدیجہ بنت
خویلد ام المومنین۔ فاطمہ بنت محمد ام الائمہ آسیہ بنت مزاحم (زن فرعون) اور ترمذی نے اپنی
جمیع میں عیکری نے کتاب زبانہ میں۔ ابو علی صولی نے کتاب اخبار فاطمہ میں سلامی نے تاریخ خراسان
میں جمیع بن عمیر سے روایت کی ہے کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہ کی خدمت میں گیا تو میری پھوپھی نے عائشہ
سے سوال کیا کہ تمہیں علی پر خروج کرنے کے لئے کس چیز نے ابھارا عائشہ نے کہا کہ ان باتوں کو جانے دو
فو اللہ ما کان احد من الرجال احب الی رسول اللہ من علی ولا من النساء احب الیہ من
فاطمہ قسم خدا کی مردوں میں علی سے زیادہ کوئی رسول اللہ کو پیارا نہ تھا اور عورتوں میں فاطمہ سے زیادہ

کسی سے محبت نہ رکھتے تھے۔

جامع ترمذی میں بریدہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ کان احب النساء الی رسول اللہ الیہ فاطمہؑ ومن الرجال علی عورتوں میں سب سے زیادہ رسول اللہ کو فاطمہ پیاری تھیں اور مردوں میں علی۔ کتاب قوت القلوب میں ابو طالب مکی نے اربعین میں ابو صالح موذن نے فضائل الصحابہ میں احمد نے جمیع ابن عمیر سے انہوں نے عائشہ سے روایت کی ہے قالت قال علی للنبی لما جلس بینہ وبین فاطمۃ وھما مضطجعان اینا احب الیک انا او ھی فقال ھی احب الی وانت اعز علی منھا عایشہ کہتی ہیں کہ ایک دفعہ علیؑ نے نبیؐ سے کہا جب آپ علیؑ و فاطمہ کے درمیان بیٹھے تھے کہ ہم سب سے کون آپ کو زیادہ پیارا ہے میں یا یہ (فاطمہ) آپ نے فرمایا کہ یہ (فاطمہ) مجھے نہایت ہی محبوب ہے اور تو مجھے اس سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

ثعلبی نے کشف میں اور ابو السعادت نے کتاب فضائل میں آیہ لا یرون فیھا شمسًا ولا زمھریرا (جنت میں اہل جنت نہ آفتاب کو دیکھیں گے نہ سردی کو) کی تفسیر میں لکھا ہے قال ابن عباس بینا اھل الجنۃ فی الجنۃ بعد ما سکنوا رأوا نورًا اضاء الجنان فیقول اھل الجنۃ یا رب انک قلت فی کتابک المنزل علی نبیک المرسل لا یرون فیھا شمسًا ولا زمھریرا فینادی منادی لیس ھذا نور الشمس ولا نور القمر وان علیا وفاطمۃ تعجبا من شیء فضحکا فاشرق الجنان من نورھما۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ اہل جنت جنت میں ساکن ہو کر ایک نور کو دیکھیں گے جو جنت کو روشن کر دے گا اس وقت یہ لوگ کہیں گے اے پروردگار تو نے اپنی کتاب جو اپنے نبی مرسل پر نازل کی ہے اس میں فرمایا ہے لا یرون فیھا شمسا الخ (پھر یہ نور کیسا ہے) اس وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ یہ نور نہ تو آفتاب کا ہے نہ ماہتاب کا بلکہ علیؑ و فاطمہؑ کسی چیز سے متعجب ہو کر ہنسے ہیں اور ان کے مسکرانے کے (نور سے) باغ جہان روشن ہو گیا ہے۔ اللھم صل علی محمد و آل محمدؐ۔ ابو علی حلوی نے اخبار فاطمہ میں اور ابو السعادت نے فضائل عشرہ میں بسند خود ابو ذر غفاری سے روایت کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ نے مجھے علی کے بلانے کے لئے بھیجا میں در دولت پر حاضر ہوا آواز دی۔ مگر جواب نہ آیا میں واپس ہوا اور پھر رسول اللہ نے بھی حکم دیا۔ میں پھر حاضر دولت سرا ہوا تو میں نے دیکھا کہ چکی آپ سے آپ چل رہی ہے اور آٹا پس رہا ہے۔ میں نے علی ابن ابی طالب سے کہا کہ رسول اللہ یاد فرماتے ہیں۔ وہ تلوار حمائل کئے ہوئے باہر نکلے اور خدمت میں رسول خدا کی حاضر ہوئے اور میں نے جو

کچھ دیکھا تھا رسولخدا سے عرض کیا حضرت نے فرمایا یا اباذر لا تعجب فان اللّٰہ ملائکۃ سیاحین فی الارض موکلین بمعرفۃ آل محمدؐ یعنی اے ابوذر تعجب نہ کر خدا کے اکثر فرشتے زمین کی سیر کرتے ہیں اور وہ آل محمد کی مدد کے لئے موکل ہیں اور حسن بصری نے ابن اسحاق سے اُنہے عمار سے اور میمونہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ فاطمہ سو گئیں ہیں اور چکی آپ سے آپ چل رہی ہے یہ حال رسول خدا سے عرض کیا آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ اپنی کنیز کے ضعف و ناتوانی سے آگاہ ہے اسی لئے اُس نے اشیا کو حکم دیا کہ آپ سے آپ چلتی ہے۔ اس حدیث کو ابوالقاسم بستی نے مناقب امیر المومنین علیہ السلام میں اور ابو صالح موذن نے اربعین میں قشعبی سے اور اُس نے بسند خود میمونہ سے روایت کیا ہے۔ یہ مختصر فضائل ہمنے کتب اہل سنت سے نقل کردئے ہیں جو عاقل خبیر کے لئے کافی و وافی ہیں۔ اب شیعوں کی کتب کی طرف رجوع کرنے کی ہم بالکل ضرورت نہیں سمجھتے بس یہی غایب ہے کہ الفضل ماشہدت بہ الاعداد۔

یہ فضائل جنہیں ہمنے صرف اہلسنت کے ہاں سے چنا ہے انہیں نمونے از خروارے سمجھنا چاہیے بلکہ ان کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے دریا کے مقابل ایک قطرے کی اور کیوں نہو یہ معصومہ رسول کی چاہیتی اور لاڈلی بیٹی ہے۔ امام کی زوجہ ہے اور گیارہ آئمہ معصومین کی ماں ہے سب سے بڑا شرف یہ ہے کہ نسل پیغمبری آپ کی ذات سے قایم رہی اور آل رسول کہلانے کی اگر کوئی قوم مستحق ہے تو بنی فاطمہ ہی ہے اب اسی مقام سے ہم ایک اور عنوان کی طرف ناظرین رسالہ کو متوجہ کرتے ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ شیعہ تو خیر ہیں ہی سنی بھی جناب فاطمہ کی تعریف و توصیف میں کسقدر رطب اللسان ہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی اور بھی بیٹیاں تھیں جیسا کہ عامۃ الناس کا دعوے ہے۔ افسوس ہے ہمیں اُن کے فضائل و مناقب کی ایک حدیث بھی دستیاب نہیں ہوتی۔ یہ تو نہایت حیرت اور استعجاب کا مقام ہے وہی خدیجہ کی بیٹیاں (حسب دعوے اہلسنت) وہ وہی فاطمہ وہی صلب رسول سے پیدا ہونے کا شرف وہ نہیں حاصل وہی فاطمہ کو پھر یہ شرف و افتخار۔ عز و وقار۔ فقط جناب فاطمہ کے لئے مختص کیا ہمیں اس کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ یہ تو بالکل ترجیح بلا مرجح ہے نہیں نہیں۔ اسکی اصل یہ ہے کہ پیغمبر صلعم کی اولاد اناث میں فقط جناب فاطمہ تھیں۔ باقی بیٹیاں زینب و رقیہ و ام کلثوم جو حضرت سے منسوب ہو گئی ہیں وہ حضرت کی حقیقی بیٹیاں نہیں ہیں علمائے عامہ کو اس مقام

پر بھی سخت دھوکا ہوا ہے۔ نہیں نہیں دیدہ و دانستہ حضرت عثمانؓ کی فہرست فضائل میں ایک عمدہ اضافہ کرنے کی غرض سے یہ دھوکا کھایا جاتا ہے اسی دھوکے کی بنا پر مصنف امہات جناب شمس العلماء تقرز خلافت عثمانی کو بنظر استحسان دیکھتے ہوئے فرماتے ہیں "پیغمبر صاحب کی قرابت کے اعتبار سے وہ ذوالنورین تھے یعنی جناب رسول خداؐ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان سے بیاہی گئیں تھیں ہم کیونکر کہدیں کہ شمس العلماء جیسے فاضل نے اس فقرے سے اپنی تحقیق میں ایک نقص کا دھبہ لگا دیا ممکن ہے یہ فقرہ پالیسی پر مبنی ہو جس ہم ان سے کچھ زیادہ تعرض نہیں کرتے کیونکہ جب اسلاف سے ہی یہ وطیرہ چلا آتا ہے تو وہ ایک نوع سے اس معاملے میں مجبور تھے۔ بہرحال یہ دعوے علمائے سلف کا ہو یا شمس العلماء کا حقیقت سے اسے ذرہ برابر لگاؤ نہیں اور اس دعوے کی شان نزول محض جناب عثمان کو ذوالنورین کہنے کے لئے ہے اور بس۔

محققین شیعہ نے اس امر کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہے کہ یہ تینوں لڑکیاں پیغمبر صلعم کی حقیقی اور صلبی دختر نہ تھیں اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ نہ ان کا کسی حدیث میں ذکر ہے نہ آیت میں نہ آیۂ مباہلہ کے نزول کے وقت ان میں سے کسی کو پیغمبر نے لیا اور نہ چادر تطہیر میں ان میں سے کسی کو حصہ ملا بخلاف جناب فاطمہؑ کے جن کو رسول اللہ نے ہر موقعہ پر ہر مقام پر ایسے محبت آمیز الفاظ سے یاد کیا ہے جس سے بہتر ممکن نہیں۔ دوم اس دعوے کی قطع و برید کے لئے یہ بھی ایک قوی قرینہ ہے کہ ان تینوں صاحبزادیوں کا نکاح اول کفار سے ہوا حضرت زینب کا ابوالعاص کے ساتھ جس کی ماں ہند حضرت خدیجہ کی خواہر تھی اور وہ عبدالعزیٰ کا پوتا تھا اور رقیہ و ام کلثوم کا عتبہ اور عتیق پسران ابولہب کے ساتھ جو قریشی مطلبی تھے۔ ہمارا ایمان ہرگز اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم رسول کی بیٹیوں کو حالت کفر میں نشو و نما پاتے اور کفار سے ان کا نکاح ہوتے ہوئے دیکھیں رسول کی مقدس ذات ابتدا ہی سے کفر و شرک سے متنفر تھی اور وہ قبل بعثت اسی دین پر تھے جس کا جزو اعظم خدا پرستی اور توحید پرستی ہے جسے دین ابراہیم کہنا چاہئے۔ پھر کیونکر عقل قبول کر سکتی ہے کہ رسول اللہ کی بیٹیوں کی غور و پرداخت طریقۂ کفر پر ہو اور آپ ان کا ازدواج بھی کفار سے قبول کریں اس میں کسی طرح کا شک نہیں ہو سکتا کہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا بھی ابتدائے مصاحبت رسول اللہ سے اسی طریقہ پر ہو گئی تھیں۔ جب رسول اللہ تھے پھر یہ کیا قیامت ہے کہ والدین شفیق والدین اور ایسے والدین جو مصلحین دنیا میں ایک عظیم الشان منزلت رکھتے ہوں اپنی اولاد کو ایسے طریقہ پر اٹھائیں جس سے بدتر کوئی

طریقہ نہیں ہوسکتا اگر کہا جائے کہ نہیں اسبات کا کوئی ثبوت نہیں کہ ان صاحبزادیوں کی زبیت طریقہ کفر پر ہوئی تھی۔ ہاں درست اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ ان کا ازدواج کفار کے ساتھ عمل میں آیا۔ اگر ان صاحبزادیوں کی نشو و نما ملت ابراہیم پر تسلیم کر لی جائے۔ پھر تو ذات پیغمبر معاذ اللہ بد اخلاقی کا ایسا اعتراض وارد ہوتا ہے جس کا دفیعہ کسی طریق سے ممکن ہی نہیں ایک مسلمہ کو کسی کافر کے نکاح میں دیدینا نہ عقل سلیم کا ہی یہ اقتضا ہے نہ عزت و حمیت کا۔ وہ رسول تھے وہ پیغمبر آخر الزماں تھے وہ ازل ہی سے عقل سلیم (شریعت) لیکر آئے تھے وہ ایک مستقیم فطرت کے مالک تھے وہ حیدر آباد کی عثمان نہیں تھے۔ جو راجہ کشن پرشاد مدار المہام ریاست کے محلسرا میں مسلمان خواتین کا جھرمٹ دیکھتے ہیں اور پروا بھی نہیں کرتے ان وجوہات عقلیہ پر نظر کرکے یہ امر بالکل یقینی ہے کہ یہ صاحبزادیاں رسول اللہ صلعم کی دختران صلبی نہ تھیں اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر یہ کون تھیں اور رسول اللہ سے انہیں نسبت کیوں دی گئی۔ اس مسئلہ میں محققین انساب کا اختلاف ہے جسے کتاب کاملِ بہائیں ہر فرقہ کے علمائے انساب سے نقل کیا گیا ہے۔ بعض کے نزدیک یہ دونوں لڑکیاں حضرت خدیجہ کے شوہر اول سے تھیں اور بسبب تربیت اور پرورش کے آنحضرت بھی ان کو بنات کہہ کے پکارتے تھے اور وہ لڑکیاں حضرت کو باپ کہتی تھیں جیسا کہ مربی اور شوہر مرضعہ کو بھی باپ کہہ کر پکارا جاتا ہے اور بعض کے نزدیک یہ ہے کہ وہ لڑکیاں مع ایک لڑکے کے ہالہ خواہر حضرت خدیجہ سے تھیں جب ہالہ کا شوہر مسمی ابو ہند مرگیا جو ایک مرد فقیر تھا تو آنحضرت نے ہالہ کو مع لڑکیوں اور اس پسر کے جو بعد وفات اپنے باپ کے پیدا ہوا اور آخر مسمی بہ ابو ہند ہوگیا اپنے گھر حضرت خدیجہ کے پاس طلب کرلیا اور ان کی خالہ حضرت خدیجہ کی وجہ سے (جو بمنزلہ ماں تھیں) آپ ان کو ابن اور بنت کہہ کر پکارتے تھے اس وجہ سے وہ بنات رسول مشہور ہوگئیں۔ جیسا کہ زید ابن پیغمبر مشہور ہوگئے تھے اور اسی اعتبار سے اُن کو دختران پیغمبر بولا گیا ہے اور اسی وجہ خاص سے مسلمانوں کی نگاہ میں ان کی منزلت زیادہ تھی مگر نہ وہ منزلت کہ جو دختر حقیقی و صلبی آنحضرت (جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا) کی تھی جن کی نسبت کسی کو اختلاف نہیں ہے (رسالہ روشنی جلد دوم) اب اس طرح منقولی طریقے سے بھی معلوم ہوگیا کہ ان تینوں صاحبزادیوں کو رسول اللہ کی حقیقی بیٹیاں سمجھنا پایہ تحقیق سے بالکل ہی گرا ہوا ہے۔

یہ بحث ایک نہایت طویل بحث ہے اور علمائے شیعہ نہایت تحقیق و تدقیق کے بعد اس مسئلہ کو روشنی میں لے آئے ہیں۔ ہم یہاں ان مباحث کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے مگر ہاں صاحبان بصیرت کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ ان دلچسپ اور عالمانہ مباحث کو دیکھیں اور بے سمجھے بوجھے محض حضرت عثمان کی خاطر سے علمی غلطی میں مبتلا ہونے کی جرأت نہ کریں

اسی ضمن میں جناب شمس العلماء کا یہ لکھنا کہ ام کلثوم کے انتقال پر رسول اللہ نے یہ فرمایا کہ اگر میرے اور بیٹیاں ہوتیں تو برابر عثمان سے بیاہے چلا جاتا - بالکل خلاف واقعہ ہے - جبکہ یہ امر بھی اپنے مقام پر منقح ہو چکا ہے کہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے پہلے ہوا ہے اور رقیہ کا ان کے بعد اور یہی وہ رقیہ ہیں جنکی جان حضرت عثمان کی وحشیانہ زد و کوب کی بدولت گئی جس کا اگر پتہ لگایا جائے تو حسب تصریح تاریخ کامل ابن اثیر یہ ہے کہ معاویہ ابن مغیرہ بن ابی العاص بن امیہ جس نے حضرت حمزہ کو مثلہ کیا تھا - وہ رستہ بھول کر مدینہ میں چلا آیا اور علی الصباح عثمان کے گھر پہنچا اسے دیکھ کر عثمان نے کہا کہ تو نے اپنے آپ کو بھی ہلاک کیا اور مجھے بھی دیکھو کہ رسول اللہ اس کا خون کر چکے تھے اس نے کہا کہ از روئے رحم تو ان سے میری نسبت قریب تر ہے میں تیری پناہ میں آیا ہوں - عثمان نے یہ سنکر اس کو اپنے گھر میں چھپا لیا اور چاہا کہ رسول اللہ کی خدمت میں اس کی سفارش کریں جب وہاں گئے تو رسول کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ معاویہ مدینہ میں ہے اسے تلاش کرو اور خانہ عثمان سے لے باہر آؤ - لوگ اسکو نبی کے پاس لائے - تو عثمان نے عرض کی قسم ہے اس کی جس نے تجھے نبی برحق بنا کر بھیجا ہے میں اسی لئے تیرے پاس آیا ہوں کہ اسکو مجھے بخش دے رسول اللہ نے اسے عثمان کو بخش دیا اور تین دن کا وقت مقرر کر کے قسم کھا لی کہ اس سے زیادہ وہ یہاں ٹھیرے گا تو ضرور قتل کیا جائے گا اب عثمان نے اس کے سفر کا سامان کیا اور کہا کہ جا کوچ کر جا - اسی اثنا میں رسول اللہ حمراء الاسد کی طرف تشریف لے گئے اور یہ شخص اخبار نبی کو معلوم کرنے کے لئے ٹھیرا رہا تا کہ اپنے ہم جنس کفار کو اطلاع دے اجب چوتھا دن ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ معاویہ نے نزدیک ہی صبح کی ہے وہ دور نہیں ہے اسے تلاش کرو - زید ابن حارث اور عمار نے اسے ڈھونڈ نکالا اور اسے قتل کر دیا یہ معاویہ عبد الملک بن مروان ابن حکم کا ماں کی طرف سے دادا ہے ابن ابی الحدید نے اس واقعہ پر اور زیادہ روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ معاویہ ابن مغیرہ کے لئے جب عثمان کی خانہ تلاشی کی گئی تو ام کلثوم دختر رسول نے نشان دہی کی کہ اس کو فلاں جگہ چھپایا ہے۔

ابن ابی الحدید کو بیان نام میں دھوکہ ہوا ہے یہ اصل میں جناب رقیہ ہیں جنھوں نے مجرم کی نشاندہی کی اور اسی نشاندہی کے جرم میں اُن کو حضرت عثمان نے غایت حیاداری سے کام لے کر ضرب چوب سے ایسا صدمہ پہنچایا جو ان کی ہلاکت کا باعث ہوا۔ علمائے اہل سنت نے اس واقعہ کے چھپانے کی بہت کوشش کی ہے۔ لیکن اس بی بی کی وفات پر جو فعل حضرت عثمان سے ظہور میں آیا ہے اس سے صاف یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ وہ اس حادثہ وفات سے نہایت خوش وخرم تھے۔ گویا ان کی موت آپ کے ابتہاج اور میلان الی التعیش کا عمدہ ذریعہ تھی۔ جیسا کہ اہل سنت کے بیانات سے نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت پیغمبر نے جنازہ دختر متوفیہ پر نماز پڑھی۔ اس کی قبر پر بیٹھ گئے آپکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آپ نے فرمایا کہ تمہارے درمیان کوئی ہے جس نے آج کی شب مجامعت نہ کی ہو ابو طلحہ نے کہا اے رسول اللہ میں ہوں فرمایا کہ اس کی قبر میں اتر بعض شارحین کا قول ہے کہ آنحضرت کا یہ فرمانا تعریض تھا حضرت عثمان پر کہ انھوں نے اس شب کو لونڈی سے جماع کیا تھا کہ بیماری کو (زوجہ کی) دیر ہو گئی تھی اور حضرت عثمان کو تاب نہ رہی تھی (منہج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ جلد ثانی)

اللہ اللہ حضرت عثمان کس دل کے انسان تھے بی بی (جو بقول معتقدین دختر رسول ہے) کا جنازہ گھر میں پڑا ہوا ہے اور آپ کو جماع کی سوجھتی ہے۔ سبحان اللہ۔ گو مریدان نے یہ عذر تراشا ہے کہ بیماری کو دیر ہو گئی تھی مگر اول تو بالکل تصریح نہیں کی کہ کیا بیماری تھی۔ دوم سب سے بڑی یہ بات ہے ہم تسلیم کئے لیتے ہیں کہ بیماری بھی طوالت پذیر ہو گئی تھی مگر خدا کے لئے ذرا اپنے قلب پر ہاتھ رکھ کر تو دیکھو کہ عین اسی وقت طبع کو انتشار ہوا جبکہ زوجہ کا مردہ آنکھوں کے سامنے پڑا ہوا تھا۔ شہوات حیوانی کا یہ ایک ایسا نمونہ ہے جس کی نظیر ہمارے خیال میں طبقہ انسان تو پیش نہیں کر سکے گا۔ حالت بیماری میں کونسا امر تھا جو انہیں کنیز کی مجامعت سے روکے رہا اور وہ کونسا جوش تھا جو ایسے وقت ابھر آیا جبکہ انسانی خواہشات کا سلسلہ منقطع ہو جایا کرتا ہے۔ یہ جوش وہی انتقام کا جوش تھا۔ وہی جاہلیت کا جوش تھا جیسا کہ اہل عرب جاہلیت میں اپنے دشمنوں کو قتل کر کے ان کی لاشوں کا فرش بنا کر کھانا کھاتے تھے۔ شراب پیتے تھے اور اگر کوئی مقتول تڑپتا تھا تو اس کو زانوسے دبا دبا دیتے تھے العظمۃ للہ اسی ہم بستری کی بابت رسول اللہ کا حضرت عثمان پر تعریض کرنا صاف دلیل ہے اس امر کی کہ یہ امر آپ کو ازحد ناگوار اور باعث ملال خاطر ہوا تھا یہ نہ سمجھنا چاہئیے کہ جناب عثمان پر یہ زدوکوب کا الزام

جس سے رقیہ کی وفات واقع ہوئی۔ کچھ شیعوں ہی کی طرف سے نہیں ہے بلکہ اہل سنت اس معاملہ میں شیعوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ کتاب میزان ذہبی اور نیز مختصر تہذیب الکمال دونوں کتابوں میں یونس بن خباب کلبی کی سند سے یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عثمان نے پیغمبر کی ان دونوں لڑکیوں کو جن کے ساتھ تزویج ہوئی تھی قتل کر ڈالا۔ گو علامہ ذہبی نے اس راوی کی قدح کی ہے مگر یہ محض دفع الوقتی ہے کیونکہ یونس ہی سنن اربعہ کا ایک معتبر راوی ہے اگر اسے مقدوح کیا گیا تو سنن اربعہ کا بہت بڑا حصہ زخم خوردہ ہو جائیگا جن کے ایک ایک لفظ پر ایمان لانا اہل سنت کے لئے ضروری ہے اب دیکھئے کہ حضرت عثمان کے اس طرز عمل سے جناب شمس العلماء کے اس ارشاد کی بھی حقیقت معلوم ہو گئی کہ حضرت عثمان نے اپنی دامادی کی حالت میں جناب پیغمبر صاحب کو نہایت درجہ خوش رکھا تھا مگر دنیا میں کوئی داماد ایسے ہی واقعات سے اپنی سسرال کو خوش کر سکتا ہے تو پھر ایسا کوئی فعل حیطہ امکان میں نظر نہیں آ سکتا جو داماد کی طرف سے سسرال والوں کو نارضامند کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہو یہی حالت حضرت عثمان کے دیگر فضائل کی بھی ہے جنہیں جناب شمس العلماء نے آپ کے استحقاق خلافت کے لئے پیش کیا ہے۔ یہ فضائل اکثر شیعہ قلمکاروں کے زیر مشق رہ چکے ہیں اور ہم نے بھی اپنے ایک مضمون میں ان فضائل و محامد کی قلعی کھولدی ہے جو ہوائی طلسم کے عنوان سے اخبار اثنا عشری دہلی میں طبع ہوا تھا۔ اور دکھا دیا گیا ہے کہ انکی کتنی حقیقت ہے۔ مثلاً یہ کہ ایک دفعہ جناب پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرے میں پنڈلیاں کھولے کروٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے حضرت ابوبکر آئے تو حضرت پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح لیٹے رہے۔ حضرت عمر آئے تو بھی اسی ہیئت پر لیٹے رہے حضرت عثمان کی اطلاع ہوئی تو پیغمبر صاحب اٹھ بیٹھے اور تہمد سنبھال کر پنڈلیاں ڈھک لیں اور اس کی وجہ دریافت کئے جانے پر فرمایا کہ میں ایسے آدمی سے کس طرح شرم نہ کروں جس سے خدا کے فرشتے حیا کرتے ہیں اس کا مفہوم اگر بقاعدہ منطق دیکھا جائے تو کیا یہ نہیں نکل سکتا کہ معاذ اللہ رسول عثمان کے سوا کسی دوسرے سے حیا نہیں کرتے تھے یا خاص وہ لفظ رسول پر عاید نہیں ہوتا جسے زبان سے نکالتے ہوئے ہی ایمان و اسلام کی دیوار متزلزل ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے مگر شاباش ہے اہل سنت کے جگرے کو وہ اپنی خوش اعتقادیوں کے سامنے نہ خدا کی پروا کرتے ہیں نہ رسول کی حضرت عثمان کی حیاداری کا ثبوت تو آپ کو سطور مندرجہ بالا سے مل گیا ہوگا کہ بیوی کا جنازہ سامنے پڑا ہے اور مشغول بجماع ہیں بے شک ایسے شخص سے خدا کے فرشتے

بلکہ کائنات کے ذرّے ذرّے جہاں تک نہ شرما میں تھوڑا ہے اسی قسم کی روایت حضرت عمر کے لئے موجود ہے کہ کچھ مغنیہ عورتیں دُف بجا بجا کر گا رہی تھیں نہ رسول کو دیکھ کر خاموش ہوئیں نہ دیگر صحابہ کو ہاں جب حضرت عمر نازل ہوئے تو وہ دُف کو تحت سرین چھپانے لگیں اسوقت حضرت نے فرمایا الشیطان یفر من عمر یا من ظل عمر یعنی شیطان عمر سے بھاگتا ہے یا یہ کہ اُن کے سایہ سے بھاگتا ہے اللہ اکبر رسول کے صحابہ پر اور خود رسول پر نعوذ باللہ من ذالک شیطان تسلط ہو اور عمر سے فرار کر جائے اس قسم کی روایات کو قبول کرنے کے لئے اہل سنّت کی عقل کچھ خاص طور سے موزوں ہوتی ہے۔ خیر ہم اپنے مقصد سے کسی قدر بیجا دور ہو چکے ہیں۔ بحث صرف یہ تھی کہ جناب فاطمہ ہی حضرت خدیجہ کی انتہائی یادگار تھیں یہی رسول کی پارہ جگر تھیں۔ وہ صاحبزادیاں جو حضرت عثمان کے نکاح میں آئیں وہ رسول اللہ کی حقیقی دختر نہ عقلاً ہو سکتی ہیں نہ نقلاً تنہا جناب فاطمہ کے فضائل و مناقب اس دعوے کی کافی دلیل ہیں اور ہر عاقل ضمیر سطور بالا سطور کو دیکھ کر ہمارے نقطۂ خیال سے متفق ہو سکتا ہے۔

مصائب کی ابتدا

یہ ایک امر ظاہر ہے کہ جب کسی خاندان کا سرپرست مبتلائے مصائب ہوتا ہے تو باقی ارکان بھی اس کے اثر سے محفوظ نہیں رہ سکتے جناب معصومہ نے دنیا میں آنکھ ہی اسوقت کھولی تھی جبکہ مشرکین و کفار مکہ حضرت اقدس پیغمبر کی ایذا دہی اور ضرر رسانی پر اپنی پوری قوت سے تُلے ہوئے تھے اسوقت جناب سیدۃ نساء ہی کمسن تھیں جب انہیں اپنی شفیق اور محترم والدہ کی آغوش میں رہ کر اپنے مولد کو ترک کرنا پڑا یعنی جب رسول اللہ کی تبلیغ رسالت کو روبہ ترقی دیکھ کر تمامی کفار نے عہد کر لیا کہ جس طرح بھی ہو سکے پیغمبر کو قتل کر ڈالیں اور بنی ہاشم سے مقاتلہ اور مجادلہ کی ذرا پروا نہ کریں تو اس وقت حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے خاندان والوں سے مشورہ کر کے اپنے کل خاندان کو اس درہ کوہ میں پہنچا دیا جو شعب ابیطالب کے نام سے مشہور ہے اولاد عبد المطلب میں اس وقت تک جتنے مسلمان ہو چکے تھے وہ بھی اور جو نہیں ہوئے تھے وہ بھی سب کے سب سوائے ابولہب کے اس غار میں چلے گئے اور حمیت خاندانی کے سبب سے جو عرب کا خاصہ تھا نصرت پیغمبر میں سرگرم ہوئے جناب خدیجہ بھی اپنے گھر بار کو چھوڑ کر برفاقت پیغمبر اسی شعب میں چلی گئی تھیں اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اپنی مادر گرامی قدر کے سایہ

عاطفت میں موجود تھیں۔ اہل شعب کو جن جن تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ہے ان سے تواریخ کے اوراق لبریز ہیں۔ خوف کی حالت اس درجہ پر پہنچ گئی تھی کہ اس غار کے دو رستے تھے جن پر ہر وقت پہرا بیٹھا رہتا تھا اور رات بھر جناب حمزہ تلوار لئے ہوئے گشت کیا کرتے تھے اسپر بھی جناب ابوطالب کی یہ حالت تھی کہ رات کو پیغمبر کے بچھونے پر اپنے فرزند دلبند علیؑ کو سُلاتے تھے اور حضرت کو کسی دوسری جگہ پہنچا دیتے تھے نوبت یہاں تک پہنچی کہ قریش نے دار الندوی میں جمع ہو کر ایک معاہدہ کیا کہ اولاد عبدالمطلب سے قطعاً راہ و رسم موقوف کر دی جائے۔ بیاہ۔ شادی۔ لین۔ دین سب یکقلم موقوف نہ ان سے کوئی چیز خریدیں نہ ان کے ہاتھ فروخت کریں اس معاہدے سے اہل شعب کو سخت مصیبت کا سامنا ہوا ایام حج میں جب دیگر قبائل عرب مکہ میں آتے تھے تو اُس وقت یہ لوگ ان سے مایحتاج خریدتے تھے اس میں بھی قریش مزاحم ہوتے تھے جس چیز کی بابت معلوم ہوتا تھا کہ اہل شعب اسے خریدنا چاہتے ہیں تو اس کی قیمت گران کر دیتے تھے یا خود خرید لیتے تھے اور جس کسی کی بابت معلوم ہو جاتا تھا کہ اس نے اہل شعب کے ہاتھوں کوئی چیز بیچی ہے تو اسے ایذا پہنچاتے تھے اس طرح اہل شعب کی نہایت تنگی میں بسر ہوتی تھی اور اطفال اولاد ابوطالب کے مُنہ سے الجوع الجوع کی فریاد بلند ہوتی تھی ایک روز حکیم ابن حزام بن خویلد اپنی پھپھی خدیجہ کے لئے کچھ سامان خورد و نوش اونٹ پر بار کر کے مع اپنے غلام کے شعب کی طرف چلا۔ راہ میں ابوجہل مل گیا اس نے مہار شتر کو پکڑ کر کہا کہ تو نے عہد شکنی کی میں تجھے قریش میں رسوا کروں گا اسی اثنا میں ابو البختری ابوجہل کا بھائی آیا اور کہنے لگا کہ اے بھائی اس سے معترض نہ ہو یہ اپنی پھپھی کے لئے کھانا بھیجتا ہے۔ ابوجہل نے نہ مانا دونوں میں تکرار بڑھی ابو البختری کے ہاتھ میں شانۂ شتر کی ہڈی آگئی جس سے اُس نے ابوجہل کا سر زخمی کر دیا غرض ایسی ایسی مزاحمتیں تھیں اور ان ان مصیبتوں سے اہل شعب کو کھانا میسر آتا تھا خدا خدا کر کے تین برس اس تکلیف کو برداشت کر کے اولاد عبدالمطلب کو اس غار سے نکلنا میسر ہوا اس کی کیفیت یہ ہوئی کہ ایک روز ہشام زہیر بن ابی امیہ کے پاس گیا اور کہنے لگا اے زہیر تیری ماں عاتکہ عبدالمطلب کی بیٹی ہے اور تیری خالائیں شعب ابی طالب میں مبتلائے بلا ہیں تو سیر ہو کر کھانا کھاتا ہے۔ پانی پیتا ہے۔ عورتوں سے عیش کرتا ہے وہ بھوکوں مرے جاتے ہیں تیرا دل کیونکر اس بات کو گوارا کرتا ہے تو ابوجہل کے قول کا پابند ہوتا ہے قسم بخدا اگر وہ ابوجہل کے قرابت دار ہوتے تو وہ اس سختی کا کبھی روادار نہ ہوتا۔ زہیر بولا میں تنہا کیا کر سکتا

ہوں ۔ ہشام نے کہا میں امداد کو موجود ہوں ۔ زبیر بولا کہ تیسرے شخص کو پیدا کر ۔ ہشام مطعم ابن عدی کے
پاس گیا اور کہا مجھے تعجب آتا ہے کہ تو ہمیشہ عبدالمطلب کی ہلاکت پر کیونکر راضی ہوا ۔ مطعم نے کہا میں تنہا
عہد شکنی کیونکر کر سکتا ہوں ۔ ہشام نے اپنی مدد کا وعدہ کیا وہ بولا تیسرا شخص بھی کوئی پیدا کر اس نے زبیر
کا نام لیا ۔ مطعم بولا کہ چوتھا شخص بھی کوئی چاہیے ۔ ہشام نے ابو البختری کے پاس جا کر روئیداد بیان
کی اس نے کہا میں تو راضی ہوں مگر اس کام کے لیے پانچ آدمی ہونے چاہئیں ۔ ہشام نے ربیعہ ابن اسود
کے پاس جا کر اس کو بھی متفق کیا اور ان پانچوں نے عہد کیا کہ ہم اس قسم کو توڑ ڈالیں گے اور اس عہد نامہ
کو چاک کر کے رہیں گے ۔ صبح کو جب رؤسائے قریش کعبہ میں جمع ہوئے تو زبیر نے کہا لا طائل کہ ہم سب عیش
وعشرت میں بسر کر رہے ہیں اور بنی ہاشم اس عسرت میں گرفتار ہیں میں ہرگز خاموش نہ ہوں گا جب تک
اس عہد نامے کو چاک نہ کروں ۔ ابو جہل بولا تیری ہرگز یہ مجال نہیں ۔ اس پر ربیعہ ابن اسود بولا کہ ہم
پیشتر سے اس تحریر پر راضی نہ تھے اب مطعم ابن عدی ۔ ہشام اور ابو البختری نے بھی اس کی ہاں میں ہاں
ملائی ۔ ابو جہل نے کہا معلوم ہوتا ہے ان لوگوں میں رات کو یہ مشورہ ہوا ہے غرض اس گفتگو نے طول پکڑا
اسی اثنا میں جناب ابوطالب شعب سے نکل کر چند شخصوں کو ہمراہ لے کر کعبہ میں آئے جہاں قریش بیٹھے تھے
اور فرمایا اے مجمع قریش میں ایک ایسی بات کہنے آیا ہوں جس میں سراسر تمہاری بہبودی ہے ۔ میرے فرزند نے
مجھ کو خبر دی ہے کہ وہ عہد نامہ جو تم نے ہماری ایذا دہی کے لیے لکھا تھا ۔ حق تعالیٰ کے حکم سے دیمک نے
سوائے نام خدا کے اس کے تمام ظالمانہ لفظوں کو چاٹ لیا ہے ۔ اب تم اس صحیفہ کو لاؤ اور اگر میرے
فرزند کا قول سچ ہے تو اس کے حسد اور کینے سے ہاتھ اٹھاؤ اور اگر جھوٹ ہے تو ہم ابھی اس کو تمہارے
سپرد کیے دیتے ہیں اسے بشوق سے قتل کر ڈالو ۔ اس پر سب رضامند ہو گئے چنانچہ وہ صحیفہ منگوایا گیا جو ام
اجلاس خانۂ ابو جہل کے ہاں رکھا گیا تھا جب اس کو کھولا تو سوائے لفظ باسمک اللہم کے کچھ بھی نہ پایا ۔ سخت
منفعل ہوئے ۔ مگر ابو جہل برابر مصر رہا کہ نقض عہد نہ کیا جائے ۔ حضرت ابوطالبؑ خانہ کعبہ کا پردہ ہاتھ
میں لیکر عرض کی خداوندا ہم کو اس پر نصرت عطا کر جس نے ہم پر ظلم کیا ۔ ہمارے رحم کو قطع کیا جو چیز ہمارے
واسطے حلال تھی اسے حرام کیا اس وقت مطعم بن عدی نے ہاتھ بڑھا کر اس صحیفہ کو لے لیا اور چاک
کر ڈالا حضرت ابوطالبؑ مع اپنی جماعت کے اپنے شعب کی طرف مراجعت کی دوسرے روز صبح کو یہ
پانچوں شخص ایک جماعت قریش کو لیکر شعب میں آئے اور اولاد عبدالمطلب کو گھروں میں پہنچا دیا یوں

خدا خدا کر کے محصورین کو رہائی نصیب ہوئی۔ یہ لوگ اول محرم سنہ ہفتم بعثت میں داخل ہوئے اور کامل تین برس تک اس مصیبت میں مبتلا رہے یہ صدمہ ابھی دل سے زائل ہونے پایا تھا کہ رسول اللہ کو ایک اور مصیبت نے منہ دکھایا یعنی وہ شخص جو رسول کا سچا محافظ۔ دلی خیرخواہ پکا مسلمان باہیبت و باوقار بزرگ جس کے سایہ عاطفت میں رسول نے پرورش پائی تھی اسی برس کی عمر میں اس سرائے فانی کو چھوڑ گیا جس سے ہماری مراد حضرت ابوطالب سے ہے اس بزرگ نے مرتے مرتے اپنے خاندان والوں کو جمع کیا اور وصیت کی جس کا ملخص یہ ہے کہ اگر تم محمد کی تابعداری اور اس کے امر و نہی کی اطاعت کروگے تو دونوں جہان میں رستگاری پاؤ گے۔ اس بزرگ کی وفات پر رسول کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور امیرالمومنین سے فرمایا کہ اپنے باپ کے چہرے پر کپڑا ڈال دو خداوند عالم انہیں جامۂ مغفرت پہنائے اور اے علی تم اپنے ہاتھ سے انہیں غسل دو مگر اس امر کو پوشیدہ رکھو جب جنازہ لیکر چلے ہیں تو رسول اللہ آگے آگے تھے اور فرماتے تھے اے چچا تم نے صلہ رحم کا حق میرے ساتھ ادا کیا تم نے میری حمایت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ خداوند کریم تمکو جزائے خیر دے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ اسوقت رسول کی آنکھوں میں دنیا اندھیر تھی۔ انہیں دنیا میں اسوقت کوئی اثر بد لے اور وجاہت کا مخلص اپنا سچا معین و مددگار نہیں نظر آتا تھا اور اس رنج واندوہ کو جناب خدیجہ کی وفات نے اور بھی اہمیت دے دی جو لقولے حضرت ابوطالب کے تیسرے روز بروایتے ۳۵ روز اور لقولے ایک سال بعد زینت بخش جنت ہوئیں۔ جناب خدیجہ نے رسول اللہ کی جیسی خدمت کی ہے اس کے اظہار کرنے کی مطلق ضرورت نہیں اس مغظمہ کی خدمات کا اعتراف تاریخ اسلام جن سنہری لفظوں میں کر رہی ہے وہ کسی عاقل خبیر سے پوشیدہ نہیں۔ رسول اللہ کو تو اس حادثے سے جتنا قلق ہوتا تھوڑا تھا۔ مگر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا جو اسوقت پانچ سال کی تھیں۔ ان کے رنج و الم کا اندازہ وہ شخص خوب کرسکتا ہے جسے فلک کج رفتار نے اس کمسنی۔ کمرعمری اور کمین کے زمانہ میں شفیق والدہ سے جدا کردیا ہو اور وہ سہم سہم کر ایک ایک اپنے پرائے کا منہ دیکھ رہا ہو حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب جناب خدیجہ نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی تو جناب سیدہ نہایت اضطراب کی حالت میں آتیں اور پوچھتی تھیں اماں کہاں ہیں۔ حضرت آنکھوں میں آنسو بھر کر خاموش ہوجاتے تھے۔ آپ ہمیشہ یہی استفسار کرتی تھیں اور سب گھر والوں سے یہی دریافت کرتی تھیں اور

جناب رسولخدا کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔ ناگاہ جبرئیل از جانب رب جلیل نازل ہوئے اور کہا آپکا پروردگار فرماتا ہے کہ فاطمہ سے ہمارا سلام کہو اور کہو تیری ماں خانہ ہائے بہشت میں ہے ایک گھر میں ہے جسے قصب سے بنایا ہے اور قصب کو سونے میں نصب کیا ہے۔ اس کے ستون یاقوت سرخ کے ہیں اور اس قصر میں آسیہ زن فرعون و مریم دختر عمران بھی ہے یہ سنکر جناب فاطمہ نے فرمایا حق تعالےٰ عیوب و نقوص سے بری ہے سلامتی اسی سے ہے اور سب سلام اور تحیتیں اسی کی طرف پھرتے ہیں (جلاء العیون)

اس روایت سے ایک اہل نظر کو جناب فاطمہ کی بشریت اور روحانیت کا اچھی طرح اندازہ ہو سکتا ہے۔ بشریت کا تو یہی تقاضا تھا۔ جو جناب فاطمہ سے ظاہر ہوا کہ آپ اپنی والدہ گرامی کو نظر سے اوجھل پاکر ہر ایک سے دریافت کرتی تھیں اور جب اپنے مقدس اور صادق باپ کی زبانی معلوم کر لیا تو آپ کی زبان پر وہی لفظ جاری ہوئے جو ایک دریائے معرفت کے پورے پورے شناور کی زبان پر جاری ہو سکتے تھے۔ یہ ہیں خاندان رسالت کے بچے جنھوں نے پرورش ہی سچی روحانیت کے سایہ میں پائی ہے۔

اس میں کسی طرح کا شک نہیں ہے کہ رسول اللہ کو باہر اور اندر کوئی ایسا سچا دل سوز نظر نہ آتا تھا بی بی۔ وفادار بی بی۔ جان نثار بی بی کے انتقال پر اگر کہدیا جائے کہ مکان بالکل تاریک ہو گیا تو بالکل نامناسب نہیں معلوم ہوتا۔ رسول اللہ کو گھر میں داخل ہو کر جب وہ صورت نہ نظر آتی ہوگی تو کیسا کچھ رنج ہوتا ہوگا۔ قاعدہ ہے کہ ایسی بی بی کے انتقال پر اس کی پس ماندہ یادگار (اولاد) کی محبت شوہر کے دل میں (بشرطیکہ اس کے پہلو میں ایک دردمند اور محبت سے بھرا ہوا دل ہو) بے انتہا بڑھ جاتی ہے اسی کلیہ کو مدنظر رکھ کر ملاحظہ فرمائے کہ رسول اللہ جو فطرتاً رحیم رقیق القلب اور صلہ رحم کے پورے پورے عامل تھے جناب فاطمہ کو کس نظر سے دیکھتے ہوں گے۔ یقیناً اس جا نگاہ صدمے میں اگر کوئی چیز مسکن قلب تھی تو وہ جناب فاطمہ ہی تھیں۔ اگر غم غلط ہوتا تھا تو فاطمہ کو ہی دیکھ کر ہوتا تھا۔ اگر ملال برطرف ہوتا تھا تو فاطمہ کو ہی کلیجہ سے لگا کر ہوتا تھا۔ انہیں واقعات اور دیگر انوار مقدسہ کے سبب ہے جو فاطمہ کی بدولت دنیا کو منور کرکے نسل رسول کو قایم رکھنے والے تھے رسول کی زبان پر اکثر یہ فقرہ جاری رہتا تھا "الفاطمۃ بضعۃ منی من اذاھا فقد اذانی" اسی جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ کبھی کسی حالت میں اپنی زندگی بھر فاطمہ کے رنج و ملال کو جائز نہیں رکھا اور نہ آپ اس امر کی برداشت کر سکے جیسا کہ آپ کی سیرت سے اس امر کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔

برگزیدہ رسول پر یہ مصائب والآم توبتے ہی اسپر طرہ یہ ہوا کہ کفار نے یہ دیکھ کر کہ یہ تو کسی طرح اپنے دعوے سے باز نہیں آتے اور اسلام دن بدن مکہ سے نکل کر دوسرے مقامات مدینہ وغیرہ میں بھی پھیلتا جاتا ہے۔ سب نے دار الندوہ میں جمع ہو کر مشورہ کیا اور شیطان لعین کی رائے سے یہ امر قرار پایا کہ مختلف قبائل عرب میں سے آدمیوں کی ایک جماعت تیار ہو اور وہ یکبارگی حملہ کرکے رسول اللہ کو قتل کر ڈالے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بنی ہاشم اپنے قبایل کے خلاف تلوار تو اٹھا سکیں گے نہیں بیشترانہیں میت کہ دیت لازم آئے گی سو کچھ مشکل نہیں سب مل ملا کر اس کو پورا کردیں گے یہ تجویز کرتے ہی یہ لوگ منتشر ہوگئے۔ اور سر شام ہی سے مسجد الحرام میں جمع ہو کر سیٹیاں اور تالیاں بجانی شروع کردیں جب رات ہوئی تو حملہ کا قصد کیا اسپر ابولہب نے کہا کہ اس گھر میں عورتیں بھی ہیں۔ بچے بھی ہیں۔ اندیشہ ہے کہ کسی سے خطا واقع ہو جائے ہم اس امر کو جائز نہیں رکھتا۔ لہذا تم رات بھر گھر کا محاصرہ کیے رہو اور صبح ہوتے ہی ہلہ کردینا۔ چنانچہ یہ لوگ مکان کے چاروں طرف پھیل گئے ادھر جبرئیل امین نازل ہوئے اور حضرت کو مشورہ قریش سے آگاہ فرمایا اور حقتعالیٰ کی طرف سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا جناب رسالتمآب نے حضرت امیر کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ خداوند جلیل نے مجھے قریش کے مشورے سے آگاہ ہو کر ہجرت کرنے کا حکم دیا ہے کہ آج شب کو غار ثور میں جا کر چھپ جاؤ اور وہاں سے مدینہ کی راہ لو اور تمہیں حکم ہے کہ میرے فرش خواب پر استراحت کرو تاکہ میرے جانے کی خبر ان پر مخفی رہے آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے فرش پر سونے سے کیا آپ کی جان محفوظ رہے گی جواب ملا کہ ہاں اسپر جناب امیر متبسم ہوئے رسولخدا کی سلامتی اور اپنی جان کے فدا ہونے پر سجدۂ شکر ادا کیا اور یہ پہلا سجدۂ شکر ہے جو اس امت میں منتقل ہوا پھر جناب مرتضوی نے سجدہ سے سر اٹھا کر عرض کی یا رسول اللہ حقتعالیٰ نے جدھر جانے کا حکم دیا ہے آپ شوق سے تشریف لے جائیں میری جان آپ پر فدا ہے میں آپکے حکم کو بسر وچشم بجا لاؤں گا اس امر میں اور جملہ امور میں حقتعالیٰ سے توفیق کی طلبگار ہوں رسول اللہ نے فرمایا۔ پس اب تم میرے فرش پر آرام کرو میری ردا کو اوڑھ لو۔ حق تعالیٰ تمہارا امتحان کرتا ہے بقدر ان کے ایمان اور درجات کے اور یہی وجہ ہے کہ امتحان پیغمبروں کا سب سے زیادہ سخت ہے بعد ان کے بندگان صالح کا امتحان نہایت بزرگ ہے اے برادر حق تعالیٰ تمہارا امتحان کرتا ہے میرے باب میں اور میرا امتحان کرتا ہے تمہارے باب میں مثل

امتحان خلیل اور اسمٰعیل ذبیح کے بلکہ میرے نزدیک یہ امتحان اس سے پختہ تر ہے اس لئے کہ ذبیح نے بطیب خاطر باپ کی چھری کے نیچے گردن جھکائی تھی جس سے امید رحم بھی ہو سکتی ہے اور تم بطوع خاطر انکی تلواروں کے نیچے سر جھکاتے ہو۔ اے برادر صبر سے کام لو کہ نیک کام کرنے والوں سے رحمت خدا نزدیک ہے پھر حضرت نے اپنے قوت بازو کو گلے لگا کر مفارقت کے آنسو بہائے اور فرمایا کہ میرے پاس بہت لوگوں کی امانتیں ہیں ان کو تمہارے سپرد کرتا ہوں میرے جانے کے بعد تم مقام ابطح میں باواز بلند ندا کرنا کہ جس کی امانت رسول اللہ کے پاس ہی ہو وہ آکر اپنی لیجائے اور جس کو امانت دینا علانیہ گواہوں کے روبرو دینا اور رسول کے لئے اور بار برداری کے واسطے اونٹ خرید لینا اور جب ہمارا خط تمکو پہنچے اور تم ادائے امانت سے فارغ ہو جاؤ تو اسوقت فاطمہ زہرا اور اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد کو ہمراہ لیکر اور جو ساتھ چلنے پر راضی ہو سب کو ساتھ لئے ہوئے ہمارے پاس پہنچ جانا اسوقت جبرئیل امین نازل ہوئے اور حضرت کا ہاتھ پکڑ کر دولتسرا سے باہر لیچلے۔ قریش مکان کا محاصرہ کئے ہوئے تھے حضرت نے یہ آیہ تلاوت فرمایا وجعلنا من بین ایدیھم سدًا ومن خلفھم سدًا فاغشیناھم فھم لایبصرون[1] حق تعالیٰ نے نیند کو ان کی آنکھوں پر مسلط کیا انہیں حضرت کے تشریف لیجانے کی بالکل خبر نہوئی اور حضرت نے ایک مٹھی خاک اُن کے سروں پر پھینکی اور فرمایا شاھت الوجوہ اور جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ اب آپ غار ثور کو تشریف لیجائے اور مخفی ہو جیے حضرت اُدھر تشریف لے گئے۔ ادھر امیر المومنین علیہ السلام حضرت کی چادر اوڑھ کر اُسی فرش پر سو گئے اور کفار نے جب دیکھا کیونکہ اس زمانے میں مکہ کے مکانات کی دیواریں بلند نہوتی تھیں۔ تو اُنہیں یہی گمان ہوا کہ رسول اللہ ہی سو رہے ہیں۔ اس رات کو جناب امیر علیہ السلام سے جو جان نثاری ظاہر ہوئی ہے۔ وہ بے شک اس قابل ہے کہ اہل ایمان اس پر جتنا فخر کریں زیبا ہے۔ اسی جان نثاری کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے من یشری[2] نفسہ ابتغاء مرضات اللہ امام ثعلبی نے اپنی تفسیر میں امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں امام غزالی نے احیاء العلوم میں نیز دیگر مفسرین و محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں اس روایت کو ذکر کیا ہے۔ عبارت روضۃ الاحباب جو ان کتب کا ملخص ہے یہ ہے۔ مروی است کہ دران شب علی کرم اللہ وجہہ در جامہ خواب

---

[1] ہم نے اُن کے سامنے دیوار قایم کر دی اور اُن کے پیچھے (بھی) دیوار کھڑی کر دی۔ پس ہم نے اُن کو دبالکل اندھا کر دیا لہٰذا وہ (سراسر) نابینا ہیں ۱۲

[2] کون شخص ہے جو اپنے پروردگار کے لئے اپنی جان کو فروخت کرتا ہے ۱۲

آنحضرت تکیہ نمود و نفس خود را فدائے وے ساخت حق تعالیٰ وحی کرد بجبرئیل و میکائیل کہ میان ہر دو عقد مواخات بستم و عمر یکے را بیش از عمر دیگر گردانیدم کدام از شما ایثار حیات دیگرے بر حیات خود میکند ہر یکے از ایشاں گفتند با ایثار حیات خود بر حیات کسے میکنیم زندگی خویش دوست میداریم اللہ تعالیٰ وحی کرد با ایشاں کہ چرا مثل علی ابن ابیطالب نمیشند کہ مواخاۃ بستم بین میان او و محمد و نفس خود را فدائے محمد ساخت حیات او را بر حیات خویش ایثار نمود بروید بزمین و وے را از شر اعدا محافظت نمائید ایشاں بموجب امر خداوند تعالیٰ بر زمین آمدند۔ جبرئیل بر بالین علی نشست و میکائیل بر پائین وے۔ جبرئیل گفت بخ بخ کس است مثل تو اے علی ابن ابیطالب حق جل جلالہ مباہات کرد بتو بر ملائکہ و لنعم ما قیل ؂

ہر آنکہ بہر خدا راہ نفس بر بندد — ملک ز عرش بفرمان او کمر بندد

و گویند آیہ کریمہ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رءوف بالعباد در آں شب نازل شد۔

مخالف اور موالف سب بشرطیکہ ان کے دل میں ذرا بھی نور ایمان ہو خوب سمجھ سکتے ہیں کہ علی سے اس درجہ کی کیسی جان نثاری ظہور میں آئی مگر تعصب کا برا ہو کہ یہاں بھی حتی الامکان فضائل مرتضوی کو مٹانے اور کم از کم سبک کرنے کی کوشش کی گئی اور یہاں علی کے مقابلے کے لئے ابوبکر کو ایجاد کیا بلکہ یہ جوش یہاں تک روبترقی ہوا کہ اس زمانے کے محقق شمس العلما ڈپٹی نذیر احمد صاحب سلمہ ربہ نے تو جدتوں کے دریا بہا دئے چنانچہ آپ فرماتے ہیں ابوبکر بڑے آخر بیں آدمی تھے ع مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست اور ان کو مدتوں پہلے سے خیال تھا کہ مکے میں تو نقشہ جمتا ہوا دکھائی نہیں دیتا اور یہاں زندگی بھی ہر وقت معرض خطر میں ہے۔ ملک خدا تنگ نیست پائے مرا لنگ نیست پیغمبر صاحب کو چاہئے کہ کہیں اور جاکر تبلیغ رسالت کی کوشش کریں اور یہ تو چار و ناچار کرنا ہی پڑے گا اور وہ اس بارے میں پیغمبر صاحب سے عرض معروض بھی کرتے رہتے تھے اور اسی خیال سے انھوں نے دو اونٹنیاں بھی پال رکھی تھیں ایک پیغمبر صاحب کے لئے اور ایک اپنے لئے تاکہ عین وقت پر سواری نہ ڈھونڈنی پڑے مگر مکے سے نکلنے کو پیغمبر صاحب کا جی نہیں چاہتا تھا حب الوطن من الایمان۔ آخر پیغمبر صاحب کو قریش کے منصوبہ قتل کی دن کے دن خبر معلوم ہوئی اور انھوں نے اپنے رازدار ابوبکر سے مدینے کی ہجرت کا ارادہ ظاہر کیا۔ ابوبکر یہ تو سن کر شادی مرگ کی سی حالت طاری ہو گئی کہ ان کو پیغمبر صاحب کی خیرخواہی کا اور اسلام کی خدمت کا لاجواب موقعہ ہاتھ آیا د پہلے

بھی بہت کچھ تیز بار چلے تھے۔"

فاضل شمس العلماء کی یہ تحریر بلا شبہہ ان کا ذاتی اجتہاد ہے جسے واقعات سے ذرہ برابر بھی لگاؤ نہیں علمائے سواد اعظم نے آجتک یہ کوشش کی تھی کہ نزول قرآن حضرت عمر کی رائے کے موافق ثابت کیا جائے۔ لیکن فاضل شمس العلماء نے حضرت ابوبکر کو بھی اس فضیلت سے مستثنیٰ رکھنا گوارا نہیں کیا اور ان کی یہ کوشش ایک حد تک بجا بھی ہے کیونکہ حضرت ابوبکر جو دیوار خلافت کی خشت اول ہیں اگر وہی اس منقبت سے محروم رہے تو کچھ زیبندہ نہیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ یہ کوشش کچھ سرسبز ہوگی مگر سرسبز جب ہی ہو سکتی تھی جب کہ صدق و حقیقت سے کچھ ربط ہوتا قبل از ہجرت حضرت ابوبکر کا رسول اللہ کو ترک وطن اور کسی دوسرے مقام پر تبلیغ رسالت کا مشورہ دینا آیا اس کی کوئی دلیل ہے۔ کسی واقعہ نگار کے قول سے یہ امر استنباط کی جا سکتی ہے۔ کسی مورخ نے اس کا ذکر کیا ہے؟ ہرگز نہیں شمس العلماء ہی اس امر کے موجد ہیں۔ ہم اس ایجاد کو قبول کرتے لیکن تامل آتا ہے کہ فاضل موجد اس واقعہ سے تیرہ سو برس بعد منصۂ شہود میں آئے ہیں۔ حضرت ابوبکر کا اسی مصلحت کو مد نظر رکھ کر دو اونٹنیاں پالنا۔ اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہے اور حضرت ابوبکر کی غیب دانی کی ایک عمدہ دلیل یعنی حضرت ابوبکر کو یہ بھی معلوم تھا کہ مکہ سے اگر ہجرت بھی کریں گے تو بس دو ہی شخص ہونگے ایک خود بدولت دوسرے حضرت پیغمبر۔ سبحان اللہ اونٹنیوں کا قصہ لکھا تو صاحب روضۃ الاحباب نے بھی ہے۔ مگر اس نے تو بروایت حضرت عائشہ یہ لکھا ہے کہ حضرت نے عین دوپہر کے وقت ہمارے گھر آکر ابوبکر سے اپنی رائے متعلق ہجرت ظاہر کی ابوبکر نے کہا کہ میں بھی ہمراہ چلوں آپ نے منظور کیا پھر ابوبکر نے عرض کی کہ دو اونٹ میرے قبول ہوں کہا کہ قیمتاً منظور ہیں ابوبکر بولے اگر یہی مرضی ہے تو قیمت عنایت کیجئے بروایت واقدی قیمت اس کی آٹھ سو درہم تھی اب کوئی پوچھے کہ بھلا حضرت ابوبکر کی گرہ سے کیا گیا۔ مورخین اہل سنت نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ وہ اونٹ حضرت ابوبکر نے تین سو درم کو خریدا تھا اور بوقت ہجرت آٹھ سو یا نو سو درم کو رسول اللہ کے ہاتھ فروخت کیا ہمارے خیال میں تو حضرت ابوبکر نے اس سودے میں دنیوی نفع بہت کچھ کمایا اس پر بھی نفع آخرت کا حصہ دار بننا خدا جانے کون سے قاعدے پر مبنی ہے یہ ہے اس اونٹ یا اونٹنی کی حقیقت شمس العلماء کی تحریر سے یہ امر بھی مستنبط ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت ابوبکر کے کہنے کو پیشتر سے قبول نہ کیا اور اس لئے انہیں اس پریشانی کے عالم میں ترک وطن کرنا

پڑا جیسا کہ فرماتے ہیں پیغمبر صاحب کا مکے سے نکلنے کو جی ہی نہیں چاہتا تھا۔ کاش رسول اس رائے کو قبول کرتے اور حضرت ابوبکر کو عمدۂ پیغمبری مرحمت فرماتے۔ لیکن رونا تو یہی ہے کہ رسول خدا کے رسول تھے نہ کہ ابوبکر کے ان کا فرض یہ تھا کہ احکام الٰہی کی پابندی کریں نہ کہ فرامین ابوبکر و عمر کی اب ہی خدمت اسلام جو خاص اس واقعہ پر حضرت ابوبکر سے ظہور میں آئی شمس العلماء کو اس کی تشریح کرنی چاہئے تھی کہ کچھ سمجھ میں تو آجاتا موجودہ حالت میں تو محض صفر ہی صفر ہے۔ جیسا کہ تمامی عمر میں جتنی زینت کہ وہ اسوقت پیغمبر کے ساتھ تھے۔ غار میں آپ کے ہمراہ رہے۔ جہاں انھوں نے اپنے آپکو ایک نہایت ہی بڑا مصاحب ثابت کیا خیال فرمائیے کہ یہ عمر یہ ریش و فش پھر پیغمبر کی ہمراہی اس پر بھی آپ غار میں بلبلا گئے۔ یہ تو بالکل ہی غمزہ بے جا تھا جسے شتر غمزہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہوسکتا رسول اللہ نے جھڑک کر فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا پھر بھی بے قراری نہ گئی پر نہ گئی۔ سواد اعظم کے خوش فہم افراد آیۂ غار کو فضیلت ابوبکر کے لئے پیش کرتے ہیں۔ مگر کیا پیش کرتے ہیں ؎

بس کن حدیث غار کہ عارست نزد عقل — آں حزن و بیقراری شیخ معمرم ؎
ببر من آن امام کہ فرمانش بردہ مار — من ایں امام مار گزیدہ کجا برم

لطف تو یہ ہے کہ عقلمندی اور غایت عقلمندی کو مدنظر رکھتے ہوئے بیچاروں کو اگر کوئی آیت تمسک کے لئے دستیاب ہوئی ہے تو وہ آیۂ غار ہے۔ اور اسطرح ہے الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ وکلمۃ اللہ ھی العلیا یعنی کیا ہوا تم نے اس پیغمبر کی مدد نہ کی بے شک اس کی خدا نے اس وقت مدد کی جب کہ اسکو کفار نے نکال دیا تھا اور وہ دو میں کا دوسرا تھا غار میں (اور) جبکہ وہ اپنے ہمنشین سے کہتا تھا کہ (محزون و غمگین نہو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ پس خداوند عالم نے اپنی تسکین اس (پیغمبر) پر نازل کی اور اس کی ایسے لشکروں روحانی قوتوں اسے مدد کی جسے تم نہ دیکھ سکے اور کفار کا کلمہ پست کردیا اور خدا کا ہی بول بالا رہا (ترجمہ) اسمیں کونسی بات حضرت ابوبکر کی فضیلت کی دستیاب ہوئی اگر لفظ صاحب پر کوئی لٹو ہیں تو یہ تو سراسر نادانی ہے۔ کلام عرب میں تو صاحب کی اتنی وقعت ہے کہ ان قیدیوں کو بھی یوسف کا صاحب کہا گیا ہے جو حضرت یوسف کے ساتھ زندان میں بند تھے زبان عرب کو زبان اردو پر قیاس کرنا جہیں

لفظ صاحب ایک گونہ عزت کے معنی رکھتا ہے اور اس کی رفعت اور بھی بڑھ جاتی ہے جبکہ اس کے ساتھ
بہادری کا تمغہ چسپاں کر دیا جائے بڑی ناواقفیت کی دلیل ہے اب رہا ان اللہ معنا پر افتخار یعنی ابوبکر کے
لئے بھی معیت خداوند عالم ثابت ہے تو اس میں فضیلت کا پہلو کونسا نکلا خدا تو ایک ایک شخص کی نسبت فرماتا
ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید اگر کوئی ہمیں یہ سمجھا دے کہ ابوبکر کے سوائے خدا کسی کے ساتھ نہیں تو شاید
ہم کسی حد تک اس فضیلت کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں بڑی مشکل تو یہی ہے کہ خود حضرت ابوبکر اس راز
کو نہ سمجھے تھے۔ باوجودیکہ وہ رسول پر ایمان لا چکے تھے۔ باوجودیکہ وہ رسول کی حقانیت کا اندازہ
اپنی آنکھوں میں کر چکے تھے۔ باوجودیکہ انہیں علم تھا کہ یہ ہجرت خدا کے حکم سے ہے مگر پھر بھی غار میں جا کر
ان پر وہ خوف و ہراس طاری ہوا کہ بچوں کی طرح آنسو بہانے لگے۔ صدیقیت کی کیا اچھی دلیل ہے
اسی لئے رسول اللہ نے جھڑک کر ان سے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا معتقدین متاخرین نے اس الم و
حزن کو ان حاشیوں میں چھپایا جاتا ہے کہ غار میں آپ کو سانپ اور بچھو ڈس رہے تھے لہذا ان کی
آنکھوں سے گرم گرم آنسو ڈھلک کر ریش اقدس کے بال بال میں موتی پرونے لگے۔ خدا جانے یہ کس قسم
کی عقل ہے یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ عرب بالکل ایک خشک اور بے آب و گیاہ خطہ ہے۔ ایسی جگہ کے جانوران
موذی مثل مار و کژدم نہایت ہی زہریلے ہوتے ہیں۔ مگر وہ کیسے سانپ اور بچھو تھے جو برابر حضرت صدیق
پر نیش چلاتے رہے اور انہیں ذرا بھی افسوس نہوا۔ بچھو خدا کی پناہ۔ خیر بچھو تو بچھو ایک تتیا اگر کاٹ
جاتا ہے تو آدمی تنیتے کی طرح ناچ جاتا ہے۔ شاباش کیجئے حضرت ابوبکر کو جنہوں نے متعدد بچھوؤں
کے کاٹنے پر صرف آنسو بہانے پر اکتفا کی۔ ہمارے خیال میں تو اسے حضرت صدیق کے معجزات میں
داخل کرنا چاہیے کہ اتنے سانپ اور بچھوؤں کی گزندگی نے ان پر کوئی اثر نہیں کیا الغرض یہ محض
ایک اٹکل بے جوڑ ہے جسے عقل سلیم قبول کرنے پر ہرگز ہرگز آمادہ نہیں پائی جاتی۔ اب آئیے فانزل اللہ
سکینتہ علیہ کی طرف علمائے خوش فہم سواد اعظم فرماتے ہیں کہ علیہ کی ضمیر حضرت ابوبکر کی طرف پھر
رہی ہے۔ یعنی خدا نے اپنی تسکین ابوبکر پر نازل کی اور اس طرح آپ خدا کے منظور نظر ہیں اس باب
میں اول تو یہ دیکھنا چاہیے کہ ابتدا سے خداوند عالم رسول کی حالت بیان کر رہا ہے اور جتا رہا ہے
کہ تم لوگ مدد نہیں کرتے نہ کرو تمہاری مدد کی پرواکسے ہے ہم نے رسول کی اسوقت مدد کی ہے جب
اسے کفار نے نکال دیا تھا الخ اس میں حکایتہً ابوبکر کا بھی ذکر کر دیا ہے تاکہ واقعہ غار کی توضیح ہو جائے

لہذا اس آیت میں ابتدا سے دیکھا جائے جتنی ضمائر ہیں حضرت پیغمبر کی طرف راجع ہیں کل ضمائر کو
رسول اللہ سے متعلق کرنا اور فقط ضمیر علیہ کو ابوبکر سے متعلق سمجھنا کیا اچھا انتشار ضمائر ہے اور اس سے
قرآن کریم کی کیسی اچھی فصاحت و بلاغت ثابت ہوتی ہے اس ضمیر علیہ کو رسول سے علیحدہ کرنا یقیناً تحریف
معنوی کا ارتکاب ہے جو کسی طرح اثم عظیم سے خالی نہیں۔ دوم یہ امر بھی غور کے قابل ہے کہ سکینہ
خداوندی کا نزول یوں ہی محل بے محل نہیں ہوا کرتا۔ اس کا محل ہوتا ہے۔ اس کا مقام ہوتا ہے
اس کا نزول اسی شخص کے لئے ہوتا ہے جو مقام خوف میں ہو ہم دریافت کرتے ہیں کہ کیا حضرت
ابوبکر اسوقت مقام خوف میں تھے۔ ہرگز نہیں وہ رسول کے ہمراہ تھے اگر خدانخواستہ کفار
رسول کو پاجاتے تو وہ اگر قتل کرتے تو رسول کو ہی کرتے ابوبکر سے تعرض کرنے کی انہیں کوئی ضرورت
ہی نہ تھی وہ ایسے بیوقوف نہیں تھے کہ خواہ مخواہ ایک ضعیف العمر کو دنیا سے رخصت کرکے مفت کی
دیت اپنے ذمے لیتے۔ انہیں فقط رسول سے مطلب تھا اور ممکن نہیں کہ حضرت ابوبکر جیسا تجربہ کار اور
جہاندیدہ انسان اس کُنہ تک نہ پہنچا ہو۔ ہاں ہاں وہ خوب اس امر کو جانتے تھے کہ اس جوے میں
تو جفت بھی اپنی ہے اور طاق بھی اپنی اگر رسول کے ساتھ بخیریت مدینہ پہنچ گئے تو بھی سبحان اللہ رسول
کفار کے ہاتھ آگئے اور قتل کردئے گئے تو بھی ہمارا کوئی ہرج نہیں مقام خوف میں تھے خود رسول اللہ
مقام خوف میں تھے جناب امیر ان دونوں بزرگواروں کے خوف کی وجہ ظاہر ہے۔ رسول اللہ ایسے
مقام پر تھے کہ اگر کفار کو ذرا بھی پتہ لگ جاتا تو وہ کبھی زندہ نہ چھوڑتے۔ علیؑ رسولؐ کے بستر پر اور
انہیں کی سبز چادر اوڑھے لیٹے تھے۔ اگر کفار داخل خانہ ہو کر بغیر جگائے ہوئے پیغمبر کے دھوکے
میں (جو واقعی ان کو تھا) ان پر تلواریں برسا دیتے تو ذرا بھی مستبعد نہ تھا۔ مگر وہی نزول سکینہ
تھا جس نے ان دونوں بزرگوں کو مضطرب ہونے دیا۔ اسی جان نثار پیغمبر کی نسبت گبن لکھتا ہے
صرف خاندان قریش ہی کے لوگوں نے اس نوجوان ہیرو کے اس اعلیٰ درجہ کے کام کو جس سے ثابت
ہو گیا کہ اس کے دل میں اپنے چچا زاد بھائی کی کس درجہ قدر و منزلت ہے قابل قدر خیال نہیں
کیا بلکہ خود اُس کے چند اشعار جو اب تک مشہور ہیں اس قوی یقین کی جو اس کو اپنے مذہب پر تھا
اور نیز اس فکر و تردد کی جو اس کو اپنے چچا زاد بھائی کے باب میں تھا ایک عجیب تصویر ہیں ہم اس
مقام پر مناسب سمجھتے ہیں کہ ان اشعار کو نقل کردیں ان اشعار کو میبذی نے بھی بہ تفاوت قلیل

شرح دیوان جناب امیر علیہ السلام میں نقل کیا ہے جو یہ ہیں۔

وقیت بنفسی خیر من وطی الحصی ۔ ومن طاف بالبیت العتیق وبالحجر

میں نے اُس شخص پر اپنی جان نثار کی جو کنکریوں کو روندنے والوں (ساعیان صفا و مروہ) اور مکان قدیم (خانہ کعبہ) اور حجر (اسود) کا طواف کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

رسول الہ خاف ان یمکروا بہ ۔ فنجاہ ذوالطول الالہ من مکر

رسول اللہ کو خوف ہوا کہ مبادا کفار اس کے ساتھ مکر و دغا کریں (اچانک آکر قتل کردیں) پس صاحب قوت وفضل وکرامت خدا نے آپ کو مکر سے بچالیا۔

وبات رسول اللہ فی الغار آمنا ۔ موقی وفی حفظ الالہ وفی ستر

رسول اللہ نے نہایت امن کی حالت میں دشمنوں سے بچے ہوئے اور خداوند عالم کی پناہ اور پردۂ حفاظت میں رات بسر کی۔

وبت اراعیہم وما یثبتوننی ۔ وقد وطنت نفسی علی القتل والاسر

اور میں شب بھر دشمنوں کے حملے کا انتظار کرتا رہا۔ مگر وہ مجھے کوئی گزند نہ پہنچا سکے اور بے شک (راہ خدا میں) میں نے اپنے نفس کو قتل اور اسیری کا خوگر کر لیا ہے

یہ ہے وہ اطمینانی حالت جو شاہد ہے اس بات کی کہ یہی بزرگوار نزول سکینہ کے منزل تھے اور انہیں پر تسکین نازل بھی ہوئی حضرت ابوبکر کے لیے بھی ہم اس امر کو ثبوت کرتے۔ مگر اول تو ہر دو وجہ مذکورہ بالا اس میں حارج ہیں۔ دوسرے ایک اور بات بھی ہے یہ ظاہر ہے کہ نزول سکینہ حضرت ابوبکر پر اگر ہوا ہے تو غار میں ہوا ہے مگر یہ کیا غضب ہے کہ وہ نزول بعد سکینہ خداوندی بھی اسی طرح مضطرب الحال نظر آتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت غار سے نکل کر عازم مدینہ ہوئے تو قریش نے انعام کثیر کا اشتہار دے کر بہت سے سوار ادھر ادھر دوڑا رکھے تھے انہیں میں سے ایک شخص سراقہ ابن مالک نیزہ ہاتھ میں لیے ہوئے مارا مار کرتا ہوا حضرت کے نزدیک پہنچ گیا اس کو دیکھ کر پھر حضرت صدیق کی جان پر بن گئی اور بروایت ابوالفدا و ابن اثیر فرمایا یا رسول اللہ ادرکنا الطلب یا رسول اللہ تلاش کرنے والے نے ہمیں آلیا۔ یہ فقرہ کسقدر بزدلی اور جبنیت پر دلالت کرتا ہے۔ پھر لطف یہ کہ ادھر تو وہ اکیلا۔ ادھر ایک تو خود بدولت دوسرے حضرت پیغمبر ایک کی دارو دو مثل مشہور ہے مگر بزدلی تو گھٹی

میں پڑی ہوئی تھی وہ اپنا اثر کیونکر نہ دکھلاتی اس پر بھی رسول اللہ نے یہی فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا افسوس رسول اللہ کو اس سفر میں کیسے مُس الرفیق سے پالا پڑا تھا جو موجب تسکین خاطر تو کیا ہوتا الٹا ہراساں ہو ہو کر اپنے آئے حواس کھوئے دیتا ہے۔

اب ہم چاہتے ہیں کہ جناب شمس العلماء کے اس فقرے کی بھی صلیت دکھادیں جو فرمایا ہے کہ آخر پیغمبر صاحب کو قریش کے منصوبۂ قتل کی دن کے دن خبر معلوم ہوئی اور انھوں نے اپنے رازدار ابوبکر سے مدینہ کی ہجرت کا ارادہ ظاہر کیا۔ شمس العلماء نے یہ فقرہ لکھنے کو تو لکھ دیا لیکن اگر ان سے اس کا ثبوت طلب کیا جائے تو انہیں سخت پریشانی اٹھانی پڑے گی اور وہ کسی طرح اپنے مقصود میں کامیاب نہ ہوں گے ہم جانتے ہیں کہ کچھ راویان اہل سنت کا ایسا ہی بیان ہے مگر رد و قدح کے نشتر وہ کام کر چکے ہیں جس نے ان خوش گپیوں کے جسم کو لہو لہان کر رکھا ہے اور ان روایات کی کوئی اصلیت باقی نہیں رہی اور جناب شاہ ولی اللہ دہلوی کو یہ روایت درج ازالۃ الخفا کرنی پڑی ہے۔

قال ابن عباس شری علی نفسہ فلبس ثوب النبی صلعم ثم نام مکانہ قال ابن عباس و کان المشرکون یرمون رسول اللہ صلعم فجاء ابوبکر و علی نائم و ابوبکر یحسبہ انہ رسول اللہ صلعم قال فقال یا نبی اللہ فقال لہ علی ان نبی اللہ قد انطلق نحو بئر المیمون فادرکہ قال فانطلق ابوبکر فدخل معہ الغار جناب ابن عباس شب ہجرت کے واقعہ کی بابت بیان کرتے ہیں کہ علی نے اپنی جان بیچکر رسول اللہ کا کپڑا اوڑھ لیا اور ان کی جگہ پر سو گئے پھر کہتے ہیں کہ کفار رسول اللہ پر (علی پر) بخیال رسول اللہ سمجھتے تھے کنکریاں پھینک رہے تھے اتنے میں ابوبکر آئے اور علی محو خواب تھے اور ابوبکر نے بھی سمجھا کہ یہ رسول اللہ ہیں آتے ہی کہا یا نبی اللہ اتو فقت علی نے کہا کہ وہ چاہ میمون کی طرف گئے ہیں وہاں جا کر ان سے (اگر ملنا ہے مل لو) ابن عباس کہتے ہیں کہ ابوبکر چلے گئے اور ان کے ہمراہ داخل غار ہوئے۔ شاہ موصوف کے اس بیان سے کیا کوئی شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ رسول نے پہلے سے ابوبکر کو ہمراز بنایا تھا یا رسول اللہ مدینہ سے حضرت ابوبکر کو ہمراہ لیکر چلے تھے یہ جناب شمس العلماء کی خوش اعتقادی ہے۔

ہم نے ضمناً یہ واقعات ہجرت کے متعلق بیان کر دیے ہیں جن پر اہل سنت کو بہت بڑا ناز ہے ورنہ مقصود ہمارا فقط اتنا ہے کہ جناب سیدہ کے لئے مرحومہ والدہ کے انتقال کے بعد شفیق باپ کا اس طرح

گھر سے بے گھر اور وطن سے جلا وطن ہونا بھی کچھ کم مصیبت نہ تھی۔ پھر ایسی حالت میں کہ رسول کی جان ایک ایک قدم پر معرض خطر میں تھی اور عزیز وطن کی خاک کا ذرہ ذرہ ان کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا جناب سیدہ پر اس وقت جو گذری ہوگی اس کا اندازہ ہر ایک صاحب دل کر سکتا ہے۔ مگر شکر ہے کہ قادر مطلق نے بہت جلد اس ملال کو فرحت سے بدل دیا رسول اللہ بخیریت داخل مدینہ ہو گئے اور حسب وعدہ وہاں جاتے ہی جناب امیر کے نام نامہ مقدس تحریر فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا کے بندے محمدؐ کی طرف سے اس کے وصی علیؑ ابن ابیطالب کے نام یہ تحریر ہے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد تجھکو معلوم ہو کہ تیری جدائی مجھ پر نہایت شاق ہے اور ہر وقت تیری تصویر نگاہوں میں بخوبی پھرتی رہتی ہے۔ قریب و بعید سے اکثر لوگ میرے پاس آرہے ہیں مگر تیرا ہم مرتبہ میں کسی کو اپنے نزدیک نہیں پاتا اور اپنی بیٹی فاطمہؑ کے درد فراق کا شکوہ میں نے خدا سے کیا ہے جس نے تیرے پہنچانے کا وعدہ فرمایا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ تجھے لکھوا دوں کہ تو میرے پاس چلا آئے اب جو وقت میرا یہ خط تو پڑھے اسی وقت زرہ پہن کے تلوار ہاتھ میں لے اور بے خوف و خطر آمادہ سفر ہو جا۔ خداوند عالم نے وعدہ کیا ہے کہ وہ تجھے دن کے وقت وہاں سے صحیح و سالم اور مظفر و منصور نکالے گا اپنے دشمنوں سے ہرگز نہ ڈرنا خدا تیری حمایت کرے گا اور دشمنوں پر تجھے فتح دے گا اور عورتوں میں سے کسی کو وہاں نہ چھوڑنا اور میرے اصحاب سے بھی پوچھنا جو ہجرت کا ارادہ کرے اُسے اپنے ہمراہ لینا۔ ہاں میں نے اپنی بیٹی فاطمہ کے پاس ایک صرہ رکھا ہے جس میں درہم و دینار ہیں ان سے اونٹ اور ہودج وغیرہ سامان سفر خرید کرنا اور زید ابن حارثہ کو بھی اپنے ساتھ لینا وہ تیری اعانت کرے گا اور حق خدمت بجا لائے گا۔ آ اب جلدی میرے پاس میں تیرا اور تیری ملاقات کا نہایت مشتاق ہوں اور تجھ پر سلام ہو اور خدا کی رحمت و برکت تجھ پر نازل ہو اور میری بیٹی فاطمہ کو میرا سلام پہنچانا اور نیز میرے اہلبیت اور مومنین و مومنات کو وحسبی اللہ ونعم الوکیل۔

جس وقت یہ نامہ فرحت شمامہ مکہ میں پہنچا تو حضرت امیر اور دیگر اہل بیت کے چہرے خوشی کے مارے چمکنے لگے اور جناب سیدہ پر بھی ایک عجیب فرحت و سرور کی کیفیت طاری ہوئی اور جناب امیر علیہ السلام نے سامان سفر درست کرنا شروع کر دیا۔ سب سے بڑا فرض امانتوں کا پہنچانا تھا جسے آپ نے باحسن وجوہ انجام دیا۔ اس فرض کی بجا آوری میں بڑے بڑے شور و شغب اُٹھے۔ ابو جہل نے ایک جھوٹا دعویدار کھڑا کر دیا جس کا نتیجہ سوائے روسیاہی اور کیا ہو سکتا تھا۔ پھر آپ اپنے چچا عباس کے نام وہ نامہ لیکر آخر شب تشریف

لے گئے اور صورت حال سے مطلع کیا اُنھوں نے کہا کہ یہ امر تو نہایت دشوار ہے تم دیکھ رہے ہو کہ قریش
محمد کے اس طرح نکل جانے پر کس طرح پیچ وتاب کھا رہے تھے۔ انہیں کیونکر گوارا ہوگا کہ تم کھلم کھلا ان کے
اہل وعیال کو لے کر چلے جاؤ۔ محمد بے شک اپنے قول کے سچے اور صدق وراستی کے ساتھ معروف ہیں اور ان کا
حکم تمہیں پہنچا ہے مگر میری اس معاملے میں رائے نہیں البتہ تم بنی خزاعہ سے جا کر نصرت طلب کرو اور انہیں اپنے
ساتھ لو امیر المومنین علیہ السلام یہ سن کر متبسم ہوئے اور فرمایا اے عم عالیقدر خداوند عالم میرا معین ومددگار ہے
اور میرے حبیب نے فرمایا ہے کہ خدا تمہاری نصرت کرے گا اب مجھکو کسی کی اعانت اور مدد کی ضرورت نہیں اور دوسرے
روز آپنے حسب معمول مقام ابطح میں باآواز بلند فرمایا جبکہ کل قریش جمع تھے کہ اے بنی مخزوم وبنی زہرہ وبنی
امیہ وبنی عدی وبنی عبدالدار اور اے اہل ابطح جس کی امانت میرے پاس موجود ہو وہ آکر لے لے اب مجھے
رکھنا ناگوار ہے۔ میں عنقریب یہاں سے چلا جاؤں گا اور دوسری قوم سے ملوں گا۔ تم لوگ رسول اللہ
کا اکرام کرو ان کے قول کی تصدیق کرو اور ہاں کل کو کوئی بات نہ کہے کہ علی ہمارے خوف سے اور ہماری
تلواروں کے ڈر سے چھپ کر چلا گیا میں دن دہاڑے جاؤں گا اور حسد والوں کی بلند ناک کو شکستہ کرکے
جاؤں گا میں نہایت عجلت کے ساتھ آمادہ سفر ہوں۔ شوق زیارت مجھپر غالب ہے اور اسی لئے میں نے
یہ راز ظاہر کر دیا۔ جس شخص کو مجھ سے کچھ معاوضہ لینا ہو تو میں بہادر ہوں۔ میں بہترین اخیار ہوں تم میں
سے ایک شخص ہے جو مجھ پر چشمک نمائی کرتا ہے اپنی شرارت کے سبب اور اس سے ایسے امور سرزد ہوئے ہیں
جس کا میں ذکر کرنا نہیں چاہتا یہ اشارہ ابوسفیان کی طرف تھا جس نے اسوقت جبکہ آپ پہلی رات کو اپنے
چچا عباس کے ہاں جا رہے تھے اپنے غلام مطلع کو بھیجا تھا کہ آپ کو قتل کرے اور آپ نے اسکو واصل جہنم کر دیا
تھا اور ابوسفیان نے خوف کے مارے اس راز کو کسی پر ظاہر نہ کرکے اس کی لاش اپنے مکان ہی میں دفن
کر دی تھی۔ غرض ابوجہل اس تقریر کو سنکر بہت برہم ہوا اور کہا اے معاشر قریش اے بنی عبد مناف وبنی زہرہ
وبنی امیہ وبنی حارث وبنی نضر کیا تم اس لڑکے کے کہنے پر راضی ہو گئے اس کا یہ ارادہ ہے کہ یہاں سے
بالاعلان دنکو چلا جائے یہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ محمد جو ان سے ارفع تھے وہ پوشیدہ روانہ ہوئے ہیں
اب تمہارے لئے مناسب ہے کہ تلواروں سے اس کے بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو یہ سنتے ہی جناب
حمزہ اٹھ کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے کہا جس کی ہیبت تمام قریش پر چھا گئی کہ برا ہو تم لوگوں کا تم ہمارے
سامنے نہایت ذلیل اور خوار ہو اور ابوجہل یہ تو نے جو کچھ کہا ہے فضول کہا ہے ہرگز نہیں ہو سکتا جب تک

دہشت سے سردار بہت سی جائیں کام نہ آئیں تو جانتا ہے کہ ہم بندگان وغا بیشران جنگ آزما اور سرداران بطحیٰ ہیں یہ ممکن نہیں کہ ہمارے بھتیجے علیؑ کو کوئی صدمہ پہنچے جب تک ہماری قوم کا ایک بھی آدمی باقی رہے عنقریب ہم تمہاری بلند بینی کو گرد دیں گے پھر یہ اشعار فرمائے

ارجع خزیت بقبح فعلک خاسرا فلقد اتیت بقبحۃ و شنار

پلٹ جا اور اپنے زشت فعل کی بدولت خائب و خاسر ہو کر پلٹ جا بے شک تو نے نہایت ہی بدنما اور برا کام کیا ہے

بل سیفہ یبری الجماجم فی الوغا وسنانہ موت علی الاعماد

ہاں اس (علیؑ) کی تلوار لڑائی میں کھوپریوں کو پارہ پارہ کر دیتی ہے اور اس کا نیزہ زندگیوں کے لیے موت ہے موت

فھو الامام ونحن اھل عصابۃ نحمی عداہ بنارھم لبتراد

وہ امام برحق ہے اور ہم اس کے معین و مددگار ہیں ہم اس کے دشمنوں پر ان کی شرارتوں کے سبب آتشباری کریں گے۔

یا بن الذلیل لقد اتیت بقبحۃ کالکلب ینبح فی فناء الدار

او ذلیل کے بیٹے تو نے نہایت بری گفتگو کی جس طرح کہ صحن خانہ میں کتا بھونکتا ہے۔

یہ گفتگو سن کر ابوجہل بالکل سکوت کی حالت میں رہ گیا اور جناب امیر مع جعفر و عقیل اپنے مکان پر واپس تشریف لائے اور امانتوں کو ادا کر کے سامان سفر درست کیا اور مع ملجم راہی مدینہ منورہ ہوئے اور بخیر و عافیت رسول اللہ سے جا ملے۔

..

حضرت شمس العلماء نے عمر صاحب کے لئے بھی تحریر فرمایا ہے کہ یہ ہیبت عمری ہی تو تھی کہ دن دہاڑے سامان سفر درست کر کے ہتھیار لگائے اور پکار پکار کر کہتے ہوئے چلے کہ جس کو اپنی بیوی کو رانڈ اپنے بچوں کا یتیم کرنا منظور ہو وہ شہر کے باہر مے۔ (رانڈ نہیں) اور مجھے روکے یہاں سب کو سانپ سونگھ گیا تھا ایک سے نہ ہو سکا کہ جاتے کو پکڑتے اس واقعہ کو آپ نے ہیبت عمری سے تعبیر کیا ہے۔ ہم اسے قبول کرتے لیکن افسوس یہ ہے کہ عمر صاحب کی لاالف میں تاریخی اوراق کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں کر سکتے جس سے استنباط ہو سکے کہ آپ سربکف ہو کر کبھی کسی کا ذرے آمادہ پیکار ہوئے ہیں۔ جہاں تک دیکھا جاتا ہے یہی

معلوم ہوتا ہے کہ معرکوں میں آپ نے ہمیشہ پیٹھ ہی دکھائی اور ایسا ہی ہوا ہے کہ لڑائی کو چھوڑ چھاڑ پہاڑ کی چوٹی پر جا پہنچے ہیں اور پہاڑی بکری کی طرح اچھلنے کودنے کی پریکٹس کی ہے جیسا کہ خود آپ کا ارشاد ہے۔ بدر۔ احد۔ حنین۔ خندق۔ خیبر میں تو کہیں بھی اس ہیبت النسان کے قدم جمتے دکھائی نہیں دیتے۔ ممکن ہے عمر صاحب نے وقت ہجرت یہ کلمات فرمائے ہوں مگر ان کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسا کہ کوئی نمائشی انسان تالیاں بجا بجا کر سامنے کے جوانوں پر اپنی بہادری کا سکہ جمانا چاہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں مدمقابل کو سوائے تبسم کے اور کیا چارہ ہوگا۔ ایسا ہی مکے والے بھی آپ کی اس حرکت ان خوش فعلیوں کا تماشہ دیکھ رہے ہوں گے۔ کفار عرب گو کافر تھے مگر اس میں کلام نہیں کہ باحمیت ضرور تھے وہ تلوار اسی کے مقابلے پر اٹھاتے تھے جو ان کا مدمقابل ہوتا تھا۔ شمس العلماء کو خیال فرمانا چاہیے کہ جس وقت رسول اللہ نے مدینے سے عمر صاحب کو بطور قاصد کفار مکہ کے پاس بھیجنا چاہا اس وقت وہ ہیبت کہاں تشریف لے گئی تھی۔ ٹکا سا جواب دیدیا کہ عثمان کو بھیج دیجئے ان کے وہاں رشتہ دار بھی موجود ہیں۔ اگر کوئی بھیڑ آپڑی تو مدد پر تل جائیں گے۔ مجھے تو معاف کیجئے۔ آخر عثمان کو روانہ کیا گیا۔ یہاں سے یہ نکتہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ عمر صاحب کسی قوم و قبیلہ کے ممبر نہ تھے ورنہ کیا ممکن نہ تھا کہ ان کے رشتہ دار مکہ میں موجود ہوں یا تھے تو اسد رجہ باوقار تھے کہ ان کا قبیلہ اُن کی پرواہی نہ کرتا تھا۔ یہیں سے معلوم کر لیجئے کہ آپ کی کیا حیثیت تھی درآنحالیکہ عرب کا ہر قبیلہ اپنے اپنے بچے پر حتیٰ کہ غلاموں پر بھی جان چھڑکتا تھا اہانۃ العبد اہانۃ المولیٰ عرب کا مقولہ ہے۔

شادی یا نکاح

مدینہ پہنچکر رسول اللہ کو ایک گونہ اطمینان میسر ہوگیا تھا۔ قریش مکہ جو دن رات ایذا رسانی کے لیے طرح طرح کے حیلے پیدا کرتے تھے اب وہ حرمان و حسرت کے ساتھ پشت دست کاٹنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکتے تھے گو غزوات و سریات کا سلسلہ مدینہ سے ہی شروع ہوا ہے مگر رسالت کی وہ زبردست مہم فتح ہو چکی ہے جس کا انجام دینا کسی معمولی انسان۔ معمولی قلب اور معمولی دماغ کا کام نہیں تھا تیرہ برس کامل کفار مکہ جیسے شدید اور شقی القلب انسانوں میں توحید کی منادی کرنا حقیقتہً اُسی

برگزیدہ رسول کا کام تھا جسے اس نے نہایت استقلال نہایت صداقت اور نہایت پختگی کے ساتھ انجام دیا اور بحکم ایزد متعال اب مدینہ میں جائے سکونت اختیار کی۔ مدینہ میں آکر یہ ظاہر ہے کہ جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا بھی حد رشد کو پہنچ چکی تھیں اور جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس طرف سے غافل تھے اور تمام اصحاب کی بھی آنکھیں اسی طرف لگی ہوئی تھیں کہ دیکھئے یہ سعادت ابدی کس کے حصہ میں آتی ہے

صاحب جلاء العیون رقمطراز ہے کہ مناقب خوارزمی اور جمیع کتب معتبرہ شیعہ وسنی میں جناب امیر و ام سلمہ وسلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ جب جناب سیدہ حد بلوغ کو پہنچیں اکابر و اشراف قریش و صاحبان مال و ثروت و شرف و عزت نے جناب فاطمہ کی خواستگاری کی اور جو شخص ان میں سے درخواست کرتا تھا حضرت اس کی طرف سے منہ پھیر کر اظہار کراہت فرماتے تھے حتی کہ ہر ایک سمجھ لیتا تھا کہ حضرت ہم پر خشمناک ہیں یا آسمان سے وحی ہماری مذمت میں نازل ہوئی ہے ان خواستگاری کرنے والوں میں ماشاء اللہ ابوبکر بھی تھے۔ ان کی درخواست پر حضرت نے یہ جواب دیا کہ اس کا اختیار خدا کو ہے۔ پھر عمر صاحب کا نمبر آیا اور انہیں بھی یہی جواب ملا اس کے بعد پھر یہ روایت درج کرتے ہیں کہ ایک دن ابوبکر و عمر و سعد ابن معاذ مسجد حضرت رسول میں بیٹھے تھے اور فاطمہ کے نکاح کی باتیں ہو رہی تھیں۔ ابوبکر بولے اشراف قریش نے فاطمہ کی خواستگاری کی اور حضرت نے یہ جواب دیا کہ اس کا اختیار خدا کو ہے وہی جس کے ساتھ چاہے گا اسے تزویج کرے گا اور علی ابن ابیطالب نے ابھی تک حضرت سے اس بارے میں کچھ نہیں کہا۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ ان کی تنگدستی ان کو اس امر سے مانع آرہی ہے اور ہمارا گمان یہی ہے کہ خدا اور رسولخدا نے فاطمہ کو انہیں کے لئے رکھا ہے آؤ چلو علی کو آج حضرت کی خدمت میں بھیجیں اگر تنگدستی مانع ہے تو ہم ان کی مدد کریں گے آخر اس راز کا انکشاف تو ہو جائے یہ کہکر سب اٹھے اور حضرت امیر کے مکان پر پہنچے وہاں حضرت کو نہ پایا اس وقت حضرت اپنے اونٹ کو لے گئے تھے اور ایک باغ میں اجرت پر آبکشی کر رہے تھے یہ لوگ وہیں پہنچے حضرت نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ کس لئے آئے ہو ابوبکر بولے اے ابوالحسن کوئی نیک خصلت ایسی نہیں ہے جس میں تم اور لوگوں پر سبقت نہ رکھتے ہو تمہارے اور رسول اللہ کے درمیان جو ربط و اتحاد و یگانگت ہے وہ بھی ہمیں معلوم ہے کل اشراف قریش فاطمۃ الزہرا کی خواستگاری کر چکے تھے

اگر حضرت نے پذیرا نہیں فرمائی نہیں کون سی چیز خواستگاری سے مانع ہے ہمارا یہ گمان ہے کہ یہ سعادت تمہارے ہی لئے مخصوص ہے یہ سنکر حضرت کے آنسو جاری ہوگئے اور فرمایا کہ میرا غم واندوہ تم نے تازہ کردیا جو آرزو میرے دل میں پنہاں تھی وہ اور تیز ہوگئی کون ایسا ہو جو اس سعادت کا متمنی نہو۔ لیکن میری تنگ دستی عرض کرنے میں حائل ہے۔ آخر ان لوگوں نے حضرت کو اس امر پر راضی کیا جناب امیر علیہ السلام نے اپنا اونٹ کھولا گھر میں لاکر باندھا اور نعلین پہن کر متوجہ خانہ رسالت ہوئے اس وقت حضرت خانہ جناب ام سلمہ میں تشریف رکھتے تھے جناب امیر نے جاکر دق الباب کیا ام سلمہ نے کہا کون ہے قبل اس کے کہ جناب امیر کچھ بولیں رسول اللہ نے ارشاد فرمایا اے ام سلمہ اٹھو اور دروازہ کھول دو یہ وہ مرد ہے جو محب و محبوب خدا اور رسول ہے ام سلمہ نے عرض کی بابی انت وامی یہ کون شخص ہے جس کے حق میں آپ ایسا ارشاد فرماتے ہیں حالانکہ ابھی اسے دیکھا نہیں ہے رسول اللہ نے فرمایا اے ام سلمہ چپ رہو یہ وہ مرد ہے جو سفیہ نہیں ہے بلکہ نازک مزاج و شجاع ہے یہ میرا بھائی اور ابن عم ہے اور مجھے یہ مرد سب خلق سے زیادہ محبوب ہے ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں اٹھی اور دروازہ کھولنے میں جلدی کی اس عجلت میں پاؤں الجھا اور قریب تھا کہ گر پڑوں جب دروازہ کھولا علی ابن ابی طالب کو دیکھا پس قسم خدا کی علی گھر میں نہ آئے جب تک یہ جان لیا کہ میں اپنے پردے میں چلی گئی ہوں اس وقت علی ابن ابیطالب داخل ہوئے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جناب رسول خدا نے فرمایا وعلیک السلام اے ابوالحسن بیٹھو ام سلمہ فرماتی ہیں کہ جناب امیر خدمت بشیر ونذیر میں بیٹھے اور نگاہ نیچی تھی جس سے مترشح تھا کہ کسی کام کے لئے آئے ہیں مگر فرط حیا سے کچھ کہہ نہیں سکتے رسول اللہ نے قیافہ سے معلوم کیا اور فرمایا اے ابوالحسن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی کام کو آئے ہو اپنی حاجت بیان کرو اور جو کچھ دل میں ہے اس کا اظہار کرو تمہاری حاجتیں میرے نزدیک مقبول ہیں جناب امیر نے عرض کی یا حضرت آپ جانتے ہیں کہ مجھے آپ نے ابو طالب اور فاطمہ بنت اسد سے لیکر عہد طفلی میں پرورش کیا اپنی غذا سے مجھے غذا دی اپنے آداب سے ادب تعلیم کیا اور والدین سے زیادہ مہربانی کی حق تعالیٰ نے مجھے آپ کی برکت سے چچاؤں اور بزرگوں کی حیرت وضلالت سے ہدایت فرمائی یا رسول اللہ آپ میرے لئے دنیا و آخرت میں ذخیرہ شرف و آخرت ہیں اب ان کرامتوں کے سبب سے جو حق تعالیٰ نے آپ کی برکت سے مجھے عطا فرمائی ہیں امیدوار ہوں کہ مجھے

کر اور زوجہ بلے ہیں درخواست کرتا ہوں کہ اپنی نورِ نظر فاطمہ کو مجھ سے تزویج فرما دیجئے یا رسول اللہ کیا
میری یہ عرض قبول ہو گی اور فاطمہ کو آپ مجھ سے تزویج کرنا گوارا کریں گے ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ رسول کا چہرہ
اقدس ان باتوں کے سننے سے شگفتہ ہو گیا حضرت خنداں ہوئے اور از روئے تبسم جناب امیرؑ سے
کہا یا علی تمہارے پاس کچھ ہے کہ میں فاطمہ کو تم سے تزویج کروں عرض کی بابی انت وامی یا رسول اللہ
آپ پر میری حالت پوشیدہ نہیں میرے پاس ایک شمشیر ہے ایک زرہ ہے ایک اونٹ ہے کہ اس سے آب
رسانی کا کام لیتا ہوں سوائے ان کے اور کچھ میرے پاس نہیں حضرت نے فرمایا شمشیر سے تو دشمنان
خدا کا مقابلہ کرتے ہو رہا اونٹ اس سے نخلستان کے لئے پانی کھینچتے ہو اور اپنا اسباب وغیرہ سفر
میں اس پر بار کرتے ہو۔ ہاں یہ زرہ جو تمہارے پاس ہے بس اسی پر میں فاطمہ کو تم سے تزویج کئے
دیتا ہوں اے ابو الحسن چاہتے ہو کہ میں تمہیں بشارت دوں جناب امیرؑ نے مودبانہ الفاظ میں اشتیاق
ظاہر کیا اس وقت حضرت نے فرمایا اے ابو الحسن تمہیں بشارت ہو کہ حق تعالےٰ نے آسمان پر
فاطمہ کو تم سے منسوب کیا ہے قبل اس کے کہ میں زمین پر اس کا تم سے نکاح کروں تمہارے آنے
سے پہلے اسی جگہ جہاں میں بیٹھا ہوں مجھ پر ایک فرشتہ نازل ہوا جس کے بیشمار منھ اور ہاتھ تھے
اس سے قبل میں نے ایسا فرشتہ نہ دیکھا تھا اس نے آکر کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اے
محمد آپ کو اجتماع اہل و پاکیزگی نسل کی بشارت ہو میں نے دریافت کیا اے ملک کس بات کی بشارت
ہے اس نے کہا اے محمد میرا نام سطائیل ہے اور میں ایک قائمہ عرش الٰہی پر موکل ہوں میں نے اپنے
پروردگار سے رخصت طلب کی کہ آپ کو بشارت دوں اور ابھی میرے بعد جبرئیل آتے ہیں وہ آپ کو
کرامتہائے حق سبحانہ تعالیٰ جو آپ پر مبذول ہیں ان کی خبر دیں گے اتنے میں جبرئیل امین آپہنچے
اور بعد سلام ریشمی ریشم کا ایک سفید پارچہ مجھے دیا جس پر دو نورانی سطریں مرقوم تھیں میں نے
جبرئیل سے اس نوشتہ کی ماہیت دریافت کی اس نے کہا یا محمد چونکہ حق تعالےٰ اپنے علم سے جمیع خلق
کے حالات پر مطلع تھا لہذا اس نے آپ کو سب میں سے برگزیدہ کیا اور عہدہ رسالت پر مبعوث فرمایا
بعد آپ کے جمیع خلق سے آپ کے بھائی و وزیر۔ مصاحب اور داماد کو برگزیدہ کیا پھر آپ کی دختر
فاطمہ کو اس سے تزویج کیا میں نے کہا اے حبیب جبرئیل وہ کون شخص ہے جبرئیل بولے وہ آپ کے
بھائی دنیا میں اور ابن عم نسب میں یعنی علی ابن ابی طالب ۔ حق تعالےٰ نے جمیع اہل بہشت کو وحی

فرمائی کہ مزین ہو جاؤ۔ باغان جنت بن سنور گئے پھر شجر طوبے کو حکم دیا کہ زیورات و سامان آرایش سے آراستہ ہو جائے۔ حوریان جنت کو بھی یہی حکم ہوا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ فلک چہارم پر بیت المعمور کے قریب جمع ہوں اور رضوان خزانہ دار بہشت کو حکم دیا کہ منبر کرامت کو نزدیک بیت المعمور نصب کرے اور یہ وہ منبر ہے کہ حضرت آدم نے جس روز فرشتوں کو اسماء کی تعلیم کی اس روز اس پر خطبہ پڑھا تھا اور وہ منبر نورانی ہے پھر حقتعالے نے ایک ملک کو ملائکہ حجب سے حکم دیا جسکا نام راحیل ہے کہ اس منبر پر جاکر حمد و ثنا پروردگار بیان کرے جسکا وہ سزاوار ہے وہ ملک جو نیکو بیانی اور شیریں زبانی میں بلائکہ سے ممتاز ہے اس منبر پر آیا اور حمد و ستائش کے نغمے شروع کئے جسپر آسمان و اہل آسمان فرط سرور سے جھومنے لگے پھر مجھے حقتعالے نے وحی فرمائی کہ ان کا عقد باندھوں اس طرح کہ میں نے اپنی کنیز فاطمہ اپنے حبیب محمدؐ کی دختر کو اپنے بندے علیؑ ابن ابیطالب سے تزویج کیا میں نے اسی طرح یہ عقد باندھا۔ ملائکہ مقربین اسپر گواہ ہوئے اور ان کی گواہی اس حریر پر لکھی ہے اور پروردگار نے حکم دیا ہے کہ یہ نامہ آپ کو دکھاؤں اور پھر اسپر مشک سے مہر لگا کر رضوان کے سپرد کردوں اور جب حقتعالی نے تزویج علی و فاطمہ پر ملائکہ کو گواہ کیا تو طوبٰی کو حکم دیا کہ جو کچھ زیورات اور حلے تیری آرایش ہیں وہ سب نچھاور کردے پس ملائکہ اور حور العین نے اس نچھاور کو سمیٹ لیا اور حوریں ایک دوسرے کو اس نچھاور کا ہدیہ بھیجتی ہیں اور اسپر فخر و مباہات کرتی ہیں اے محمدؐ بیشک مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ تزویج علیؑ و فاطمہ کے متعلق حکم خداوند عالم آپ کو پہنچا دوں آپ اس کار خیر کو انجام تک پہنچائیے اور انہیں بشارت دیجئے کہ حقتعالے انہیں دو فرزند عطا کرے گا کہ وہ پاکیزہ طیب و طاہر نجیب صاحب خیر اور مالک فضیلت دنیا و آخرت ہونگے اے ابوالحسن ابھی تمہارے دق الباب کرنے سے پہلے وہ ملک یہاں سے گیا ہے۔ اب میں تمہارے باب میں امر خدا کو جاری کروں گا اے ابوالحسن تم مسجد میں بیٹھو میں بھی تمہارے پیچھے آتا ہوں سب لوگوں کے سامنے تمہیں فاطمہ سے تزویج کرتا ہوں اور تمہاری ایسی فضیلت بیان کرتا ہوں جو تمہارے اور تمہارے دوستوں کی دنیا اور آخرت میں باعث روشنی چشم ہوگی یہ سنکر جناب امیرالمومنین علیہ السلام اُٹھے اور متوجہ مسجد نبوی ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ مجھے اس درجہ سرور تھا جو بیان سے باہر ہے ادھر ابوبکر و عمر وغیرہ منتظر تھے کیونکہ آپ کو رسولخداؐ کے پاس بھیجا تھا انھوں نے آتے ہی پوچھا کہ کیا خبر ہے آپنے فرمایا

کہ رسول اللہ نے اپنی دختر فاطمہؑ کو مجھ سے تزویج کیا اور مجھے خبر دی ہے کہ آسمان پر بھی خدائے تعالیٰ نے فاطمہ کو مجھ سے تزویج کیا ہے اور اب حضرت تشریف لاتے ہیں کہ سب کے سامنے فاطمہ کو مجھ سے تزویج فرمائیں جب انھوں نے یہ خبر سنی تو اظہار مسرت کیا - امیر المومنین فرماتے ہیں کہ ہم ابھی داخل مسجد ہوئے تھے کہ جناب رسول اللہ تشریف لائے روئے مبارک سے آثار شادی و خرمی ظاہر تھا آپ نے بلال کو حکم دیا کہ مہاجرین و انصار کو ندا کرے تاکہ سب جمع ہو جائیں جب سب جمع ہوئے تو حضرت منبر کے پہلے زینے پر تشریف لے گئے - حمد و ثنائے خدا بیان کی اور فرمایا اے گروہ مسلمانان آج جبرئیل میرے پاس آئے اور مجھے خبر دی کہ میرے پروردگار نے ملائکہ کو بیت المعمور میں جمع فرما کر ان کے سامنے علیؑ و فاطمہؑ کا عقد کیا اور انہیں گواہ بنایا پھر مجھے حکم دیا کہ میں بھی فاطمہؑ کو علیؑ سے تزویج کردوں اور میں تمکو اسپر گواہ کرتا ہوں یہ فرما کر آپ بیٹھے اور جناب امیر سے فرمایا اے ابوالحسن اٹھو اور فاطمہ کی خواستگاری کرو - آپ اٹھے اور نہایت فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا جس کے بعض الفاظ یہ ہیں ' میں اپنے حق تعالیٰ کی نعمتوں اور شکر احسان پر اس کی حمد کرتا ہوں اس کی وحدانیت پر شہادت دیتا ہوں تاکہ اس کی خوشنودی کا باعث ہو اور درود بھیجتا ہوں محمد و آل محمد پر جو خداوند کی قربت کا باعث ہو اور واضح ہو کہ نکاح منجملہ ان اشیاء کے ہے جن کا حکم خداوند عالم نے دیا ہے اور اس کو پسندیدہ فرمایا ہے اور یہ مجلس و مجمع خداوند تعالیٰ کے قضا و قدر سے مرتب ہوا ہے بے شک رسول خدا نے اپنی بیٹی فاطمہ کو مجھ سے تزویج فرمایا اور ان کا مہر یہ میری زرہ قرار دیا (اور بروایت دیگر پانسو درہم مقرر کیا) اور میں اس پر راضی ہوں اب تم رسول اللہ سے دریافت کرو اور گواہ رہو مسلمانوں نے رسول اللہ سے استفسار کیا کہ آیا آپ نے اپنی بیٹی فاطمہؑ کو علیؑ سے تزویج کیا آپ نے فرمایا ہاں مسلمانوں نے کہا خدا ان کو برکت دے اور ان کی پراگندگی کو یکجائی سے مبدل کرے پس حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ ازواج کے گھر تشریف لے گئے -

شیخ طوسی علیہ الرحمۃ نے بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ نے حضرت فاطمہ کا علی ابن ابیطالب سے نکاح کیا اور جناب فاطمہ کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ آپ رو رہی ہیں حضرت نے سبب گریہ پوچھا اور ارشاد کیا کہ اگر میرے اہل بیت میں کوئی اس سے بہتر

ہوتا تو میں اُس سے تزویج کرتا اور اے فاطمہ میں نے یہ نکاح نہیں کیا بلکہ خداوند تعالیٰ نے علی کے
ساتھ تیری شادی کی ہے اور خمس کو جب تک زمین و آسمان باقی ہیں تمہارا مہر کیا۔

حضرت امیر فرماتے ہیں کہ نکاح کے بعد مجھ سے حضرت نے فرمایا کہ اے علی اُٹھو اور اپنی زرہ بیچ ڈالو میں
نے فروخت کر کے اُس کی قیمت حضرت کے سامنے لا کر رکھدی تو نہ حضرت ہی نے پوچھا کہ یہ کتنے روپیہ
ہیں نہ میں نے بیان کیا۔ ان میں سے حضرت نے ایک مٹھی بھر کر بلال کو دی اور فرمایا کہ فاطمہ کے لئے
عطر و خوشبوئے آ پھر ان درہموں میں سے دو مٹھیاں ابوبکر کے حوالے کیں اور فرمایا کہ بازار میں جا کر کپڑا
اور جو کچھ اثاث البیت درکار ہے لے آئیں۔ پھر عمار یاسر اور ایک جماعت صحابہ کو ابوبکر کے پیچھے روانہ
کیا اور سب بازار میں پہنچے ان میں سے ہر ایک شخص جو چیز لیتا تھا وہ ابوبکر کے مشورے سے لیتا تھا
ایک پیراہن سات درہم کو ایک مقنعہ چار درہم کو ایک چادر سیاہ خیبری کہ جس کے دونوں پاٹ اُس کے
لیف خرما سے جڑے تھے اور دو توشک جامہ ہائے مصری کی کہ ایک کو لیف خرما سے اور دوسری کو پشم
گوسفند سے بھرا تھا اور چار تکئے پوست طائف کے جو گیاہ اذخر سے بھرے ہوئے تھے ایک پردہ
پشم ایک بوریائے ہجری اور چکی اور بادیہ مسی اور ایک ظرف چوبیں پانی پینے کا اور ایک کاسہ دودھ
کے لئے ایک مشک پانی کی لئے ایک آفتابہ جس پر قیر کا روغن کیا ہوا تھا سبوئے سبز اور کچھ کوزہ ہائے
سفالین۔ غرض یہ اشیا خرید کیں اور حضرت کی خدمت میں لائے آپ ہر ایک چیز کو ہاتھ میں اُٹھاتے
تھے اور کہتے تھے خداوندا اسے میرے اہلبیت کے لئے مبارک کر اور بروایت دیگر آنکھوں سے
آنسو جاری ہوئے اور سر بجانب آسمان بلند کر کے فرمایا خداوندا اس گروہ کو برکت دے جن کے ظروف
زیادہ تر مٹی کے ہوں۔

جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نکاح کے بعد میں برابر حضرت کے ہمراہ مسجد میں جاتا تھا نماز پڑھتا
تھا اور فاطمہ کے بارے میں کچھ نہ کہتا تھا اسی طرح ایک مہینہ گذر گیا۔ ایکدن ازواج رسولؐ نے مجھ سے
فرمایا کیا تمہیں منظور ہے کہ تمہارے مقدمہ مزاوجت میں ہم رسول اللہ سے کچھ عرض کریں میں نے کہا ہاں
کہو پس ازواج خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور ام ایمن گویا ہوئیں یا رسول اللہ اگر خدیجہ زندہ
ہوتیں تو زفاف فاطمہ سے ان کی آنکھیں روشن ہوتیں اب علی اپنی زوجہ کے خواستگار ہیں
دیدہ فاطمہ کو اُن کے شوہر سے روشن کیجئے اور ان دو بزرگوار کو جمع فرمائیے تاکہ ہماری آنکھیں

اُس مزاوجت سے روشن ہوں حضرت نے فرمایا کہ علی خود کیوں نہیں طلب کرتے ہیں میں ان کے طلب کرنیکا منتظر ہوں میں نے عرض کی یارسول اللہ مجھے حیا مانع ہوئی پس حضرت ازواج کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ تم سب میں سے کون کون موجود ہیں ام سلمہ کہتیں یا حضرت میں اور زینب اور فلاں فلاں حاضر ہیں آپ نے فرمایا کہ میرے حجروں میں سے ایک حجرہ میری بیٹی فاطمہ اور میرے ابن عم علی ابن ابیطالب کیلئے درست کرو ام سلمہؓ نے دریافت کیا کہ کون سا حجرہ؟ حضرت نے فرمایا کہ اپنا ہی حجرہ آراستہ کرو۔ پھر ازواج کو حکم دیا کہ فاطمہ کو آراستہ کریں اور جو کچھ انہیں درکار ہو مہیا کریں ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے فاطمہؑ سے پوچھا آیا تمہارے پاس کچھ خوشبو ہے جناب فاطمہ ایک شیشہ لائیں اور اُس میں سے تھوڑا سا میری ہتھیلی پر دیا میں نے اس قسم کی خوشبو کبھی نہ سونگھی تھی میں نے فاطمہ سے دریافت کیا کہ یہ کہاں سے آئی ہے جواب دیا کہ جب کبھی دحیہ کلبی میرے پدر بزرگوار کی خدمت میں آتے تھے تو حضرت مجھ کو فرماتے تھے کہ اپنے چچا کے لئے تکیہ لاکر رکھو میں رکھ دیتی تھی جب وہ اُٹھتے تھے تو اُن کے کپڑوں سے ایسی چیز جھڑتی تھی حضرت مجھے حکم دیتے تھے کہ اسکو جمع کرلو جناب امیر نے رسول خدا سے پوچھا یا حضرت وہ کیا چیز تھی آپ نے فرمایا کہ جبرئیل امین بصورت دحیہ کلبی میرے پاس آتے تھے اور یہ عنبر ہے جو اُن کے پروں سے جھڑتا تھا اور بروایت دیگر جناب فاطمہ گلاب بھی لائیں جس پر جناب ام سلمہ نے کہا کہ ایسا گلاب کبھی نہیں دیکھا گیا یہ کہاں سے آیا ہے جناب فاطمہ نے جواب دیا کہ جب رسول اللہ بستر استراحت فرماتے تھے تو میں حضرت کا پسینہ شیشے میں جمع کر لیتی تھی یہ گلاب حضرت کا وہی پسینہ ہے غرض اس کے بعد جناب امیر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا اے علی اپنے اہل کے لئے عمدہ کھانا تیار کرو اور فرمایا گوشت اور روٹی تو میں لاتا ہوں تم روغن اور خرما لاؤ چنانچہ میں لے آیا اور رسول اللہ نے اپنے دست مبارک سے کپڑے میں روغن ڈالا اور خرمے توڑ کر اس میں ملائے اور میرے لئے گوسفند فربہ اور بہت سی روٹیاں مہیا فرمائیں جب کھانا تیار ہوا تو فرمایا اے علی جس کو چاہو بلا لاؤ جب میں مسجد میں آیا تو تمام مسجد اصحاب سے بھری ہوئی تھی مجھے حیا مانع ہوئی کہ بعض کو بلاؤں اور بعض کو نہ بلاؤں میں ایک بلندی پر آیا اور آواز دی کہ ولیمہ فاطمہ میں تشریف لاؤ جمیع اہل مسجد اس آواز پر اُٹھ کھڑے ہوئے اور میرے گھر کی طرف چلے مجھے کثرت مردم اور قلت طعام سے سخت شرمندگی تھی۔ جناب رسول اللہ نے مجھے شرمندہ پاکر فرمایا میں دعا کروں گا کہ حق تعالیٰ اس طعام میں برکت عطا فرمائے چنانچہ سب اصحاب

نے سیر ہو کر بہ برکت دعائے حضرت پیغمبر کھانا کھا لیا اور یہ لوگ چار ہزار سے زیادہ تھے۔ پھر بھی اس کھانے میں کمی نہ ہوئی پھر حضرت نے کاسہ طلب فرما کر اس میں کھانا بھرا اور ازواج کے لئے بھیجا پھر ایک دوسرے کاسہ میں بھر کر فرمایا کہ یہ علیؑ و فاطمہؑ کا حصہ ہے جب آفتاب غروب ہوا تو ام سلمہ سے کہا کہ فاطمہ کو لاؤ وہ لائیں جناب فاطمہ کا دامن زمین پر لٹکتا اور فرط حیا سے پسینہ ٹپکتا آتا تھا نہایت شرم و حیا سے سر جھکائے ہوئے تھیں جناب رسولخداؐ نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ حقتعالیٰ انہیں دنیا و آخرت میں لغزش سے محفوظ رکھے جب جناب رسول اللہ کے سامنے آئیں تو حضرت نے اُن کی نقاب اُٹھا دی اور ان کا ہاتھ شوہر کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا اے علیؑ دختر رسولخداؐ کی مواصلت خدا تمہیں مبارک کرے یا علیؑ فاطمہؑ نیک زوجہ ہے اور اے فاطمہؑ علی نیک شوہر ہے اب تم اپنی منزل میں جاؤ اور میرے آنے کا انتظار کرو جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں فاطمہ زہراؑ کا ہاتھ تھامے ہوئے انہیں اپنے مکان میں لے گیا انہیں ایک گوشہ میں بٹھا دیا اور خود دوسرے گوشے میں جا بیٹھا ہم دونوں شرم و حیا سے سر جھکائے ہوئے تھے اتنے میں حضرت رسول اللہ تشریف لائے اور فرمایا یہاں کون ہے میں نے عرض کی مرحبا اے تشریف لانے والے اور اے زیارت کرنے والے حضرت نے آکر جناب فاطمہؑ کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور پھر فرمایا اے فاطمہؑ پانی لاؤ وہ اُٹھ کر کاسہ آب بھر لائیں حضرت نے ایک گھونٹ اس میں سے دہان مبارک میں لیا اور کلی فرما کر اسی پیالہ میں ڈال دیا۔ پھر تھوڑا سا پانی انہیں سے جناب فاطمہؑ کے سر پر چھڑکا اور فرمایا کہ منھ میری جانب کرو پھر تھوڑا پانی سینہ پر چھڑکا اور دونوں شانوں کے درمیان بھی یہی عمل کیا اور فرمایا خداوندا یہ میری بیٹی ہے یہ مجھے محبوب ترین خلایق ہے۔ خداوندا اسکو اپنی دوست اور اطاعت کنندہ اور اس کے اہل کو اس کے لئے مبارک فرما پھر ارشاد کیا اے علیؑ تم اپنی زوجہ کے پاس جاؤ اور اے اہل بیت تم پر رحمت خدا و برکات نازل ہوں

اس روایت کے علاوہ اور بھی کئی روایات ہیں جن میں ان ہر دو بزرگوار کے عقد کی کیفیت درج ہے۔ مفہوم تقریباً سب کا ایک ہی ہے اس لئے ایک ہی روایت پر اکتفا کی گئی۔ ہمارا مقصود فقط اتنا ہے کہ جناب فاطمہ کا عقد جو حضرت علی سے ہوا اس شان سے ہوا اور اس اہتمام سے ہوا۔ اہتمام و شان سے کوئی یہ نتیجہ نہ نکالے کہ اس میں کوئی دنیاوی آرائش تھی۔ نمود تھی۔ نہیں ہرگز نہیں یہ اس شخص کی بیٹی کا نکاح تھا جسکا مقولہ تھا الفقر فخری۔ جس کی نظر میں دنیا اور مال دنیا کی پرِ پشّہ کے

برابر بھی وقعت نہ تھی اس کا ثبوت یہ ہی ہے کہ قریش کے بڑے بڑے زور آوروں نے پیغام بھیجے جو نہایت کراہت کے ساتھ واپس کر دئے گئے اور یہ نعمت اس شخص کو میسّر ہوئی جس نے فقر و فاقہ میں ہی بسر کی اور اس خوشی و خرمی کے ساتھ بسر کی کہ ایک ہفت اقلیم کا بادشاہ بھی اس مسرّت کے ساتھ زندگی کے دن پورے نہیں کر سکتا - اگر ہم غور سے کام لیں - اگر ہم ایک عمیق نگاہ ڈالیں تو ہمارے لئے ایک عجیب و غریب نکتہ پیدا ہوتا ہے - ہمارا ایمان - ہمارا اسلام - ہمارا اعتقاد یہ سب گواہی کے لئے تیار ہیں کہ اگر رسول اللہ چاہتے تو ایک شاہانہ زندگی بسر کر سکتے تھے جو انہیں میسّر بھی تھی جس سے ان کے مراتب رسالت میں بھی کچھ نقص نہیں آ سکتا تھا - لیکن اس سچے ہادی - اس سچے پیشوا اس برگزیدہ نبی اور اس محبوب الٰہی کو اپنی امت مرحومہ کے فقرا کی دلداری منظور تھی وہ چاہتا تھا کہ اس کی امت کا کوئی فرد فقر و فاقہ میں گرفتار ہو کر شکریہ خالق ارض و سماء سے روگردانی نہ کرے ان آلام کو فانی سمجھے اور محض فانی اس نے خود اپنی مبارک زندگی کو ایسے لوگوں کے لئے نمونہ بنا دیا اور اپنے اہل بیت کو بھی اسی طریق پر چلنے کی ہدایت فرمائی اور اپنی پیاری دختر کو ایسے شخص کے ساتھ منسوب کیا جس نے عمر بھر میں نان جویں بھی سیر ہو کر نہ کھائی اور جو کچھ اسے مال دنیا سے میسّر ہوا وہ راہ خدا میں دے ڈالا فاطمہ سردار دین و دنیا کی پارہ جگر اور اس کی یہ حالت کہ جھاڑو دیتے دیتے کپڑے گرد و غبار بن گئے - چکی پیستے پیستے ہاتھ لہولہان ہو گئے اور پھر بھی زبان پر سوائے شکر کوئی کلمہ جاری نہ ہوا - خادمہ بھی موجود تھی مگر عدل کی پابندی یہ کہ ایک دن گھر کا کام خود کرتی تھیں اور ایک دن خادمہ جناب فضہ ہمیں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقدس خاندان ہمارا سچا ہادی ہے اور اسی خاندان کی طرز معاشرت دیکھ کر اہل ایمان میں سے ایک فقیر سے فقیر کا دل بھی قوی ہو جاتا ہے اور اسے مصائب زمانہ کی ذرّہ برابر پروا نہیں ہوتی - یہی امر ہدایت تھا جس کے سبب یہ لوگ اس چند روزہ زندگی کو وقف ابتلا کر کے ہنسی خوشی اعلیٰ علیین میں چلے گئے اور اب ہم میں سے کوئی محتاج سے محتاج بھی اپنے فقر و فاقہ کی شکایت نہیں کر سکتا بشرطیکہ اس کے دل میں ایمان کی نورانی شعاعیں اپنا پرتو ڈال رہی ہوں۔

اس متبرک نکاح سے پھر اس مسئلہ پر بھی روشنی پڑ جاتی ہے - جو اہل سنت حضرت عثمان کے لئے افتخاراً پیش کرتے ہیں کہ حضرت نے اپنی دو صاحبزادیاں ان سے بیاہ دیں - ہم پھر دریافت

کرتے ہیں نہ شرفا وعظمائے قریش نے جو فاطمہ کی خواستگاری کی۔ آخر کیوں کی۔ صرف اسی وجہ
تاکہ وہ دختر رسول تھیں ورنہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ کے پاس کچھ مال تھا نہ دولت تھی۔ جس سے
کچھ جہیز کی توقع ہوتی مگر کیوں یہ کوششیں صرف فاطمہ کے لئے ہوئیں اور ان صاحبزادیوں کی
جنہیں پیغمبر کی صلبی دختر بتایا جاتا ہے کیوں کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا نہ ابوبکر صاحب کو اس
شرف کی تمنا ہوئی نہ عمر صاحب کو۔ جناب عثمان کے ساتھ یکے بعد دیگرے ایک چھوڑ دو دو نکاح
ہوگئے اور گویا کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوئی نہ اہل تاریخ کو ہی اس مسئلہ سے دلچسپی ہے اور نہ راو
مابعد کی توجہ ہی جنہیں وضع حدیث میں ایک خاص کمال حاصل تھا اس طرف مبذول نظر آتی ہے
جناب امیر کو اس مزاوجت سے وہ شرف حاصل ہوا کہ خود خلیفہ عمر صاحب کے رشک اور آخر کار حسد کا
باعث ہوگیا جیسا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ علی میں تین خصلتیں ایسی ہیں جو میرے لئے شتران سرخ موے
بہتر و افضل ہیں منجملہ ان دو کے یہ ہے کہ ان کا نکاح فاطمہ کے ساتھ ہوا۔ افسوس ہے عمر صاحب نے
عثمان صاحب کو کبھی اس رشک وغبطہ کی نظر سے نہ دیکھا۔

فاطمہ اور عائشہ

جناب فاطمہ کی زندگی کو عائشہ صاحبہ کی حیات سے بہت بڑا تعلق ہے۔ لہذا ان کا ذکر خیر بھی زیب قلم
ہوتا ہے یہ بزرگوارہ چھ برس کی عمر میں پیغمبر سے بیاہی گئیں اور نویں برس پیغمبر کے گھر آئیں جب آپ مدینہ
میں ہجرت فرما چکے تھے ان کا مزاج ان کی عادات ان کے اطوار جیسے کچھ تھے اس سے اہل سنت
کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اہلسنت کا بیان ہے کہ پیغمبر رسول اللہ کی بڑی ہی پیاری محبوبہ اور
چاہتی بیوی تھیں اور رسول اللہ ان کی دل جوئی ان کی خاطر داری اور ان کی دلداری کے لئے
کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔ اکثر ایسا اتفاق ہوا ہے کہ رسول اللہ نے اپنی اوٹ میں
کھڑا کرکے ان کو ناچ دکھایا ہے اور جب تک اطہر بیوی کی طبیعت سیر نہیں ہوئی۔ آپ وہاں سے
نہیں سرکے اکثر ایسا ہوا ہے کہ لڑکیوں کو آپ نے پکڑ پکڑ کر کہا کہ آؤ عائشہ کے ساتھ گڑیاں
کھیل کر انکا جی بہلاؤ اس تمام خاطر داری کا راز اگر دیکھا جائے تو شمس العلماء کی رائے میں تو یہ
ہے کہ وہ ذہین تھیں اور بے حد ذہین تھیں مگر ایک ادیب نئی الرائے کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے

کہ یہ بی بی ادب آموز پیغمبر تھیں اور پیغمبر کا امتحان کامل لے کر انھوں نے شادی کا وعدہ لیا تھا۔
مولوی فقیر الدین صاحب ایم اے حیدر آبادی صوبہ مدراس کے ایک ماہواری انگریزی رسالے
مری کرشن ریویو بابت ماہ فروری ۱۹۰۹ء میں عائشہ و پیغمبر کے ازدواج کے متعلق لکھتے ہیں۔ جس کا
ترجمہ لفظاً لفظاً رسالہ شیعہ سے لیکر نقل کیا جاتا ہے "حضرت محمد کو عائشہ کے ساتھ مجنونانہ عشق تھا لیکن
عائشہ نے قسم کھالی تھی کہ اس وقت تک وہ کسی شخص کے ساتھ شادی نہیں کرینگی جب تک ان کو
معلوم ہو جائے گا کہ جو شخص ان سے بیاہ کرنا چاہتا ہے اس کے منصوبے عالی ہیں (اس قسم سے یہ
بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کسی معمولی عورت کا حصہ بنے ہوئے تھیں کیونکہ چھ برس کی عمر میں تو نکاح ہی ہوا ہے
جا لیا آغوش ماد رہی ہوتی ہیں ان خیالات کو ذہن نشین کر کے ایسی زبردست قسم کھائی ہوگی جبکہ وہ سر سے ہی دونوں
جہان کا اور کچھ تعلقات دنیوی سے ربط نہیں رکھتے عائشہ کو اپنے آئندہ شوہر میں خدا کی ذات پر بھروسہ ہونا مفقود
کا ہونا خاص کر کے ساتھ منظور تھا ان کا عشق اپنی حد تک مائل کر دینے لگی جو ہونیوالی تھی نے اقرار کیا کہ وہ خدا کی بہت سے محبوب ہیں
عائشہ نے دریافت کیا ابو بکر جو حضرت کے ہاں ہم خدا کی عبادت کرتے ہیں اور وہ میری بہت مہربان ہے ہماری تمام عمر میں ہم کو کسی ایک قسمتی سے
سامنا نہیں ہوا خدا نے ہم پر فضل کیا ہوا اور ہم خوش ہیں۔ وہ مائل کرنیوالی حسن کی بی بی (دیوی) چلا اٹھی تم میرے
ساتھی ہونے کے لائق نہیں ہو کیونکہ تم ابھی تک خدا کے سچے اور وفادار خادم ہو جبتک ہماری اطاعت کا دم نہ بھرو گے
وصل نہیں ہو سکتا غریب عاشق ناکام اور شکستہ دل ہو کر مایوسی کی شکل مجسم بن گیا۔ لیکن حضرت
محمد نے بخلوص دعا کی کہ خدا اس نفرت کرنے والی بی بی کا دل نرم کر دے اس واقعہ کے چند ماہ
بعد جب (حضرت) محمد اور عائشہ دونوں سڑک پر جا رہے تھے (حضرت) محمد ٹھوکر کھا کر پتھر پر
گر گئے اور زمین پر لیٹ گئے اور چیخ اٹھے اے خدا ان کو سخت چوٹ آگئی اور درد نہایت
تکلیف دہ تھا لیکن وہ اپنی تمام جرات کو ایک جا کر کے بمشکل دوزانو بیٹھ گئے اور خدا کا شکر
ادا کرنے لگے وہ مسکرائے اور کہا اے تمام مسرتوں کے دینے والے خدا میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں
کہ تو نے مجھے اس قابل بنایا کہ میں اس تلخ گھونٹ کا پیالہ پی سکوں آج تک میں نے سچی عبادت
کی خوشی نہ جانی تھی آج تک میرا دل پتھر جیسا سخت تھا لیکن اس مبارک لحظہ میں وہ ایسا
نرم ہو گیا جیسا پکا ہوا آم ہوتا ہے (کیا حسینوں سے پیغمبر کی شان ہے)
سخت حیرت زدہ ہو کر عائشہ کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی اب تم ہمارے شریک حال بنو گے کیونکہ

عائشہ صاحبہ پیغمبر سے پہلے ہی سچے خضوع و خشوع کے مزے لے چکی تھیں اور پیغمبر ابھی تک روحانی قوت
میں عائشہ سے بہت کمزور تھے) کیونکہ تم خدا سے باوجود تکالیف کے بغل گیر ہوئے تم سچے بندے ہو
بدقسمتی سے وہ پتھر ہے جس پر وفادارانہ عبادت کی جانچ ہوتی ہے۔ تم نے اپنی قابلیت ثابت کر دی
تم مجھ سے شادی کرو

اسوقت جبرئیل نازل ہوئے آپ کے چمکتے ہوئے پر جواہرات سے مرصع تھے اور اُن کی مسکراہٹ دونوں کو
خوش کر رہی تھی اُنھوں نے کہا کہ اے عائشہ تم غلطی پر ہو (پیچھے اب تو نبی بھی ہو گئیں) تمہارا آئندہ شوہر
فی الحقیقت خدا کا بڑا محبوب ہے کیونکہ اس نے خدا کو خوشحالی کے زمانے میں بھی فراموش نہیں کیا یہ کہ کر
جبرئیل غائب ہو گئے (حضرت) محمد اور عائشہ بہت خوش ہوئے اور دونوں میں شادی ہو گئی

اس مضمون سے جو جو نتائج نکلتے ہیں اور جس قسم کے اختراعات پر اس کی بنیاد رکھی ہے اس کا نتیجہ بھگتنے کے
لئے تو سواد اعظم کو تیار رہنا چاہئے۔ مگر ہاں ہمارے خیال میں اس مضمون سے جہاں اور لطیف نکات مستنبط
ہیں وہاں فاضل مضمون نگار نے روشن خیال تعلیمیافتہ نوجوانوں کے مسئلہ "کورٹ شپ" کو بھی صاف کر دیا
یہ مضمون کوئی نرالا مضمون نہیں ہے اہل سنت نے اس قسم کا بہت سا مواد اپنے ہاں جمع کر رکھا ہے۔ جس کی
فضیلت عائشہ کے لئے بحث دبڑ کی گئی ہے۔ جبر ہم ان خوش اعتقادیوں کی طرف توجہ نہیں کرتے ہم بحث
کرتے ہیں واقعات سے ہماری نظر ہے اوراق تاریخ پر۔ عقل سلیم ان عشقیہ افسانوں سے نہ اثر پذیر ہوئی
ہے نہ ہو گی۔ معتقدین عائشہ۔ عائشہ کو ولی مانیں۔ نبی مانیں۔ رسول تسلیم کریں۔ مگر ہمکو یہ جانتے ہیں کہ
جب حضرت عائشہ خانۂ رسالت میں تشریف لائیں اُن کے دل سے۔ بغض حسد کینے اور عداوت کی چنگاریاں
نکل رہی تھیں وہ آئیں اور خاندان رسول کے قلع قمع کرنے کا بیڑا اُٹھا کر آئیں۔ اُنھوں نے پیغمبر کا گھر
بسایا مگر اس رنگ سے کہ بات بات پر نافرمانی۔ قدم قدم پر سرکشی۔ لفظ لفظ پر تمرد اُن کے خون کا
جزو اعظم تھا اور یقیناً یہ باتیں اُنہیں میکے سے جہیز میں ملی تھیں۔ اُنھوں نے رسول کو رنج دیا اور بے حد
رنج دیا اُنھوں نے رسول کی نافرمانی کی اور بے حد نافرمانی کی۔ ایذا دی اور بے حد ایذا دی۔ زندگی
ہی میں نہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی اُن کی روح کو چین نہ لینے دیا۔ سوتیا ڈاہ ایک چیز ہے جو عورتوں کی
فطری خاصہ ہے۔ مگر عائشہ کے دماغ میں یہ دھواں نہایت کثرت کے ساتھ پیچ و تاب کھاتا ہوا
دکھائی دیتا ہے۔ ازواج رسول میں صرف حفصہ سے البتہ ان کی دانت کاٹی روٹی دکھائی دیتی

باقی سب کی سب کو ایک ہی لاٹھی ہانک رہی ہیں۔ خدیجہ وہ خدیجہ جس نے اسلام اور بانیٔ اسلام کی وہ
خدمت کی ہے جس کا احسان تا قیامت مسلمانوں کے سر سے نہیں اُتر سکتا۔ ڈپٹی صاحب کی یہ رائے کہ ابوبکر
و خدیجہ اسلامی خدمات میں مساوی ہیں۔ محض مخافت سے بھری ہوئی ہے ایک کیا اگر لاکھ ابوبکر دنیا میں
پیدا ہوں تو بھی خدیجہ کی خدمات کا مقابلہ نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ابوبکر جنہوں نے اگر غور کی آنکھ سے
خوش اعتقادی کی عینک اُتار کر دیکھو تو کیا ہی کیا ہے۔ اسی خدیجہ سے عائشہ صاحبہ خاص طور پر نفرت
کرتی تھیں شمس العلماء صاحب رقم طراز ہیں کہ جب پیغمبر صاحب خدیجہ کا ذکر خیر کرتے تھے تو کہتیں کہ میرے
سامنے کیا اس بوڑھی دُہا جن بچہ کش کے مرنے کا افسوس کیا کرتے ہو خدا نے تم کو اس سے بہتر بی بی دی ہے
یعنی میں سبحان اللہ اپنے منہ میاں مٹھو۔ ہم تو کہہ نہیں سکتے کہ کوئی حیادار شریف زادی ایسے کلمات
منہ سے نکال سکتی ہو اور پھر شوہر کے سامنے اور شوہر بھی کون پیغمبر۔ اس پر طرہ یہ کہ ام المومنین زینب
رضی اللہ عنہا کے یہاں سے آپ شہد کا شربت پیکر آئے تھے جو آپ کو بہت ہی مرغوب تھا اس پر دو نوں سہیلیوں
نے صلاح کی اور جب حضرت پیغمبر تشریف لائے تو کہا آپ کے منہ سے بدبو آتی ہے۔ ملی بھگت تو تھی
ہی دوسری بولی کہ شاید حضرت نے شہد کا شربت پیا ہے اور شہد کی مکھیاں کسی بدبودار درخت پر
بیٹھی ہیں اس سے یہ شہد حاصل ہوا ہے رسول اللہ کو بھی بدبو سے خاص نفرت آپ نے عہد کیا کہ اب شہد کا
شربت نہ پیوں گا۔ اس پر آیت نازل ہوئی کہ حلال چیزوں کو ان کے کہنے سننے سے اپنے اوپر حرام نہ کرو۔ ان
کی مثال زوجۂ لوط اور زوجۂ نوح کی سی ہے اگر تم ان کو گھر سے نکال دو یا طلاق دے دو تو خداوند
عالم ان سے بہتر بیبیاں تم کو دے سکتا ہے جو مومنہ ہونگی صالحہ ہونگی اور باکرہ ہونگی اس سے معلوم
ہوا کہ حضرت اول و ثانی کی صاحبزادیوں میں اپنے پدر عالیقدر کی مانند نہ ایمان تھا نہ وہ صالح تھیں
اس سے بڑھ کر یہ سنو حضرت پیغمبر صفیہ کو خیبر سے نکاح کر کے لائے ہیں سب ازواج انہیں دیکھ رہی ہیں
آپ بھی با دل ناخواستہ گئیں جب دیکھ کر نکلنے لگیں تو حضرت نے پوچھا اے عائشہ تم نے کیا دیکھا فرماتی
کیا ہیں دیکھا کیا ایک یہودن بیٹھی ہے۔ حضرت نے جھڑک کر فرمایا ایسا مت کہو وہ اسلام لائی ہے اور
اسکا اسلام (تم سے) اچھا ہے۔ وہ خدا کی نیک بندی ہے (تم نہیں ہو) تم ابوبکر کی بیٹی ہو تو وہ
ہارون علیہ السلام پیغمبر کی (بیٹی) ہیں اس سے بہت کیا) خود شمس العلماء نے اس واقعہ کو زیب بیان کیا ہے
اب فرمائیے جو اس مزاج کی اور ایسی کینہ ور عورت ہو فاطمہ کو دیکھ کر کس طرح آنکھوں سکھ اور کلیجے ٹھنڈک

کی مصداق ہوسکتی تھی۔ پھر ایسی حالت میں کہ فاطمہؑ خدیجہؑ کی بیٹی تھیں اور خدیجہ کا وقار جتنا پیغمبر کی
نظر میں تھا وہ کسی سے مخفی نہیں علاوہ ازایں خود فاطمہ کی قدر و منزلت رسول اللہ اسقدر فرماتے
تھے کہ جب وہ تشریف لاتیں تو خود تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے اسپر ستم یہ کہ فاطمہ صاحبہؑ اور نیز اولاد
اسی واسطے تو خدیجہ کو بچہ کش ہونیکا طعنہ دیا جاتا ہے تو گویا عائشہ کو یہ منظور تھا کہ کفار جو خاک
بدنام ابتر کہا کرتے تھے اُن کا مقولہ سچ ہو جاتا اور جیسے خود بدولت عقیمہ تھیں ویسی ہی وہ بھی ہوتیں
تو اُن کے کلیجہ میں ٹھنڈک پڑجاتی ان واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ فاطمہؑ کو دیکھ کر عائشہ کے سینے
پر سانپ سا لوٹ جاتا تھا ایک سوکن کی اولاد دوسرے باپ کی اسقدر پیاری وہ نہ جلتیں تو کیا کرتیں
حسد کی آگ بھڑکتی رہی اور برابر بھڑکتی رہی اور آخر کار اس کے شعلے کہیں سے کہیں پہنچ گئے۔
ایسی صاف اور صریح باتوں کو دیکھ کر یہ رائے قائم کرتے ہوئے کہ عائشہ و فاطمہ کے درمیان انقباض تھا
یہ کہہ دینا کہ ابتدا اس کی فاطمہؑ کی طرف سے ہے۔ شمس العلماء کی روشنضمیری اور عقلمندی کا کسقدر بین
ثبوت ہے یہ بے دلیل دعوے ہم تو شان عقلا کے بالکل خلاف سمجھتے ہیں۔
ہم اس کو تسلیم کرتے مگر شمس العلماء کو کوئی واقعہ تو ایسا دکھانا چاہئے تھا جس سے استنباط کیا جاسکتا۔ غریب فاطمہ
نے کبھی عائشہ کی شکایت کی ہو۔ کبھی انہیں دیکھ کر تیوری چڑھائی ہو۔ کبھی رسول سے یہ کہا ہو کہ آپ عائشہ سے
لطف و مدارا پیش نہ آئیے برخلاف اس کے عائشہ کے طرز عمل سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے رسول اللہ
جب فاطمہ کی تعظیم کرتے تو یہ برابر ٹوکتی تھیں ڈپٹی صاحب بھی آگے چل کر اور بھی ایمانداری کو کام فرمایا ہے
فرماتے ہیں در اصل وہ اپنی والدہ کے بعد کسی ام المومنین کو پسند نہیں کرتی تھیں اور پسند نہیں کرسکتی تھیں
(یہ خوب حکم لگایا ہے) اور چاہتی تھیں کہ پیغمبر سارے کے سارے انہیں کی طرف ملتفت رہیں ان کی
یہ خواہش بجا بھی تھی اور بے جا بھی تھی بجا اس لئے کہ اُن کی یہ خواہش مبنی تھی فرط محبت فرزندانہ
پر بے جا اس لئے کہ وہ اپنی ضرورت کے سامنے پیغمبر صاحب کی ضرورتوں کی پروا نہیں کرتی تھیں
تو اُن کو امہات المومنین سے کیا ناخوشی تھی حقیقتہً یہ پیغمبر صاحب کی تھی اگرچہ وہ ایسی بات منھ سے
نہیں نکال سکتی تھیں" عائشہ صاحبہ کے روز روشن کی طرح آشکارا ہو جانے والے معائب کو چھپانے
کے لئے فاطمہ پر یہ الزام لگانا کہ وہ کسی ام المومنین سے خوش نہ تھیں اور اس طرح ان کو پیغمبر سے
نارضامند دکھلانے کی کوشش کرنا شمس العلماء کا ہی ایمان اس کو گوارا کرسکتا ہے ہم تو یہ دیکھتے ہیں

اور واقعات سے بھی ثبوت ملتا ہے کہ کبھی کسی بی بی کو فاطمہؑ نے بری نظر سے نہیں دیکھا بلکہ عائشہ اور حفصہ کے سامنے بھی کبھی اُف نہیں کی۔ ہر چند کہ دونوں اُن کی مخالفت میں کسی قسم کی کسر نہ اُٹھا رکھتی تھیں اور موقعہ بے موقعہ جب دیکھتی تھیں بچھو کی طرح ڈنک مار بیٹھتی تھیں۔ ہاں شمس العلما کو اگر سارا الزام فاطمہؑ کے ہی سر منڈھنے کا شوق ہے تو انہیں کوئی روک نہیں سکتا کوئی منع نہیں کر سکتا مگر عقلمندوں کے مجمع میں بے حیائی تکیے یہ باد ہوائی باتیں ریگ شتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں اور بس عائشہ کے جلنے کا ایک بہت بڑا سبب یہ بھی تھا کہ حضرت پیغمبر فاطمہؑ کی اولاد کو بے حد عزیز رکھتے تھے اور کیوں نہ رکھتے اُن کے سبب سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی نسل قائم رہنے والی تھی۔ مگر عائشہ و حفصہ بچوں رشتے میں نانی بھی ہوتی نہیں خواہ سوتیلی ہی سہی مگر کبھی دنیا دکھاوے کو بھی ان بچوں کے سر پر ہاتھ نہیں پھیرا ہاں کیا تو کیا کیا کہ حسن کے جنازے پر جب انہیں پہلوئے آنحضرت میں دفن کرنے چلے تو ایک مختصر سے رسالہ کی کمانیر بنکر خچر پر سوار ہو کر تیر برسانے لگیں اور کئی تیر اس جگر گوشہ رسول اللہ کے جنازے پر پیوست ہو گئے اسی پر تو حضرت عبد اللہ ابن عباس نے کہا ہے۔ تجملت تبغلت و لو عشت تفیلت بی بی صاحبہ تم اونٹ پر بھی سوار ہو لیں۔ خچر پر بھی چڑھ لیں اور اگر زندہ رہیں تو ہاتھی پر بھی چڑھ بیٹھیں۔ خیال کیجئے اور ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے۔ عمر صاحب کے جنازے کو کس فراخدلی سے پہلوئے رسول میں دفن کرایا جسے ان کی سخاوت کے باب میں پیش کیا جاتا ہے اور فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ کیا کیا۔

عائشہ! عائشہ افوہ کس مزاج کی عورت تھی۔ کس دماغ کی عورت تھی۔ اُف رے تیرا تیہا۔ ام المومنین صفیہ نے حلوا تیار کیا۔ رسولخدا بی بی صاحبہ کے حجرے میں تشریف رکھتے تھے اس بیچاری نے انہیں کے گھر حلوا بھیجدیا۔ شمس العلماء فرماتے ہیں انھوں نے مارے جلن کے لانے والے کے ہاتھ کو ایسا جھٹکا دیا کہ حلوے کا حلوا زمین پر گر کر ضائع ہوا اور پیالہ ٹوٹا سو الگ اور پیغمبر صاحب بیٹھے دیکھا کئے۔ پیغمبر صاحب ہی جیسے حلیم تھے کہ پیالے کا تاوان دلانے پر قناعت کی اور تاوان دلانا کیا معنی آپ تاوان بھر ادیں ہی کسی طرح کا شک نہیں کہ پیغمبر کا ہی حلم تھا جس نے ایسی بدمزاج عورت کی پردہ پوشی کی ورنہ یقیناً عرب کے کسی خاندان میں کسی شخص کے ساتھ اس کا گذارہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اُٹھتے جوتی بیٹھتے لات۔ روزمرہ ہی نوبت رہتی اور پھر بھی انکا مزاج نہ سنورتا۔ وہ تو "خوئے بد در طبیعتے کہ نشست"

والا معاملہ ہے۔ پیغمبر صاحب بیشک اُن کو طلاق دے دیتے اور ضرور دیدیتے مثل مشہور ہے کھٹ بڑے وہ
سوناچیے کوئی کان ایسی بیوی کو آدمی لیکر کیا کرے۔ بیوی تو اِسی لئے ہوتی ہے کہ شوہر کی دلداری کرے اسکو دکھ سکھ میں شریک ہو یہاں
اُلٹا یہ حساب کہ اُنہیں دن رات نشتر پرونے کے سوا کچھ کام نہیں مگر حقیقت امر یہ ہے کہ وہی حلم پیغمبری آڑے
آگیا۔ زوجہ رسول ہو کر امت پر تو حرام ہو ہی گئیں تھیں۔ اب دیدیتے آپ طلاق یہ تو جاتی تو کہاں
جاتیں۔ میکے والوں پر کہیں جوان بیٹی کا گذارا ہوا ہے اور پھر ایسی بیٹی کا خدا جانے کیا کیا فتنے برپا ہوتے
اور اس بوڑھاپے میں ابوبکر صاحب کو جتنا بھی رنج ہوتا وہ اُنکا دل ہی جانتا۔
عائشہ کا دیگر امہات اور فاطمہؑ کے ساتھ ہی یہ حال نہ تھا بلکہ اس حسد کے شرارے وہ علیؑ تک بھی پہنچایا کرتی
تھیں اور قصہ افک کے بعد سے تو وہ اُن کی جانی دشمن ہو گئی تھیں۔ بقول جان ڈیون پورٹ
ایک انگریزی مورخ کے جنگ جمل اسی کینہ کا نتیجہ تھا۔ اور اس طرح کی کینہ ور عورت اگر دنیا میں مل سکتی
ہے تو وہ عائشہ ہی ہے۔ افک کا قصہ بھی عجیب و غریب ہے۔ بات یہ تھی کہ حضرت بنی مصطلق کے ساتھ
جنگ کے لئے گئے تھے اور قاعدہ آپ کا یہ تھا کہ جس بی بی کے نام پر قرعہ پڑتا تھا اسی کو ہمراہ لیجاتے
تھے۔ اب کے عائشہ ساتھ تھیں آتے ہوئے ایک منزل پر جو مدینہ سے تھوڑی دور تھی قدم رکھا آپ
اپنے ہودج سے اُتر کر رفع حاجت کے لئے گئیں۔ جب واپس آئیں تو دیکھا کہیں گردن کا ہار یا بھولی
بھالی سہاگن کا سنگار کہیں ٹوٹ کر گر گیا ہے۔ وہ تھا مانگے تانگے کا۔ اُنہیں تشویش ہوئی اور اسے
ڈھونڈنے نکل کھڑی ہوئیں اس میں ہوئی دیر۔ واپس آ کر کیا دیکھتی ہیں کہ قافلہ روانہ ہو گیا
اسوقت کرتیں تو کیا کرتیں وہیں بیٹھ رہیں اور سو بھی گئیں۔ نیند اور پھر وہ بھی بچپن کی نیند۔ قافلے
کے پیچھے ایک شخص رہتا ہے جو اہل قافلہ کی گری پڑی چیز کی خبر رکھتا ہے وہ صفوان بن معطل تھا
اسی نے اس پڑاؤ پر پہنچکر ایک آدمی کو سوتے ہوئے دیکھا آواز دی اور جب اسے معلوم ہوا کہ آپ ہیں
تو بیچارہ پرے ہٹ گیا اور اپنے اونٹ پر سوار کر کے اُنہیں مدینہ میں لے آیا۔ آپ جانیں یہ تو دنیا
ہے۔ مارتے کے ہاتھ پکڑے جاتے ہیں۔ کہتے کی زبان نہیں پکڑی جاتی۔ منافقوں کو ایک شگوفہ
ہاتھ لگا وہ لگے کچھ سے کچھ بکنے یہ افواہیں جب رسول کے گوش زد ہوئیں تو آپ کو سخت قلق ہوا
اور ہونا ہی چاہیے تھا اس واسطے کہ معاملہ تھا عزت کا معاملہ تھا آبرو کا معاملہ تھا حرمت
کا معاملہ تھا ناموس کا ایک کہتر سے کہتر انسان بھی ایسی افواہ کو اپنے ناموس کی طرف

منسوب ہوتے ہوئے دیکھ کر شرم و ندامت کے پسینوں میں نہا جاتا ہے رسول اللہ پر اس کا جتنا صدمہ ہوتا تھوڑا تھا اور جتنا قلق کرتے کم تھا۔ حضرت پیغمبر نے اُن کو چھوڑنے کا قصد کر لیا اور اس امر میں اسامہ ابن زید اور علی مرتضیٰ سے رائے لی۔ بقول شمس العلماء اسامہ نے عرض کی یا رسول اللہ عائشہ آپ کی بیوی ہیں اور ہم نے ان میں بجز بھلائی اور نیکی اور پاکدامنی کے اور کچھ نہیں دیکھا اور یہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ اگر خدانخواستہ عائشہ میں کوئی عیب کی بات ہوتی تو خدائے علام الغیوب اُن کو آپ کی خدمت کا شرف ہرگز نہ دیتا اس کے بعد علی ابن ابیطالبؑ نے کہا یا رسول اللہ خدا کی طرف سے عورتوں کے بارے میں آپ پر کچھ تنگی تو ہے نہیں اور دنیا میں عورتوں کا کال بھی نہیں۔ لیکن آپ کو گھر کی لونڈی بریرہ سے دریافت کرنا چاہیے جو بات ہوگی وہ صاف صاف کہدے گی پیغمبر صاحب نے بریرہ کو بلا کر دریافت کیا تو اُس نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو رسول برحق بنا کر بھیجا ہے کہ میں نے عائشہ میں بجز اس کے اور کوئی بات نہیں دیکھی کہ وہ نو عمر لڑکی ہے گھر کا آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے اور بکری آ کر وہ آٹا کھا جاتی ہے۔

خیر یہ قصہ تو رفع دفع ہو گیا۔ خداوند تعالےٰ نے ان کی برئیت میں آیت بھی نازل کی اور کئی شخصوں پر حد قذف بھی جاری ہوئی جس سے ہم عین خوش ہیں کیونکہ ہمارا ایمان کسی طرح اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ زوجۂ رسولؐ کی نسبت ایسے شرمناک الزام کو اچھی نظر سے دیکھا جائے۔ ہمارا ایمان گواہی دیتا ہے کہ عائشہ زوجۂ رسول ہونے کے سبب واقعی اس قابل تھیں کہ اس معاملے میں اُن کی برئیت کے لئے آیت نازل کی جاتی۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ علیؑ نے جو اُن کے معاملے میں مندرجہ بالا رائے دی ہے اس میں اُن کی بُرائی کا پہلو نکلتا ہے یا بھلائی کا۔ رائے کا پہلا حصہ کہ عورتوں کے بارے میں آپ پر کسی قسم کی تنگی نہیں۔ عین قرآن کے مطابق ہے جب رسول اللہ اس درجہ ملول اور غمگین ہو رہے ہیں تو اُن کی خدمت میں ایک اطمینان و تسکین کا پہلو پیش کیا جاتا ہے کہ آپ کیوں ملول و غمگین ہو رہے ہیں عورت کیا ہے ایک جوتی ہے جب ٹوٹ گئی اتار پھینکی اور پہن لی آپ کے لئے اچھی سی اچھی عورت موجود ہو سکتی ہے یہ ایک عام رائے ہے جو حضرت علی نے اطمینان پیغمبر کے لئے عرض کی۔ پھر دوسرا حصہ ہے کہ عائشہ کے بارے میں آپ کو گھر کی لونڈی سے حال معلوم کرنا چاہیے کیونکہ وہ

خلوت وجلوت کے حالات سے واقف ہے اور لونڈی نے آکر بیان کیا وہ سراسر عائشہ کے مفید مطلب تو گویا حضرت علیؑ نے ایک ایسے گواہ کو پیش کیا جس سے زیادہ بنظر ظاہر کوئی معتبر ہی نہیں ہو سکتا اور اس سے رسول اللہؐ کو فی الجملہ تسکین ہوئی اور وہ طلاق دینے کا جو ارادہ تھا ملتوی ہو گیا اب اس پر بھی یہ کہنا کہ علیؑ نے عائشہ کے خلاف گواہی دی اور عایشہ نے بھی سمجھ کر عمر بھر آپ سے بغض و کینہ رکھا یہ تو ایک عجیب وغریب بات ہے نون دینے سے اگر آنکھیں پھوٹ جائیں تو اس کا علاج ہمارے پاس نہیں اور نہ کسی اہل حق کے پاس ہو سکتا ہے۔

ہمیں نہایت افسوس اس بات پر ہے کہ مصنف امہات الامۃ جناب شمس العلماء واقعات تو کل کے کل قلمبند کرتے ہیں مگر جب ان سے نتیجہ نکالنے کا وقت آتا ہے تو ایسی گہری عقلمندی سے کام لیا جاتا ہے جس کی تھاہ ہمیں تو مل نہیں سکتی۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ سورج جب ہوتا ہے دن ہوتا ہے اور اب سورج نکل آیا ہے لہذا رات ہو گئی کوئی بھی دنیا کا عقلمند اس منطق کو دنیا میں قبول کرے گا۔ یہی حال شمس العلما کا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ کی بدمزاجی اور خدیجہ کو ان کا برائی سے یاد کرنا اس کے متعلق لکھتے ہوئے فرماتے ہیں "بھلا ان سے توقع کی جا سکتی ہے کہ یہ فاطمہؑ اور علیؑ کے ساتھ خاطر مدارات سے پیش آتی ہونگی اور پھر یہ بھی لکھتے ہیں کہ فاطمہ کی طرف سے رنجش کی ابتدا تھی وہ کل امہات المومنین سے مکدر رہتی تھیں خصوصا عائشہ سے کہ یہ رسول کی بہت پیاری تھیں ایک عجیب بات یہ ہے کہ مصنف امہات کی کوئی خاص رائے ہی معلوم نہیں ہو سکتی کہ وہ فرماتے کیا ہیں ابھی کچھ کہا تھا ابھی کچھ ہے۔ سبحان اللہ ایسا اختلال آج تک کسی تحریر میں دیکھنے میں نہ آیا تھا۔

خیر مختصر یہ ہے کہ حیات پیغمبر میں بھی عائشہ نے کوئی دقیقہ مخالفت فاطمہ کا باقی نہیں چھوڑا۔ مگر بقول جناب شمس العلما پیغمبر صاحب کی زندگی میں اُن کی عنایت خاص کے ہوتے علیؑ اور فاطمہؑ کو عائشہ کی یا کسی کی پرواہی کیا تھی۔ لیکن چونکہ زمانہ کا رنگ یکساں نہیں رہتا۔ صحیفہ دہر کا ایک ورق اولٹتا ہے اور فاطمہؑ بنی فاطمہ یا یوں کیوں نہ کہو کہ اسلام پر وہ مصیبت ٹوٹتی ہے جس کی تلافی ہو نہیں سکتی اور نہ ہوئی ہے نہ قیامت تک ہونے کی امید۔

وفات آنحضرت

وہ مصیبت جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے وہ کیا تھی وہ یہ تھی کہ جب حضرت حج آخری سے واپس ہوئے اور غدیر خم پر پہنچے تو بحکم رب جلیل جبرئیل یہ پیغام لائے یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس آپ نے اسی وقت ایک لق و دق میدان میں تمام قافلے والوں کو جن کی تعداد ایک لاکھ ستر ہزار اور بروایتے ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔ کجاؤوں کے منبر پر تشریف فرما ہو کر حمد و ثنائے خداوندی کے بعد نہایت صاف اور روشن لفظوں میں اپنے جانشین کا تقرر کر دیا آپ نے فرمایا الست اولیٰ بانفسکم؟ قالوا بلیٰ جب حاضرین اپنے نفس سے نبی کی اولیت کا اقرار کر چکے تو آپ نے ارشاد کیا من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی بھی مولا ہے اب رہی یہ بات کہ مولا مختلف معنی میں مستعمل ہوتا ہے یہ صحیح ہے مگر ہر معنی کے لئے قرینہ ہوا کرتا ہے۔ لکھنے کو تو شمس العلما نے بھی لکھ دیا برادر عمزاد۔ آقا۔ غلام آزاد۔ دوست۔ ناصر مددگار وغیرہ اگر وہ انصاف سے کہیں تو سوائے آقا کے دوسرے معنی چسپاں ہونگے۔ چنانچہ اسی لئے وہ فرماتے ہیں کہ یہاں آقا اور دوست اور مددگار کے معنی مراد لئے جا سکتے ہیں۔ جب جب اقرار شمس العلماء آقا کے معنی مراد لئے جا سکتے ہیں تو اب کسر ہی کیا رہ گئی اب استخلاف خدا جانے وہ کون سے جانور کا نام ہے یہ بھی واضح رہے کہ شمس العلما نے اس حدیث کو قوی تر حدیث مانا ہے اور وہ کیا مانتے ایسا بھی کیا غضب ہے روز روشن میں سورج کے وجود کا انکار کر کے منکران بدیہیات میں کیونکر داخل ہو سکتے تھے خیر یہ رسم استخلاف یا ولیعہدی عمل میں آ چکی تو عمر نے مبارکباد دی کہ بخ بخ لک یا علی اصبحت مولائی و مولا کل مومن و مومنۃ مبارک ہو مبارک اے علی کہ تم نے ایسی حالت میں صبح کی کہ میرے اور ہر ایک مومن و مومنہ کے مولا ہوا اس کے بعد حضرت مراجعت فرمائے مدینہ ہوئے چونکہ اس استخلاف نے اکثر ہوسناکوں کے رشتہ طمع خلافت کو منقطع کر دیا تھا لہذا اس سے پیچ و تاب کھا کر یہ تدبیر سوچی کہ مدینہ پہنچنے سے پیشتر ہی حضرت کا کام تمام کر دیا جائے یہ صلاح کر کے عقبہ نامی ایک گھاٹی میں چھپ گئے اور جب رسول اللہ کا راحلہ ادھر سے گذرا تو اوپر سے پتھر لڑکانے شروع کر دیئے تا ناقہ بھڑک جائے اور آپ گر کر جاں بحق ہوں

یہ لوگ پہچانے بھی گئے مگر مورخوں نے ان کے نام چھپائے ہیں اور نام کی جگہ لکھدیا ہے۔ فلاں فلاں اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ دال میں کالا کالا ضرور ہے حضرت نے حذیفہ کو ان کے نام بھی بتادئے تھے اور عمر صاحب تا دم مرگ ان سے سوال کرتے رہے کہ منافقین میں سے میں تو نہیں ہوں؟ مگر حذیفہ نے یہ راز افشا نہیں کیا جس کے افشانہ کرنے کی تاکید غالباً حضرت پیغمبر نے کی ہوگی۔ اس کے بعد جب آپ مدینہ تشریف لائے تو مرض الموت شروع ہو گیا اور اسی عالم میں آپ نے ایک مہم تیار کی اسامہ بن زید کو اس کا سردار بنایا اور عمر و ابو بکر وغیرہ کو اسامہ کے ماتحت کر کے حکم دیا جہزوا جیش اسامہ لعن اللہ من تخلف عنہا۔ لشکر اسامہ کی تیاری کرو۔ لعنت خدا کی جو اس لشکر سے مخالفت کرے اور اس میں شریک نہ ہو اہل عقل اچھی طرح اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایسے نازک وقت میں لشکر کا تیار کرنا کیا معنی رکھتا ہے اس کے صاف معنی یہی تھے کہ منافقین کے وجود سے بصلحت مدینہ خالی کر دیا جائے اور علیؑ کے خلاف کسی قسم کا فساد نہ اٹھے اور انہیں لوگوں کو اس کمک کے لئے نامزد بھی کیا تھا۔ جن کی نسبت آپ کو واقعات سے معلوم ہو چکا تھا کہ اُن کے دل میں حرص و آز کا بھڑکتا ہوا شعلہ موجود ہے لیکن وہ بھی ایک سر تنے تھے خدا خدا کر کے تو یہ دن دیکھنا نصیب ہوا تھا ایسے وقت رسول کی لعنت سے ڈر جانا تمام ان منصوبوں کو خاک میں ملائے دیتا ہے جن کے سے دین آبائی سے دست برداری کی تھی غرض نہ گئے پر نہ گئے۔ اہل بیت پر تو اسوقت قیامت بیت رہی تھی ان کا سردار دنیا سے رخصت ہو رہا تھا۔ انہیں ابھی رنج و ملال سے فرصت کہاں تھی مگر ہاں ان لوگوں کی ریشہ دوانیاں برابر جاری تھیں باہر تو ابو بکر وغیرہ صاحبان اپنے لئے کوشش کر رہے تھے۔ گھر میں پیغمبر کے ان کی سعادتمند صاحبزادیاں تھیں وہ بھی سوقت غافل نہ تھیں ایک نے موقعہ پاکر اپنے باپ عمر صاحب کو نماز پڑھانے کو کہلا بھیجا۔ جب رسول اللہ کو اسکی خبر ہوئی خبر کیا ہوئی مسجد پہلو ہی میں تو تھی سخت اور کرخت آواز نے چونکا دیا آپ نے اظہار تنفر و اکراہ فرمایا۔ اب دوسری جو تھیں انھوں نے ابو بکر کے لئے فرمان جاری کر دیا رسول اللہ کو جب ان مکاریوں پر اطلاع ہوئی تو آپ اسی حالت بیماری میں اُٹھے اور علیؑ و عباسؓ کے کاندھوں پر تکیہ کئے ہوئے اس طرح کہ پائے اقدس زمین پر خط کھینچتے ہوئے آتے تھے مسجد میں تشریف لائے اور ابو بکر کا ہاتھ پکڑ کر الگ کر دیا اور خود نماز پڑھائی شمس العلماء اگر اپنی ہی تاریخوں میں ان واقعات کو دیکھتے تو انہیں ہرگز یہ کہنے کی جرات نہ ہوتی کہ ابو بکر کو

رسول اللہ نے نماز پڑھانے کا حکم دیا جہ جائے کہ اُس سے خلافت کے لیے استدلال کرنا۔ نوذ فضا اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا تو اس سے خلافت کیونکر ثابت ہو سکتی ہے رسول اللہ کے زمانہ میں بیرونجات کے علاقے جو فتح ہو چکے تھے۔ آخر وہاں بھی تو کوئی نہ کوئی رسول کے حکم سے نماز پڑھاتا ہی ہوگا۔ پھر ان سب کو خلافت کا مستحق تسلیم کرلینا چاہیے۔ ہم آجکل بھی دیکھتے ہیں کہ اسلامی سلطنتوں میں نماز پڑھانے والا ایک دوسرا شخص ہوتا ہے تو کیا اس تقرر سے وہ بادشاہ کا ولیعہد تسلیم کیا جاتا ہے سواد اعظم کی اس معاملہ میں بالکل الغریق یتشبث بالحشیش کی مثال ہے مگر خیر سے وہ تنکا بھی تو کوئی اصلیت نہیں رکھتا۔ علاوہ ازیں اسی عالم مرض الموت میں رسول اللہ نے فرمایا انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں ایک خدا کی کتاب دوسرے اپنی عترت اگر تم ان دونوں سے تمسک کرو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے یہ حدیث فریقین میں مستند مانی جاتی ہے اور اسی لئے شاہ صاحب دہلوی فرماتے ہیں کہ جو مذہب کتاب اللہ اور اہلبیت کے خلاف ہو وہ عقلاً اور نقلاً باطل ہے مگر افسوس دوسری جگہ یہی بزرگوار ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارا مذہب ابن مسعود کا مذہب ہے۔ غرض یاروں نے یہ بھی سُنی اَن سُنی کردی۔ سب سے بڑا واقعہ جو پیش آیا وہ معاملہ قرطاس ہے۔ اس واقعہ کے متعلق شمس العلماء نے جو فقرات زیب رقم فرمائے ہیں ضروری ہے کہ ان پر ایک تنقیدی نظر ڈالی جائے۔

شمس العلماء: پیغمبر صاحب نے اپنی زندگی میں اس کا پتہ لگنے نہیں دیا کہ وہ کس کو اپنے بعد خلافت کے لئے نامزد کرنا چاہتے ہیں۔

ہم: یہ شمس العلماء کی بلند نظری کی دلیل ہے۔ پیغمبر صاحب نے ابتدائے بعثت میں ہی اس امر کو ظاہر کردیا تھا جب اپنے عزیزوں کو بذریعہ دعوت جمع کرکے مخاطب کیا تھا اور فرمایا تھا کہ تم میں سے کون میرا وزیر میرا وصی۔ میرا وارث ہوتا ہے۔ ہم اس واقعہ کو اس رسالہ میں لکھ آئے ہیں اور علمائے سواد اعظم کو یہ تاویل سوجھی ہے کہ یہ خلافت چہارم کی طرف اشارہ ہے۔ یہ تاویل تو جیسی کچھ ہے اہل نظر سے مخفی نہیں۔ مگر شمس العلماء کا یہ قول نہایت وضاحت کے ساتھ رد ہو گیا کہ پیغمبر نے اپنے خیالات میں اپنے خلیفہ کا تقرر نہیں فرمایا۔ کیوں نہ فرماتے۔ یہ مسئلہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں تھا اس پر مسلمانوں کی آئندہ فلاح منحصر تھی۔

شمس العلما :- بلکہ ہم تو ایسا خیال کرتے ہیں کہ پیغمبر صاحب نے آخر وقت تک اس کا فکر ہی نہیں کیا

ہم :- آپ کا یہ خیال ٹھیک خیال ہی خیال ہے جسے اصلیت اور واقعیت سے ذرا بھی ربط نہیں اگر پیغمبر نے آخر وقت تک اس کا فکر نہیں کیا تو فاضل شمس العلماء اور اُن کے ہمخیال واقعہ امامت نماز ابوبکر کو خلافت ابوبکر کے لئے کیوں سند پیش کرتے ہیں اور سند بھی ایسی جس پر بقول شمس العلماء صحابہ نے بالاجماع ابوبکر کو پیغمبر کا خلیفہ تسلیم کر لیا۔ ہم نہیں سمجھ سکتے ایسے متناقض اقوال ایک محقق اور فاضل کی شان کے لئے کہاں تک زیبا ہیں۔

شمس العلماء :- اور جو لوگ از خود ایسے تو قعات لگائے بیٹھے تھے وہ بھی پیغمبر صاحب کے جیتے جی اظہار ما فی الضمیر نہیں کر سکتے تھے۔

ہم علی کو تو اس کے اظہار کی مطلق ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ ایک ولیعہد کو جب اس بادشاہ نے ایک نہیں متعدد موقعوں پر اپنی ولیعہدی کے لئے ارکین سلطنت کے سامنے پیش کر دیا ہو۔ کوئی حاجت ہی نہیں ہے کہ بادشاہ سے اپنی ولیعہدی کی درخواست کرے یہ تو ایک تحصیل حاصل ہے جو ہر طریقہ سے غیر ممدوح ہے اب رہے اور لوگ وہ حضرت کے جیتے جی اظہار ما فی الضمیر کیونکر کر سکتے تھے جب کہ انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ معاملہ ہمارے رقیب کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہے ہاں ان کی ریشہ دوانیاں برابر جاری رہیں اور اُن میں کامیاب بھی ہو گئے اور کامیابی کا راز صاف ظاہر ہے کہ اس شخص کے مقابلہ میں جو دین سے کسی حالت میں گرشتہ ہونا نہیں چاہتا وہ شخص ہمیشہ کامیاب ہوا کرتا ہے جس کی نظر محض دنیا پر ہو اور وہ جائز ہو یا ناجائز ہر طریقہ سے دنیا کو حاصل کرنے کی کوشش کرے جیسا کہ ابوبکر و عمر صاحب نے کیا۔

شمس العلماء - بس سب سے پہلے واقعہ قرطاس نے بھانڈا پھوڑا کہ اول دن سے رکاوٹوں کی کھچڑی خلافت کے لئے پک رہی تھی خلافت کے سوا اور کونسا ایسا ضروری مطلب تھا جس کے لئے احتضار کی حالت میں صورت سوال بن کر پیغمبر صاحب کو وصیت کی تکلیف دیجائے۔ بات پھر بھی گول ہول ہی رہی علی نے سامنے جا کھڑے ہونے کے سوا منھ سے کچھ نہ کہا۔

ہم بے شک سے

خط وہ لکھا تھا مگر منع رقیبوں نے کیا ماجرا یہ بھی کم از قصہ قرطاس نہیں

واقعہ قرطاس نے ظاہر کر دیا۔ کہ ان صحابہ میں کتنے ایماندار آدمی جمع تھے۔ علیؑ کا صورت سوال بنکر

پیغمبر کے سامنے عالم احتضار میں کھڑا ہونا۔ یہ قول تو شمس العلماء کا ایجاد بندہ ہے۔ جس کا وہ کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکیں گے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت پیغمبر کو جب وہ اکثر مواقع پر خصوصاً غدیر خم میں خلافت علی کا اعلان کر چکے تھے اور تکمیل دین کا مژدہ بھی سن چکے تھے۔ ایسی نازک حالت میں وصیت کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی جو یقیناً خلافت علی پر مبنی ہوتی کیونکہ عمر صاحب سے زیادہ بات کو سمجھنے والا خصوصاً پولیٹکل معاملات میں کون ہو سکتا ہے اگر وہ اس وصیت کو کسی قرینے سے بھی خلافت علیؑ کے مخالف خیال کرتے تو ہرگز مزاحم نہ ہوتے۔ ہاں تو خلافت علیؑ کے اعلان کرنے کے بعد جب آپ مدینہ منورہ پہنچ کر مرض الموت میں گرفتار ہوئے تو آپ نے اسی وقت تجہیز لشکر اسامہ کا حکم دیا اور انہیں لوگوں کو اس میں نامزد کیا جو امر خلافت علیؑ میں خارج ہونے والے تھے مگر انھوں نے آپ کی اس تدبیر کو چلنے نہ دیا۔ لعنت قبول کی اور مدینہ سے باہر نہ نکلے۔ رسول اللہ نے جب یہ رنگ دیکھا تو وصیت تحریری کے ذریعے سے اپنے حکم خلافت علیؑ کو مستحکم کرنا چاہا۔ مگر اس حکم کو کس حد تک قبول کیا گیا۔ ہر ایک واقفکار آدمی جان سکتا ہے اور یہیں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ صحابہ جن پر سواد اعظم اپنی جان بلکہ ایمان کو بھی قربان کر رہا ہے۔ کہاں تک مطیع حکم رسول تھے۔

شمس العلماء:۔ پیغمبر صاحب نے بھی وصیت کی جس کے لیے کاغذ منگوانے تھے کچھ صراحت نہ فرمائی کہ کیا لکھوانا چاہتے تھے مگر جن کے دل میں تمنائے خلافت چٹکیاں لے رہی تھی انھوں نے تو ڈھینگا مشتی سے منصوبہ کو چٹکیوں جب ہی اڑا دیا اور مزاحمہ کی تاویل یہ کی کہ ہماری ہدایت کے لئے قرآن بس کرتا ہے اور چونکہ پیغمبر صاحب کے حواس بر جا نہیں کاغذ قلم دوات کا لانا۔ کچھ ضرور نہیں خدا جانے کیا کا کیا لکھوا دیں گے

ہم حضرت پیغمبر تصریح کرتے تو اور کیونکر کرتے۔ اسی تصریح کو تو سمجھ کر متمنیان خلافت نے قلم دوات کو منع کیا اور رسول پر ہذیان کا الزام لگایا۔ اور منہ در منہ رسول اللہ سے کہہ دیا کہ یہ جو آپ نے انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی۔ فرما کر عترت کی پخ لگائی ہے۔ ہمیں آپ کی عترت سے کوئی علاقہ نہیں قرآن کافی ہے۔ ہم اسی کو اپنے مطلب کے موافق توڑ مروڑ لیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا اور ایسا ہی ہوا بھی شمس العلماء کا یہ فقرہ جو کہ پیغمبر صاحب کے حواس برجا نہیں یہ پیغمبر صاحب تو آپ کی زبان سے نکلا ہے کہنے والے نے تو یہ کہا تھا ان الرجل لیھجر یہ آدمی ہذیان بک رہا ہے توبہ۔ توبہ اور کہاں تک

وہی عمر صاحب تھے۔ جنہیں خدمت اقدس پیغمبر میں گستاخیاں کرنے کی اکثر عادت تھی ایک معمولی سا معمولی انسان بھی اگر احتضار کے عالم میں ہو تو تہذیب کا ہرگز اقتضا نہیں ہو سکتا کہ ایسی باتیں اس کے روبرو کی جائیں۔ کجا کہ پیغمبر کے رُو در رُو۔ مگر تہذیب نتیجہ ہے شرافت کا۔ تہذیب خاصہ ہے اہلبیت کا اور یہی دونو باتیں عمر صاحب میں مفقود ہیں وہ کچھ نہ کہیں تھوڑا ہے۔ غرض مختصر یہ ہے کہ حضرت پیغمبر کی یہ آخری درخواست نہایت بیدردی اور سرکشی کے ساتھ نامنظور کی گئی عمر صاحب کی چالاکی ایک اور بھی قابل داد ہے۔ حضرت پیغمبر وقت آخر وصیت تحریر کرنے کے لیے جو اعلیٰ درجہ کا فرض ہے۔ قلم و دوات طلب فرما رہے ہیں اور عمر صاحب کہتے ہیں ان کے ہوش بجا نہیں۔ ہم صحیح الدماغ اور سلیم الفطرت انسانوں سے دریافت کرتے ہیں کہ جو شخص ایسی تکلیف کے وقت ادائے فرض پر آمادہ وصیت نامہ لکھوانے کے لیے قلم دوات طلب کرے۔ دنیا کا کوئی حکیم کوئی ڈاکٹر کوئی طبیب اس کو مخبوط الحواس کہہ سکتا ہے۔ حاشا و کلا اس سے بڑھ کر ہوشیاری کیا ہوگی مگر چونکہ یہ ہوشیاری لالچ کے بندوں کو ناکامی کی شراب سے بے ہوش کرنے والی تھی اس لیے اسے بیہوشی۔ بدحواسی اور ہذیان سے منسوب کیا گیا اور اس پر وہ شور و غوغا بلند ہوا کہ الٰہی تیری پناہ حجرۂ پیغمبر کو عرصہ پیکار بنا دیا۔ جس پر آپ نے سخت ناخوش ہو کر فرمایا۔ قوموا عنی میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ لایجوز عندی التنازع میرے سامنے جھگڑا اور تنازعہ جائز نہیں ہے۔ چنانچہ سب یہاں سے نکالے گئے۔ یہیں سے شمس العلماء کے اس ارشاد پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ "پیغمبر صاحب کا رعب صحابہ پر اس درجہ تھا کہ وہ ان کے سامنے پکار کر بات بھی کر ہی نہ سکتے تھے بات کرنا تو درکنار آنکھیں اٹھا کر تو دیکھ ہی نہ سکتے تھے اسپر آیہ "یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الخ" کو استدلالاً تحریر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ پیغمبر صاحب کے کسی قول کسی فعل پر مخاصمانہ اعتراض کرے" ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ شمس العلماء کے اس اشارہ کو اس واقعیت سے کہاں تک تعلق ہے اور مواقع کو نظری کر دو۔ صرف واقعہ "قرطاس" ہی کو دیکھو کہ جناب عمر صاحب نے حضرت پیغمبر کے خاص حجرے میں اور وہ بھی اس وقت کہ آپ بستر مرگ پر لیٹے ہوئے ہیں وہ ہڑبونگ مچائی ہے۔ جس پر رسول اکرم سخت ناخوشی کے عالم میں قوموا عنی فرما رہے ہیں غرض عمر صاحب نے وصیت پیغمبر کو عمل میں آنے نہیں دیا اگر وصیت نامہ تحریر ہو جاتا تو اسلام میں تفرقہ پردازیاں نہ ہوتیں جو آج نظر آ رہی ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ اس ثواب یا عذاب کا بار جو کچھ بھی ہے عمر

صاحب کی گردن پر ہے۔ جسے اُنھوں نے محض چند روزہ حکومت اور اپنے رقیب کو زک دینے کے اختیار کیا ہے اور محض اپنے دنیوی نفع کے لئے خلافت کو اس کے مقام اصلی سے ناجائز طور پر ہٹا دینے میں سر توڑ کوشش کی ہے۔ مسئلہ خلافت میں جو اختلاف واقع ہوا ہے اُس کے بانی مبانی یہی عمر صاحب ہیں مگر ہمیں سخت تعجب ہوتا ہے جب شمس العلماء کی مندرجۂ ذیل رائے پر نظر پڑتی ہے

شمس العلماء:۔ چھوٹی چھوٹی باتوں سے قطع نظر کرو تو پاؤ گے کہ سنیوں اور شیعوں میں بڑا اختلاف مسئلہ خلافت میں ہے اور یہ اختلاف شروع تو ہوا پیغمبر صاحب کی زندگی میں اور خود پیغمبر صاحب کے گھر میں مگر ہر کہ آمد بر آں مزید کند رفتہ رفتہ اس نے ایسی شامت پکڑی اور یوماً فیوماً بڑھتا چلا جا رہا ہے کہ گویا اسلام کی دو شاخیں نہیں بلکہ دو مذہب ہیں۔ جداگانہ جن میں التیام ممکن نہیں مشکل یہ آ کر پڑی ہے کہ سُنی سُنائی باتوں پر فیصلہ کرنا ہے اور باتیں بھی آج کی نہیں اب سے تیرہ سو برس پہلے کی اور سُنی سنائی بھی اپنے کانوں کی نہیں بلکہ ان لوگوں کی جن کی چالیس چالیس پچاس پچاس نسلیں مر کھپ گئیں۔ فریقین کے پاس اس قسم کی باتوں کے انبار موجود ہیں اب اپنے مطلب کو تضاد کس کو مانیں کس کو نہ مانیں۔ لڑائی پیغمبر صاحب کی بیٹی اور بی بی کی ہے۔

ہم۔ اختلاف کے بارے میں شمس العلماء کی جو رائے ہے وہ بالکل صحیح ہے لیکن اس اختلاف کو حضرت فاطمہ وعائشہ کی لڑائی کی فرع قرار دینا یہ ایک ایسا نتیجہ ہے جو دنیا میں تو کسی عقلمند کی سمجھ میں نہیں آ سکتا ہم اسبات کا ثبوت دے چکے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے اپنی طرف سے کبھی عائشہ کو آزردہ کرنے کا خیال ہی نہیں کیا۔ ہاں حسد کی آنچ البتہ عائشہ کو نچلی نہیں رہنے دیتی تھی مگر ان خانگی امورات کو اختلاف خلافت سے علاقہ کیا۔ گھٹنے کی ضرب سے اگر آنکھ پھوٹ سکتی ہے تو شاید شمس العلماء کا قول بھی تسلیم کیا جا سکتا تھا۔ اختلاف کے بانی مبانی وہی بزرگوار ہیں جن کو پس پردہ رکھتے ہوئے ڈپٹی صاحب فرماتے ہیں کہ جن کے دلوں میں تمنائے خلافت چٹکیاں لے رہی تھی اُنھوں نے اس منصوبے ہی کو لڑا دیا اگر فاطمہ اور عائشہ میں اختلاف ہوتا اور مان لو کہ جانبین کی اس معاملے میں یکساں حالت ہوتی تو بھی اسکا اثر گھر کی چار دیواری میں ہی محدود رہتا۔ مگر مشکل تو یہ ہے کہ عائشہ وحفصہ کو ابوبکر و عمر نے اپنی تمنا کے حصول کا آلہ بنا کر پیغمبر کے گھر میں بھیجا تھا۔ ان دونوں کو فاطمہ سے یا علی سے جو بغض تھا وہ اسی تعلیم کا اثر تھا جس کے سایہ میں اُنھوں نے نشو و نما پائی تھی۔ ورنہ اصلی اس خلاف کے مرکز تو

شخفین ہیں۔ اگر شمس العلماء ذرا غور و تعمق کے ساتھ آبائی مذہب سے خالی الذہن ہو کر معاملے کے پہلو کو دیکھیں تو امید کی جاتی ہے کہ حق و باطل صاف آشکارا ہو جائے گا اور وہ بہت جلد اپنی اس رائے کو واپس لیں گے کہ فاطمہ اور عائشہ کی لڑائی اس اختلاف کی بانی ہوئی یہ رائے خلافہ رائے سے بھی گری ہوئی نظر آتی ہے۔

المختصر یہ ختم ہوا قصہ قرطاس کا اور یوں رسول اپنی جان نثار صحابہ کی بدولت آخری آرزوؤں کو دل ہی میں لے گئے۔ ابن عباس جب تک زندہ رہے جمعرات کے دن کو نہایت حسرت سے فرماتے تھے کہ آہ یہ وہ دن ہے جس میں رسول اللہ کو تحریر وصیت سے روکا گیا اور ابن عباس پر کیا منحصر ہے جو مسلمان اس پر غور کرے گا بے اختیار خون کے آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپک پڑینگے۔ جب یہ واقعہ ہو چکا۔ یہ متقی حجرہ رسالت سے نکال دیئے گئے تو پھر انہیں دوبارہ پیغمبر کی زیارت نصیب نہیں ہوئی اور انہیں ضرورت ہی کیا پڑی تھی۔ حصول جاہ کی کوششیں تھیں کہ برابر اپنا کام کر رہی تھیں اتنے میں قضا و قدر نے یہ سانحہ دکھایا کہ رحمت للعالمین اس دار ناپائدار سے رخصت ہو گئے۔ خانۂ اہلبیت سے آہ و بکا کی آوازیں بلند ہو ہو کر ساکنان ملاء اعلیٰ کو بے چین کرنے لگیں مدینہ کے گلی کوچوں پر اداسی چھا گئی۔ مسجد نبوی میں حشر برپا ہو گیا یہاں تو یہ دلخراش سانحہ پیش آیا۔ اب عمر صاحب کی طرف دیکھئے وہ بن گئے دیوانے اور تلوار لے کر چلّہ لگانے لگے کہ جو کہے گا رسول اللہ فوت ہو گئے میں اس کا سر اڑا دوں گا عقلمند خوب جانتے ہیں کہ یہ دیوانگی کس قسم کی دیوانگی تھی۔ تھے تو دیوانے مگر مطلب کے دیوانے تھے۔ مطلب کے۔ خوش اعتقاد مرید کہتے ہیں کہ جوش غم نے اُن کی یہ حالت کر دی تھی۔ استغفر اللہ۔ توبہ کرو توبہ ان باتوں میں کیا رکھا ہے اہل بیت سے زیادہ قلق کس کو ہو سکتا ہے۔ قلق تو اس خاتون کو تھا جس نے اسی غم میں گھل گھل کر جان دے دی اور اس سانحہ کے بعد جب تک زندہ رہیں ہنسی تو کیا تبسم سے بھی لب آشنا نہ ہوئے۔ رنج اس کو تھا جس نے قبر مطہر سے لپٹ کر فرمایا اے برادر مجھے قوم نے بالکل ضعیف اور لاچار کر دیا اور قریب ہے کہ مجھے قتل کر ڈالیں وہ مرثیہ جو دیوان جناب امیرؑ میں مرقوم ہے اس کا ایک ایک لفظ گواہی دیتا ہے کہ اس الم میں آپ کی یہ کیفیت تھی

أمن بعد تكفين النبي ودفنه   بأثوابه آسى على هالك ثوى

پیغمبر خدا کو اسی کے کپڑوں میں دفن و کفن کرنے کے بعد کیا ہم کسی اور ہلاک اور پیوند خاک ہونے والے پر

غمگین اور محزون ہو سکتے ہیں (ہرگز نہیں)

دامان و گریبان کوئی کیوں چاک کرے ❊ ہے کوئی قلق جو اُسے غمناک کرے
جس دل پہ ہو داغ غم احمد کا اثر ❊ اغیار کے مرنے کا وہ غم خاک کرے

وذر نا رسول اللہ فینا فلن نرا ❊ بذالک عدیلا احییا من البرایٔ

ہمیں رسول خدا کی وفات سے ایسی مصیبت پہنچائی گئی ہے۔ جس کا مثل و نظیر جب تک بھی ہلاکت سے نجات پائے ہوئے ہیں نہیں دیکھ سکتے۔ لمولفہ

اب کونسا گردوں کا ستم دیکھیں گے ❊ دیکھا ہے نہ اس طرح کا غم دیکھیں گے
رحلت سے پیمبر کی جو آفت دیکھی ❊ تا عمر جواب اس کا نہ ہم دیکھیں گے

فقد غشینا ظلمۃ بعد موتہ ❊ فقد زادت علی ظلمۃ الداجی

اس کی موت کے بعد دن کے وقت ہمیں تاریکی نے ڈھانک لیا روز روشن سیاہ ہوگیا اور یہ ظلمت و تاریکی تمام تاریکیوں سے بڑھ گئی۔ لمولفہ

بیکار ہے ہر دیکھنے والے کی نگاہ ❊ چھائی ہوئی ظلمت ہے زمانہ ہے سیاہ
سورج کو گہن لگا ہے دن ہے تاریک ❊ رحلت ہے رسول حق کی انا للہ

وفی کل وقت للصلوٰۃ یھیجہ ❊ بلال ویدعو باسمہ کلما دعے

یہ غم کیونکر دور ہو سکتا ہے۔ جبکہ ہر ایک نماز کے وقت بلالؓ اسے برانگیختہ کرتا ہے اور نماز کے لئے جس وقت بھی بلاتا ہے اسی (پیغمبر) کا نام لے کر بلاتا ہے لمولفہ

کیونکر ہو اس اندوہ و مصیبت کو زوال ❊ مٹ سکتا ہے دل سے کہیں یہ رنج و ملال
نشتر سے کھٹک جاتے ہیں جب پانچوں وقت ❊ لیتا ہے اذاں میں نام حضرت کا بلال

ہم کو ایک لفظ بھی کہیں ایسا نظر نہیں آتا جو عمر صاحب کے منہ سے نکلا ہو اور اس سے رسول اللہ کی وفات پر افسوس کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ پھر ان کا قلق المصیبت سے بڑھ کر کیونکر ہو سکتا تھا اور پھر ایسا کہ منجر بدیوانگی ہوتا یہ خیال ست و محال ست و جنوں۔ مثل مشہور ہے جگر جگر۔ دگر دگر۔ ماں سے زیادہ چاہنے والی پھاپھا کٹنی ہوتی ہے۔ عمر صاحب کی یہ دیوانگی بھی عقل سے خالی نہ تھی۔ جو وقت ان کے برادر معظم ابوبکر نے آکر کچھ ان کے کان میں پھونکا۔ اسی وقت سیدھے ہوگئے پیغمبر

سقیفۂ بنی ساعدہ میں جہاں جاتے ہی مسئلہ خلافت پر تقدیر آزمائی ہونے لگی
تمام مذاہب ہیں یہ بھی افسوس کے ساتھ دیکھا جائے گا کہ مسلمانوں کے پیغمبر کا جنازہ گھر میں پڑا
ہوا ہے اور جاں نثار صحابہ تقسیل حکومت میں مصروف ہیں ان سے اتنا بھی صبر نہ ہو سکا کہ اپنے ہادی
کے سوم کا تو انتظار کریں۔ سوم نہیں تو انکی تجہیز و تکفین سے تو فارغ ہو جائیں۔ لیکن یہاں تو
کچھ جھگڑے کی جڑ جمی ہوئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ سقیفہ میں انصار پہلے سے یہ مشورہ کر رہے تھے
اور اس خبر کو سنکر شیخین نے وہاں قدم رنجہ فرمایا تھا مگر یہ بات کچھ دل کو نہیں لگتی۔ انصار کا
یہ حوصلہ ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ مہاجرین اور قرابت داران رسول کو اس طرح نظر انداز کر کے بطور
خود خلافت کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگتے۔ عقل اس بات کو چاہتی ہے کہ جب ابوبکر و عمر اپنے
حواریین بیعت اس سقیفہ میں داخل ہوئے جہاں بدمعاشان عرب مشورہ کے لیے اکھٹے ہوتے
تھے تو انصار کو دخل در معقول کا موقع مل گیا اور جب انھوں نے دیکھا کہ بیراہ چلنے لوگ خلافت
کو اہلبیت پیغمبر سے نکال کر اپنے لیے خاص کر رہے ہیں تو ان کو بھی خیال کہ آؤ بہتی گنگا میں ہم بھی ہاتھ
دھو لیں۔ انہیں منا امیر و منکم امیر کہنے کا حوصلہ ہو گیا جس کی تردید اس حدیث سے کی گئی کہ الائمۃ
من قریش انصار کی بھل منی تو اسی سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس دلیل سے کچھ ساکت ہو گئے ادھر
عمر صاحب نے فوراً ابوبکر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کا خط کھینچ دیا اور اس کے ساتھ ہی دوسرے حواریین
نے بھی جو اس کے لیے تیار ہو کر آئے تھے۔ اے یہ بھی سقیفہ ہو گئے۔ اور نتیجہ ہوئی میں آکر عمر
بیعت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔
یہ ہے وہ اجماع جس پر سواد اعظم کو ناز ہے جس پر وہی مثل صادق آتی ہے کہ مدعی سست گواہ چست
عمر صاحب سے زیادہ اس خلافت کا راز دار اور کون ہو سکتا ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ ابوبکر کی
بیعت ناگہانی تھی یہ ایک فتنہ تھا جس کے شر سے خدا نے بچا لیا۔
شمس العلما نے اس واقعہ کے متعلق جو الفاظ تحریر فرمائے ہیں وہ دیکھنے کے قابل ہیں۔
شمس العلما۔ ابوبکر نے عمر کے سامنے آیۂ ما محمد الا رسول الخ کی تلاوت کی پھر سنا کہ لوگ سقیفہ
میں جمع ہیں عمر کو ساتھ لے کر ادھر دوڑے گئے اور فتنے کو فرو کیا اگر یہ بر وقت نہ پہنچے تو پیغمبر صاحب
کو تو کھو ہی چکے تھے اسلام کو بھی سر پر ہاتھ دھر کر روتے۔ خدا جانے کون پیغمبر کا جانشین بن

تھا مہاجرین و انصار آپس میں کٹ مرتے اور پیغمبر صاحب کی ساری عمر کی کوشش دم زدن میں اکارت جاتی ہم یہ بالکل صحیح نہیں ہے کہ وہ کسی اٹھتے ہوئے فتنہ کو دبانے کی نیت سے سقیفہ پہنچے تھے اگر ایسی نیت سے وہاں جاتے اور اُن کے دل میں خلوص کی جھلک ہوتی تو وہ ان لوگوں سے جا کر کم از کم اتنا تو کہتے کہ اے مسلمانو! تمہیں شرم نہیں آتی۔ تمہیں غیرت نہیں آتی۔ تم سے ڈوب کے نہیں مرا جاتا کہ پیغمبر کا جنازہ تو بے دفن وکفن پڑا ہے اور تم اپنی ہوسناکیوں میں مبتلا ہو رہے ہو اگر انصار وہاں فتنہ پردازی کی نیت سے جمع بھی ہوئے تھے تو ممکن تھا کہ اپنے کردار پر پشیمان ہوتے مگر یہاں تو خود ایسی ہی سازشیں دلوں میں جا گزیں تھیں جیسا کہ خود جناب شمس العلماء نے اقرار کیا ہے کہ (اس معاملہ میں) ابوبکر اور عمر کی ملی بھگت تھی۔ اور بلا شبہ یہی امر ہے کہ ان کی ریشہ دوانیوں کی سن گن لیکر ہی انصار کو اتنی جرات ہوئی ہوگی کہ وہ سقیفہ میں جمع ہوئے۔ بشرطیکہ ہوئے بھی ہوں۔ ہاں تو اگر ابوبکر و عمر صاحبان انصار کو غیرت دلاتے تو نہ کوئی ایرا غیرا پیغمبر کا جانشین بن سکتا۔ نہ مہاجرین و انصار میں کشت و خون کی نوبت آتی اور حضرت پیغمبر کی عمر بھر کی محنت اکارت جاتی۔ بلکہ ان شیخین کے طرز عمل سے یہ باتیں ظہور میں آئیں کہ امت محمدی کے بہتر ٹکڑے ہو گئے۔ بلا خوف تردید کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے پیغمبر کو کھو کر اسلام کا بھی ستیاناس کر دیا۔ ہم یہ فرض کئے لیتے ہیں کہ مانا پیغمبر نے علی کو اپنا ولیعہد نہیں بنایا تھا اور مسلمانوں کو اسکا اختیار دے دیا تھا مگر ہم سوال کرتے ہیں کہ اگر یہ سب حضرات مجموعی طاقت سے اتفاق و سکون کے ساتھ پیغمبر کی تجہیز و تکفین کر کے مسجد نبوی میں بیٹھ کر خلافت کے لئے مشورہ کرتے اور پبلک اوپینین (عام رائے) کی مدد سے خلیفہ کا انتخاب کرتے تو کون سی قباحت پیش آتی تھی۔ کچھ بھی نہ تھی صرف یہ تھی کہ بنی ہاشم کا شریک مشورہ کرنا موت نظر آتا تھا۔

شمس العلماء: کچھ شک نہیں کہ ابوبکر نے اس وقت بڑی دانشمندی کی ورنہ ع اسلام گیا ہی تھا۔ خدا نے رکھا۔

ہم ابوبکر کی دانشمندی کے تو ہم بھی قایل ہیں۔ اس سے زیادہ کوئی دانشمندی نہیں کہ وقت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا لیکن اس موقع پر مندرجہ بالا مصرعہ چسپاں کرنا محض خوش اعتقادیوں اور تقلید آبائی کی سخت جکڑ بندیوں کا نمونہ پیش کرنا ہے ہاں یہ البتہ کہہ سکتے ہیں کہ ابوبکر کی خلافت نے اسلام کا ایک بہت بڑا رکن ضایع کر دیا اور آیندہ نسلوں کو تلقین کر دیا کہ پیغمبر نے جو انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ

دعتر تی فرمایا ہے یہ بالکل غلط ہے ۔ عترت کوئی چیز نہیں ۔ پھر کیا تھا ۔ ہر کہ آمد برآں مزید کرد ۔ لگا نس پیغمبر کا قلع قمع ہونے اور آجتک یہ کوشش ہے کہ برابر چلی جارہی ہے ۔
شمس العلماء رہی تجہیز و تکفین آخر علیؑ اور عباسؓ وغیرہ پیغمبر صاحب کے لواحق اس کے اہتمام میں لگے ہی تھے ۔

ہم :۔ جی ہاں اس میں کیا شک ہے جن کا مُردہ تھا وہ خود اس کی تجہیز و تکفین کے ذمہ دار تھے ابوبکر و عمر صاحبان کو غرض کون سی تھی جو خواہ مخواہ اس دردسری میں شریک ہو کر موقعہ کو ہاتھ سے دے بیٹھتے اور پھر عمر بھر سوائے پچھتانے کے اور کچھ ہاتھ نہ آتا ۔ ہاں جب شمس العلماء کے اس فقرے پر نظر ڈالتے ہیں تو اس میں سے ایک مزاح آمیز طعن کی بُو آتی ہے جو ان جاہ طلب صحابہ پر کیا گیا ہے ۔ کیا تعجب ہے ایسا ہو ۔ اور کاش ایسا ہی ہو ۔

الغرض عمر صاحب لے تو بہ ابوبکر صاحب سریر آرائے خلافت ہو گئے اور ابو قحافہ نے اپنے بوڑھے فرزند کو تخت امارت پر بیٹھے دیکھ لیا اب بیعت کا سلسلہ شروع ہوا اور کوشش کی جانے لگی کہ جس طرح بھی ہو سکے بیعت لی جائے اور علیؑ پر دربار خلافت سے زور ڈالا گیا ۔ علمائے امامیہ کی تحقیق اس بارے میں یہ ہے کہ شورہ سقیفہ کے بعد علیؑ اپنے حق خلافت کا اظہار کرتے رہے اور اپنی حقیت کے دلائل نہایت واضح طور پر جرات کے ساتھ پیش کرتے رہے انھوں نے کبھی کسی خلافت کی بطوع خاطر بیعت نہیں کی اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب خلافت ثالثہ کی نامزدگی کے وقت کمیٹی نے آپؑ سے فرمایا کہ آپ سیرت شیخین اور سنت رسول اللہ پر عمل کریں تو بسم اللہ مسند خلافت حاضر ہے آپؑ نے صاف جواب دے دیا کہ سیرت شیخین کوئی چیز نہیں خلافت سے دست برداری پسند کی مگر سیرت شیخین پر عامل ہونے کی ہامی نہ بھری اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب ابوبکر و عمر کی سیرت اُن کے نزدیک ایسی تھی جس پر عمل کرنے سے وہ ایسے بیزار تھے کہ اپنے حق سے محروم ہو جانا گوارا کیا ۔ تو کیونکر کوئی عاقل گوارا کر سکتا ہے کہ آپ ایسے لوگوں کے حلقہ بیعت میں داخل ہو گئے ہونگے جن کے اعمال کو حد درجہ ناپسند کرتے تھے محققین (فرقہ شیعہ) کی یہ رائے کہ آپ نے بطوع خاطر بیعت نہیں کی انہیں واقعات سے ماخوذ ہے جو اہلسنت کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں جن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیعت کے لئے ان پر بے انتہا دباؤ ڈالا گیا ہے چنانچہ ابن قتیبہ دینوری لکھتے ہیں کہ جب ابوبکر خطبہ تمام کر چکے تو معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں نے بیعت

سے انحراف کیا ہے اور علی مرتضیٰ کے پاس جمع ہوئے ہیں ۔ عمر ابن خطاب کو ان کے پاس بھیجا یہ آئے اور پکارا اور یہ لوگ علی مرتضیٰ کے گھر میں جمع تھے اُنھوں نے نکلنے سے انکار کیا اس وقت عمر نے لکڑیاں منگائیں اور کہا قسم ہے اس خدا کی کہ روح عمر کی جس کے قبضہ قدرت میں ہے نکل آؤ نہیں تو اس گھر کو مع تم سب کے جلا دوں گا لوگوں نے کہا اے ابو حفصہ اس گھر میں جناب فاطمہ بھی تو ہیں وہ بولے وان کان ان ہوا کریں یہ سُنکر وہ سب نکل آئے ۔ اسی کی مثل تاریخ طبری ۔ ابو الفدا اور سیوطی نے جمع الجوامع میں روایت نقل کی ہے ۔ سیوطی نے یوں شروع کیا ہے کہ علی اور زبیر اور اور لوگ بنت رسول کے پاس جاتے تھے اور اُن سے مشورہ کرتے تھے اور اپنے امر میں اُن کی طرف رجوع کرتے تھے جب یہ خبر عمر صاحب کو پہنچی تو اُنھوں نے جا کر حضرت فاطمہ علیہا السلام سے کہا کہ میں یہ گھر ان پر جلا دوں گا ۔

ابو بکر جوہری کتاب سقیفہ میں رقم طراز ہیں کہ ابو بکر نے عمر کے ساتھ خالد ابن ولید کو بھی بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ علی و زبیر کو میرے پاس لے آؤ ۔ خالد ابن ولید دروازہ پر کھڑا رہا اور عمر گھر میں داخل ہوئے اور عمر نے زبیر سے پوچھا کہ یہ تلوار تمہارے پاس کیسی ہے وہ بولے میں نے بیعت علی کے لئے رکھی ہے ۔ اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس گھر میں بہت سے لوگ تھے مثلاً مقداد ابن اسود اور بنی ہاشم عمر نے تلوار لے لی اور ایک پتھر پڑا تھا اس پر مار کر توڑ ڈالی اس کے بعد زبیر کا ہاتھ پکڑ لیا اور دھکیلتے ہوئے باہر لائے اور خالد سے کہا ان کو پکڑو ۔ خالد نے پکڑ لیا اور خالد کے ساتھ بھی بہت سے لوگ تھے جنھیں ابو بکر نے کمک کے لئے بھیجا تھا پھر عمر اندر آئے اور علی مرتضیٰ سے کہا کہ اٹھو اور بیعت کرو حضرت نے کچھ تامل کیا ان کا بھی ہاتھ عمر نے پکڑ لیا اور کہنے لگے کہ اٹھو اُنھوں نے انکار کیا تو ان کو اُٹھا کر باہر لائے اور زبیر کی طرح حوالہ خالد کر دیا اور ان دونوں کو ابو بکر کے پاس لے کر چلے یہ خبر سُنکر مدینہ میں تمام تماشائی جمع ہو گئے اور تمام گلی کوچے آدمیوں سے بھرے ہوئے تھے جب جناب سیدہ نے یہ دیکھا فریاد کرنے لگیں اور دردناک نالہ بلند کیا اُن کے ساتھ اور عورات بنی ہاشم بھی جمع ہو گئی تھیں اور جناب سیدہ نے اپنے حجرے کے دروازے پر آ کر ابو بکر کو باواز بلند پکارا اور فرمایا اے ابو بکر کسقدر جلد تم نے لوٹ شروع کر دی اور اہل بیت رسول میں گھس آئے قسم خدا کی اب میں عمر سے بات نہ کروں گی جب تک رسول خدا سے بات نہ کروں ۔"

ابوبکر جوہری اس واقعہ کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں کہ جناب امیر اس شان سے گھر سے نکالے گئے تھے کہ گلے میں کوئی کپڑا ڈال کر کھینچے جاتے تھے اور مجبوری کی حالت میں آپ لاٹھیں مارتے تھے اور کہتے جاتے تھے اے گروہ مسلمین کیوں ایک ایسے مسلمان کی گردن مارتے ہو کہ جو کسی مخالفت کی وجہ سے نہیں بیٹھ رہا بلکہ ایک ضرورت سے بیٹھ رہا ہے پس جس مجلس کی طرف سے آپ گذرتے تھے یہی صدا آتی تھی کہ چلو چلو بیعت کرو۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ جب عمر جناب امیر کو لیکر ابوبکر کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بیعت کرو آپ نے فرمایا کہ اگر بیعت نہ کروں گا تو کیا ہوگا۔ لوگوں نے کہا (جن کی زبان سے عمر کلام کر رہا تھا) کہ قسم خدا کی کہ سوائے اس کے کوئی خدا نہیں ہے ہم تمہاری گردن ماریں گے۔ آپ نے فرمایا اگر ایسا کروگے تو ایک بندۂ خدا اور برادر رسول خدا کو قتل کروگے عمر بولے کہ بندۂ خدا ہونا تو مسلم ہے مگر برادر رسول خدا ہونا یہ ہم نہیں مانتا۔ ابوبکر خاموش بیٹھے تھے اور کچھ نہیں کہتے تھے۔ عمر نے کہا کہ اب ان کے بارے میں آپ کچھ حکم نہیں کرتے (ہم شمشیر بکف منتظر حکم ہیں) ابوبکر نے کہا کہ میں ان کو کسی بات پر مجبور نہیں کرتا ہوں جب تک کہ فاطمہ ان کے پہلو میں ہے پس اسوقت جناب امیر قبر رسول سے لپٹ گئے اور چیخ چیخ کر رونے لگے اور پکار کر کئی مرتبہ یہ آیت پڑھی یا بن ام القوم استضعفونی وکادو ان یقتلوننی لے ماںجائے قوم نے مجکو ضعیف کردیا اور قریب ہے کہ قتل کرڈالے۔

یہ ہیں وہ واقعات جن سے ہر عاقل نتیجہ نکال سکتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اگر بیعت کی بھی تھی تو کس قسم کی بیعت تھی اور شیعوں کے سامنے کہاں تک سند پیش کئے جانے کی قابلیت رکھتی ہے ابوبکر وعمر کے علاوہ اگر کوئی شخص ایسا ہوتا جس نے بے انتہا اسلام کی خدمت کی ہوتی۔ جان ومال سے رسول اللہ پر قربان رہا ہوتا اور پھر اس کے ہاتھ سے یہ مظالم اہلبیت رسول پر توڑے جاتے تو بے شبہ اہل نظر اس کے اس کام سے سوائے ل ع ن کے اور کوئی ریمارک نہیں کر سکتے تھے۔ ان واقعات کا فاطمہ رسول کی پارۂ جگر پر جو اثر پڑا ہوگا اس کا اندازہ ہر اہل دل کر سکتا ہے۔ ایک تو شفیق باپ اور سردار دوجہاں کا سایہ سر سے اٹھ چکا ہے اس کے ساتھ ہی وہ اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ رہی ہیں کہ اسی باپ کے ہمراہی پرسا دینے اور دلجوئی کے بجائے آگ اور لکڑیاں لیکر آتے ہیں۔ اس کا گھر جلا دینے پر آمادہ ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ انہیں بیوہ بنا دیا جائے یہ صدمہ فاطمہ زہرا کے لئے کوئی معمولی صدمہ نہیں تھا۔ نشتر بالائے نشتر۔ زخم بالائے زخم تھا۔ اسی لئے شمس العلماء فرماتے ہیں کہ مجکو جب فاطمہ زہرا

کا خیال آتا ہے تو بے اختیار جی چاہتا ہے کہ علیؑ کو خلافت مل جاتی تو غم زدہ فاطمہ کی کچھ تو دلجوئی ہو جاتی"۔ ہم شمس العلماء سے بادب عرض کرتے ہیں کہ آپ فاطمہ کو چھوڑیے۔ خلافت کے مرکزِ اصلی پر قرار پکڑنے سے فقط فاطمہ ہی کی خوشنودی مدنظر نہ رکھیے بلکہ یوں کہیے کہ وہ اسلام جسے عربی پیغمبر نے ۲۳ برس تک اپنا خون چُسایا تھا ان تفرقہ اندازیوں کی نذر ہوتا اور آپ کو اپنی لبنت ٹھیکہ داران اسلام کے مُنہ سے کافرستانہ پڑتا

یہ ظلم و ستم تو اہلبیت رسول پر ہی ہو رہا تھا کہ ایک اور تازہ مصیبت ان پر نازل کی گئی اور وہ یہ کہ فدک فاطمہ سے چھین کر اُن کو اور اُن کی اولاد کو نانِ شبینہ تک کو محتاج کرنے کی کوشش کی اور یہ کوشش بارور ہو گئی کیونکہ حکومت اور جبری حکومت اس کی بانی مبانی تھی شمس العلماء صاحب نے اس عظیم الشان قضیہ کا دو چار فقروں میں خاتمہ کیا ہے اور بزعم خود اچھا کیا ہے۔

شمس العلماء یہ فرما کر کہ علی نے بیعت تو کر لی۔ ارشاد کرتے ہیں، مگر انھوں نے جانشینی کے دعوے کو ایک اور صورت میں پیش کیا کہ فاطمہ نے فدک کی اراضی پر قبضہ دلائے جانے کا استغاثہ کیا

ہم شمس العلماء کا یہ ارشاد کہ استغاثہ معصومہ علیؑ کی شہ سے تھا اور گویا یہ جانشینی کا دعوا ہے علمائے سواد اعظم کی اس رائے سے ماخوذ ہے جو ابوبکر کو اس اعتراض سے بچانے کی ہر ایک کوشش میں ناکامیاب ہو کر قایم کی گئی ہے وہ یہ کہ اگر ابوبکر جناب سیدہ کے دعوئے فدک کو قبول کرتے تو کل کو وہ خلافت کے دعوے کر بیٹھتیں۔ سبحان اللہ اس رائے سے کس قدر ایمان کی خوشبو آ رہی ہے۔ اتنا تو ہم بھی کہتے ہیں کہ پولیٹکل لحاظ سے ابوبکر نے جو کیا وہ اچھا کیا۔ کیونکہ اگر کوئی بادشاہ کا مصاحب اپنی چالاکیوں سے اس کا جانشین بن بیٹھے تو جب تک وہ سچے وارثوں کا ہر ایک طریقہ سے قلع قمع نہ کرے اُسے اپنی حکومت کے استحکام کی امید نہ کرنی چاہیے اگر فدک پر فاطمہ کا قبضہ بحال رہتا تو ایک خلایق کا انبوہ اُن کے گرد جمع رہتا اور علیؑ کی جماعت کو ایک نمایاں تقویت رہتی۔ خلیفۂ اولؓ اُن کے مشیر اعظم خلیفہ گر اس صورت کو ٹھنڈے دل سے نہ دیکھ سکے اور دیکھ بھی نہیں سکتے تھے۔ سیاست ملکی کا اقتضا بھی ہے مگر بدقسمتی سے ہمیں ان حضرات کا یہ فعل کسنا پڑا ہے اسلام کی کسوٹی پر اور یہاں آ کر اس میں سراسر کھوٹ ہی کھوٹ نظر آتا ہے۔

شمس العلماء کا یہ فقرہ کہ فاطمہ نے فدک کی اراضی پر قبضہ دلائے جانے کا استغاثہ کیا ایک تشکوک

اور مبہم فقرہ ہے جب کسی معاملہ کو آدمی لکھنے بیٹھے تو اس کے ہر پہلو کو طالب کے سامنے پیش کر دے ہم نے اس فقرہ کو مشکوک یوں کہا کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سے فدک فاطمہ کے قبضہ میں تھا اور خلیفہ اول کے عہد میں آپ نے اس پر قبضہ کرنا چاہا حالانکہ ایسا نہیں ہے جناب فاطمہ اس پر متصرف نہیں ابو بکر صاحب نے خلافت پر قبضہ کرتے ہی فدک کو اپنی مٹھی میں لے لیا۔ پس جناب فاطمہؑ کی درخواست واگذاری فدک کی نسبت تھی نہ کہ سرے سے قبضہ دلائے جانے کے لئے جیسا کہ تفاسیر و تواریخ اہل سنت میں بیان کیا گیا ہے۔

علامہ سیوطی تفسیر در منثور میں تحت آیہ وات ذی القربی حقہ (اے پیغمبر قرابت داروں کو ان کا حق دیدے) بسند معتبر تحریر فرماتے ہیں فلما نزلت ھذہ الآیۃ وات ذی القربی حقہ فدعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاھا فدک یعنی جس وقت آیہ وات ذی القربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ نے فاطمہؑ کو بلایا اور فدک انہیں عطا فرمایا و فی معارج النبوۃ الشہیر بسیر مولانا المعین الھروی فی وقائع السنۃ السابعۃ بعد واقعۃ خیبر بھذہ العبارۃ علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ معارج النبوۃ جو ملا معین الھروی کی سیر مشہور ہے اس میں بھی واقعات ۷ھ میں واقعہ خیبر کے بعد یہی عبارت لکھی ہے ریاض ابراہیمی میں مرقوم ہے اما ان فدک کانت فی ید فاطمۃ فیدل علیہ ما فی کنز الاعمال للشیخ علی المتقی فی صلۃ الرحم من کتاب الاخلاق عن ابی سعید قال لما نزلت وات ذی القربی حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک رواہ الحاکم فی تاریخہ یعنی فدک فاطمہ کے قبضہ میں تھا جس کی دلیل یہ ہے کہ شیخ علی متقی نے کنز الاعمال کے باب صلۂ رحم میں کتاب الاخلاق سے بروایت ابو سعید لکھا ہے کہ جب آیت وات ذی القربی حقہ نازل ہوئی تو نبی نے فرمایا اے فاطمہ فدک تمہارے لئے ہے۔ حاکم نے بھی اپنی تاریخ میں اسے روایت کیا ہے۔

کتاب مقصد الاقصیٰ میں یہ عبارت تحریر ہے بعضے گویند کہ حضرت رسول اللہ بوئے خیبر امیر المومنین علی را فرستاد و مصالحہ بر دست حضرت امیر واقع شد بر آں نہج کہ حضرت امیر قصد خون ایشاں نکند و حوائط خاص ازاں رسول باشد پس جبرئیل فرود آمد و گفت کہ حق تعالیٰ می فرماید کہ حق خویشاں بدہ رسول گفت خویشاں من کیستند و حق ایشاں چیست جبرئیل گفت فاطمہ است حوائط فدک را بادوہ و آنچہ از خدا و رسول رواست در فدک ہم بادوہ پیغمبر فاطمہ را بخواند و براے وے حجۃ

نوشتہ و آن وثیقہ بود کہ بعد از وفات رسول پیش ابوبکر صدیق آوردہ و گفت ایں کتاب بوی خدا ست کہ برائے من وحسن وحسین نوشتہ است صاحب روضۃ الصفا اور حبیب السیر نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

روایات مندرجہ بالا جو نہایت اختصار کو مدنظر رکھ کر درج کی گئیں ہیں ان سے ضرور یہ مستفاد ہوتا ہے کہ فدک زمانہ رسول سے ہی قبضہ فاطمہ میں تھا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ اس کا انتظام بطور ایک سردار خاندان کے رسول اللہ سے متعلق ہو اور اس میں کسی قسم کا حرج بھی نہیں خصوصاً جبکہ ہم اُس تو حد پر نظر کریں جو ان بزرگواروں میں پایا جاتا ہے۔ اب رہا یہ شبہہ کہ فدک جو زرخیز قریہ تھا قریات حجاز میں اور اس کی آمدنی چالیس ہزار اشرفی تھی رسول اللہ نے فاطمہؑ کے لئے کیوں مخصوص کیا تو اس کو اول تو خدا سے پوچھو پھر رسول اللہ پر اعتراض کرو پھر اپنے علماء سے دریافت کرو کہ انھوں نے ان روایات کو کس بنا پر نقل کیا اگر ان سب سے قطع نظر صرف ہمیں ہی معرض اعتراض میں رکھا جاتا ہے تو ہم یہ کہنے کے لئے تیار ہیں کہ رسول اللہ حسب ارشاد جناب شمس العلماء کسی کا ذرا سا احسان بھی سر پر رکھنا نہیں چاہتے تھے ابوبکر نے جو احسان کیا اُس کی تلافی یہ ہے کہ عائشہ سے نکاح کر لیا (جو ان کے لئے حصول خلافت کا ذریعہ تہا۔ اب سوال یہ ہے کہ خدیجہ نے جو اسلام کی خدمات کی تھیں اور جس دریا دلی کے ساتھ اپنا مال رسول اللہ پر قربان کیا تھا۔ کچھ اس کا بدلہ دنیا میں خدیجہ کو ملا۔ اگر خدیجہ کی انہیں خدمات کو خدا و رسول نے مدنظر رکھ کر فدک ان کی بیٹی فاطمہ کو ھبہ کر دیا ہو تو کونسا عقلی استبعاد لازم آتا ہے۔

الغرض مسند خلافت پر بیٹھ کر جب ابوبکر نے فدک پر دست درازی کی تو فاطمہ جگر گوشہ رسول نے اسی ہبہ کی بنا پر واگذاری کی درخواست دی ہمارے یقین میں فاطمہ کو ضرور اسبات کا علم تھا کہ وہ اس دعوے میں ناکام رہیں گی۔ کیونکہ قاضی جو ہے وہ ہی تو غصب کرنے والا ہے اور یہ ایک معمولی سی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ ایسے شخص سے کسی صورت میں بھی انصاف کی امید نہیں ہو سکتی۔ مگر چونکہ عقائد اسلامی کے مطابق قضیات و امورات کا فیصلہ فقط دنیا ہی میں ختم نہیں ہوتا۔ یہ تو ایسا مقام ہے جس میں اکثر اہل حق کو اپنے حق سے ناکامی ہوئی ہے بلکہ اس کے لئے ایک اور دن مقرر ہے جسے یوم الحساب (قیامت) لکھتے ہیں اس لئے جناب فاطمہ کو یہ درخواست اٹھانا

نتیجہ پیش کرنی پڑی تاکہ کل کو ابوبکر یہ عذر نہ پیش کر سکے کہ فاطمہ نے مجھے اس غلطی سے متنبہ نہیں کیا تھا اور نیز اس لئے بھی کہ آنے والی نسلوں پر یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے کہ قرن اولی میں امت پیغمبر نے اپنے پیغمبر کی اولاد کے ساتھ کیا اچھا سلوک کیا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار جس وقت یہ درخواست واگزاری فدک پیش کی گئی اور وہ ہبہ نامہ ابوبکر کے سامنے رکھا گیا تو آپ کی ایمانداری مقتضی ہوئی کہ فاطمہ سے اس معاملہ میں گواہ طلب کئے جائیں۔ چنانچہ گواہ بلائے گئے ادھر سے علیؑ حسنؑ وحسینؑ ام ایمن و بعض نے ام کلثوم بھی لکھا ہے مگر وہ صحیح نہیں شہادت کے لئے آئے جسے اس حجت سے رد کیا گیا کہ حسنؑ وحسینؑ صغیر سن ہیں اور اولاد کی گواہی ماں باپ کے حق میں قابل اعتماد نہیں۔ اب رہے علیؑ و ام ایمن سو نصاب گواہان پورا نہیں ہوا اور صاحب شرح مواقف نے بھی یہی حجت پیش کی ہے

ابوبکر نے اس معاملے میں جس قدر قرآن کی خلاف ورزی کی ہے اسی قدر اپنے رہے سہے ایمان کو بھی غارت کر لیا ہے آیہ قرآنی سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ جب تک دو گواہ نہ ہوں قاضی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ گواہوں کا حکم اہل معاملہ کے لئے ہے نہ کہ قاضی کے واسطے اگر ایسا ہو تو بہت سے حقوق کی تعطیل لازم آتی ہے۔ بلا شبہہ قاضی مجاز ہے اس امر کا کہ ایک دو یا ان سے زیادہ گواہوں کی رو سے فیصلہ دے سکتا ہے۔ دوم یہ امر کہ گواہوں کی تعداد اہل معاملہ کے لئے جو قرآن میں درج ہے وہ معاملہ دین کے متعلق ہے فاطمہ کا دعوے اس سے تعلق ہی نہ رکھتا تھا بلکہ اسکا تعلق تھا بیع سے جس کی رو سے صرف گواہوں کی ضرورت ہے جن کی تعداد معین نہیں کی گئی حضرت ابوبکر نے فاطمہ سے گواہ طلب کرکے دو طرح سے آیت قرآنی کی مخالفت کی اول تو یہ کہ آیۃ میں جو ہدایت اہل معاملہ کے لئے ہے وہ اپنے لئے جو قاضی تھے قرار دی دوئم یہ کہ جو ہدایت معاملہ دین کے لئے تھی وہ معاملہ انتقال بیع اور عطیہ سے متعلق فرمائی۔

اگر یہ شبہہ کیا جائے کہ معاملہ دین میں خدا نے گواہوں کی تعداد مقرر فرما دی ہے اور معاملہ بیع میں معین نہیں کی یہ گویا خداوند تعالی کا استغنا ہے کہ جو حکم ایک جگہ بیان کر دیا ہے اس کے بیان کی پھر ضرورت نہ سمجھی اس لئے معاملہ بیع کو معاملہ دین پر قیاس کر لینا جائز ہے سو ایسا قیاس درست نہیں ہے خدا نے جو ہدایتیں کسی معاملہ کے متعلق فرمائی ہیں وہ اسی تک محدود ہیں اور اس صورت میں ایک کو

دوسرے پر قیاس کرنا ایک سخت غلطی ہے۔ معاملہ بیع میں جو گواہوں کی تعداد معین نہیں کی گئی اس سے بہ ظاہر ہوتا ہے کہ گواہوں کی تعداد اہل معاملہ کی مرضی پر موقوف رکھی گئی ہے اسی وجہ سے اس کی تصریح نہیں ہوئی جیسے کہ آیہ قذف میں چار گواہوں کی تشریح کر دی گئی ہے اب اس میں دو صورتیں پیدا ہوتی ہیں یا تو حضرت ابوبکر اور ان کے مشیر کار جنھوں نے بڑے زور شور سے فرمایا تھا حسبنا کتاب اللہ) قرآن سے بالکل جاہل تھے۔ یا یہ اقرار کیا جائے کہ انھوں نے دانستہ ہدایات متعلقہ دین کو معاملہ بیع غیر قرضہ کے متعلق کیا اور اس طرح بدنامی سے بچنے کا ایک حیلہ اپنے لیے تجویز فرمایا

ایک اور لطیفہ دیکھنے کے قابل ہے کہ کتب اہل سنت سے بہت سے ایسے واقعات مل سکتے ہیں جن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ فقط مدعی اور ایک گواہ کے بیان پر فیصلہ صادر کیا گیا ہے۔ خود عہد رسول اللہ کی نظیر موجود ہے جن میں صرف آنحضرت کا بیان اور ایک گواہ کی شہادت قبول کر لی گئی ہے اور جس کی رو سے ادائے شہادت کو یہاں تک وسعت دی گئی ہے کہ صرف بیان صدق کی تصدیق کافی ہے۔ انہیں نظائر سے وہ مسئلہ پیدا ہوا ہے جو زمانہ رسول تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ خلفائے ثلثہ اس پر عامل نظر آتے ہیں اور مروان نے اس پر عمل کیا ہے جو معاویہ کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا ملاحظہ فرمائیے علامہ زمخشری ربیع الابرار میں وجہ تسمیہ ذوالشہادتین خزیمہ ابن ثابت کے بیان میں تحقیقاً رقم فرماتے ہیں روی ان رسول اللہ استقضاہ یهودی دینا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولم اقضک فطلب البینۃ فقال لاصحابہ ایکم یشہد لی فقال خزیمہ انا یارسول اللہ قال وکیف تشہد بذالک ولم تحضرہ ولم تعلمہ قال یارسول اللہ نحن نصدقک علی الوحی من السما فکیف لا نصدقک علی انک قضیتہ فانفذ شہادتہ وسماہ بذالک لانہ صیر شہادتہ بشہادۃ رجلین

روایت کی گئی ہے کہ ایک یہودی نے حضرت سے قرض طلب کیا آپ نے فرمایا کیا میں نے تیرا دین ادا نہیں کیا۔ اس نے گواہی طلب کی آپ نے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں سے کون شخص میری گواہی دیتا ہے خزیمہ نے عرض کی یارسول اللہ میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا تو کس بنا پر شہادت دیتا ہے تو نہ اسوقت موجود تھا نہ تجھے خبر ہے اس نے عرض کی یارسول اللہ ہم جب آپ کی وحی آسمانی پر تصدیق کرتے ہیں تو اس بات کی تصدیق کیوں نہ کریں کہ آپ نے قرض ادا کر دیا ہے پس اسکی شہادت جاری کی

گئی اور اسے ذوالشہادتین کہا گیا کیونکہ اس کی گواہی دو مردوں کی برابر قرار پائی تھی۔ تفسیر نیشاپوری میں بھی بتفاوت یسیر یہی مضمون موجود ہے۔ ابوداؤد نے اپنی سنن میں اسی کے متعلق ایک باب موسوم بہ باب اذا علم الحاکم صدق شہادۃ الواحد یجوزان یقضی (جب حاکم کو شہادت واحد کی بنا پر مدعی کی تصدیق ہو جائے تو حکم کرنا جائز ہے) اور اس باب میں مندرجہ ذیل حدیث نقل کی ہے۔ حدثنا عن عمارۃ ابن خزیمہ ان عمہ حدثہ و ھو من اصحاب النبی ان النبی ابتاع فرسًا من اعرابی فاستبعتہ النبی لیقضیہ ثمن فرسہ فاسرع رسول اللہ المشی وابطأ الاعرابی فطفق رجال یعترضون الخ

حاصل حدیث یہ ہے کہ عمارہ نے خزیمہ سے اس نے اپنے چچا سے جو صحابہ نبی تھا روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت پیغمبر نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا اور پھر اُسے بھیجنا چاہا تا کہ اُس کی قیمت ادا کردیں رسول اللہ نے چلنے میں جلدی کی اور اعرابی نے درنگ سے کام لیا اتنے میں لوگ اعرابی سے متعرض ہوئے اور اسکو گھوڑا بیچنے کے لیے عاجز کرنے لگے اور ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ نبی نے یہ گھوڑا خرید لیا ہے ان اعرابی نے رسول اللہ کو پکارا اور کہا کہ اگر آپ کو گھوڑا لینا ہے تو لیجیے نہیں تو میں اسے فروخت کرتا ہوں۔ رسول اللہ نے جب یہ آواز سنی تو ٹھیر گئے اور فرمایا کہ کیا میں نے یہ گھوڑا نہیں خریدا۔ اعرابی نے قسمیہ کہا کہ میں نے اس کو فروخت نہیں کیا۔ جانبین نے اپنے اپنے دعوے پر اصرار کیا اسوقت خزیمہ ابن ثابت نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اسے مول لیا ہے۔ رسول اللہ نے خزیمہ سے فرمایا کہ تو کس بات کی گواہی دیتا ہے (حالانکہ تیرے سامنے یہ معاملہ نہیں ہوا) خزیمہ نے عرض کی یا نبی اللہ میں نے آپ کے ارشاد کی تصدیق کی ہے۔ بس رسول اللہ نے خزیمہ کی شہادت کو دو مردوں کے برابر فرمایا۔

صاحب کنزالاعمال تحریر کرتے ہیں ان رسول اللہ وابابکر وعمر وعثمان کانوا یقضون بشہادۃ الواحد والیمین کہ رسول اللہ و ابوبکر و عمر عثمان فقط ایک شہادت اور قسم پر حکم جاری کردیتے تھے۔

تلویح شرح توضیح میں مرقوم ہے ان النبی قضی بشہادۃ شاھد والیمین صاحب الحق وروی عنہ ان النبی وابابکر وعمر وعثمان کانوا یقضون بشہادۃ الواحد والیمین یعنی نبی صلی اللہ

علیہ وآلہ فقط ایک شہادت اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کر دیتے تھے اور عمر وابو بکر وعثمان کا بھی یہی معمول تھا۔ بخاری کتاب ہبہ میں لکھا ہے کہ پسران صہیبا غلام ابن جدعان دو گھروں اور ایک کوٹھڑی کے دعویدار تھے کہ انہیں رسول اللہ نے عطا کئے ہیں۔ مروان نے گواہ طلب کئے تو فقط ابن عمر پیش ہوئے جن کی گواہی پر مروان نے مدعیان کے حق میں ڈگری جاری کر دی۔

انہیں نظائر کی بنا پر علمائے اہل سنت نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جب حاکم کو کسی مدعی یا طالب کے بیان اور ایک گواہ عادل کی شہادت پر صدق کی مباشرت قلبی ہو تو اسی پر حکم نافذ کیا جائے مگر کس قدر افسوس کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ فاطمہ بنت رسول کے ساتھ اتنی رعایت بھی روا نہیں رکھی گئی

اس سے بھی لطیف تر سنئے! ابن سعد طبقات کبریٰ میں باسناد خود لکھتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے۔

لما قبض رسول اللہ قال ابو بکر لما جاءہ مال من البحرین من کانت لہ علی النبی عدۃ فلیاتنی قال فجاءہ جابر ابن عبد اللہ الانصاری فقال ان النبی وعدنی اذا اتاہ مال البحرین ان یعطینی ھکذا وھکذا وھکذا واشار بکفیہ فقال ابو بکر خذ فاخذ بکفیہ بعدۃ خمسمائۃ درھم فاعطاہ ایاھا والفا ثم جاءہ ناس کان وعدھم رسول اللہ فاخذ کل انسان ما کان وعدہ ثم قسم ما بقی من المال فاصاب کل انسان منھم عشرۃ دراھم

کہ جب رسول اللہ نے وفات پائی تو جو وقت مال بحرین آیا ابو بکر نے کہا جس شخص سے کچھ وعدہ رسول اللہ نے کیا ہو وہ میرے پاس آئے۔ جابر ابن عبد اللہ انصاری آئے اور کہا کہ مجھ سے نبیؐ نے وعدہ کیا تھا کہ جب بحرین کا مال آئے گا تو مجھے اتنا اتنا۔ اتنا عطا کریں گے اور اشارہ اپنے دونوں دست کی طرف کیا ابو بکر نے کہا کہ اچھا ہے لو جابر نے لپ بھر کر اٹھا لیا جس میں از روئے شمار پانچسو درہم آئے یہ جابر کو دیدئے اور ہزار اور عطا کئے پھر اور لوگ آئے جن سے رسول نے وعدہ کیا تھا۔ پس ہر ایک شخص نے اتنا لے لیا جو اس سے وعدہ کیا گیا تھا۔ پھر جو کچھ مال باقی رہا تھا وہ بانٹ دیا گیا جس سے ہر شخص کو دس درہم پہنچے۔ صحیح بخاری میں خود جابر ابن عبد اللہ سے یہ روایت منقول ہے اور محدثین نے اس کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ خلیفہ اول نے جابر سے گواہ اسی لئے نہ طلب کئے کہ جابر جھوٹ نہ بول سکتے تھے اگر جابر ہی خیرات سے نہ ہو گا تو اور کون ہو گا

ان اقوال کو دیکھ کر ان لوگوں کی بے انصافیوں پر خدا کی قسم خون کھولتا ہے۔ غضب خدا کا ان پر نازل ہو

جابر ہاں جابر ایک معمولی صحابی اپنے دعوے میں اتنا سچا مانا جائے جابر ہی نہیں بلکہ عوام الناس تک صادق تسلیم کئے جائیں اور فاطمہ صدیقہ رسول کی پارۂ جگر مقصد آیۂ تطہیر اپنے دعوے میں جھوٹی مانی جائے اس معصومہ سے گواہ طلب ہوں اور پھر وہ گواہ نہایت بیدردی کے ساتھ رد کردیئے جائیں اسپر طرہ یہ کہ خوش اعتقاد مرید ان مظالم کو ایک خوبصورت لباس پہنانے کی کوشش کریں ہم سچ کہتے ہیں کہ نہایت آزادانہ خیالات کو دماغ میں جگہ دے کر جب ان لوگوں کے کردار کو دیکھا جاتا ہے تو بے ساختہ دل سے یہ صداقت بھری ہوئی آواز نکلتی ہے کہ تف برین مسلمانی۔ حیف برین اسلام حق زہرا خوردن و دین پیمبر داشتن۔ حاشا ثم حاشا۔ ناممکن۔ ناممکن۔ ناممکن

اب یہ امر قابل ملاحظہ ہے کہ فاطمہ کے دعوے کے گواہ کس قسم کے لوگ تھے۔ ایک نفس رسول (علی) اور دوسرے فرزندان رسول حسنینؑ تیسرے ام ایمن۔ انہیں کو پیغمبر نے وقت ہبہ گواہ کیا جنھیں حضرت ابوبکر نامنظور کرتے ہیں اور اس حجت سے کہ نصاب گواہان پورا نہیں ہوا۔ کیا ابوبکر رسول اللہ سے افضل تھے کیا رسول اللہ احکام الہی کی پابندی ابوبکر سے بھی کم کرتے تھے۔ ان چاروں گواہوں میں علی کی شان دیکھو افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ کیا وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے حجت پر قایم ہو اور پیچھے آئے اس کے گواہ اسی (خدا) کی طرف سے۔

علامہ سیوطی درمنثور میں اس آیہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اخرج ابن ابی حاتم و ابو نعیم فی المعرفۃ عن علی ابن ابی طالب قال ما من رجل من قریش الا نزل فیہ طائفۃ من القرآن فقال لہ رجل ما نزل فیک قال اما تقرء سورۃ ھود افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ و اخرج ابن مردویہ و ابن عساکر عن علی فی الایۃ قال رسول اللہ صلعم علی بینۃ من ربہ وانا شاھد منہ واخرج ابن مردویہ من وجہ آخر عن علی قال رسول اللہ صلعم علی بینۃ من ربہ وانا شاھد منہ واخرج ابن مردویہ من وجہ آخر عن علی قال قال صلعم افمن کان علی بینۃ من ربہ انا ویتلوہ شاھد منہ علیؑ۔

ابن ابی حاتم اور ابو نعیم نے معرفۃ میں علی ابن ابیطالب سے نقل کیا ہے آپنے فرمایا کہ قریش میں سے کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کے لئے قرآن میں کچھ نازل ہوا ہو۔ اس وقت ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ کے بارے میں کیا نازل ہوا ہے آپ نے فرمایا کیا تو نے سورۂ ہود میں نہیں پڑھا

افمن کان علی بینۃ الخ اس میں علی بینۃ سے مراد رسول خدا ہیں اور یتلوہ شاہد منہ سے حسن ابن مردویہ اور ابن عساکر نے اسی آیت کی تفسیر میں علی مرتضٰے سے نقل کیا ہے کہ علی بینۃ من ربہ سے مراد رسول اللہ ہیں اور یتلوہ شاہد منہ سے ہیں۔ ابن مردویہ نے دوسرے طریق سے علی مرتضٰی سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم علی بینۃ من ربہ ہیں اور یتلوہ شاہد منہ میں ہوں۔ پھر دوسرے طریق سے ابن مردویہ نے علی مرتضٰی سے اس روایت کو لیا ہے کہ علی بینۃ من ربہ رسول اللہ ہیں اور یتلوہ شاہد منہ میں ہوں

حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا میں تحریر کیا ہے کہ شاہد سے مراد علی ابن ابیطالب ہیں اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ابو ہریرہ سے ایک طولانی روایت نقل کی ہے جس میں لکھا ہے کہ شاہد سے مراد علی ابن ابیطالب ہیں ان مضامین مندرجہ کتب اہل سنت کو مدنظر رکھ کر شمس العلما صاحب اندازہ فرمائیں کہ اس خدائی شہادت کا ابو بکر صاحب نے انکار کر کے اپنے ایمان کی دیوار کو کفر و نفاق کے زلزلوں سے کہاں تک بچا یا ہے اب رہے حسنین علیہم السلام جن کی نسبت یہ عذر کیا گیا ہے کہ چونکہ یہ مدعیہ کے بیٹے ہیں۔ نیز صغرسن ہیں اس لئے ان کی شہادت قابل قبول نہیں اور علمائے سواد اعظم بھی حجتہً یہی بیان پیش کرتے ہیں ہمیں افسوس ہے کہ ان لوگوں کی تاریک نگاہیں ان بزرگواروں کے نورانی مراتب کا اندازہ کرنے میں قاصر رہیں کتب اہلسنت سے اس قسم کی ہزاروں شہادتیں حاصل ہو سکیں گی جن سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ بزرگوار بچپن میں علوم شرعیہ کے ایسے عالم تھے جو دوسروں کو بڑھاپے میں بھی حاصل نہیں ہوا۔

ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ ایکروز ابو بکر منبر پر تھے حسن ابن علی آئے اور اُن سے کہا کہ میرے باپ کی جگہ سے اُترو ابو بکر بولے قسم خدا کی بیشک یہ تمہارے باپ کی جگہ ہے اور میرے باپ کی نہیں۔ پھر اُن کو اپنی گود میں بٹھا لیا اور رونے لگے (اپنی کرتوت پر) اسوقت علی علیہ السلام نے (جو موجود تھے) فرمایا قسم خدا کی میری رائے سے یہ امر نہیں تھا ابو بکر بولے سچ کہا آپ نے خدا کی قسم میں آپ کو متہم نہیں کرتا ہوں

امام حسن علیہ السلام کی فہم و فراست اسی سے ظاہر ہوتی ہے کہ ابو بکر سے یہ فرمایا کہ میرے باپ کی جگہ سے اُتر آ جس سے رسول اللہ بھی مراد ہو سکتے ہیں اور حضرت امیر بھی یہ ایسا کلام تھا جس کے

جواب میں ابوبکر کو اشک ندامت بہانے کی ہی سوجھی۔ اب رہا جناب امیر علیہ السّلام کا بقسم یہ فرمانا
کہ یہ امر میری رائے سے نہیں ہوا اس سے مراد یہ ہے کہ ہمارے بچے تک تمہاری اس غاصبانہ کارروائی
کا علم رکھتے ہیں۔ یہی معاملہ جناب امام حسین و عمر کے درمیان پیش آیا ہے صاحب تہذیب الکمال
نے قلمبند کیا ہے عمر صاحب کو بھی سوائے سر جھکانے کے اور کچھ بن نہ آیا جب یہ بچے ان امورات سے
واقف تھے تو کیا اُنہیں حلال وحرام کی بھی تمیز نہیں تھی کیا وہ بھی عمر صاحب کے صاحبزادے
ابوشحمہ کی مانند تھے استغفراللہ وہ فرزند رسول تھے۔ انھوں نے نبی کی زبان چوسی تھی اور انہیں
وہ علم میسر تھا جسے علم لدنی کہتے ہیں جو علم نبوت کی تاج ہے۔ صحیح بخاری میں ابوہریرہ سے روایت
ہے قال اخذ الحسن بن علی تمرۃ من تمرۃ الصدقۃ فجعلھا فی فیہ فقال النبی کخ کخ لیطرحھا
ثم قال اما شعرت انا لا ناکل الصدقۃ یعنی حسن ابن علی نے ایک چھوارہ صدقے کے چھواروں
میں سے اٹھا کر اپنے مُنہ میں ڈال لیا۔ اس پر پیغمبر نے فرمایا تھو۔ تھو تاکہ وہ اُسے پھینک دیں۔ پھر
فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ شیخ عبدالحق شرح مشکوٰۃ میں اس واقعہ کے متعلق
رقم طراز ہیں کہ بظاہر اشعار اس عبارت کا یہ ہے کہ امام حسن کو سابق سے اس حکم کا علم تھا اور بعید
نہیں ہے کہ وہ صغیر عاقل تھے اور بے شک ان دو تو امام جلیل نے احادیث رسول کا صغر سن میں
تحمل کیا اور زمانہ وفات رسول میں آٹھ برس کے تھے۔

حسنین علیہم السلام نے اگر بچپن میں مراتب علوم طے کر لئے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں بچپن میں تو نبوت
ملی ہے نبوت۔ دیکھو قصہ حضرت عیسیٰ مندرجہ قرآن بفحوائے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اہل سنت ہر ایک
ملائے مسجدی کو انبیاء بنی اسرائیل کا شابہ گردانتے ہیں۔ کیا حسنین علیہم السلام کو انبیاء بنی اسرائیل
کے برابر تصور کرنے کے لئے ان کی ایمانی قوت مانع آئے گی اگر ایسا ہے تو واللہ ثم باللہ یہ لوگ ایمان سے
بالکل عاری ہیں۔ اب رہیں ام ایمن ان کی نسبت یہ سمجھ لینا چاہئے کہ رسول اللہ نے ان کو گواہ کیا
تھا ہمارا خیال اور خیال کیا معنی یقین ہے ابوبکر خوب جانتے تھے کہ گواہی میں وہ لوگ پیش ہوئے
ہیں جن سے زیادہ روئے زمین پر کوئی سچا نہیں ہو سکتا۔ مگر ساتھ ہی وہ یہ خوب سمجھتے تھے کہ اگر
یہ دعوے قبول کر لیا گیا تو خلافت ہاتھ میں نہیں رہ سکتی جیسا کہ ایک بغدادی پروفیسر کی رائے ہے
جس کا خلاصہ ہم شروع میں لکھ آئے ہیں کہ آج فاطمہ کو فدک دے دیا گیا اور ان کے دعوے کو

تسلیم کر لیا گیا تو کل کو وہ خلافت کا دعوے کریں گی

ان واقعات کو مد نظر رکھ کر اب شمس العلماء کا یہ ارشاد کہ علیؑ نے دعوے جانشینی کو دعوے فدک کی صورت میں پیش کیا۔ ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ کہاں تک وقیع مانا جا سکتا ہے۔

شمس العلماء :- یہ زمین یہودیوں سے بے لڑے پیغمبر صاحب کو حاصل ہو گئی تھی یہ بھی ایک قسم کی غنیمت تھی مگر اس کے بارے میں خدا کا خاص حکم یہ تھا کہ ما افاء اللہ علیٰ رسولہ من اھل القریٰ فللہ علی رسولہ ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمسکین وابن السبیل فاطمہ نے اپنا دعوے قاعدہ میراث پر مبنی کیا ابوبکر نے فاطمہ کا دعوے خارج کر دیا کہ میں پیغمبر صاحب کا جانشین ہوں اس زمین کے محاصل سے بے کم و کاست وہی سارے مصارف چلاتا رہوں گا جو پیغمبر صاحب چلاتے رہے۔ ابوبکر کے فاطمہ کی درخواست نامنظور کرنے کا بھی بڑا بھاری اعتراض کیا ہے مگر ہم تو ابوبکر کے طرز عمل میں اعتراض کی کوئی بات نہیں پاتے اگر اراضی فدک میں ما افاء اللہ الی رسولہ الخ کے خلاف عام میراث کا قاعدہ جاری کیا جاتا تو اس میں امہات المومنین اور اُن کے زمرہ میں خود ابوبکر کی بیٹی عایشہ بھی حقدار تھیں مگر فاطمہ کے سوائے کسی حقدار نے دعوے نہیں کیا بھلا عائشہ نے تو شاید اس لئے دعوے نہ کیا ہو کہ اُن کے باپ خلافت کے دعوے سے کل اراضی پر قابض تھے اور باپ بیٹی کچھ دو نہیں تھے مگر دوسری امہات المومنین کیوں سکوت کئے بیٹھی رہیں۔ اسی وجہ سے نا کہ اُن کو معلوم ہو گیا تھا کہ انبیا علیہم السلام کے متروکے میں قاعدہ میراث جاری نہیں ہوتا۔ علاوہ بریں یہ بات بھی کہیں دیکھنے میں نہیں آئی کہ ابوبکر نے مصارف میں جو پیغمبر صاحب نے مقرر کر رکھے تھے کسی طرح کا رد و بدل کیا ہو اور کسی کی طرف سے اس کی شکایت پیش نہیں ہوئی بلکہ عمر نے تو عہد خلافت میں خود علیؑ اور عباس کو اس کا امین مقرر کر دیا تھا۔

ہم :- ہمارے خیال میں واقعات تاریخی کا چھپانا اور اُن کے تاریک پہلوؤں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرنا ایک ایسا ناروا اور غیر مستحسن فعل ہے جو کسی طرح پسند نہیں کیا جاتا۔ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ فاطمہ نے اول از روئے ہبہ فدک کی واگذاری کی درخواست کی تھی اس وقت ابوبکر نے خدا اور رسولؐ کے احکام سے الگ ہو کر ان کی درخواست نامنظور کر دی۔ ابوبکر کے ایمان نے اس معاملے میں کفر و نفاق کی چٹانوں سے جس قدر کہ ٹھوکریں کھائیں ہیں وہ ہم بیان کر آئے

ہیں ان سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ فاطمہ اس صورت میں ٹ عیہ نہ تھیں بلکہ مدعا علیہا تھیں اور اس لئے بروئے شرع ان سے صرف قسم لی جاتی تھی اپنے دعوے کے لئے گواہ پیدا کرنا ابو بکر کے ذمے تھا غرض جب ہبہ کو ناکامی ہوئی تو آپ نے اب از روئے میراث دعوے کیا اور وہ نہ صرف فدک کی بابت تھا بلکہ کل ترکہ پیغمبر کی نسبت اور یہ دعوے ایسا صحیح اور مضبوط تھا جس سے ابو بکر کو سرتابی کرنے کی جرأت نہ ہوئی انھوں نے فاطمہ کو اپنی تحریر دے دی مگر عمر صاحب نے اسے چاک کر دیا۔ سبط ابن جوزی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔

جاءت فاطمة بنت رسول الله الی ابی بکر و هو علی المنبر فقالت یا ابا بکر افی کتاب الله ان ترثک ابنتک ولا ارث ابی فاستعبر ابو بکر باکیاً ثم قال بابی ابوک و بابی انت ثم نزل فکتب لها بفدک و دخل علیه عمر فقال ما هذا فقال کتاب کتبته لفاطمة میراثها من ابیها قال فماذا تنفق علی المسلمین وقد حاربتک العرب ثم اخذ عمر الکتاب فشقه یعنی فاطمہ بنت رسول اللہ ابو بکر کے پاس آئیں اور وہ منبر پر تھے۔ آکر فرمایا اے ابو بکر کیا کتاب اللہ میں یہ حکم ہے کہ تیری بیٹی تیری میراث پائے اور مجھے میرے باپ کی میراث نہ ملے یہ سنکر حضرت ابو بکر صاحب عبرت سے آنسو ٹپکانے لگے اور فرمانے لگے کہ میرے باپ تیرے باپ پر قربان ہوں اور میرے باپ تجھ پر قربان ہوں یہ کہکر منبر سے نیچے اُتر آئے اور فدک کے لئے تحریر لکھدی اسوقت عمر صاحب داخل ہوئے اور پوچھا یہ کیا ہے ابو بکر نے کہا کہ یہ وثیقہ جو میں نے فاطمہ کی میراث کے لئے لکھدیا ہے۔ عمر بولے کہ اب مسلمانوں کو کیا دو گے تمام عرب تو تم سے لڑنے پر تیار ہے یہ کہکر عمر نے وہ تحریر لے لی اور چاک کر ڈالی

جب ابو بکر صاحب نے یہ رنگ دیکھا تو انہیں ضرورت محسوس ہوئی کہ فاطمہ کو دعوئ ارث سے روکنے کے لئے کوئی حجة قایم کرنی چاہئے۔ اب اُنھوں نے اہل مجلس پر متفسرانہ نظر ڈالی کہ کسی کو میراث پیغمبر کی نسبت کچھ علم ہو جب سب طرف سے سکوت دیکھا تو فوراً اسی ذات نے اُن کے دل میں القا کیا جو اُن پر مسلط رہا کرتی تھی جس کی نسبت خود بایں الفاظ اقرار فرماتے ہیں۔

ان لی شیطانا یعترینی فان استقمت فاعینونی و ان زغت فقومونی

مجھ پر ایک شیطان مسلط ہے جو مجھے گمراہ کر دیا کرتا ہے اگر میں سیدھے رستہ چلوں تو میری

مدد کرو اور اگر گمراہ ہو جاؤں تو مجھے چھوڑ دو۔ اور آپ گویا ہوئے کہ ہم گروہ انبیا کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے اور جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں صدقہ ہے اگر غور کی نگاہ سے دیکھو تو مندرجہ بالا روایت جو یقیناً شمس العلماء سے زیادہ نظر رکھنے والے نے قلم بند کی ہے اور اسی روایت کو کتاب انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون مصنفہ نور الدین علی ابن برہان حلبی مطبوعہ مصر میں بھی لیا گیا ہے اسی سے آپ کے تمام مقتولوں کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔

ہم دریافت کرتے ہیں کہ اگر فاطمہ سلام اللہ علیہا اپنے دعوے میں سچی نہ تھیں تو ابوبکر نے اول کیوں منظور کیا اور عمر نے جس حجت سے اس وثیقہ کو چاک کیا آیا وہ حجت کچھ وزن دار تھی یہیں یہاں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر صاحب عمر کے ہاتھ میں بالکل کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے وہ جس طرف چاہتے تھے اُن کو پھرا لیتے تھے وہ محض ایک شطرنج کے بادشاہ کی حیثیت رکھتے تھے جس کی چالیں دوسرے کے ہاتھ میں ہوتی ہیں ابوبکر صاحب اپنے اس دعوے میں بالکل سچے معلوم ہوتے ہیں "ان لی شیطاناً" الخ اور ساری عمر میں ایک ہی موقع پر ان کی صدیقیت کا جلوہ نظر آیا ہے۔

عمر کی مندرجہ بالا حجت پر جب نظر ڈالی جائے تو وہ دائرہ اسلام و ایمان سے اسقدر بیرونی اور اجنبی معلوم ہوتی ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ پیغمبر کے عہد میں محاربات کا خرچ کس مد سے چلتا تھا۔ جبکہ فدک اور دیگر مقامات قبضہ رسول اللہ میں نہیں آئے تھے اور ان کے قبضہ کے آنے کے بعد آیا ان کی آمدنی کسی محاربہ میں خرچ کی گئی ہے۔ اگر ایسا ہو تو یہ شبہہ رسول اللہ پر اعتراض ہوگا کہ آپ نے "ما افاء اللہ علیٰ رسولہ" کے خلاف عملدرآمد کیا جو کسی طرح پیغمبر کی ذات سے ممکن نہیں۔ عمر کی حجت سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ اُنھوں نے دعوے فاطمہ زہرا کی نفی نہیں کی بلکہ ایک ملکی ضرورت ابوبکر کے سامنے پیش کی اور بغیر اس کے کہ کوئی لفظ ابوبکر کی زبان سے نکلے اس تحریر کو لیکر چاک کر ڈالا۔ حقیقتہً یہ عمر صاحب کا بنا قانون تھا کہ ملکی ضرورت کے لئے جس کا مال چاہو غصب کر لو اور پھر وہ ضرورت بھی ایسی جو محض بے وجود اگر ایسی ہی ضرورت تھی تو بحرین کا مال کیوں اس فراخدلی سے لٹایا گیا۔ جس سے سوائے شہرت۔ نمود۔ تالیف قلوب اور رشوت کے اور کچھ نتیجہ نکلتا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔ اگر واقعی خلافت مآب کو ایسی ضرورت تھی تو وہ فدک اور دیگر مفوضات پیغمبر پر فاطمہ کا قبضہ تسلیم کرکے اس کی آمدنی ان سے بطور قرض یا بطور اعانت اسلام طلب کر سکتے

تھے ہمارا تو خیال ہے کہ جناب فاطمہ اس سے کبھی پہلو تہی نہ کرتیں یہ بھی نہیں تو چھوٹے مُنہ سے اتنا ہی کہہ دیتے کہ بنت رسول اللہ بے شک یہ آپ کا حق ہے مگر ابھی اس کی آمدنی اب بیت المال میں رہنے دیں مسلمانوں کو روپے کی سخت ضرورت ہے۔ جب بھی کچھ اشک شوئی ہو جاتی۔ مگر وہاں سرے سے یہ ہی مدنظر تھا کہ فاطمہؑ اس سے قطعی محروم کر دی جائے۔ اب خدا جانے شمس العلما کا یہ دعوے کہ ابوبکر نے اس اراضی کی آمدنی کو اسی طرح صرف کیا جس طرح پیغمبر کرتے تھے۔ کہاں تک صداقت سے ملوث ہے جبکہ عمر صاحب اُس کی تردید کر رہے ہیں اور صاف ارشاد کرتے ہیں کہ ان کی آمدنی محاربات میں صرف کیجائے گی۔ حسبنا کتاب اللہ کے قائل نے ما افاء اللہ علی رسولہ کا کیا اچھا مصرف تجویز کیا ہے اور احکام قرآن سے وہ کیسے خبردار ہیں۔

یہ اعتراض فاطمہ کے دعوے ارث پر کہ ازواج رسول بھی تو متروکہ پیغمبر میں شامل نہیں اول تو یوں باطل ہے کہ خود ابوبکر صاحب نے اس دعوے کو صحیح تسلیم کر لیا کیا ابوبکر کا علم شمس العلماء کے علم سے بھی اس معاملہ میں گھٹا ہوا تھا۔ دویم یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ از روئے ارث فاطمہ نے کل کے کل کا دعوے کیا تھا اپنے ہی حصے کی طلب گار تھیں۔ جیسا کہ بخاری کتاب خمس میں عائشہ سے منقول ہے قالت وکانت فاطمۃ تسأل ابابکر نصیبھا مما ترک رسول اللہ من خیبر و فدک وصدقۃ بالمدینۃ فابی ابوبکر ذالک یعنی فاطمہ ابوبکر سے اپنا حصہ طلب کرتی تھیں متروکہ رسول اللہ میں سے جو خیبر فدک اور صدقات مدینہ۔ صدقات کے یہ معنی ہیں کہ جو پیغمبر نے اپنے لئے رکھا تھا۔ سے پس ابوبکر نے اس سے انکار کر دیا۔ شمس العلماء کا یہ ارشاد کہ ازواج پیغمبر اپنے حصوں کی طلب گار نہیں ہوئیں۔ ہمارے خیال میں ناواقفیت پر مبنی ہے صحیح بخاری میں روایت موجود ہے۔ راوی کہتا ہے میں نے عائشہ زوجہ رسول اللہ سے سُنا وہ کہتی تھیں کہ ازواج رسول نے عثمان کو ابوبکر کے پاس بھیجا اور ما افاء اللہ علی رسولہ میں سے آٹھواں حصہ طلب کیا مگر انہیں بھی اسی عذر بارد سے ٹلا دیا گیا اور کیوں نہ ٹلاتے وہ اتنے بیوقوف نہیں تھے کہ فاطمہ کو اعتراض کا موقع دیتے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ابوبکر صاحب نے جو حدیث نحن معاشر الانبیاء الخ فرمائی ہے۔ اس کی کہاں تک اصلیت ہے اول تو یہ امر کسقدر تعجب خیز ہے کہ جن لوگوں سے حکم میراث متعلق تھا اولاد و ازواج ان سے رسول اللہ نے کبھی نہ فرمایا کہ تمہارا میرے متروکہ میں کوئی حق نہیں ہے نہ دوسرے صحابہ میں

سے کسی کو اطلاع دی جن میں علیؑ عباسؓ اور دیگر جلیل الشان صحابہ موجود تھے مگر ابو بکر کے کان
میں چپکے سے کہدیا غالباً علم نبوت سے معلوم کر لیا ہوگا کہ میرے بعد یہی خلیفہ ہوگا۔ یہی قاضی
ہوگا اسی سے کہدینا کافی ہے۔ ممکن ہے کہ عقلمند مرید اس کی خلافت ابو بکر کی دلیل سمجھ بیٹھیں مگر ذرا
غور سے دیکھیں کہ اس صورت میں تبلیغ رسالت کی کسقدر تنقیص لازم آتی ہے۔ کھیا میں گڑ پھوڑ
لینا یہ تبلیغ رسالت کی شان نہیں۔ اگر کوئی خوف کا موقع ہو تو بھی خیر ایکبات ہے اپنی میراث
کے بارے میں اگر عام طور سے لوگوں کو آگاہ کر جاتے تو کونسا مانع عقلی موجود تھا یا کم از کم اپنی
اولاد سے تو کہہ جاتے۔ کچھ نہیں صرف ابو بکر سے کہا گیا اور یہ حکم بھی ابو بکر کو اسوقت یاد
آیا جب فاطمہ کو تحریر دیدی اور عمر کے ہاتھوں سے وہ پارہ پارہ ہوگئی اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ
کچھ نہ کچھ اس میں قصور ہے۔ رسول اللہ روحی وارواح العالمین لہ الفدا ایک عام قاعدہ بیان
فرما گئے ہیں کہ میری حدیث کو قرآن پر عرض کرو اگر مطابق قرآن ہو۔ تو قبول کرو ورنہ پس پشت
ڈالدو رسول اللہ نے یہ پیشبندی اسی لئے کی تھی کہ آپ کے دوربین نگاہوں میں یہ منظر پھر رہا
تھا کہ میرے بعد بہت سے حرص وہوا اور مکر وزور کے پتلے اپنی خواہش کے مطابق کلام کریں گے
اور اسے مجھ سے منسوب کریں گے قاعدۂ مذکورہ کے مطابق جب ابو بکر صاحب کی پیش کردہ حدیث کو قرآن
کے سامنے رکھا جاتا ہے تو کلام الٰہی اسے نہایت حقارت اور تنفر کی نظر سے دیکھتا ہے۔ آج نہیں بلکہ اسوقت
اسی موقع پر اسی جلسے میں ابو بکر کی تکذیب کی گئی ہے اور نہیں جتایا گیا ہے وورث سلیمان داؤد
وقال ذکریا یرثنی ویرث من آل یعقوب جیسا کہ صاحب کنز العمال لکھتے ہیں۔ قال جاءت
فاطمۃ الی ابی بکر تطلب میراثھا وجاء عباس بن عبد المطلب یطلب میراثہ وجاء معھا علی
فقال ابوبکر قال رسول اللہ لا نورث ما ترکناہ صدقۃ فقال علی وورث سلیمان داؤد
وقال ذکریا یرثنی ویرث من آل یعقوب قال ابوبکر ھو ھکذا وانت واللہ تعلم مثل ما اعلم
فقال علی ھذا کتاب اللہ ینطق فسکتوا وانصرفوا یعنی راوی کہتا ہے کہ فاطمہ ابو بکر کے پاس
آئیں اور اپنی میراث طلب کی اور عباس آئے وہ بھی اپنی میراث کے طالب ہوئے اور فاطمہ کے ساتھ
علی بھی تھے اسوقت ابو بکر نے کہا رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کے وارث نہیں ہوتے۔ ہمارا
متروکہ صدقہ ہوتا ہے اسوقت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ سلیمان داؤد کے وارث ہوئے اور زکریا

نے کہا الٰہی مجھے فرزند عطا کر کہ وہ میری اور آل یعقوب کی میراث پائے ابوبکر بولے یہ تو درست ہے مگر تم خدا کی قسم جانتے ہو جیسا کہ میں جانتا ہوں (تمہیں معلوم ہی ہے کہ جب خلافت میں نے لی ہے تو فدک وغیرہ کیوں تمہارے قبضہ میں چھوڑنے لگا) علی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ خدا کی کتاب ہے جو بول رہی ہے (اس کی مخالفت کا انجام تم جانتے ہو) پھر وہ خاموش ہو گئے اور چلے گئے۔

مابعد نسلوں نے ابوبکر کو سچا ثابت کرنے کی بہت کچھ کوششیں کیں ہیں ہم بھی ان کی اس دماغ سوزی کی داد دیتے ہیں۔ کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن سے میراث نبوت مراد ہے۔ کوئی صاحب گہر فشاں ہیں کہ نبوت اور مال دونوں مراد ہیں۔ ان اقوال کی سخافت کسی صاحب نظر پر مخفی نہیں رہ سکتی امر نبوت میں میراث کو خوب جاری کیا۔ لیکن ان عقلمندوں کو اتنا تو غور کرنا چاہئے کہ جب ابوبکر کے سامنے آیات قرآنی کو پیش کیا گیا اور وہ اسکی تردید نہ کر سکے۔ سوائے وہی ہو کذا کہنے کے اور کچھ نہ بن پڑی ابوبکر تو ابوبکر خود عمر صاحب بھی موقع پر موجود تھے جنھوں نے نہایت وثوق کے ساتھ فرمایا تھا حسبنا کتاب اللہ وہ بھی اس وقت منہ میں گھنگنیاں بھرے بیٹھے رہے تو ہم کس شمار و قطار میں ہیں۔ مدعی سست گواہ چست خاص ایسے ہی لوگوں کی شان میں ہے۔

شمس العلماء کا یہ ارشاد کہ عمر نے اپنے زمانۂ خلافت میں علیؑ و عباس کو اس کا امین بنا دیا تھا۔ پھر اس سے کیا ہوا کیا اس سے فاطمہ کا وہ زخم مندمل ہو سکتا ہے جو مرتے دم تک ہرا رہا اور جس کی اذیت سے تنگ آ کر وہ غاصبان حقوق سے ترک کلام پر مجبور ہوئیں آہ ع

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ ؛ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

عمر صاحب ایک پولیٹکل آدمی تھے۔ انھوں نے کسی ملکی مصلحت کی بنا پر علیؑ و عباس کو امین کر دیا ہوگا جب وہ مصلحت باقی نہ رہی واپس لے لیا جیسا کہ آخر زمانہ میں عمر صاحب نے کارروائی کی۔

اتنے مظالم برداشت کر کے اور پھر ایسی حالت میں کہ باپ کی رحلت کا گہرا زخم دلپر موجود تھا۔ اگر جناب سیدہ نے مرتے دم تک ان لوگوں سے کلام ترک کیا تو اس میں کون سی برائی لازم آتی ہے۔ کسی انسان کسی آدمی۔ کسی ولی۔ کسی پیغمبر کا طرز عمل ایسا نہیں پایا جا سکتا کہ مخالف ستم پر ستم توڑے اور اس کے دلپر میل تک نہ آئے۔ مگر یہ جناب شمس العلماء رسلمہ ربہ کی ایمانی قوت ہے کہ وہ فاطمہؑ کے ترک کلام کو ترشاہٹ سے تعبیر فرما رہے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون

فدک کے تغیرات

جس طرح خلافت خاندان رسول سے نکلکر بازیچہ طفلاں بن گئی۔ حتی کہ معاویہ اور اُن کے فرزند ارجمند یزید جیسے بزرگوار خلیفہ رسول کہلائے۔ یہی حشر فدک کا ہوا ابوبکر نے تو اس حیلہ سے اپنا قبضہ کیا کہ متروکۂ پیغمبر کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اب زمانہ ہوا عمر صاحب کا۔ اُنھوں نے فدک خیبر اور صدقات مدینہ علیؑ و عباسؓ کے حوالے کر دیئے۔ پھر آخر میں خیبر اور فدک کو ان کے قبضے سے نکال لیا۔ ان کے بعد جلوہ فرما ہوئے مسند خلافت پر حضرت عثمان بن عفان۔ اُنھوں نے کچھ دن تو سیرت شیخین پر موافق عمل درآمد کیا بعدہ فدک کو مروان کی جاگیر مقرر کر دیا جیسا کہ شرح موطا ملا قاری و فتح الباری شرح حدیث فدک و دیگر کتب اہل سنت میں مرقوم ہے۔ مسلمانو! ذرا زر پرستی کی دھون کو دماغ سے دور کر کے ایمان کی عینک لگا کر دیکھو کہ رسول کی بیٹی سے تو اس بنا پر فدک چھینا گیا ہے کہ متروکہ پیغمبر صدقہ ہوتا ہے وہ خاص کسی کا مال نہیں ہوتا یہ تمام مسلمانوں کا حق ہے اور آخر کار یہی فدک اس شخص کی جاگیر مقرر ہوتا ہے جو طرید رسول تھا جس شقی نے کلام الٰہی میں خیانت کی تھی جس نے آل عمران کی جگہ آل مروان لکھدیا تھا۔ کیا تم لوگوں سے نور ایمان بالکل سلب ہو چکا۔ کیا تمہارے قلب بالکل مردہ ہو گئے کیا تمہاری زبانیں کلمۂ حق کے کہنے سے بالکل گونگی ہو گئیں حیف ہے تمہاری حالتوں پر اور سخت افسوس ہے تمہارے دعوے اسلام پر۔ تم یہ خوب سمجھ لو کہ ظالم و مظلوم گذر چکے اور ضرور گذر چکے مگر تم صدق کی حمایت پر مکلف ہو تمہیں بے شک طرفداری صداقت کی تکلیف دیگئی ہے اور تم سے ضرور قیامت کے دن اسپر مواخذہ کیا جائے گا۔ بشرطیکہ تم قیامت کے معتقد بھی ہو تمہارے دل میں حشر کا خوف بھی ہو مگر تم مانو یا نہ مانو۔ تم خوف کرو نہ کرو وہ دن ضرور آنیوالا ہے بالضرور آنیوالا ہے اور اسطرح آنیوالا ہے جیسے آج کے بعد کل کا دن عثمان نے فدک کو مروان کی جاگیر میں دیتے وقت تاویل بھی کی ہے کہ جو چیز نبی سے مختص ہے وہ خلیفہ سے مختص ہے وہ جس طرح چاہے اُسے عمل میں لائے یہ تاویل جس قسم کی ہے اہل نظر خوب دیکھ سکتے ہیں خود علمائے اہلسنت کو اعتراف کرنا پڑا ہے کہ عثمان نے اس حیلے سے اپنے نفس کے لئے تونگری اور امارت طلب کی۔

فدک جب مروان کے قبضے میں آیا تو اُس نے اپنے بیٹوں عبدالعزیز اور عبدالملک کے حوالے کر دیا جب ولید

ابن عبدالملک بادشاہ ہوا تو عمر ابن عبدالعزیز نے اپنا حصہ فدک ولید کو بخشدیا اس کے بعد عمر ابن عبدالعزیز کو حکومت پہنچی تو اس نے فدک کو اسی حال پر واپس کردیا جیسے کہ وہ زمانہ رسول اللہ میں تھا پھر ۲۲۲ھ میں مامون نے اپنے عامل قثم ابن جعفر کو لکھا کہ فدک اولاد فاطمہ کو دے دیا جائے اس حکم کے مطابق اُس نے محمد بن حسن بن زید ابن علی ابن حسین ابن علی ابن ابیطالب اور محمد ابن عبداللہ ابن زید ابن حسین ابن زید کے حوالے کردیا اور یہ امر مامون کے شیعہ ہونے میں شمار کیا جاتا ہے۔ تحفہ اثنا عشریہ کے حاشئے پر شاہ صاحب نے یہ عبارت شرح مقاصد سے تحریر فرمائی ہے جس کا ترجمہ بعینہ بیان کیا ہے۔ پھر آپ تحفہ میں فرماتے ہیں فدک کی نسبت کہ بدست مروانیہ بود تا نوبت بادشاہی عمر ابن عبدالعزیز رسید وے بجہت عدالتیکہ داشت گفت نمیگیرم من چیزے راکہ منع کرد از ان حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فاطمہ را دادند و نباشد مرا او حقے من رد میکنم آنرا۔ پس رد کرد بر اولاد فاطمہ

میراث نبی کی جسکا تعلق اموال غیر منقولہ سے ہے۔ عجب پریشان کیفیت نظر آتی ہے۔ جس خلیفہ کے دل میں آتی ہے وہ اُسے ضبط کرلیتا ہے اور جب کسی کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فدک فاطمہ اور اولاد فاطمہ کا حق تھا۔ جب کوئی خدا کا بندہ اس کی طرف نظر کرتا تھا اور کوئی مصلحت ملکی بھی مانع نہوتی تھی تو حق بحقدار پہنچا دیتا تھا اور جب اندرونی خواہشات غلبہ کرتی تھیں تو اُسے اپنے لئے شیر مادر سمجھ لیتا تھا۔

ایک امر اور تعجب کی نگاہ سے دیکھا جائے گا جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے کہ مامون نے جو فدک کو اولاد فاطمہ کے حوالے کردیا تو یہ امر مامون کے تشیع کی دلیل سمجھا جاتا ہے۔ لیکن عمر ابن عبدالعزیز نے بھی تو فدک بنی فاطمہ کو دے دیا تھا وہ اپنے اس عمل سے شیعہ نہیں سمجھا گیا کچھ عجب معاملہ ہے ہمیں ابتک نہ معلوم ہوا کہ علمائے سواد اعظم کس قسم کی عقل کے مالک ہیں۔ ناظرین کا تعجب اور بھی بڑھ جائے گا جب وہ اندازہ کریں گے کہ وہ شخص شیعہ کہلانے کا مستحق ہے اور اس جرم تشیع میں اُسے طرح طرح کے آزار دئے جاسکتے ہیں جو فدک و متروکہ پیغمبر کو فاطمہؑ و بنی فاطمہ کا حق تسلیم کرے اور اہل بیت کو برسر صواب سمجھے جو اس کے خلاف ہو وہ سنی ہے۔ پکا مسلمان ہے بلکہ بقول شمس العلماؒ اسلام کا ٹھیکہ دار اب شمس العلما صاحب ان تمام واقعات پر جو اقوال و کتب علمائے سنیہ سے ماخوذ ہیں نظر فرما کر انصاف

ے جن مولویوں نے آپ کی کتاب اہانت کو دیکھ کر آپ پر کفر کا فتوے لگایا ہے۔ ان کو آپ ٹھیکہ داران اسلام فرمایا کرتے ہیں۔

سے کام لیتے ہوئے ارشاد کریں کہ فدک کے معاملے میں ان کا ابوبکر کے طرز عمل کو سراہنا کہاں تک صحت اور واقعیت کے پہلو رکھتا ہے؟ شمس العلماء صاحب! اگر ایک درد رسیدہ - ایک پدر مردہ - ایک یتیم ایک بیکس ایک غریب اور نہایت ہی غریب سیدانی کا حق محض ہوائے نفس کی بنا پر محض حیلے حوالوں سے محض اس کو رلانے کے لئے - محض اس کو بے بس اور بیکس کر دینے کے لئے چھین لینا قابل مدح ہو سکتا ہے تو پھر ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ کوئی ظلم کوئی ستم - کوئی جور - کوئی جبر دنیا میں ایسا نہیں ہو سکتا جسے دیکھ کر فلسفۂ اخلاق کی پیشانی پر تنفر اور حقارت کی شکن پڑ جائے - جناب شمس العلماء فاضل شمس العلماء آپ نے اپنی تحریروں میں یہ ثبوت دینا چاہا ہے کہ آپ کے دل میں کچھ نہ کچھ فاطمہ کی محبت ضرور ہے اور آپ اپنی اسی کتاب اُمہات الامۃ میں فاطمہ کے قلق اور اندوہ کا اندازہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ خلافت علی کو مل جاتی تو بہتر تھا لیکن ہمیں افسوس ہے کہ معاملۂ فدک میں اس پیغمبر زادی کے لئے دو کلمۂ خیر آپ کے قلم سے نہ نکلے اس معصومہ کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا مگر یہ ضرور تھا کہ اس کی روح خوش ہو جاتی فقط اسی کی روح نہیں بلکہ حضرت پیغمبر کی روح آپ کو آفرین کہتی - نہایت ہی مبارک ہے وہ انسان جو دنیا میں آکر حق پر کھڑا ہو اس کی زبان سے کلمۂ حق نکلے اور حقانیت کا ہی دم بھرتا ہوا وہ قبر کی آغوش میں جا لیٹے اور پھر وہ دیکھ لے کہ یہ دو گز زمین اس کے لئے بہشت بریں کا ایک قطعہ بن جاتی ہے -

افسوس اور سخت افسوس ہے کہ آپ جیسے آزاد نگار نے اس معاملے میں انہیں متعصب علماء کی تقلید کی - جنہوں نے زبان قلم سے حقوق اہلبیت کو مٹانے میں اپنی عمریں گنوائیں - محض چند روزہ دنیا کے لئے محض خلفائے وقت کی خوشامد کے سبب سے - محض لالچ - حرص و ہوا اور طمع کے اسیر ہو کر - انھوں نے اپنے ایمان کو نہایت سستا بیچ ڈالا جس سے ایک کھلا ہوا خسارہ ان کے لئے موجود ہے - ہمیں امید ہے کہ آپ اپنی اس رائے پر نظر ثانی کریں گے اور نہایت جرأت کے ساتھ اعلان کر دیں گے کہ فاطمہ کے ساتھ جو کچھ برتاؤ کیا گیا وہ سراسر ظلم و جور پر مبنی تھا -

رحلت جناب معصومہ

رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یہ مظالم جو جناب سیدہؑ پر وارد کئے گئے کوئی شک

نہیں کہ یہ ایک بہت بڑا سبب ہے اس معصومہ کی مدت حیات کو قطع کرنے کا اشقیائے امت سے جناب فاطمہ آزردہ تھیں اور یہاں تک آزردہ تھیں کہ تا وقت وفات ان لوگوں سے کلام نہیں کیا اور جب یہ لوگ عذر خواہ ہوئے تو یہی فرمایا کہ میں ہرگز تم سے کلام نہ کروں گی جب تک کہ اپنے پدر بزرگوار سے تمہاری شکایت نہ کروں ۔

اب فاطمہ کو دن رات گریہ و بکا سے کام تھا ۔ رسول کے بعد ان کا اگر کوئی ہم جلیس تھا تو گریہ ۔ انہیں اگر کسی چیز سے تسکین ہوتی تھی تو آنسوؤں سے ہی ہوتی تھی جب خیال آتا تھا یا ابتاہ کہتی تھیں اور بیہوش ہو جاتی تھیں ۔ چنانچہ اہل مدینہ نے جناب امیرؑ سے شکایت کی کہ آپ فاطمہؑ سے عرض کیجئے کہ وہ اپنے رونے کے لئے ایک وقت مقرر کریں دن کو گریہ کریں تو ہم لوگوں کو رات کو آرام ملے اور رات کو روئیں تو ہمیں دن کو آرام ملے جب جناب امیرؑ نے آپ سے لوگوں کی یہ درخواست بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ اب ان لوگوں کو میرا رونا بھی گوارا نہیں ۔ اچھا میرے لئے مدینے سے باہر ایک مکان بنوا دو ۔ میں وہاں جا کر رویا کروں گی ۔ چنانچہ ایک مکان وہاں تعمیر کرا دیا گیا جس کا نام بیت الحزن رکھا گیا ۔ آپ حسنین علیہم السلام کو لے کر وہاں جاتی تھیں ۔ اور گریہ فرماتی تھیں ؎

صبت علی مصائبٌ لو انہا　　صبت علی الایام صرن لیالیا

مجھ پر وہ مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر ایسی مصیبتیں دنوں پر نازل ہوتیں تو شب تاریک ہو جاتے

محمد ابن جریر طبری امامی نے کتاب دلائل الامامۃ میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت نے دنیا سے رحلت فرمائی تو دو بزرگ چیزیں امت کے درمیان چھوڑیں ایک کتاب خدا دوسری عترت یعنی اہلبیت اور وقت وفات فاطمہ سے بیان کیا کہ میرے اہلبیت میں سے جو سب سے پہلے مجھ سے ملحق ہوگا وہ تم ہو گی ۔ جناب فاطمہ فرماتی ہیں کہ ایک دن خواب و بیداری کی سی حالت مجھ پر طاری تھی میں نے اپنے پدر بزرگوار کو دیکھا کہ ایک بلند جگہ پر تشریف فرما ہیں اور میری طرف نظر فرما رہے ہیں میں نے جب اپنے شفیق باپ کا جمال باکمال دیکھا تو بے تابانہ اُن کی طرف دوڑی اور فرمایا یا ابتاہ آپ تشریف لے گئے ۔ آسمانوں کی خبریں ہم سے منقطع ہو گئیں اُس وقت میں کیا دیکھتی ہوں کہ ملائکہ کے گروہ آسمان سے اُترے اور دو

فرشتے سب کے آگے آگے تھے ان دو فرشتوں نے مجھے اُٹھالیا اور آسمان پر لے گئے جب میں آسمان پر
پہنچی تو بے شمار قصر۔ باغات۔ سرسبز درخت اور بے اندازہ نہریں دیکھیں اور ان مکانات میں
نہایت حسینہ و جمیلہ حوریں متبسم و شادی کناں نظر آئیں اور وہ حوریں آپس میں کہتی تھیں۔ مرحبا اس کو جس کے
پدر بزرگوار کے لیے بہشت بریں اور حور العین خلق ہوئی ہیں۔ پھر ملائکہ مجھے ایک مکان میں لے گئے
جن میں بہت سے قصر تھے اور ہر قصر میں بہت سی منزلیں تھیں کسی آنکھ نے ایسا مکان نہ دیکھا ہوگا
اور ہر منزل میں ایک تخت رکھا تھا اور ہر تخت پر سندس و حریر کے رنگ برنگ کے فرش بچھے ہوئے تھے
اور استبرق و دیبا کے طرح طرح کے طاق مہیا تھے اور نئے نئے کھانوں کے خوان اور شربت
ظروف طلائی و نقرئی میں موجود تھے نہریں دودھ سے زیادہ سفید اور شکرناب سے زیادہ خوشبو
دیکھیں اسوقت میں نے پوچھا کہ یہ منازل رفیعہ و قصور منیعہ کیسے ہیں اور یہ فرشہائے الوان دگوناگوں
بے پایاں کس کے لیے ہیں فرشتوں نے کہا یہ فردوس اعلیٰ ہے بہشت میں اس سے زیادہ مکان بلند اور
اس سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے یہ مکان تمہارے پدر بزرگوار اور ان کے اہلبیت عالی مقدار کا ہے اور
جملہ پیغمبروں میں جا ہے۔ میں نے پوچھا یہ نہر کیسی ہے فرشتوں نے کہا یہ نہر کوثر ہے کہ جس کا
حق تعالیٰ نے تمہارے پدر بزرگوار سے وعدہ کیا ہے میں نے پوچھا میرے پدر بزرگوار کہاں ہیں فرشتوں
نے کہا ابھی آتے ہیں یہ گفتگو ہو رہی تھی ناگاہ دوسرا قصر مشاہدہ کیا کہ وہ قصر محلے اول سے
زیادہ سفید و نورانی تھا اور تمام سامان آرایش میں ایک نہایت ہی ممتاز حیثیت رکھتا تھا اس قصر
میں میری نظر اپنے پدر بزرگوار پر پڑی کہ ایک تخت پر جلوہ افروز تھے اور ایک جماعت حاضر خدمت
تھی جب آنحضرتؐ نے مجھے دیکھا ہاتھ بڑھایا اور اپنی طرف لے لیا اور گود میں بٹھا کر دونوں آنکھوں کو
پیار کیا اور فرمایا خوش آمدی اے دختر من پھر مجھے اپنے دامن میں بٹھا کر فرمایا اے میری حبیبہ
اے میری نور دیدہ تو نہیں دیکھتی کہ خدا نے تیرے لئے کیسے کیسے قصر اور کیسی کیسی نعمتیں مہیا کی ہیں پھر وہ
قصر باغات اور حلے مجھے دکھلائے اور فرمایا کہ یہ سب مساکن و منازل تیرے اور تیرے شوہر اور
تیرے فرزندوں اور تیرے محبوں کے لئے ہیں اے فاطمہ شاد رہ اور خوش ہو کہ تو بہت جلد
میرے پاس آئے گی اور جور جفا کاران امت سے نجات پائے گی۔ جناب فاطمہ فرماتی ہیں کہ اس حالت
کے مشاہدہ سے میرا دل شوق لقائے پروردگار کے لئے چند در چند مشتاق ہوا نہایت ہی ہراس

کی حالت میں خواب سے چونک پڑی جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ جب جناب سیدہ خواب سے بیدار ہوئیں مجھے آواز دی جب میں پاس گیا تو انہیں پریشان حال دیکھا اسوقت میں نے پوچھا اے سیدہ عالمیان تمہارا کیا حال ہے۔ جناب فاطمہؑ نے اپنا خواب مجھ سے بیان کیا اور مجھ سے عہد لیا کہ جب میں دنیا سے رحلت کروں تو عورتوں میں سے ام سلمہ۔ ام ایمن اور فضہ اور مردوں میں سے حسن و حسین و عبداللہ بن عباس و سلمان فارسی و عمار یاسر و مقداد و ابوذر کے اور کسی کو خبر نہ کرنا یا علیؑ میں تمہیں اجازت دیتی ہوں کہ بعد وفات تم مجھے غسل دینا اور عورتیں تمہاری مدد کریں اور وقت شب مجھے دفن کرنا اور کسی کو میری قبر کا نشان نہ بتانا پس جب شب وفات فاطمہ ہوئی حالت احتضار میں کہا وعلیکم السلام اور جناب امیرؑ سے فرمایا اے پسر عم اسوقت جبرئیل آئے اور مجھے سلام کیا اور کہا خدا نے تمکو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے اے حبیبہ حبیب خدا و میوۂ دل انبیا آج تو ملحق بہ ملائے اعلیٰ ہوگی اور جانب جنت الماویٰ مراجعت کرے گی پس جبرئیل یہ رسالت ملک جلیل پہنچا کر آسمان پر چلے گئے بعد ایک ساعت کے پھر جناب سیدہ نے کہا وعلیکم السلام اور فرمایا اے پسر عم بخدا سوگند کہ میکائل آئے اور مجھے سلام کیا پھر ایک لحظہ کے بعد خوب آنکھیں کھول کر فرمایا اے پسر عم واللہ مرگ ہر زن و مرد کے لیے حق ہے اور پہنچے گی یہ عزرائیل آئے ہوئے ہیں اور بازو بسوئے مشرق و مغرب کھولے ہوئے ہیں جس سے فضائے زمین و آسمان بھر گئی ہے اور جو اوصاف مجھ سے میرے پدر عالیقدر نے بیان کئے تھے اسی طرح میں دیکھ رہی ہوں پھر کہا وعلیک السلام یا قابض الارواح میری جان بہت جلد اور نہایت آسانی سے قبض کر اور مجھے آزار نہ دینا اور پھر فرمایا الیک ربی لا الی النار اے میرے پروردگار مجھے اپنی رحمت کی طرف لیجانا نہ بسوئے جہنم یہ کہکر آنکھیں بند کریں ہاتھ پاؤں جانب قبلہ پھیلا دئے اور طائر روح سوئے روضۂ قدس پرواز کر گیا۔

(جلاء العیون)

کتاب روضۃ الواعظین وغیرہ میں روایت ہے کہ جب جناب فاطمہ کا مرض شدید ہوا اور چالیس روز اسپر گذر گئے تو اسوقت آپ کو معلوم ہوگیا کہ اب زمانہ وفات قریب ہے۔ ام ایمن اور اسماء بنت عمیس سے فرمایا کہ ابو الحسن کو بلا لو جناب امیرؑ تشریف لائے تو فرمایا اے ابن عم مجھے آسمان سے خبر وفات پہنچی ہے اب میں عنقریب رحلت کر جاؤں گی میں تمہیں چند وصیتیں کرتی ہوں جنہیں دل میں رکھنا

(اُنپر غش پیرا ہوتا) حضرتؑ نے فرمایا اے رسولؐ کی پارۂ جگر جو چاہو وصیت کرو یہ کہہ کر جناب امیرؑ سرہانے بیٹھ گئے اور تخلیہ ہو گیا اُس وقت جناب سیدہؑ نے فرمایا اے ابن عم تم نے کبھی مجھے دروغ گو اور خائن نہ پایا ہوگا جس روز سے ہمارا تمہارا ساتھ ہوا ہے۔ اُس دن سے کبھی میں نے تمہاری مخالفت نہیں کی آپ نے فرمایا معاذ اللہ اے دختر رسولؐ تم سب سے زیادہ خدا کو پہچاننے والی سب سے زیادہ نیکو کار۔ سب سے بڑھ کر پرہیزگار۔ نہایت ہی کریم اور حد درجہ خدا سے ڈرنے والی ہو میں کیونکر تمہیں اپنی مخالفت کا الزام دے سکتا ہوں۔ مجھ پر تمہاری جدائی نہایت شاق ہے۔ لیکن یہ ایک ایسی چیز ہے جس کے بغیر چارہ ہی نہیں۔ قسم خدا کی تم نے رسول اللہؐ کی مصیبت کو میرے لئے تازہ کر دیا۔ تمہاری وفات میرے لئے نہایت ہی عظیم صدمہ ہے میں اس مصیبت پر جو نہایت ہی پُر درد ہے انا للہ وانا الیہ راجعون کہتا ہوں۔ یہ جدائی مجھے کس قدر جلانے والی جدائی ہے آہ! آفت کیسی رنج دہ آفت ہے خدا کی قسم یہ وہ مصیبت ہے جس کے لئے تسکین ہی نہیں اور وہ چیز ہے کہ کوئی چیز اس کا عوض نہیں ہوسکتی اس کے بعد جناب امیرؑ اور حضرت سیدہؑ دونوں رویا کئے اور جناب امیرؑ نے اپنے دامن میں آپ کو لیا اور سینہ سے لگا کر فرمایا کہ جو چاہو وصیت کرو جو ارشاد ہوگا میں اس کی تعمیل کے لئے موجود ہوں اور تمہارے امر کو اپنے اوپر اختیار کروں گا جناب فاطمہؑ نے فرمایا خداوند کریم تمہیں جزائے خیر دے اے ابن عم رسول خدا میری پہلی وصیت یہ ہے کہ میرے بعد امامہ سے عقد کرنا اس لئے کہ مردوں کو عورتوں سے بغیر چارہ نہیں اور امامہ میرے فرزندوں پر میری ہی طرح مہربان ہے۔ پھر میرے لئے جنازہ تیار کرنا کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ انھوں نے میرے لئے جنازہ تیار کیا ہے اور پہلا جنازہ جو زمین پر تیار کیا گیا ہے یہی جنازہ ہے پھر میں تمہیں وصیت کرتی ہوں کہ جن لوگوں نے مجھ پر ظلم و ستم کئے ہیں اُن میں سے ایک بھی میرے جنازے پر نہ آنے پائے۔ کیونکہ یہ لوگ میرے بھی دشمن ہیں اور رسول خداؐ کے بھی اور اُن کے کسی ہوا خواہ کو میرے جنازے پر نماز نہ پڑھنے دینا اور رات کو جس وقت تمام لوگ سو جائیں مجھے دفن کر دینا (جلاء العیون)

کشف الغمہ و دیگر کتب میں مرقوم ہے کہ حضرت سیدہؑ کی رحلت کا وقت آیا تو اسماء بنت عمیس سے وضو کے لئے پانی طلب کیا۔ پانی آیا آپ نے وضو کیا اور بروایت دیگر غسل فرمایا پھر خوشبو منگا کر لگائی۔ نیا لباس تبدیل کیا اور فرمایا اے اسماء جبرئیل وقت وفات پدر بزرگوار چالیس درہم کافور جنت لائے

تھے اور آنحضرت نے اس کے تین حصے کیے تھے ایک حصہ اپنے لیے اور ایک علیؑ کے لیے اور ایک میرے لیے رکھا تھا وہ لے آؤ اور اسی سے مجھے حنوط کیا جائے جب کا فور لے آئے تو فرمایا میرے سرہانے رکھدو پھر پاؤں قبلہ کی جانب دراز کر دئے اور کپڑا اوڑھ کر آرام کیا اور مجھ سے فرمایا اے اسماء ایک ساعت صبر کر بعد اس کے مجھے آواز دینا اگر میں جواب نہ دوں علیؑ کو بلا لانا اور جان لینا کہ میں اپنے پدر بزرگوار سے ملحق ہو گئی اسماء نے ایک ساعت انتظار کر کے آپ کو پکارا کچھ جواب نہ ملا پھر اسماء نے کہا اے رسولؐ خدا کی دختر۔ اے بہترین فرزندان آدم کی لخت جگر اے اس شخص کی بیٹی جو روئے زمین پر سب چلنے والوں سے بہتر ہے اے اس بزرگ کی دختر جو شب معراج بمرتبہ قاب قوسین او ادنیٰ فائز ہوا جب کچھ جواب نہ ملا تو روئے اقدس سے کپڑا اٹھایا اور دیکھا کہ روح اقدس سوئے باغ جنان پرواز کر چکی ہے۔ اسماء اس اندوہناک حالت کو دیکھ کر منہ کے بل گر پڑیں اور چہرۂ نورانی کے بار بار بوسے لیتی تھیں اور کہتی تھیں جب رسول خدا کی خدمت میں پہنچنا تو اسماء کا سلام پہنچانا ناگاہ حسنین علیہم السلام تشریف لائے اور فرمایا اے اسماء والدہ گرامی اسوقت کیوں آرام فرما رہی ہیں اسماء نے عرض کی اے صاحبزادو آرام نہیں فرما رہیں۔ بلکہ اس دنیا سے سوئے باغ جنان رحلت فرما ہوئی ہیں اسماء کے منہ سے یہ خبر سنکر امام حسن علیہ السلام مرغ بسمل کی طرح تڑپ گئے اور اپنی مادر گرامی کے رخ اطہر کو چوم چوم کر کہنے لگے اے اماں اے والدہ قبل اس کے کہ ہماری روح بدن سے مفارقت کر جائے ہم سے بات تو کر لو جناب امام حسین علیہ السلام اپنی والدہ کے پاؤں سے لپٹے ہوئے تھے اور فرماتے تھے اے مادر بزرگوار میں حسینؑ آپ کا جگر بند ہوں اس سے پہلے کہ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو اور میں اس دنیا سے گذر جاؤں مجھ سے بات تو کیجئے اسوقت اسماء نے کہا اے رسول اللہ کے جگر گوشو جاؤ اور اپنے پدر بزرگوار کو اس سانحہ عظمیٰ کی خبر کرو۔ حسنین علیہم السلام باہر گئے اور قریب مسجد پہنچے تو باآواز بلند فریاد کرنے لگے۔ لوگ مسجد سے دوڑے اور کہا آپ کے رونے کا سبب کیا ہے اے فرزندان رسولؐ خدا خداوند عالم آپ کی آنکھوں کو گریاں نہ کرے اپنے جد بزرگوار کی جگہ خالی دیکھ کر ان کے شوق ملاقات میں آنسو بہا رہے ہو اسوقت حسنین علیہما السلام نے فرمایا کہ والدہ نے رحلت فرمائی جناب امیرؑ نے جب یہ خبر وحشت اثر سنی تو شدت اندوہ و ملال سے زمین پر گر پڑے اور فرماتے تھے آہ! تمہارے بعد اب میں اپنے دل کو کس طرح تسلی دوں اے بنت رسولؐ خدا سرور کائنات کی مصیبت میں

مجھے تم سے تسکین ہوتی تھی اب تم نے بھی جدائی اختیار کی اب دل کو چین اور قرار کیونکر آئے گا
اسی وقت چند شعر اس مصیبت کے بارے میں انشا فرمائے جنہیں سن سن کر در و دیوار سے رونے
کی صدا آنے لگی جب یہ خبر مدینہ میں پھیلی تو تمام مرد و عورت آنسو بہانے لگے آہ و بکا کی آواز سے مدینہ
کے مکانات سے بلند ہوئیں اور سب لوگ خانہ رسول خدا کی طرف مضطربانہ روانہ ہوئے زنان بنی ہاشم
خانہ جناب سیدہ میں جمع تھیں اور دل ہلا دینے والے نالہ و شیون کی صداؤں سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ
مدینہ میں زلزلہ آیا ہوا ہے سب فریاد کرتے تھے اے سیدہ اے خاتون زنان۔ اے دختر پیغمبر آخر الزمان
لوگ گروہ در گروہ تعزیت اور ماتم پرسی کے لئے چلے آتے تھے حسنین علیہم السلام حضرت کے سامنے بیٹھے
رو رہے تھے اور انہیں روتے دیکھ کر دیکھنے والوں کا کلیجہ پاش پاش ہوا جاتا تھا اور کلثوم قبر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آئیں اور فریاد کی یا ابتاہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج آپ
کی جدائی کی مصیبت تازہ ہو گئی گویا آج ہی آپ نے دنیا سے کوچ کیا ہے اور اپنی پیاری دختر
فاطمہ زہرا کو بھی ساتھ لے گئے ہیں لوگ باہر جمع تھے برابر نوحہ و گریہ کرتے تھے اور منتظر تھے کہ
جنازہ باہر آئے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے آکر اطلاع دی کہ جنازہ باہر لانے میں ابھی تاخیر ہے۔ لوگ یہ سنکر
متفرق ہو گئے جب پہر رات آئی اور لوگ سو گئے اسوقت جنازہ باہر لایا گیا اور جناب امیرؑ و حسنینؑ و عمارؓ
و مقداد و ابوذر و عقیلؓ و زبیرؓ و سلمانؓ و بریدہ اور ایک گروہ بنی ہاشم اور خواص آنحضرت نے
نماز جنازہ ادا کی اور اسی رات دفن کر دیا اور حضرت امیرؑ نے جناب سیدہ کی قبر کے گرد سات قبریں اور
بنائیں تاکہ قبر مطہر معلوم نہ ہو سکے اور بروایت دیگر چالیس قبروں پر پانی چھڑکا تاکہ قبر جناب سیدہ
مشتبہ ہو جائے اور بروایت دیگر قبر جناب فاطمہؑ کو زمین کے برابر کر دیا تاکہ نشان قبر نہ معلوم ہو اس لئے
کہ اشقیائے امت تربت مطہرہ کو نہ جان سکیں اور قبر پر جا کر نماز نہ پڑھ سکیں اور خیال نبش قبر دل میں
نہ لائیں۔ اسی وجہ سے موضع قبر جناب سیدہ میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ بقیع میں نزدیک قبور
ائمہ ہے بعض کہتے ہیں کہ درمیان قبر رسول خدا و منبر آنحضرت جناب سیدہ مدفون ہیں اس لئے کہ
رسول اللہ نے فرمایا ہے۔ کہ میری قبر اور منبر کے بیچ میں ایک باغ ہے باغہائے بہشت سے اور
میرا منبر دروازہ ہائے بہشت کے ایک دروازے پر ہے اور صحیح سب سے زیادہ یہ ہے کہ جناب سیدہؑ
کو گھر ہی میں دفن کیا اسی پر اکثر روایات صحیحہ دلالت کرتی ہیں۔

شیخ طوسی علیہ الرحمہ از سند معتبر امام محمد باقرؑ روایت کی ہے کہ جب مرض جناب سیدہ شدید ہوا تو عباس
عم رسول اللہ عیادت کے لیے آئے جن سے کہا گیا کہ مرض جناب سیدہ نہایت شدید ہے دیکھنا ممکن
نہیں۔ آپ واپس چلے گئے اور حضرت امیرؑ کو یہ پیغام بھیجا کہ غم بیماری فاطمہ حبیبہ دل و نور دیدہ رسول خدا
اور میری آنکھوں کی روشنی نے مجھے دل شکستہ کر دیا ہے اور گمان یہ ہے کہ وہ مجھ سے پہلے اپنے
پدر عالیمقدار رسول اللہ سے ملحق ہوں گی اور آنحضرت انہیں بہترین منازل بہشت اور درجات آخرت
عطا کریں گے اور مقرب بارگاہ الٰہی فرمائیں گے اور عطا ہائے بزرگ بخشیں گے جب یہ وقت ناگزیر آئے
میں پسر فدا مہاجرین و انصار کو جمع کرنا تاکہ سب جنازے پر حاضر ہوں اور نماز کا ثواب حاصل کریں
یہ امر دین کی زینت ہے جناب امیرؑ نے جواب میں پیغام بر سے کہا کہ میرے چچا سے سلام کے بعد کہنا
کہ اے چچا آپ نے ہرگز شفقت اور محبت کو ہم سے عزیز نہیں رکھا آپ کے خیر خواہانہ کلام کو ہم نے سنا
اور آپ کی فضیلت معلوم ہوئی یہ ایک ظاہر امر ہے اس میں کسی طرح کا شک نہیں کہ دختر رسول اللہ
نے مظلومیت کی حالت میں زندگی بسر کی۔ انہیں ان کے حق میں منع کیا گیا انہیں میراث میں بھی حصہ
نہ دیا گیا اور ستمگاران فاطمہ سے انتقام لینے اور ان کے درمیان حکم کرنے کے لیے خداوند تعالیٰ
کافی ہے اے چچا اے عم بزرگوار میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اپنی نصیحت سے معاف فرمائیے
اور بخش دیجئے اس لیے کہ جناب فاطمہ نے مجھ سے وصیت کی کہ انہیں پنہاں دفن کر دوں اور لوگوں کو جنازے
پر نہ آنے دوں جب یہ پیغام جناب عباسؓ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ خداوند میرے بھتیجے کو
بخش دے کہ انہ مجھے بخشدیا اور انکی رائے پر طعن نہیں کیا جا سکتا کیونکہ فرزندان عبدالمطلب میں کوئی فرزند سوائے
رسول اللہ کے علیؑ سے زیادہ مبارک پیدا نہیں ہوا بیشک علیؑ ہر مکرمت میں سب سے زیادہ سابق ہیں اور ہر فضیلت میں عالم
ترین مردم ہیں اور وقت شدت شجاع ترین مردم اور وقت جنگ دشمنان دین پر سب سے زیادہ سخت اور شدید ہیں اور سب
سے پہلے خدا و رسول خدا پر ایمان لائے جب جناب امیرؑ سیدہ کو سپرد خاک کر چکے تو حزن و اندوہ نے غلبہ کیا اور بے اختیار
آنسو آنکھوں سے ٹپک پڑے اس وقت آپ نے قبر رسول کی طرف منہ کر کے فرمایا السلام علیک یا رسول اللہ
آج آپ کی بیٹی آپ کی پیاری آپ کی آنکھوں کی روشنی اور آپ کی زیارت کرنے والی کی طرف سے جو
آپ کی زیارت کو آتی تھیں اور جو آج درمیان خاک آرام کر رہی ہے آپ پر سلام ہو یا رسول اللہ
آپ کے لخت جگر کے انتقال سے بر صبر کم ہو گیا۔ بہترین زنان عالمیان کی مفارقت نے مجھے ضعیف

کر دیا لیکن جب آپ کی جدائی پر صبر کیا ہے اس مصیبت میں بھی صبر کرنے کی گنجایش ہے بے شک میں
نے اپنے ہاتھوں سے آپ کو لحد میں اُتارا آپ کی مقدس روح میری گود میں نکلی میں نے اپنے ہاتھ
سے آپ کی آنکھیں بند کیں میں آپ کے امور (تجہیز و تکفین) کا متکفل ہوا اور خدا کی کتاب میں ہے کہ انسان
مصیبت پر) رضا مند ہو اور انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھے آپ نے اپنی امانت واپس لے لی اُسے
میری سپردگی سے نکال لیا۔ زہرا کو مجھ سے چھڑا لیا سبز آسمان اور گرد آلود زمین میری نظر میں کس قدر بُری
معلوم ہو رہی ہے۔ یارسول اللہ یہ اندوہ ہمیشہ رہنے والا ہے اب راتیں آنکھوں میں کٹیں گی یہ قلق دل سے
نہیں جائے گا جب تک کہ خداوند عالم میرے لئے وہی گھر نہ اختیار فرمائے جہاں آپ آرام کر رہے ہیں
میرے دل کا زخم پکا ہوا پھوڑا ہے اور میرے سینے میں بھرا ہوا غم مجھے میری جگہ سے ہٹا دینے والا
افسوس کس قدر جلد ہم میں تفرقہ پڑ گیا۔ میں خداوند تعالےٰ سے اپنے حال کی شکایت کرتا ہوں اور آپ
کو آپ کی پیاری دختر عنقریب خبر دے گی کہ آپ کے بعد آپ کی امت نے میرے حق کو چھیننے اور مجھ
پر ظلم کرنے میں کس طرح ایک دوسرے کی مدد کی ہے اپنی بیٹی کا حال پوچھیے اُن کے سینے میں کس قدر
زخم ہیں جن کا کسی سے اظہار نہیں کر سکتیں وہ بہت جلد آپ سے بیان کریں گی خدا اُن کے لئے حکم فرمائیگا
کہ وہ احکم الحاکمین ہے (نہج البلاغۃ و جلاء العیون)

صاحب جلاء العیون نے ایک طویل عبارت درج فرمائی ہے جسکا کچھ حصہ بمناسبت مقام بیان کیا جاتا
ہے کہ جب حسب وصیت جناب امیر المومنین حضرت سیدہ کو بوقت شب دفن کر چکے تو صبح کو جناب شیخین عیادت
فاطمہؑ کے لئے چلے راہ میں ایک قریشی سے دو چار ہوئے پوچھا کہاں سے آتے ہو اُس نے جواب دیا
تعزیت فاطمہ کے لئے گیا تھا وہ یہ ۔۔۔ ہوں یہ بولے کیا فاطمہؑ نے انتقال کیا اس مرد
قریش نے کہا کہ ہاں اُنھوں نے رحلت فرمائی اور رات کو ہی انہیں دفن بھی کر دیا گیا یہ جزع فزع
کرتے ہوئے جناب امیرؑ کے پاس پہنچے اور گویا ہوئے کہ کوئی بُرائی تم نے ہمارے لئے اُٹھا نہیں رکھی
کوئی مکر و حیلہ ایسا نہیں کہ ہمارے لئے نہ برتا گیا ہو اور یہ سب باتیں اسی وجہ سے ہیں کہ تمہارے دل میں
ہماری طرف سے بغض و کینہ بھرا ہوا ہے یہ وہی بات ہوئی کہ رسول خداؐ کو غسل دیا اور ہمیں خبر نہ کی
کیا خوب الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے) اسی طرح اپنے بیٹے کو سکھایا اس نے مسجد میں آکر ابوبکر سے
کہا کہ میرے باپ کے منبر سے نیچے اُتر آؤ (تو کیا جھوٹ کہا تھا) جناب امیرؑ نے فرمایا اگر میں قسم کھاکر

بیان کروں تو بھی تمہیں یقین آئے گا جواب دیا کہ ہاں جناب امیر ان کو مسجد میں لائے اور قسم
کھائی کہ رسول اللہ نے مجھے وصیت کی تھی کہ اور کسی کو وقت غسل آنے کی اجازت نہ دوں اور اُن کے
بدن پر میرے سوا اور کسی کی نظر نہ پڑے۔ میں حضرت کو غسل دیتا تھا اور ملائکہ جسم اقدس کو ایک طرف
سے دوسری طرف کو پلٹتے تھے فضل ابن عباس پانی ڈالتے تھے اور اُنکی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی جب میں چاہا کہ حضرت کا
پیراہن اتار دوں ناگاہ کسی نے ایک گوشہ مکان سے آواز دی اور صورت نظر نہ آئی اُسنے کہا کہ بنت رسول کا پیراہن اتار دیہ آواز مکرر سنی
لیکن میں نے پیراہن نہ اتارا اور ہاتھ زیر پیراہن کر کے غسل دیا پھر کفن میرے پاس لائے میں نے حضرت کو کفن پہنایا
اور کفن پہنانے کے بعد حضرت کا پیراہن اتارا۔ لیکن میرے فرزند حسن کی نسبت جو تم نے کہا ہے سو تم
اور تمام اہل مدینہ واقف ہو کہ وہ اثنائے نماز میں آتا صفوں میں سے گزرتا ہوا چلا جاتا حتیٰ کہ
آنحضرت کے قریب پہنچتا تھا اور آپ اُسوقت سجدہ میں ہوتے تھے۔ حسن آن کی پشت اقدس پر سوار ہو جاتا
تھا اور جب رسولخدا سجدہ سے سر اُٹھاتے تھے ایک ہاتھ حضرت کا حسن کی پشت پر اور دوسرا ہاتھ
اُس کے پاؤں پر ہوتا تھا اور اسی طرح اسکو تھامے رکھتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہوتے انھوں نے
اقرار کیا کہ ہاں یہ باتیں ہمیں معلوم ہیں پھر حضرت نے فرمایا کہ تم اور تمام اہل مدینہ جانتے ہو کہ جب
کبھی حسن مسجد میں آتا تھا اور حضرت خطبہ میں مصروف ہوتے تھے تو آپ حسن کو اپنی گردن پر سوار کر کے
اُس کے پاؤں کو سینے سے لگاتے تھے یہاں تک کہ خطبہ تمام ہوا اور حاضرین حسن کے خلخال کی چمک
منتہائے مسجد سے دیکھتے تھے جبکہ ایسی ایسی محبتیں حسن نے اپنے پدر بزرگوار کی دیکھی تھیں اور اب اُن کے
منبر پر اس نے ایک شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو اسے بُرا معلوم ہوا اور وہ بات اس نے کہی ہاں بخدا عظیم
میں نے حسن کو نہیں سکھایا اور اُسکا کلام میرے حکم سے نہ تھا اب رہا فاطمہ کا معاملہ تم جانتے ہو کہ میں نے
اُن سے تمہارے لئے اجازت لی تم اُن کے پاس آئے اُن کے سلام سے آگاہ ہوئے اور اُن کا
خشم جو کچھ تمہاری نسبت تھا اسے بھی تم نے دیکھ لیا تھا خدا کی قسم مرتے مرتے جناب سیدہ نے یہ وصیت
فرمائی تھی کہ تمہیں ان کے جنازے پر نہ آنے دوں اور نماز جنازہ سے تمکو مطلع نہ کروں اور مجھ سے
اصرار کیا تھا کہ اُن کی وصیت کے خلاف کوئی امر ظہور میں نہ آئے عمر بولے یہ باتیں بیکار ہیں میں اب
قبرستان میں جا کر قبر کھود کر ان پر نماز پڑھوں گا۔ جناب امیر نے فرمایا کہ اگر تو اس امر کا ارادہ کریگا
تو قبل اس کے کہ تجھ سے یہ فعل ظہور میں آئے میں تیرا سر اُڑا دوں گا۔ جانبین میں ردّ و بدل ہوئی

لے اس کی وجہ یہ ہے کہ معصوم کو معصوم ہی غسل دیتا ہے ۱۲

اور قریب تھا کہ ایک دوسرے پر حملہ کریں۔ مہاجرین و انصار جمع ہو گئے جنھوں نے بالاتفاق کہا کہ ہم ان
کو رسولِ خدا کی بیٹی نہ بیت یہ لفظ ہرگز نہیں سن سکتے عمر نے جب دیکھا کہ بات بڑھ چلی اور فتنہ برپا ہوا چاہتا
ہے تو خاموش ہو کر چلا گیا۔

دادخواہی فاطمہؑ بروزِ محشر

اس سے ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جناب فاطمہ نہایت درجہ کے ظلم برداشت کرکے اس دنیا سے رخصت
ہوئیں ہیں یہ واقعات ایسے واقعات ہیں جنہیں نہ کوئی چھپانے والا چھپا سکتا ہے نہ مٹانے والا مٹانے
میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اور اب تو کیا یہ کوشش اُس وقت سرسبز ہوئی جبکہ حکومت کی طرف سے ایک خاص محکمہ
اس کام کے لئے مقرر کیا گیا تھا جس کا فرض تھا کہ وہ ذکرِ اہلبیت کسی زبان پر نہ کرنے دے اور فضائل و مدائح
شیخین میں احادیث مصنوعی کے انبار لگا دے۔ مگر حق کبھی نہ کبھی اپنا جلوہ ضرور دکھاتا
ہے اور صداقت کبھی نہ کبھی اپنا اثر پھیلا کر رہتی ہے خیر غرض جب فاطمہ پر اسقدر مظالم روا رکھے گئے
ہیں جو مرتے مرتے بھی اس معصومہ کو نہیں بھولے تو لازمی بات ہے کہ خداوند عالم کے دربار میں ان کی ویسی
ہی عزت افزائی کی جائے جیسے ایک سچے مظلوم کی کی جا سکتی ہے انہیں ان کا حق دلایا جائے اور انہیں ان
کے دشمنوں پر فتح و نصرت دی جائے جو عدلِ خداوندی کا مقتضی ہے ہم اس مادے میں کئی حدیثیں
باب فضائل میں لکھ بھی آئے ہیں اور اس مقام پر چند احادیث کتاب جلاء العیون سے اخذ کرکے لکھتے ہیں
جو دادخواہی جنابِ معصومہ کے متعلق ہیں اور اُس سے حضرت کے فضائل پر بھی مزید روشنی پڑتی ہے۔

فرات ابن ابراہیم اپنی تفسیر میں جناب امیر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت پیغمبر خانہ جناب فاطمۃ الزہرا
میں تشریف لائے اور اپنی پیاری بیٹی کو دیکھا کہ کچھ اداس اور غمگین بیٹھی ہے آپ نے سبب اندوہ و ملال
دریافت کیا جس کے جواب میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ مجھے روز محشر کا خیال آتا ہے اور وہاں جو سب
اہل محشر برہنہ کھڑے ہونگے اس کے تصور سے بدن کانپ رہا ہے۔ رسول خدا نے فرمایا اے لخت جگر
وہ دن ایک عظیم الشان دن ہے لیکن جبرئیل نے از جانب رب جلیل مجھے خبر دی ہے کہ سب سے پہلے جس کے
لئے زمین شگافتہ ہوگی اور وہ قبر سے باہر آئیگا وہ میں ہوں اور میرے بعد ابراہیم خلیل اللہ ان کے بعد تیرا
شوہر علی ابن ابی طالب پھر حق تعالیٰ تمہاری قبر پر جبرئیل کو بھیجیگا اس شان سے کہ ستر ہزار ملائکہ ان

کے ساتھ ہونگے اور تمہاری قبر پر نور کے سات قبے نصب کئے جائیں گے اور اسرافیل تین حلّے
نور کے تمہارے لئے لائیں گے۔ تمہارے سرہانے کھڑے ہو کر تمہیں زندہ کریں گے اور آواز دیں گے اے
فاطمہؑ اے دختر محمدؐ قبر کے باہر آؤ اور جانب محشر چلو تم قبر سے باہر کپڑے پہنے ہوئے آؤ گی اور اس دن کے
خوف و ہراس کا اثر بالکل تمہارے دل میں نہ ہوگا۔ اسرافیل تمہیں وہ حلّے دیں گے تم انہیں زیب تن کرو گی
پھر ایک فرشتہ جسے ذوقائیل کہتے ہیں ایک ناقہ نورانی تمہارے لئے لائیگا جس کی مہار مروارید تر کی ہوگی
اور طلائے خاص کا محافہ اس کی پشت پر بندھا ہوگا۔ تم اس پر سوار ہوگی ذوقائیل مہار ناقہ تھامے ہوئے
رواں ہوگا اور ستر ہزار فرشتے علمہائے تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے جلو میں ہونگے جب تم روانہ ہوگی تو
ستر ہزار حوریں تمہارا استقبال کریں گی۔ تمہیں دیکھ کے خوش ہونگی ان حوروں میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں
ایک ایک نورانی انگیٹھی ہوگی اور ان انگیٹھیوں میں سے عود کی خوشبو آگ کے بغیر آئے گی ان حوروں
کے سروں پر زبر جد سبز اور طرح طرح کے جواہرات سے مرصع تاج ہونگے یہ حوریں تمہارے دائیں
طرف روانہ ہونگی جب تھوڑی دور چلو گی تو مریم بنت عمران ستر ہزار حوروں کے ساتھ تمہاری پیشوائی
کرینگی اور یہ حوریں تمہاری جانب چپ چلینگی اس کے بعد تمہاری والدہ خدیجہ دختر خویلد تشریف
لائیں گی اور وہ ان عورتوں میں سب سے اوّل ہیں جو خدا و رسولؐ پر ایمان لائی ہیں ان کے ہمراہ ستر ہزار
فرشتے علمہائے تکبیر ہاتھ میں لئے ہوئے ہونگے جب میدان محشر قریب آئیگا تو حوا مع ستر ہزار
حوریہ داسیہ بنت فرعون کے تمہارا استقبال کریں گی یہ سب تمہارے ہمراہ ہونگی۔ جب میدان محشر میں
پہنچو گی تو عرش کے نیچے ایک منادی ندا کرے گا "اے اہل محشر اپنی آنکھوں کو بند کر لو کہ فاطمہ صدیقہ
دختر محمد اور وہ خواتین جو ان کے ساتھ ہیں گذر جائیں یہ آواز سب کے گوش زد ہوگی اور سوائے تمہارے
باپ اور ابراہیم اور تمہارے شوہر علی ابن ابیطالبؑ کے اسدن کوئی تمہاری طرف نظر نہ کرے گا پھر جناب آدم حوا
کو بلائیں گے وہ تمہاری والدہ خدیجہ کے ہمراہ تمہارے سامنے آئیں گی اسوقت تمہارے لئے ایک منبر نور
نصب کیا جائے گا جس کے ستر پائے ہونگے اور ہر ایک پائے کے درمیان میں دوسرے پائے تک ملائکہ صف
بستہ کھڑے ہونگے انکے ہاتھ میں نور کے علم ہونگے۔ حوریں منبر کے دائیں بائیں صف بستہ ہونگی اور
سب عورتوں سے قریب تر تمہارے بائیں طرف حوا اور آسیہ ہونگی پھر اے فاطمہ جب تم منبر پر جاؤ گی
تو حق تعالیٰ کی طرف سے جبریل تمہارے پاس آکر کہیں گے اے فاطمہ جو چاہو طلب کرو تم خواہش کرو گی

کہ بارالہا مجھے حسنؑ و حسینؑ کو دکھادے دونو فرزند تمہارے پاس آئیں گے حسینؑ کی گردن سے خون رواں ہوگا اور وہ فریاد کرے گا پروردگارا آج کے دن ان ظالموں سے میرا حق دے جنھوں نے مجھپر ظلم و ستم کیا ہے اسوقت دریائے قہر جوش زن ہوگا اور غضب الٰہی سے ملائکہ اور جہنم بھی خروش کریں گے جہنم ایک نعرہ مارے گا (اس کے شعلے باہر نکلیں گے جلی ہوا صحرائے محشر تک آئے گی اور قاتلان حسینؑ مظلوم کو اُٹھا لیجائے گی اور قاتلان حسینؑ کی اولاد کو بھی آتش جہنم کھینچے گی اسوقت ان ظالموں کی اولاد کہے گی خداوند عالم ہم تو قتل حسینؑ میں موجود ہی نہ تھے حق تعالیٰ شعلہ جہنم کو حکم دے گا کہ انہیں پکڑلے کہ ان کی کبودی چشم اور روسیاہی اسبات کی علامت ہے ان کے موئے پیشانی پکڑ کر منھ کے بل کھینچے ہوئے جہنم کے اسفل ترین طبقے میں ڈالدو یہ لوگ دوستان حسینؑ پر اپنے بزرگوں سے بھی زیادہ سخت تھے جنھوں نے حسینؑ سے محاربہ کر کے اُسے شہید کیا پھر جبرئیل کہیں گے اے فاطمہؑ اپنی حاجت طلب کرو اسوقت اے فاطمہ تم کہوگی کہ خداوندا میں اپنے شیعوں کو چاہتی ہوں حق تعالےٰ فرمائے گا کہ میں نے شیعوں کے جرائم عفو کردیئے۔ پھر تم عرض کروگی کہ خداوندا میں اپنے فرزندوں (ائمہؑ) کے شیعوں کو چاہتی ہوں حقتعالےٰ ارشاد فرمائے گا کہ ان کو بھی ہم نے بخشدیا پھر تم کہوگی پروردگارا میں اپنے شیعوں اور اُن کے دوستوں کو چاہتی ہوں خداوند عالم ارشاد کرے گا کہ اے فاطمہؑ جاؤ اور جو شخص تمہارا دامن پکڑلے اُسے بہشت میں داخل کرو اسوقت تمام خلایق تمنا کرے گی کہ کاش ہم شیعیان فاطمہؑ کے دوست ہی ہوتے اور پھر تم اپنے شیعوں اور اُن کے فرزندوں اور شیعیان امیرالمومنین کو ہمراہ لیکر بہشت میں جاؤگی اور وہ ایسا وقت ہوگا جبکہ شیعوں کا خوف اطمینان سے بدل جائے گا وہ بے رنج ہوں گے۔ قیامت کی سختیاں اُن پر نہایت آسان ہونگی۔ قیامت کے ہولناک میدانوں سے باسانی گذر جائیں گے اور لوگ ہراساں ہوں گے یہ بے ہراس مطمئن۔ اور لوگ پیاسے ہونگے یہ سیراب پھر جب تم دروازہ بہشت پر پہنچوگی بارہ ہزار حوریں تمہارا استقبال کریں گی کہ تم سے پہلے انھوں نے کسی کا استقبال نہیں کیا اور نہ تمہارے بعد کسی کی پیشوائی کریں گی وہ نورانی ناقوں پر سوار ہونگی اور پرچم ہائے نور اُن کے ہاتھوں میں ہونگے ان ناقوں کے کجاوے طلائے خالص اور یاقوت سرخ کے ہونگے۔ مہاریں مروارید تر کی اور زرکامیں زبرجد کی ہونگی اور ہر محمل میں ایک تکیہ بہشتی سندس کا رکھا ہوگا جب تم بہشت میں جاؤگی تو سب اہل بہشت شاد و خرم ہونگے ایک دوسرے کو خوشخبری سنائیں گے اور تمہارے شیعوں کے لئے رنگ برنگ جواہر کے خوان بھوائے

نور پر نصب کریں گے تمہارے شیعہ ان خوانوں میں سے کھانا کھائیں گے جبکہ اور لوگ حساب و کتاب میں مشغول ہونگے اور تمہارے شیعہ ہمیشہ ہمیشہ نعیم بہشت سے بہرہ یاب رہیں گے جب سب کے سب دوستان خدا بہشت میں پہنچیں گے تو جمیع پیغمبر آدم سے لیکر خاتم پیغمبران تک تمہاری زیارت کو آئیں گے اور بہشت میں دو موتی ہیں جو ایک چشمے سے برآمد ہوئے ہیں ایک ان میں سے سفید ہے دوسرا زرد ہر ایک میں ستر ہزار قصر ہیں اور ہر قصر میں ستر ہزار گھر ہیں وہ قصر ہائے سفید ہمارے اور ہمارے شیعوں کے واسطے ہیں اور قصر ہائے زرد منازل ابراہیم و آل ابراہیم - جناب فاطمہ نے عرض کی یا رسول اللہ میں نہیں چاہتی کہ آپ کو مرتے ہوئے دیکھوں اور آپ کے بعد زندہ رہوں حضرت نے فرمایا اے نور نظر مجھے جبرئیل نے خبر دی ہے کہ میرے اہلبیت میں سے جو پہلے مجھ سے ملحق ہوگا وہ اے فاطمہ تم ہو گی وائے ہو اس شخص پر جو تم پر ظلم کرے اور بے شک تمہارے ناصر و مددگار کے لئے رستگاری عظیم ہے۔

بسند معتبر حضرت رسولخدا سے روایت ہے کہ روز قیامت جب فاطمہ مع جماعت نسوان عرصۂ محشر میں آئیں گی تو فاطمہ سے کہا جائے گا کہ داخل بہشت ہو وہ کہیں گی میں بہشت میں قدم نہ رکھوں گی جبتک یہ سمجھ لوں کہ میری اولاد سے میرے بعد کیا سلوک کیا گیا - ندا آئے گی کہ درمیان قیامت نظر کرو جب نظر کریں گی تو حسینؑ کو دیکھیں گی کہ بے سر کھڑا ہے یہ دیکھ کر وہ فریاد کریں گی اور میں بھی فریاد کروں گا اور تمام ملائکہ میں ایک غلغلہ برپا ہوگا اس وقت حق تعالےٰ کے قہر غضب کو جنبش ہوگی ذرہ وہ آگ جسکا نام ہبہب ہے جسے ہزار سال سے روشن کر رکھا ہے اور وہ سیاہ ہو گئی ہے جس میں ہوا کا گذر مطلق نہیں ہے اور کوئی غم اس سے باہر نہیں جاتا - خداوند عالم اس آگ کو حکم دے گا کہ قاتلان حسینؑ اور حاملان قرآن کو چن لے جنہوں نے اہلبیت سے ہاتھ اٹھایا اور قرآن کو وسیلۂ ظلم و عدوان گردانا وہ آگ ان اشقیا کو گھیرے گی جب وہ روسیاہ اس آگ میں جائیں گے تو وہ آگ فریاد کرے گی اور وہ بدبخت بھی چلائیں گے - آگ بھی خروش کرے گی وہ بھی خروش کریں گے آگ بھڑکے گی وہ ملاعنہ نعرے ماریں گے اور بزبان فصیح عرض کریں گے ہم پر بت پرستوں سے پہلے آگ کو کیوں مسلط کیا خداوند عالم فرمائے گا کہ وہ شخص جو دانستہ امور بد کا مرتکب ہوا ہے اس کی مثل نہیں جو نادانی ارتکاب کرے۔

ان روایتوں میں جو قاتلان حسینؑ کا ذکر آیا ہے اس سے یہ ہی نہ سمجھنا چاہئے کہ شمر و یزید و ابن زیاد

وغیرہ ہی قاتلان حسینؑ میں شامل ہیں بلکہ ان سب کی گردنوں پر خون حسینؑ کا مظلمہ ہے جنھوں نے اول اول اہلبیت کی ایذا دہی پر کمر باندھی عبد اللہ ابن عمر نے یزید کو نامہ لکھا جس میں طعن کیا تھا کہ اس نے سبط رسول کو قتل کیا ہے یزید نے اُس کے جواب میں لکھا ہے کہ تم عجب احمق ہو یہ تو سب کچھ کیا دھرا تمہارے والد بزرگوار کا ہے ہم تو اسی مسند پر بیٹھے ہیں جو تمہارے والد نے بچھائی تھی ہم نے تمہارے باپ کو مشن کو پورا کر دیا تو کیا گناہ کیا اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر بعد رحمت رسول یہ لوگ اہلبیت کی تحقیر پر آمادہ نہ ہوتے۔ خلافت کو اس کے مرکز اصلی پر رہنے دیتے تو معاویہ و یزید جیسے لوگوں کی نوبت کیوں آتی۔

چہ خوش گفت ہست شخصے این لطیفہ — کہ کشتہ شد حسین اندر سقیفہ

جناب ام کلثوم الکبریٰ

جناب فاطمہ نے جو اپنی یادگاریں چھوڑیں ان میں سے اولاد ذکور میں امام حسنؑ و امام حسینؑ علیہما السلام اور اولاد اناث میں حضرت زینب الکبریٰ اور جناب ام کلثوم الکبریٰ سلام اللہ علیہما تھیں۔ انہیں آخر الذکر معظمہ کی نسبت علمائے اہل سنت نے یہ بہتان تراشا ہے کہ ان کا نکاح عمر صاحب سے ہوا اور انہیں کور عقلوں کی پیروی کرتے ہوئے شمس العلماء صاحب بھی فرماتے ہیں کہ بڑی صاحبزادی ام کلثوم کا پہلا عقد حضرت عمر ابن الخطاب سے ہوا اُن سے ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی رقیہ پیدا ہوئی۔ حضرت عمر کے انتقال کے بعد بی بی ام کلثوم کا دوسرا عقد عون ابن جعفر سے ہوا اور اُن کے بعد تیسرا عقد محمد ابن جعفر سے ہوا۔

ان واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو عمر صاحب کے ہاتھ سے فاطمہ علیہا السلام پر ہوئے اگر اس نکاح کو دیکھا جائے تو یقیناً ایک حیرت انگیز تعجب لاحق ہو جاتا ہے فاطمہ علیہا السلام کی یہ کیفیت کہ جب تک زندہ رہیں ان لوگوں سے گفتگو کی بھی روادار نہ ہوئیں جب انھوں نے ہم کلام ہونا چاہا تو یہ جواب دیا کہ جب تک میں اپنے باپ سے تمہارے ظلم و جور کی شکایت نہ کر لوں گی تم سے بات نہ کروں گی اسی پر اکتفا نہیں بلکہ یہ وصیت کی کہ میرے جنازے پر بھی یہ لوگ نہ آنے پائیں اور جناب امیرؑ اس وصیت کو پوری پوری طرح سے ادا کریں ایسی حالت میں کون سی عقل اس بات کا تصور کر سکتی

ہے کہ اسی فاطمہ کی بیٹی کا نکاح عمر سے کر دیا گیا وہ عمر جو فاطمہ کا پکا دشمن تھا اُسے نہ عقل ہی قبول کرتی ہے اور نہ کوئی معتبر نقل ہی اس دعوے کے ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہے

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شیعہ اور سنی دونو فرقوں کی کتابوں میں اس نکاح کا ذکر ہے مگر کتب شیعہ سے یہ امر ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ وہ ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا تھیں سنی تصانیف میں خال خال اس مضمون کی روایت دیکھنے میں آتی ہے جو ایسی زخم خوردہ اور ناقابل اعتبار ہے جس پر شیعہ تو شیعہ کسی اہل نظر سنی کو بھی اعتماد نہیں ہو سکتا۔

اہل سنت کے ہاں جو روایات اس مادے میں وارد ہوئی ہیں وہ باہم ایسی متناقض ہیں جنھیں دیکھ کر اگر سرے سے اس واقعہ کو ہی مابعد نسلوں کی اختراع کہہ دیا جائے تو کوئی جائے تعجب نہیں اہل سنت اگر اس موقع پر ہوتے تو وہ قطعی انکار کر جاتے مگر ہمارا شیوہ ہے تحقیق۔ ہمارا کام ہے اصلیت واقعہ کی جانچ متکلمین شیعہ ہرگز مثل شاہ صاحب دہلوی و دیگر علمائے سنیہ محض انکار کر کے اپنا پیچھا نہیں چھڑاتے اور اگر انکار کرتے ہیں تو نہایت قوی دلائل کی بنا پر نہایت مستحکم حجت کے ذریعہ سے جیسا کہ اس مسئلہ میں بھی انھوں نے حق کو حق اور باطل کو باطل کر دکھایا ہے۔

جہاں جہاں علمائے اہلسنت نے اس قسم کی قابل تنفر روایات جمع کی ہیں اور ان سے اہلبیت کی توہین کا پہلو مد نظر رکھا گیا ہے۔ وہاں یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ جب عمر نے ام کلثوم کی خواستگاری کی تو علیؑ نے اُن کی صغر سنی کا عذر کیا۔ ملاحظہ فرمائیے صاحب اسعاف الراغبین و صاحب صواعق و صاحب تاریخ خمیس لکھتے ہیں۔ قال صح من عمر انہ خطب ام کلثوم من علی فاعتذر بصغرھا و بانہ اعدھا لابن اخیہ جعفر فقال ما اردت الباہ لکن سمعت رسول اللہ یقول کل سبب و نسب ینقطع یوم القیامۃ ما خلا سببی و نسبی صحیح روایت میں عمر سے منقول ہے کہ اس نے علیؑ سے ام کلثوم کی خواستگاری کی۔ علیؑ نے اُس کی صغر سنی کا عذر کیا اور یہ بھی بیان کیا کہ وہ لڑکی اپنے بھتیجے ابن جعفر سے منسوب کر چکے ہیں اس پر عمر بولے کہ میں یہ نکاح کچھ خواہش نفسانی کے لئے نہیں کرتا لیکن میں نے رسول اللہ سے یہ سنا ہے کہ قیامت کے دن سوا میرے نسب اور سبب کے ہر سبب اور نسب منقطع ہو جائے گا ذخائر العقبیٰ اور تاریخ الخمیس میں مندرج ہے فاقبل علی و قال انھا صغیرۃ فقال عمر لا واللہ ماذاک بک ولکن اردت منعی یعنی جب عمر نے ام کلثوم کی درخواست کی تو علیؑ آئے اور کہا کہ وہ

صغرسن ہیں (قابل نکاح نہیں) عمر بولے قسم خدا کی یہ تو نہیں مگر بات یہ ہے کہ تم مجھے روکنا چاہتے ہو

عسقلانی شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں ان علیا لما ابی من نکاح ابنتہ لعمر و اعتذر بصغرہا لم یکن یقبل منہ ذالک العذر حتی الجاء ان یراھا ایاہ فارسلہا الیہ فلما راءھا عمر احتضنہا و قبلہا یعنی جب علی نے اپنی بیٹی کا نکاح عمر کے ساتھ کرنے سے انکار کر دیا اور اس کے صغرسن کا عذر کیا تو عمر نے اسکو قبول نہ کیا اور ان کو اس بات پر مجبور کیا کہ اُسے دکھا دیں۔ علیؑ نے اسے عمر کے پاس بھیجدیا۔ عمر نے اسکو پکڑ کر سینے سے لگا لیا اور بوسہ لیا۔

اسی قسم کی قابل تنفر روایات ہیں جو کتب اہل سنت میں بھری ہوئی ہیں اور جن سے ضرور ثابت ہوتا ہے کہ اسوقت علی نے اس دختر کی صغرسنی کا عذر کیا ہے اب ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ جبوقت عمر نے درخواست کی ہے اسوقت جناب ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا کی کیا عمر تھی

عمر صاحب خود جیسا کہ صاحب استیعاب و صواعق محرقہ نے لکھا ہے ۱۳ عام الفیل میں پیدا ہوئے ہیں اور قتل ہوئے ہیں ۲۳ھ میں اس حساب سے اُن کی مدت العمر کل ۶۲ برس کی ہوئی اور یہ خواستگاری انھوں نے اسوقت کی ہے جبکہ وہ ساٹھ برس کو پہنچکر شیخ فانی ہو چکے تھے اب دیکھیں حضرت ام کلثوم کی بابت یہ ظاہر ہے کہ حضرت فاطمہ سلام علیہا رسول اللہ کی وفات کے بعد زیادہ سے زیادہ چھ ماہ زندہ رہی ہیں پس لامحالہ حضرت ام کلثوم کی پیدائش حیات رسول اللہ میں ہوئی ہے اور اگر سال رحلت رسول اللہ ۱۱ ہجری میں بھی اُنکی پیدائش تسلیم کی جائے تو ۲۳ھ ہجری میں جو سال قتل عمر ہے اُن کی عمر بارہ برس کی ہوگی اور خواستگاری کے وقت درجو ۲۱ھ بعمر شصت سالگی عمر صاحب واقع ہے اُن کی عمر دس سال کی ماننی پڑے گی اور عرب کی آب و ہوا ہرگز اس امر کی مقتضی نہیں ہے کہ دس سال کی لڑکی کو صغیرہ ناقابل نکاح کہا جا سکے جبکہ حضرت عائشہ کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے جو بغیر نو سالگی ہمبستری رسول اللہ سے مشرف ہوئی ہیں۔

شیعہ محققین نے اس بارے میں دو رائیں قائم کی ہیں جو واقعات کے عین مطابق ہیں ایک تو یہ کہ اسما بنت عمیس زوجہ ابوبکر سے حضرت علیؑ نے نکاح کر لیا تھا وہ دو اولادیں اپنے ساتھ لائی تھیں ایک لڑکا ایک لڑکی لڑکے کا نام تھا محمد اور لڑکی کا نام تھا ام کلثوم اور یہی وہ ام کلثوم ہے جسکا نکاح عمر سے

جو ابو بکر کی بیٹی اور حضرت علی کی ربیبہ ہے اور چونکہ ایسی لڑکیوں کو بھی محاورۂ عرب میں بنت
کہدیتے ہیں جیسا کہ زینب ام کلثوم اور رقیہ کو بنت رسول کہا گیا ہے اسی لئے راویوں کو دھوکا ہو
اور انھوں نے اس لڑکی کو بنت فاطمۃ الزہرا سمجھ لیا ۔ قول دوم یہ ہے جو رسالہ روشنی کے فاضل مضمون
نگار میرزا عابد علی بیگ صاحب اعلی اللہ مقامہ کا سیار ہے کہ اسوقت ایک اور لڑکی ام کلثوم نامی
خانہ حضرت امیر میں موجود تھی جو ایک لونڈی کے شکم سے تھی ۔ کیونکہ حضرت زہرا کے بعد جناب امیر نے
یکے بعد دیگرے مختلف ازواج اور امہات اولد سے نکاح کئے ہیں ام امہات اولد سے چند لڑکیاں
پیدا ہوئی ہیں جن میں سے ایک کا نام ام کلثوم الصغریٰ تھا اور یہی ام کلثوم چار یا پانچ برس کے سن میں
اسوقت ہو سکتی ہے جب عمر صاحب نے ۶۰ برس کی عمر میں نکاح کا ارادہ کیا تھا ۔

عمر صاحب کا ام کلثوم دختر زہرا کی خواستگاری کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس نکاح سے چلتے
چلتے یہ فائدہ انھوں نے سوچا ہوگا کہ جو کچھ مظالم میرے ہاتھ سے بنت رسول اللہ پر ہوئے ہیں وہ آیندہ
نسلوں کی آنکھوں میں مشتبہ ہو کر بالکل نسیاً منسیا ہو جائیں اور اہل دنیا کو میری برأت کے لئے ایک اچھا
ذریعہ ہاتھ آجائے ۔ لیکن وہ اپنے اس ارادے میں ایسے ہی ناکام رہے جیسے کہ خود حضرت فاطمہ کی
خواستگاری کرکے انہیں اور ان کے بھائی ابوبکر صاحب کو خجالت اٹھانی پڑی تھی یہ بالکل درست ہے
کہ حضرت ام کلثوم اسوقت بالغہ اور رشیدہ تھیں وہ کبھی اس شخص کے ساتھ نکاح کرنے کو قبول نہیں کرسکتی
تھی جس کی بابت اس کی والدہ محترمہ نے یہ وصیت کردی تھی کہ وہ میرے جنازے پر کبھی نہ آئے یہ
ساتھ ہی جب عمر صاحب نے دوسری ام کلثوم دختر ام الولد کی نسبت پیغام دیا جس پر صغر سنی کا عذر کیا گیا
مگر عمر صاحب نے یہ عذر پذیرا نہ فرمایا اور اس صورت میں اگر کوئی پیوند سے پیوند مل گیا ہو تو کوئی تعجب
کی بات نہیں ہے کیونکہ عمر صاحب کی نسبی حالت جیسی کچھ ہے وہ ہم اس رسالہ میں دکھاتے ہیں ۔ اس
تزویج میں حتی کہ کنیزک حضرت ہاشم کا بھی (جو عمر صاحب کی جدہ محترمہ ہیں) اچھا خاصہ لحاظ
رہ سکتا ہے ۔

ایک اور لطیفہ دیکھنے کے قابل ہے کہ جس ام کلثوم سے عمر صاحب نے نکاح کیا ہے ان کی نسبت علمائے
اہل سنت کہتے ہیں کہ ان سے ایک صاحبزادے زید اور ایک صاحبزادی رقیہ پیدا ہوئیں اور وہ عہد
معاویہ میں انتقال کر گئیں ۔ امام حسین نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی اب دیکھئے کہ ام کلثوم دختر فاطمہ

صلوٰۃ اللہ علیہا واقعہ کربلا میں اپنے بھائی کے ہمراہ موجود تھیں انھوں نے اپنی آنکھوں سے رسولؐ کا گھر مسلمانوں کے ہاتھوں لٹتے ہوئے دیکھا وہ اسیر ہو کر شام کے قید خانہ میں گئیں۔ خود شمس العلماء اقرار کرتے ہیں کہ ان کا عقد یکے بعد دیگرے پسران جعفر سے ہوا ہے۔ اگر وہ عہد معاویہ میں مر چکی تھیں تو واقعہ کربلا کی شرکت کیسی یکے بعد دیگرے عقد کیسا۔

ایک اور امر بھی قابل لحاظ ہے کہ کربلا میں یزیدی فوجیں جس قدر جمع تھیں وہ گو آل رسول کی دشمن تھیں مگر عمر صاحب کی پکی معتقد اور ان کے نام پر جان چھڑکنے والی تھیں اگر یہ ام کلثوم عمر صاحب کی منکوحہ ہوتیں تو ممکن تھا کہ وہ اشقیا ان کا آداب برعایت عمر صاحب ملحوظ رکھتے۔

ان سب بدیہیات کا انکار کر کے اگر یہی تسلیم کیا جائے کہ نہیں حضرت ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا کا ہی نکاح عمر سے ہوا ہے اور وہی اس وقت کمسن تھیں تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ عمر صاحب اس سے ممتنع نہیں ہو سکے اور وہ اپنے اصحاب سے اس کے متعلق تدبیریں ہی پوچھتے رہے جیسا کہ سیرۃ الحلبیہ میں منقول ہے اصطلاح میں تو بالکل فرعون مصر کی مثال صادق آئے گی جس نے حضرت سارہ زوجہ حضرت ابراہیم کو چھین لیا تھا اور اپنے تصرف کی قدرت نہیں پا سکا تھا یہ مثال اور بھی قوی ہو جائے گی جب یہ دیکھا جائے کہ یہ نکاح (خواہ ام کلثوم بنت زہرا سے ہو خواہ ام کلثوم بنت ام الولد سے) باضطرار عمل میں آیا ہے جس سے کوئی سنی عالم انکار نہیں کر سکتے۔ فاضل شمس العلماء کو زیبا تھا کہ پہلے وہ ان عظیم الشان اختلافات کی گتھی کو سلجھاتے اور پھر یہ کلمہ زبان سے نکالتے جس سے حد درجہ کی توہین اہلبیت اور دل آزاری آل رسول منظور ہے۔ کیا شمس العلماء کا دل اجہات کو گوارا کر سکتا ہے کہ ان کی اور ان کے کسی عزیز قریب کی بیٹی کی نسبت خلاف واقعہ یہ امر مشہور کر دیا جائے کہ وہ فلاں شخص کی زوجہ ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ ہرگز اس امر کو برداشت نہیں کر سکیں گی۔ مگر افسوس اور سخت افسوس کا مقام ہے کہ اہل بیت پیغمبر کی نسبت جیسا چاہو الزام لگا دو۔ یہ باعزت اور باحمیت مسلمان لے نہایت خوشی کے ساتھ سننے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔

تعجب ہوتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ شمس العلماء جیسا شخص ان بوسیدہ۔ کرم خوردہ اور عداوت اہلبیت سے بھری ہوئی روایات سے یہ نتیجہ نکال لیتا ہے گویا اُسے الہامی طریق پر یہ معلوم ہوا ہے۔ عقلاً تو اس روش کو ہرگز پسند نہیں کر سکتے شمس العلماء کا دعوے تو یہ ہے کہ یہ کتاب یعنی امہات الائمہ انھوں نے محض

شیعہ بن کر لکھی ہے نہ سنی بن کر انھوں نے بالکل ایک غیر متعصب آنکھ سے واقعات کو جانچا ہے اور بلا خوف لومۃ لائم اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہے۔ مگر ہمیں تو یہ نظر آتا ہے کہ وہ اس میدان میں بالکل ہوے کی حمایت رکھتے ہیں جو چھپٹی گرانے میں اپنی ہی طرف گراتے ہیں۔ اگر یہ بے تعصبی ہے۔ اگر یہی نظر ہے۔ اگر یہی تحقیق ہے اگر یہی انصاف ہے تو ہمیں بہت عجلت کے ساتھ ان چیزوں پر فاتحہ پڑھ لینی چاہیے جن قوم کے بے تعصب اہل نظر محقق اور منصف حضرات کا یہ عالم ہے۔ تو متعصب قصیر النظر تحقیق اور انصاف سے حصہ نہ پانے والے تو خدا جانے کیا غضب ڈھائیں گے اور ڈھا ہی رہے ہیں۔ محقق نا تحقیق حیرت کی تمام تر تجلیں موجود ہے۔ ہم پھر شمس العلماء سے باادب گذارش کرتے ہیں کہ وہ اس مسئلہ کو تحقیق کی آنکھ سے دیکھیں۔ اہل نظر کی نظر سے مشاہدہ کریں اور متعصب اسلاف کی تقلید میں گرفتار ہو کر ایسی اغلاط کے مرتکب نہ ہوں جو اُن کی شان کو بالکل گھٹا دینے والی ہیں۔ اب زمانہ ہے روشنی کا۔ اب زمانہ ہے آزادی کا اب ایک اندھیری کوٹھری میں بیٹھ کر بادہوائی تکے لڑانا نہایت معیوب اور خلاف تہذیب سمجھا جاتا ہے ہمارا کام عرض کر دینا ہے قبول کرنا نہ کرنا یہ آپ کے اختیار میں ہے اور قبول وہی کرتا ہے جس کے توفیق الٰہی شامل حال ہوتی ہے۔ ہمیں ایک علمی سے یہ امید ہے کہ آپ اہلبیت پیغمبر کو ذرا وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں اسی لئے بار بار آپ کی خدمت میں عرض کی جاتی ہے ورنہ آجکل جس قسم کی سنت رہ گئی ہے اور آجکل کیا ہمیشہ سے ایسی ہی ہے اس کا حال ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ حضرت والا اُن لوگوں کے لئے تو ہمارے بول سے فزادہم اللہ مرضا کے اور کچھ نہیں نکلتا کیونکہ ان لوگوں کی عقلیں سلب ہو چکی ہیں ان کے قلب سیاہ ہو چکے ہیں اور ان کے دلوں پر ایسے قفل لگے ہوئے ہیں جنہیں امتداد زمانہ نے بالکل زنگ آلود کر دیا ہے سنیت کے پردے میں بغض خروج کی بدبو پھیل رہی ہے اور توہین اہلبیت کو دنیا طلبی کا ایک عمدہ ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ پھر دعوے یہ کہ مسلمان ہیں تو ہم ہیں مومن ہیں تو ہم ہیں جنت ہے تو ہماری ہے اور بہشت ہے تو ہماری جاگیر ہے مگر انہیں خبر نہیں کہ وہ دن آنے ہی والا ہے جب بڑے بول کا سر نیچا ہو جائے گا یہ زبانی دعوے کام نہ آئیں گے یہ ہمارا کچھ فائدہ نہ دے گی غرور کی دیواریں ڈھے جائیں گی اور انہیں نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ کہنا پڑے گا یا لیتنی کنت ترابا۔ اس وقت یہ جان لیں گے کہ اسلام کیا چیز ہے ہم نے کون سی اسلام کی پابندی کی ہے اور وہ کون سا اسلام تھا جسے رسول اللہ نے چھوڑا تھا۔ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم نے قرآن کو کہاں تک

سمجھا۔ کہاں تک اس کے احکام پر چلے۔ قرآن کے اوامر و نواہی کیا ہیں اور کن لوگوں سے ہمیں قرآن سیکھنا چاہیے تھا۔

بنی فاطمہ

ہر اہل نظر اندازہ کر سکتا ہے کہ جب خود فاطمہ کے ساتھ ایسے ایسے سلوک کیے گئے اور اُن کی وفات کا سبب ہی وہ صدمہ ہوا جو عمر صاحب کے دروازے گرانے کی بدولت انہیں پہنچا تھا جس سے محسن شکم میں ہی شہید ہو گئے تو پھر ان کی اولاد تو کس گنتی میں تھی اور اس امر کا اعتراف شمس العلماء نے بڑی فراخ دلی اور عالی حوصلگی کے ساتھ کیا ہے مگر سید ہے چلتے چلتے خدا جانے انہیں کیا ہو جاتا ہے کہ ایسا رستہ اختیار کرنے ہیں جسے عقل و ہوش سے ذرا بھی لگاؤ نہیں ہو تا ملاحظہ فرمائیے۔

شمس العلماء:۔ یہ خیال اور بھی زیادہ تکلیف دیتا ہے جب دیکھا جاتا ہے کہ پہلے انتخاب میں علی کی ناکامی نے پیغمبر صاحب کی نسل کی اسلامی وقعت کو کم کرتے کرتے آخر کو بالکل زائل کر دیا

ہم:۔ اس خیال کو ذرا اور وسعت دیجائے تو اور بھی نشتر بجگر ہوتا ہے کہ ابوبکر کے منتخب ہو جانے سے حضرت پیغمبر کی نسل کی اسلامی وقعت کم ہوتے ہوتے زائل کیا ہوئی۔ بلکہ یوں کہو کہ مٹتے مٹتے اسلام کا ایک زبردست حصہ مٹ گیا یا مٹا دیا گیا لاریب اگر یہ قرن اولیٰ والے نام کے مسلمان حرص و ہوا کو چھوڑتے حصول جاہ و جلال کے پیچھے نہ پڑتے تو اسلام کی ابتدائی حالت نہ ہوتی جو آجکل نظر آ رہی ہے ان لوگوں نے نسل پیغمبر کو نہیں چھوڑا بلکہ اسلام کو چھوڑا ہے نسل پیغمبر کو بے وقعت نہیں کیا اسلام کی عزت کو برباد کیا ہے۔ نسل پیغمبر کو نہیں مٹایا اسلام کو مٹایا ہے اسلام کو سے

دوستوں سے ہم نے وہ صدمے اٹھائے جانپر — دل سے دشمن کی شکایت کا گلہ جاتا رہا

اسلام! بیچارہ اسلام۔ غریب اسلام اور وہ اسلام جسے پیغمبر آخرالزماں نے اپنی مقدس عمر کے ۲۳ برس برباد کرکے رکھے ان نادان دوستوں کی طرف مخاطب ہے اور بزبان حال اس شعر کی تکرار کر رہا ہے۔

شمس العلماء:۔ اب جو کچھ بھی اسلامی وقعت پیغمبر صاحب کی نسل کی رہ گئی ہے وہ یہی ہے کہ درود میں آل محمد کا نام ابھی تک باقی چلا جاتا ہے

ہم:۔ یہ بھی خیال خال ورنہ یہ مسلمان تو اس کے بھی روادار نہیں۔ اب تو فقط صلی اللہ علیہ وسلم پر اکتفا کی

جاتی ہے جیسا کہ آپ کی کتاب میں بھی یہی طریقہ نظر آتا ہے اور درود میں آل محمد کو شریک کرنا ایک قسم کا گناہ اور مذہب سنن کے بالکل خلاف سمجھا جاتا ہے اور سچ بھی تو ہے بات وہی اچھی ہے جو دل سے ہو جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کا رویہ آل رسول کے ساتھ یہ رہا ہے جو ایک زمانہ پر روشن ہے مذہب کی ہمارے یہ حالت ہے کہ کہیں ابن مسعود کا دامن ہے کہیں عمر صاحب کا۔ کہیں ابو حنیفہ صاحب مسند افتخار جلوہ گر ہیں کہیں شافعی و مالک و ابن حنبل اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ الگ چن رہے ہیں اب اگر خالی خولی زبان سے آل محمد کے ساتھ مودت کا اظہار بھی کیا جائے تو نتیجہ کیا ہے اسی لئے اب درود میں سے بھی ان کا ذکر اڑا دیا گیا ہاں شمس العلماء صاحب یا اُن کے احباب اگر درود میں آل محمد کو شامل کر دیتے ہیں تو یہ اُن کی روشن ضمیری ہے اور اس پر آشوب زمانے میں ہم اسے ہی غنیمت سمجھتے ہیں۔

شمس العلماء: ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص قوم کو کسی طرح کا فائدہ پہنچانا چاہتا ہے تو لوگ اُس کی نسلوں تک کا احسان مانتے تھے۔

ہم:۔ بے شک جو شرفا ہیں جن کی رگوں میں شریف خون کی گردش ہے۔ جن کے دامن پر رذالت کا گرد و غبار نہیں وہ بے شک مر جاتے ہیں۔ فنا ہو جاتے ہیں۔ مٹ جاتے ہیں۔ مگر محسن کا احسان بھلا دیں کیا مجال۔ کیا ممکن۔ ان کی زبانیں کاٹ دو ان کی گردنیں اڑا دو۔ اُن کے گھر بار کو آگ لگا دو ان کی لاشیں گھوڑوں کے سموں سے ریزہ ریزہ کر دو پھر بھی اُن کا رواں رواں اپنے محسن کی شکر گذاری میں رطب اللسان رہے گا مگر ایسی خیال کے لوگ دنیا میں بہت کم ہیں حسینؑ پر جس زمانہ میں یزیدی افواج کی یورش ہوئی ہے وہ زمانہ حسب زعم اہلسنت تقریباً خیر القرون ہی ہے کسی سنی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ اسلام کا جوش جو اسوقت تھا وہ مابعد نسلوں کو میسر نہیں ہوا بے شک اسوقت تمام جزیرہ نمائے عرب مسلمانوں سے پٹا پڑا تھا مگر حسینؑ فرزند رسول پر جان نثار کرنے معدودے چند ہی نکلے۔ جن کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔

جن لوگوں کا تعلق ادنی سوسائٹی سے ہوتا ہے جو لوگ چھوٹے طبقہ کے ممبر ہوتے ہیں جن کے دماغوں سے خلعت پہن کر بھی رذالت کی بو نہیں جاتی ان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ کسی محسن کا احسان مانیں گے ایسا ہی ہے جیسے پتھر اور نہایت ہی سخت پتھر سے اللہ اکبر کی تمنا کرنا۔ پیغمبر کے بعد کیا ہوا اس کو جانے دو ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ خود حضرت کے زمانہ میں ان لوگوں نے بارہا اپنی شرافت کا ثبوت دیا ہے۔ رسول اللہ نرغۂ اعدا میں گھرے ہوئے ہیں اور یہ پہاڑوں پر پہاڑی بکریوں کی طرح کلیلیں کرتے پھرتے ہیں جو بچا جاتے ہیں پیغمبر

کی بدولت ہمارے دس آدمیوں میں پرستش ہونے لگی مگر جب داؤں لگا رسولؐ ہی پر کیا پیران طریقت نے جب رسولؐ کو نہیں چھوڑا تو مرید ان خوش اعتقاد کیا آلِ رسول پر بھی ہاتھ صاف نہ کریں۔ اگر ایسا نہ کریں تو خوف ہے کہ خدانخواستہ کہیں نطفہ ناخلف اُن کی ذات کیا تھ چسپاں ہو جائے۔

شمس العلماء ایک پیغمبر صاحب تھے کہ پھکڑوں۔ لیٹروں کو بادشاہ بدمعاشوں کو بھلا مانس بت پرستوں کو خدا پرست۔ نالائقوں کو لائق۔ وحشیوں کو مہذب۔ جانوروں کو انسان بنا گئے۔ ان کے اُن تمام احسانات کا بدلہ ان ہی کی اُمتہ نے اُن کے نواسوں۔ نواسیوں۔ بہو بیٹیوں کو جو دیا اور جیسا دیا اسکا رونا آج تک اسلامی دنیا میں رویا جا رہا ہے اور قیامت تک رویا جائےگا۔

اترجوا امۃ قتلت حسینا شفاعۃ جدہ یوم الحساب

فلا واللہ لیس لہم شفیع وہم یوم القیامۃ فی العذاب

ترجمہ کیا وہ امت جس نے حسینؑ کو قتل کیا روز قیامت اس کے جد نامدار کی شفاعت کی امید کر سکتی ہے لا واللہ اس دن کوئی ان کا شفیع نہ ہوگا اور یہ روز حشر مبتلائے عذاب ہونگے۔

ہم: حقیقۃً جیسی ناہنجار۔ احسان فراموش محسن کش۔ پیغمبر آخرالزماں کی امت نکلی۔ شاید ہی کسی پیغمبر کی امت نکلی ہو ہمیں سے جناب شمس العلماء کو اندازہ کر لینا چاہیے کہ ان کا اسلام کیسا تھا اور اُن کے ایمان کی کیا کیفیت تھی ان واقعات کو دیکھ کر کسی قسم کی غلطی نہیں اگر یہ رائے تسلیم کر لی جائے کہ یہ لوگ حقیقۃً دل سے مسلمان نہ ہوئے تھے۔ فقط حصول دنیا کی ابتدا نے انہیں دین آبائی سے ظاہری طور پر برگشتہ کیا تھا ان کے دل سے کفر و نفاق کی بو آتی ہے گو یہ ظاہری طور پر قائلین لا الٰہ الا اللہ میں محسوب ہوتے ہیں ان کے افعال سے وہی جہالت ثابت ہوتی ہے گو یہ بظاہر اسلامی تہذیب کے دائرے میں آگئے ہیں پیغمبر کے مرتے ہی ان کی جبلتی بدمعاشی سے بدل گئی۔ خدا پرستی کی جگہ پر بت پرستی کے قدم آ گئے آئی ہوئی لیاقت نے پھر برباد شدہ نالائقی کے لئے مسند خالی کر دی تہذیب نے پرانے وحشیانہ پن کا لباس پہن لیا اور یہ انسان بن بنا کر پھر جانوروں کے جرگے میں شامل ہو گئے کربلا کا واقعہ ایسا نہیں ہے جو ان کی حالتوں کو تاریکی میں رہنے دے اسی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام کا نقش اگر ان کے دل میں کچھ جما بھی تھا تو اس اس کے بعینہٖ یہی حالت تھی جیسے کوئی پانی پر خط کھینچ دے ایک ہندی شاعر کہتا ہے "کلمہ پڑھیں رسولؐ کا کاٹیں سیس حسینؑ" حقیقۃً تعجب اور سخت تعجب ہوتا ہے

اور یہ تعجب اسوقت اور بھی زیادہ ہے۔ جب ان کی مدح سرائی میں بڑے بڑے عمامے والوں کو رطب اللسان دیکھتے ہیں شمس العلماء نے جو یہ قطعہ رقم فرمایا ہے یہ انسانی کلام نہیں یہ ایک غیبی آواز ہے۔ یہ ایک ہاتف کی ندا ہے۔ یہ قلم قدرت کا نقش ہے۔ ملا جامی شواہد النبوۃ میں رقم طراز ہیں دیکے از عازیان ارض روم گفتہ است کہ در یکے از کنائس ایشاں دیدم کہ نوشتہ بودند ے

اترجوا امۃ قتلت حسینا شفاعۃ جدہ یوم المعاد

پرسیدم کہ ایں راکہ نوشتہ است گفتند نمی دانیم پھر ملائے موصوف لکھتے ہیں کہ چوں یکے از بدبختان در مدینہ خطبہ خواند و بقتل امیر المومنین رضی اللہ عنہ اظہار بشاشت کرد شب آزادر مدینہ آوازے شنیدند و صاحب آواز را ندیدند کہ می خواند ے

ایھا القاتلون جھلا حسینا ابشروا بالعذاب والتذلیل
کل من فی السماء یدعو علیکم من نبی و ملاک و قبیل
قد لعنتم علی لسان ابن داؤد و موسیٰ و حامل الانجیل

اے از روئے جہالت حسینؑ کو قتل کرنے والو تمہیں دردناک عذاب اور ذلت و خواری کی بشارت ہو انبیاء اور فرشتگان مقرب تمپر آسمان کے بددعا کر رہے ہیں۔ سلیمان ابن داؤد موسیٰ صاحب توریت اور عیسیٰ حامل انجیل کی زبان سے تمپر لعنت کی گئی ہے۔

حسینؑ کا مع اس کے جاں نثار رفقا کے تین دن بھوکا رکھ کے قتل کرنا ششماہے بچے تک کو تیر ستم کا نشانا بنانا نبی کی آل کو مثل بندیان ترک و دیلم کی طرح لے جانا انہیں دربار عام میں کھڑا کرنا اور پھر فخر کے ساتھ کہنا لیت اشیاخی ببدر شھدوا کاش میرے بزرگ جو بدر میں قتل ہوئے ہیں زندہ ہوتے اور اس منظر کو دیکھتے کہ میں نے کس طرح ان کا بدلا لیا ہے) کہنا اور پھر زعم علما سواد اعظم دیندار ہے با ایمان جانا ہم نہیں سمجھ سکتے کہ پھر بے ایمانی دنیا میں کیا چیز ہے۔ ہم نے یہ بالکل سچ کہا ہے کہ حسینؑ کے واقعہ پر نظر کرکے قرن اولیٰ کے مسلمانوں کی حالت صاف نظر آجاتی ہے اور اس قتل کا اثر فقط یزید پر ہی منتہی نہیں ہوتا ہے بلکہ سقیفہ والوں کا گریبان گیر ہوا جاتا ہے اس لئے علمائے اہلسنت نے فتوے دے دیا ہے کہ واعظ پر ذکر حسینؑ حرام ہے کیونکہ یہ بغض صحابہ کی طرف لیجاتا ہے۔ اللہ رے ناحق کوشی۔ اللہ رے حق پوشی اللہ رے ابلہ فریبی۔ واہ رے خوش اعتقادی۔ کسقدر اخلاق حمیدہ ہے

بھرا ہوا ہے وہ مذہب جس میں مظلوم کا ذکر زبان تک لانا حرام ہے کیسے خدا پرست تھے اس مذہب کے بانی جن کے حالات ایک مظلوم کا ذکر کرتے ہی کھل جاتے ہیں شمس العلماء نے بڑا غضب کیا کہ اس طریقہ سے ان واقعات کو منظر عام میں رکھ دیا۔ گو انھوں نے آگے چل کر چیپیاں لگائیں مگر وہ اپنی قوم کے جوش کو نہ روک سکے اور یہ جوش بالآخر کفر کے فتوے کی صورت میں ظاہر ہو گیا یہ ہمیں ضرور یقین ہے کہ ممدوح کو ان فتوؤں کی پروا نہیں ہو سکتی وہ خود ان لغویات پر قہقہہ لگاتے ہیں مگر کم سے کم اپنی قوم کے اخلاق کا آئینہ تو ان کے سامنے آگیا ہے جس میں سوائے رذالت کی جھائیوں کے اور کچھ نظر نہیں آتا

شمس العلماء: پیغمبر صاحب کی نسل کے ساتھ ان کی امت کا برتاؤ جو کچھ بھی اور جیسا کچھ بھی ہوا نامناسب ہوا بے جا ہوا۔

ہم: نامناسب اور بے جا کیا یعنی صاف یوں کیوں نہیں فرماتے کہ ایسا ہوا جس سے بدتر شقاوت کی نظیر کسی امت میں نہیں مل سکتی۔ کسی پرانے شاعر کی رباعی اور کیا اچھی رباعی ہے ؎

میں ایک نصاریٰ سے یوں ازرہ نادانی — پوچھا کہ مسلماں ہے تب بولا وہ نصرانی
عیسیٰ کے نواسے کی گر عید کو قربانی — کرتے۔ تو ہمیں پھبتا دعوائے مسلمانی

اب تماشہ دیکھئے کہ شمس العلماء چند کلمہ حق تحریر فرمانے کے بعد اپنے اسلاف کی عادت مستمرہ پر آجاتے ہیں جس سے سخت حیرت ہوتی ہے کہ آیا یہ وہی بزرگوار ہیں جو ابھی ابھی آل رسول کے اس درجہ مداح تھے اور ان کے قتل و قمع پر آنسو بہا رہے تھے کیا وہ آنسو مصنوعی تھے۔ جھوٹے تھے کیا ان میں صداقت کی نورانیت بالکل نہ تھی معلوم تو یہی ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہوا ہے

شمس العلماء: لیکن اتنی فروگذاشت تو ان سے بھی ہوئی کہ انھوں نے رزق مقسوم پر قناعت نہ کرکے گوشہ عافیت سے پاؤں باہر نکالے اور خواہ مخواہ دعوائے خلافت کر بیٹھے ان کو مدعی خلافت ہونا ہی مناسب نہ تھا اور مدعی خلافت ہوئے تھے تو اس کے لئے سامان بہم پہنچائے ہوتے اور طلب کے طریقہ سے طلب کرنا تھا ان کا حال کیا تھا کہ ان میں سے جب کسی کے پاس ہزار پانسو کی جمعیت ہو لی لگا سلطنت کا خواب دیکھنے ملک گیری کی ہوس میں علم خلافت اونچا کیا۔ خلیفہ وقت پر خروج کرکے (یہ فقرہ داد کے قابل ہے) ساتھیوں کو ناحق مروا دیا اور آخرکار خود بھی لڑائی میں مار ڈالا گیا یا پکڑا آیا۔ قید کیا گیا یا زہر دے کر مار ڈالا گیا۔

ہم :۔ دیکھا آپ نے شمس العلماء پلٹے اور کس انداز سے پلٹے ؎

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ۔۔۔ آنچہ استادِ ازل گفت ہماں می گویم

سب کچھ کہا۔ سب کچھ تسلیم کیا۔ مگر نتیجہ میں وہی خیالات کہنہ کا ظہور۔ کہتے ہیں کہ اگلے زمانہ میں ایک عابد تھا جس نے اپنا ساری عمر عبادت میں گذاری تھی زمین پر کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں اس نے سجدہ نہ کیا ہو مگر آخر کار ایک ذرا سی عقل آرائی پر تمام محنت خاک میں مل گئی۔ یہ تو سنا تھا شمس العلماء کی بدولت آنکھوں دیکھ لیا خیر یہ تو تمہیدی فقرے تھے۔ ہمیں دینا چاہئے اب جواب شمس العلماء صاحب آپکا اعتراض یہ ہے کہ بنی فاطمہ نے رزق مقسوم پر قناعت کی۔ گوشۂ عافیت سے پاؤں باہر نکالے شمس العلماء کے نزدیک رزق مقسوم پر قناعت کرنے کے معنی یہ معلوم ہوتے ہیں کہ بنی فاطمہ اپنے حقوق کو برباد ہوتا ہوا دیکھتے خاموش بیٹھے رہتے لب تک نہ ہلاتے اور آیندہ نسلیں اس سکوت سے فائدہ اٹھا کر ایک قسم کی غلطی میں پڑ جاتیں اور وہ سمجھ لیتیں کہ بنی فاطمہ کا واقعی کسی قسم کا حق نہ تھا اور ظالم کے لئے بھی دربار خداوندی میں ایک قسم کی حجت قایم ہو جاتی۔ ہم شمس العلماء سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص آپ کا مکان چھین لے۔ تو کیا آپ نہایت صبر و سکون کے ساتھ اسے برداشت کرتے ہوئے بالکل گوشۂ عافیت میں بیٹھ جائیں گے اور قولاً اور فعلاً کسی طرح اپنے حق کا اظہار نہ کریں گے۔ شمس العلماء تو کیا ہیں ہمیں تو کسی پیغمبر کا بھی اتنا حوصلہ نظر نہیں آتا اس بنا پر اگر بنی فاطمہ ایک مرتبہ یا چند مرتبہ حق طلبی کے جوش میں اٹھ کھڑے ہوئے ہوں گو مصلحت وقت کے خلاف ہی سہی تو نہ عقلاً ان پر کوئی الزام عائد ہو سکتا ہے نہ شرعاً بلکہ اس صورت میں غاصبین حقوق پر ایک اور وبال سوار ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے ایک غصب حق ہی بجائے خود ایسا گناہ ہے جس کی معافی خدا کے یہاں بھی نہیں جب تک کہ صاحب حق معاف نہ کرے۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ جب حقدار طلب حق کے لئے کھڑا ہو اس کو قتل کرنا۔ قید کرنا یا زہر دینا طالب حق ہر طرح بری الذمہ ہے اور گروہ غاصب جس قدر آزادی سے کام لیتا ہے اتنا ہی عذاب الٰہی کی زنجیروں میں گرفتار ہوتا جاتا ایک شہزادہ جس کے تخت آبائی پر اس کے باپ کا نمک حرام نوکر اپنی چالاکیوں سے قبضہ کر بیٹھا ہو اگر وہ مختلف تدبیروں سے اپنا حق لینے کی کوشش کرے اور اپنے ہوا خواہوں کے ساتھ حق طلبی کے جوش میں اس نمک حرام کے سامنے صف آرا ہو اور پھر وہ قتل بھی ہو جائے تو اس فعل سے کیا وہ مطعون خلائق ہو سکتا ہے اور خواہ مخواہ دعوے سلطنت کرنیوالا قرار دیا جائے گا اور عقلا کی نظر میں اس نمک حرام کی

کچھ وقعت بڑھ جائے گی ہرگز نہیں۔ ہاں شمس العلما یا ان کے ہمقوم عجب نہیں ایسی رائے قائم فرمائیں اور اس نمک حرام کو جائز حاکم وقت تسلیم کرتے ہوئے اس شہزادے کو خارجی قرار دیں مگر ایسی صورت میں عقلمندوں کی جماعت سے ضرور خارج ہو جائیں گے۔

یہ ایک عام جواب ہے اور اسوقت کے لئے ہے جب یہ بھی ثابت ہو جائے کہ جتنے بنی فاطمہ قتل ہوئے ہیں وہ سب اسی جرم میں ہوئے ہیں کہ حاکم وقت کے برخلاف اُنھوں نے بغاوت اختیار کی تھی سو یہ امر اسوقت ثابت ہو سکتا ہے جب جناب شمس العلماء تمام تاریخوں کو جلا دیں اور کسی خاص الہامی قوت سے ایک تاریخ قرون سابقہ تحریر فرمائیں کیونکہ موجودہ تاریخوں میں جب ہم سرداران بنی فاطمہ و ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے حالات دیکھتے ہیں تو نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اُنھوں نے شمس العلما کی رائے پر بھی عمل کر کے دیکھ لیا ہے وہ گوشۂ عافیت میں بیٹھے تھے مگر انہیں وہاں بھی چین نہیں ملا وہ الگ تھلگ رہنا چاہتے تھے مگر حکامان جور کی نگاہوں میں ان کا وجود ذی جود کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا اُنھوں نے نہ کسی پر فوج کشی کی نہ کسی کے مقابلے میں صف آرا ہوئے۔ نہ چڑھائی کی نہ لڑنے کے لئے نکلے مگر پھر بھی وہ اپنے حجروں میں۔ قید خانوں میں۔ بستروں پر قتل ہوئے مسموم ہوئے اور ان میں ایک بزرگ بھی ایسا نہیں نظر آتا جس نے اس دنیا اور نہایت ہی ناپاک دنیا میں اپنی عمر طبعی کے دن پورے کرتے ہوں۔ حسینؑ پر فرقہ نواصب کے افراد یہ اعتراض کرتے ہیں اور شمس العلما بھی تقریباً انہیں کے ہم نوا ہیں کہ اُنھوں نے خلیفہ وقت (یزید) پر خروج کیا اور مارے گئے اس کا جواب ہم آئندہ دیں گے مگر شمس العلما اور بے تعصب شمس العلماء سے نہایت ادب التجا کے ساتھ یہ التماس ہے کہ امام حسنؑ کیا دنیا کے سبط اکبر نے تو خلافت آپ کے ممدوح جلیل الشان امیر معاویہ علیہ ما علیہ کے سپرد کر دی تھی پھر انہیں کیوں جعدہ ملعونہ کی معرفت زہر دیا گیا ان کا کیا قصور تھا اُن کی کیا خطا تھی؟ یہی حال دیگر ائمہ برحق کا ہے اگر شمس العلماء اس سوال کا جواب دیدیں اور ثابت کر دیں کہ ان لوگوں کی حکومت کے خلاف فساد پھیلایا تھا تو ہم پورے قلبی اطمینان اور ایمان کے ساتھ اُن کے ہم خیال ہو جاتے ہیں مگر وہ تاقیامت اس سوال کا جواب نہ دے سکیں گے شمس العلماء اگر ایک منصف مزاج مصنف ہیں تو وہ خود اندازہ کریں گے کہ اُن کی یہ رائے کس قدر اور خلاف واقعہ ہے۔

پھر یہ ارشاد ہوا ہے کہ ان کو مدعی خلافت ہونا ہی مناسب نہ تھا کیا دنیا میں اگر کوئی شخص اپنا حق

حاصل کرنے کے لیے کوشش کرے عام اس سے کہ وہ کوشش بارور ہو یا نہ ہو تو کیا اس شخص کو دنیا والے بری نگاہوں سے دیکھیں گے یہ امر کہ خلافت بنی فاطمہ کا حق تھا اس کی سب سے بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ بنی امیہ و بنی عباس نے جہاں تک ہو سکا اُن کے قلع قمع کرنے کی کوشش کی وہ اس امر کو خوب جانتے تھے کہ جس مسند پر بیٹھے ہیں ہم اس کے اہل نہیں ہیں اتفاقات زمانہ سے ہمیں یہ امر میسر آگیا ہے اور اسکا استحکام اُسی وقت ہو سکتا ہے جب اصلی دعوی دار وارث اور جائز وارث نیست و نابود کر دیے جائیں شمس العلماء غور سے دیکھیں کہ بزعم اُن کے اگر خروج کیا ہے تو وہ بھی چند ہی شخصوں نے کیا ہے۔ مگر یہ ہزاروں ناکردہ گناہ بنی فاطمہ جو دیواروں میں چنے گئے جن کے خون سے گارے بنا بنا کر بغداد بدعت نہاد کی دیواریں تعمیر ہوئیں جن کے منہ میں خار دار لگامیں چڑھائی گئیں جن کی لاشوں سے کنوئیں پٹ گئے کنوئیں کیا ان سب کے سب نے علم خلافت اونچا کیا تھا افسوس شمس العلماء جیسا عاقل و فرزانہ شخص اور ایسی سخیف رائے کا پابند ہو ہمارا اتنا خیال ہے اور وہ بالکل صحیح خیال ہے کہ بنی فاطمہ پر جو مظالم روا رکھے گئے محض اس گناہ پر رکھے گئے کہ وہ سلطنت کے جائز وارث تھے اور وہ اپنے آپ وارث نہ بنے تھے بلکہ رسول اللہ نے انکو بنایا تھا۔ یہ فقرہ کہ مدعی خلافت ہوئے تھے تو اس کے اسباب کافی بہم پہنچائے تھے اور طلب کے طریقے سے طلب کرنا تھا بھی اپنی ندرت اور عزت میں نرالا ہے۔ طلب کا وہ کونسا طریقہ ہے جو بنی فاطمہ نے چھوڑ دیا ہے خود اُن کی جدہ ماجدہ نے پہلے ایک مستغیث کی صورت میں اپنی حق رسی چاہی جس میں انہیں ناکامیابی ہوئی یہ طریقہ تو گویا مسدود ہی تھا کیونکہ جن لوگوں کی آنکھیں نشہ دولت نے بند کر رکھی تھیں وہ فقط اتنا کہنے پر کہ یہ خلافت ہمارا حق ہے کیا انکو خلافت دے بیٹھے تھے دوسرا طریقہ تھا جنگ و جدل سو اس پر آئمہ اثنا عشر علیہم السلام تو کاربند ہوئے نہیں۔ کیونکہ جس مقام تک ان بزرگواروں کی نگاہیں پہنچ سکتی تھیں وہاں تک دوسرے بنی فاطمہ کی نظروں کی رسائی نہ تھی لہذا انھوں نے اس حق طلبی کے جوش میں اگر غاصبین حقوق پر چڑھائی کر دی کامیابی اور ناکامیابی یہ ایک شے دیگر ہے مگر ان کا یہ فعل کسی طرح غیر مستحسن نہیں سمجھا جائے گا اب رہا یہ اعتراض کہ وہ ہزار یا نسو کی جمعیت لیکر ہی خلیفہ وقت پر خروج کرتے تھے مشکل یہ آپڑی ہے کہ بنی فاطمہ قرآن پر ایمان رکھتے تھے انہیں قدرت خداوندی پر بہت بڑا بھروسہ تھا وہ دیکھتے تھے کہ نمرود جیسے سرکش کو ایک پشے نے ہلاکت کے گڑھے میں ڈالدیا تھا اُن کے کانوں میں یہ مقدس آواز گونج رہی تھی کہ بسا اوقات ہماری مدد سے چھوٹا

سا گروہ بڑے سے بڑے گروہ پر غالب آگیا ہے۔ اب فرمائیے اس میں بنی فاطمہ کا قصور؟ وہ خدا پر بھروسہ رکھتے تھے ہاں یہ بات ضرور ہے کہ وہ مشیت الٰہی کے عالم نہ تھے اُن کو یہ علم عطا کیا گیا تھا پھر وہ کیونکر سمجھ لیتے کہ نتیجہ ہمارے مخالف نکلے گا یا موافق اور ہم تو سو کی ایک بات یہ کہتے ہیں کہ ان بزرگوں نے جانیں گنوا دیں اپنے خون وقف کر دیے مگر دنیا پر یہ ظاہر کر گئے کہ دیکھو یہ حق ہمارا ہی تھا۔ کیونکہ کوئی خاندان خواہ وہ اپنی دھن اور اپنے ارادے کا کتنا ہی پکا ہو ایک امید اور ناجائز امید پر کبھی اس طرح اپنی بربادی پسند نہ کرے گا جب تک اُس کے دل میں طلب صادق نہ ہوگی اور اُسے یقین کلی ہو گا کہ یہ شے جس پر شخص مخالف متصرف ہو رہا ہے میرا ہی حق ہے۔

فقرات مندرجہ بالا کی نسبت ہم اپنی گذارش کو ختم کرتے ہوئے جناب شمس العلماء کی خدمت میں پھر التماس کرتے ہیں کہ فاطمہ کی اولاد میں امام حسنؑ سے لے کر امام یازدہم حسن عسکری تک جنھوں نے کبھی گوشۂ عافیت سے باہر قدم نکالنے کا ارادہ نہیں کیا اُن کی شہادت کس بنا پر واقع ہوئی ہے بینوا و توجروا

شمس العلماء:۔ خدا کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ اسلام کے حق میں یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ پیغمبر صاحب کی اولاد ذکور ان کے بعد زندہ نہ رہی۔ بیٹیوں میں فقط ایک بیٹی زندہ رہیں (رسول اللہ کی بیٹی ہی فقط ایک تھی۔ ہم اُس کے متعلق لکھ آئے ہیں) تو ان کی نسل کی بدولت اسلام میں یہ تفرقہ پڑا کہ مسلمان سنی اور شیعہ دو فریق ہو گئے جن میں ہمیشہ جوتیوں میں دال بٹتی رہتی ہے بیٹا زندہ رہتا تو شاید پسر نوح ثابت ہوتا انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح

ہم :۔ شمس العلماء نے اس فقروں میں ایک حیرت انگیز آزادی سے کام لیا ہے اور بدقسمتی سے یہ زلہ بھی اہلبیت کی ہی طرف گرا ہے حقیقۃً اگر شمس العلماء کی یہ رائے صحیح ہے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ پیغمبر صاحب کے نطفے میں ہی کچھ ایسا اثر تھا کہ مفرق اسلام ثابت ہو۔ کیا عجب عائشہ صاحبہ نے اپنی روحانی قوت سے اس نکتہ کو دریافت کر کے قیام حمل نہ ہونے دیا ہو اور دنیا سے بے اولادی جانا ہی پسند فرمایا ہو۔ مگر جب یہ امر تسلیم کر لیا جائے کہ جو پیغمبر اپنی اولاد کو سیدھے رستہ پر نہ چلا سکا تو کیا ثبوت ہے اس امر کا کہ اپنے صحابیوں کے دل میں اس نے اسلام کا گہرا نقش قائم کر دیا اور کیوں شور و غل مچایا جاتا ہے جب صحابہ کی بے ایمانیاں ظاہر کی جاتی ہیں کہ جن لوگوں نے رسول کی صحبت پائی ہے اُن سے ایسی ایمانی نہیں ہو سکتی اپنی اولاد پر انسان کا سب سے زیادہ زور ہوتا ہے اور کوئی انسان خواہ وہ کسی طبقہ کا ہو

اپنی اولاد کی تربیت اخلاق میں کسی دقیقہ کو فروگذاشت نہیں کرتا پھر جب حضرت پیغمبر کو خود اپنی اولاد کے بارے میں ناکامیابی ہوئی جبکہ وہ خاص طور سے مبعوث ہوئے تھے تو دوسروں کے معاملے میں کوئی وجہ نہیں جو انہیں ناکامی ہو۔ جب اولاد پیغمبر ہی مفرق اسلام ہوئی تو صحابہ اور وہ صحابہ جن کی نسبت شمس العلماء کا دعوےٰ ہے کہ ان کے سبب سے اسلام کی بنیاد قایم ہوئی۔ یقیناً دشمن اسلام مخرب اسلام اور غارت گر اسلام قرار پائیں گے

حضرت پیغمبر کا بیٹا اگر زندہ رہتا تو وہ شاید پسر نوح ثابت ہوتا۔ ہم بھی اس قیاس کو تسلیم کرتے ہیں مگر شمس العلماء نے اس قیاس کے لئے کوئی اچھی دلیل نہیں قایم فرمائی۔ ہم یہ اضافہ کئے دیتے ہیں۔ شمس العلماء کو ہمارا ممنون ہونا چاہئے۔ دلیل نہایت صاف ہے اور لطف یہ کہ قرآن سے حاصل ہوتی ہے قرآن میں حضرت پیغمبر کی بیوی کو صاف کیوں نہ کہیں کہ عائشہ کو زوجہ نوح سے تشبیہ دی گئی ہے ان کے شکم اقدس سے اگر کوئی صاحبزادہ تولد ہوتا تو وہ بیشک پسر نوح ہی ثابت ہوتا۔ کیونکہ ہندی مثل ہے "ماں پر پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا"۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اب ہمیں شمس العلماء کے اس ارشاد پر نظر کرنی چاہئے کہ بعثت پیغمبر کی نقل تفریق اسلامی کا سبب ہوئی ہم جہاں تک اس معاملہ پر غور کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے خداوند عالم اس غلطی کا مرتکب ہوا دنیا مزے میں چین کر رہی تھی الکفر ملۃ واحدۃ کا دور دورہ تھا۔ مذہبی اختلاف نیست ونابود تھے ایک حمام تھا جس میں سب کے سب ننگے تھے خواہ ڈھکے۔ مگر یہ مصیبت تو نہ تھی کہ ہندو مسلمانوں کے دشمن مسلمان ہندوں کے عیسائی یہودیوں کے ساتھ جوتی پیزار کر رہے ہیں اور یہودی ان کو کھائے جاتے ہیں بیٹھے بیٹھے خدا کو یہ سوجھی کہ اس نے پیغمبر بھیجنے شروع کر دئے جیسے تفرقہ کی بنیاد قایم ہو گئی جس سے انسانی تمدن میں اسقدر خرابی واقع ہوئی جو محتاج بیان نہیں غنیمت ہوتا اگر خداوند عالم موسیٰ و عیسیٰ کے سوانحات سے عبرت حاصل کر کے آیندہ کو یہ سلسلہ موقوف کر دیتا مگر اسے اپنی غلطی پر اصرار رہا اور اس اصرار کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس نے مکہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ) کو مبعوث کر دیا اور پھر از سر نو خونریزی کی وہ چنگاری جو بجھا چلی تھی چمک اٹھی اور ایسی چمکی جس نے اپنے حریفوں کو تو جلایا ہی تھا مگر خود ان لوگوں کو جلائے بغیر نہ چھوڑا جو پیغمبر کے دوست اور خدا کے مطیع کہلاتے تھے - ہزاروں عورتیں بیوہ ہو گئیں۔ لاکھوں بچے یتیم ہو گئے۔ تمام عرب میں ایک مخمصہ پھیل گئی۔ مخالف پیغمبر الگ پریشان۔ پیغمبر الگ ہراساں نادان

کو چین نہ ان کو آرام۔ خیر یہاں تک بھی اگر معاملہ رہتا تو ہم سمجھتے کہ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت
مگر معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو بھی اس کٹا چھنی میں مزہ آتا ہے۔ پیغمبر کے مُنہ سے کہلوا دیا قل لا اسئلکم علیہ
اجراً الا المودۃ فی القربیٰ اس پر بھی بس نہ کی اور مرتے مرتے پیغمبر کی زبان پر جاری کرا دیا انی
تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی پس پیغمبر کا یہ کہنا
تھا کہ قیامت برپا ہو گئی وہ لوگ جو بیچارے خدا جانے کن کن امیدوں پر آبائی دین سے دست بردار
ہوئے تھے اُن پر تو ایک بجلی سی گر گئی اُن کے تو اوسان جاتے رہے اور اُن کا خیال بھی ایک طرح
ٹھیک تھا۔ پیغمبر نے ساری عمر اپنے دروازے پر ناک گھسوائی اور چلتے چلتے اپنی عترت کی اطاعت
کا پھندا اُن کے گلے میں ڈال دیا۔ آخر وہ بھی انسان ہی تھے۔ عرب کی آب و ہوا کی آزادی
اُن کے رگ و پے میں ساری تھی۔ رسیاں تڑا یہ جادہ جا پلٹ کر بھی تو نہ دیکھا کہ پیغمبر کہ کیا رہا ہے
اور اسی غصہ کے باعث پیغمبر کی تجہیز و تکفین میں بھی شریک روادار نہ ہوئے اور جھٹ پٹ میدان
خالی دیکھ بادشاہ بن بیٹھے۔ اہلبیت کو اس موقع پر چاہیے تھا کہ وہ خموشی کے ساتھ اس بات کو برداشت
کرتے اور کم سے کم یہ بات سوچ لیتے کہ ان لوگوں نے اپنے آبائی بزرگوار کا طریقہ جو چھوڑا ہے
وہ اسی لالچ سے تو چھوڑا ہے۔ اسی امید پر تو چھوڑا ہے چلو ان کو بھی چین کر لینے دو مگر چونکہ خدا
ہی سے غلطی ہوتی آ رہی تھی۔ اہلبیت اس غلطی کے مرتکب ہو گئے کہ اگر یہی حال رہا تو ہمارے سردار کا
لگایا ہوا پودا ان اناڑی باغیوں کے ہاتھوں برباد ہو جائے گا اس خیال سے انہیں حرب ضرب سے
ٹوکنا شروع کر دیا وہ لوگ ایک تو خود پیغمبر سے ہی جلے بیٹھے تھے۔ پھر دیکھا کہ اب یہ حارج ہوتے
ہیں تلوار کھینچ کر سامنے کھڑے ہو گئے زمانہ کا یہ قاعدہ ہے کہ خواہ کوئی اچھا ہو یا بُرا یہ سب کا ساتھ
دینے کے لئے تیار ہے بلکہ بروں کے طرفدار ہمیشہ زیادہ ہوا کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے دعوے کو قوت
دینے کے لئے ہمیشہ لوگوں کو جائز و ناجائز طریقے سے اپنا ہمزبان بنانے کے لئے کوشاں رہتے
ہیں اور اچھوں کو ان باتوں کی پروا نہیں ہوتی اسی طرح اسلام میں بھی دو گروہ ہو گئے ایک قلیل جماعت
اہلبیت کی طرفدار ہو گئی اور مومن اور دیندار مسلمانوں کا ایک عظیم الشان گروہ مخالفین اہلبیت کے ساتھ
ہو گیا۔ یہی دونوں گروہ شیعہ و سنی کے نام سے موسوم ہیں اور ان میں جو اختلاف واقع ہوا ہے وہ
اب خدا ہی مٹائے تو مٹائے۔ دنیا میں تو مٹ نہیں سکتا۔ پس شمس العلما کا یہ اعتراض کہ مثل منت

پیغمبر نے اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے درحقیقت خدا اور رسول پر ہونا چاہیے۔ جنہوں نے غلطی سے ہمیں اسلام کا ہادی اور اولوالامر قرار دے دیا تھا۔ یہ ہیں زمانہ کی رنگینیاں اور یہ ہے اہل زمانہ کا انصاف ہائے افسوس ؎

منصفی دنیا سے ساری اٹھ گئی　　اٹھ گئی ایمان داری اٹھ گئی

اگر کسی خاندان میں کسی حقدار کے طلب حق کرنے کی بنا پر دو گروہ ہو جائیں ایک مخالف دوسرا موافق تو غالباً ڈپٹی صاحب شمس العلماء اسی طالب حق کے لیے اپنی مجسٹریٹی کے انتہائی اختیارات عمل میں لائیں گے اس بنا پر کہ یہی شخص باعث تفریق خاندان ہوا ہے شمس العلماء سلمہ کو اس کا بھی ایک گونہ افسوس ہے کہ پیغمبر کی بیٹی کیوں زندہ رہی عمر صاحب نے بھی اس نکتہ کو سمجھا تھا اور اسی لیے انہوں نے فاطمہ سے جلدی ہی دنیا چھڑا دی۔ مگر عمر صاحب کا یہ فعل کچھ زیادہ مفید نہیں ہوا۔ بایں ہمہ حیثیت کہ عائشہ وابوبکر وغیرہ کے قلب کو ایک طرح کی راحت حاصل ہو گئی مگر نسل فاطمہ تو باقی رہ ہی گئی جو بقول شمس العلماء بنائے فساد ہے ہاں اگر کم سنی کی حالت میں بنت رسول سے دنیا خالی کر دی جاتی۔ پھر بے شک یہ ہمارا خرخشہ مٹ جاتا۔ مگر رسول اللہ کے سامنے پر مجال کا یہ حوصلہ نہیں ہو سکتا تھا۔

شمس العلماء پیغمبر صاحب نے باختیار خود فقر و فاقے میں زندگی بسر کی اور وہ اسی کو دوست بھی رکھتے اور اپنے حق میں ایسی ہی زندگی کی دعا کیا کرتے تھے کہ اللہم[۱] احینی مسکیناً وامتنی مسکیناً واحشرنی فی زمرۃ المساکین اور اپنی نسل کے حق میں فرمایا کرتے تھے اللہم[۲] اجعل رزق آل محمد کفافاً نسل سے قناعت نہ ہو سکی گی۔ لگے سلطنت کے خواب دیکھنے اپنا ادب بھی کھو بیٹھے ؎

ایں ہم رفت وآں ہم رفت　　در پے جاناں جاں ہم رفت

ہم: شمس العلماء بار بار ایک بات کو دہراتے ہیں اور چونکہ ان کی نگاہیں اصلیت کو نہیں جانچ سکتیں اسی لیے وہ اپنی اس دلیل کو ایک زبردست دلیل سمجھتے ہیں جس کے بار بار ذکر کرنے میں انہیں ایک لطف خاص حاصل ہوتا ہے حضرت پیغمبر بے شک فقر و فاقے میں زندگی بسر کرتے تھے مگر ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی بادشاہت سے ہاتھ نہیں اٹھایا جو خداوند کریم نے انہیں عطا فرمائی تھی خداوند عالم نے وعدہ

---

[۱] خداوندا مجھے محتاجی میں زندہ رکھیو اور محتاجی ہی میں مار یو اور محتاجوں کے ہی زمرے میں اٹھائیو

[۲] پروردگارا آل محمد کا رزق بقدر کفاف مقرر رکھنا۔

استخلاف کو ان کی حیات میں پورا فرما دیا تھا نبوّت کے ساتھ بادشاہت بھی انہیں عطا فرمائی تھی حضرت کا یہ فقر و فاقہ افلاس کی وجہ سے ہرگز نہیں تھا وہ غنی تھے وہ تونگر تھے جو ایک نعمتِ الٰہی ہے جسے پروردگار عالم یاد دلاتا ہے وجدک عائلاً فاغنیٰ دیکھئے خدا نے ایک درویش عیال دار پایا اور غنی کر دیا) پس رسول اللہ کا یہ فقر و فاقہ باختیار خود تھا اور جس سے وہ اپنی آئندہ نسل کو جسے وہ حاکم بنانا چاہتے تھے) ایک سبق دینا چاہتے تھے کہ بادشاہ کو اس طرح گذر کرنی چاہیے کیونکہ اگر بادشاہ عیش و نشاط میں مشغول ہوا تو امور رعیت میں یقیناً فساد پیدا ہوگا اور وہ احکام خدا و رسول سے غافل ہو جائیگا چنانچہ ان کے اہلبیت نے ان کی زندگی میں اسی پر عمل کیا اور ان کے بعد چند روزہ خلافت جو حضرت امیرؑ کو ملی اس میں انھوں نے ثابت کر دکھایا کہ رسول اللہ کی سچی پیروی کرنے والے ہمیں ہیں۔ جو کے بے چھنے آٹے کی روٹی نمک کے ساتھ اس خلیفہ برحق کی غذا تھی ہاں فقرا و مساکین کے لئے ان کا دسترخوان وسیع تھا۔ علیٰ ہذا دیگر ائمہ برحق کو بھی اگر سلطنت ظاہری میسر آتی تو اسی پر عمل پیرا ہوتے جو طریقہ رسول اللہ نے انہیں تعلیم فرمایا تھا اور وہ ہر حالت میں اسی پر عامل رہے انہیں اگر کبھی کچھ مل بھی گیا تو فقرا اور مساکین کے حوالے کر دیا انھوں نے وہی طریقہ آبائی اور یہی معنی ہیں اللھم اجعل رزق آل محمد کفافا کے۔ وہ جو شمس العلماء سمجھے ہیں قناعت اسکو ہرگز نہیں کہتے کہ ایک آدمی اپنے حقوق کو پامال ہوتا ہوا دیکھے اور خاموش رہے قناعت کے جوہر اسیوقت کھلتے ہیں کہ جب آدمی کو ایک چیز میسر ہو اور پھر وہ اپنے نفس کو اس سے منع کرے محض خوشنودی خدا اور دیگر بندگان خدا کو فائدہ پہنچانے کے لئے۔ ورنہ وہ بخیل ہو جائے گا اگر انسان اس کا مصداق ہوگا "نہ بخود خورم نہ بتو دہم۔ گندہ کنم و بسگ دہم" اور جب انسان کو ایک چیز میسر ہی نہیں اور عدم تیسر کی وجہ سے وہ اس کا استعمال نہیں کر سکتا تو یہ قناعت نہیں ہے یہ تو عصمت بی بی از بے چادری ہے۔ رسول اللہؐ نے جس قناعت کی تعلیم اپنی اولاد کو دی تھی وہ یہی تھی کہ تم بادشاہ ہو کر بھی اپنے لئے بقدر کفاف پر راضی ہونا چنانچہ اولاد نے اس حکم کو بسر و چشم قبول کیا۔

اب رہی سلطنت کی ہوس۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ اگر کوئی خاندان اپنے جائز حقوق سے محروم کر دیا جائے اور وہ وقتاً فوقتاً ان کے حصول کی کوشش کرے اس کو اہل عقل تو "ہوس" کہہ نہیں سکتے ہاں شمس العلماء کو اختیار ہے۔

شمس العلماء:۔ حضرت علی کو ہی خلافت کی کرسی پر بیٹھ کر کتنی فتوحات حاصل ہوگئیں بے جائے صرف چار

برس نو مہینے خلافت کے ساتھ نام زندہ رہے اور شروع ہی میں اندرونی خانہ جنگیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اس سے فارغ ہوئے تو معاویہ نے خلافت پر قبضہ کیا اور اب وہ برائے نام خلیفہ باقی رہ گئے۔

ہم حضرت علیؓ کو خلافت کی کرسی پر بیٹھ کر فتوحات حاصل ہوتیں تو کہاں سے ہوتیں۔ عائشہ نے ابتدا ہی میں فتنہ پردازی کی خون عثمان کی طلبگار ہو کر بصرہ کی طرف چڑھ دوڑیں طلحہ اور زبیر نے اور بھی اکسایا یہ وہی عائشہ ہیں جو چند روز پہلے عثمان کے لئے کہا کرتی تھیں اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا اس نعثل (ریش دراز یہودی) کو قتل کرو خدا اس نعثل کو قتل کرے شبلی نعمانی نے اس واقعہ کو بھی ذرا غلط پیرائے میں دکھانا چاہا ہے۔ چنانچہ وہ اسی کتاب میں ایک جگہ فرماتے ہیں طلحہ اور زبیر اور جن لوگوں نے علی کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا انکا منشا یہ تھا کہ پہلے قاتلین عثمان سے انتقام لے لیا جائے۔ پھر خلافت کی بیعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ علی کرم اللہ وجہ اپنی خلافت کی خیر مناتے اور کہتے تھے کہ میری بیعت کا سلسلہ تمام شہروں میں پھیل جائے اور خلافت اچھی طرح اپنے پاؤں جمالے تو پھر قاتلین عثمان کے بارے میں تفتیش کی جائے اور اگر ابھی اس مقدمہ کا کھوج لگایا جائیگا تو قاتلین عثمان کو سزا دی جائے گی تو تمام شورش و بغاوت کی آگ جو ذرا مدہم پڑ گئی ہے فوراً بھڑک اٹھے گی اور ایسی بھڑکے گی کہ پھر اُس کا بجھانا مشکل پڑ جائے گا طلحہ و زبیر اور مصر و شام کے علماء کہتے تھے کہ اخذ قصاص حکم منصوص ہے اور حکم منصوص میں تاخیر کرنے سے مکلف بالشرع خدا کا مجرم اور گنہگار ٹھیرتا ہے اس لئے ہمیں سب سے پہلے قاتلین عثمان سے قصاص لینا ضرور ہے بس اتنی سی بات پر طلحہ اور زبیر اور علی اور انکے ساتھی ناراض ہو کر مکے چلے گئے۔ اسی سال ام المومنین بی بی عائشہ حج کرنے مکہ تشریف لائی تھیں یہ لوگ ان کو ساتھ لے کر بصرے پہنچے کہ وہاں سے کچھ جمعیت فراہم کر کے قاتلین عثمان سے انتقام لیں مشہور ہو گیا کہ طلحہ اور زبیر اور ام المومنین عائشہ لشکر جرار فراہم کرنے اور علی کرم اللہ وجہ سے مقاتلہ کرنے کی غرض سے بصرے گئے ہیں اور عنقریب افواج کثیرہ کے ساتھ مدینے پر حملہ آور ہوتے ہیں حضرت علیؓ یہ افواہ سن کر مدینے سے باہر نکلے اور بہت بڑی جمعیت کے ساتھ آندھی کی طرح سرحد عراق پر جا پہنچے پھر کے ایک وسیع میدان میں دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوئی اور فریقین کے ناسمجھ لوگوں کے اشتعال سے دونوں طرف سے لڑائی پر آمادگی ظاہر ہو گئی الخ

اگر طلحہ و زبیر اسی اختلاف کی بنا پر حضرت علیؓ سے بگڑے تھے جو شمس العلماء نے تحریر فرمایا ہے تو

دیکھنا یہ ہے کہ علی اس معاملہ میں برسر صواب تھے یا کیا؟ اگر انصاف سے دیکھو تو یہ رائے سراسر صواب پر مبنی تھی قاتلین عثمان ایک دو آدمی نہیں تھے وہ ایک زبردست گروہ تھا طلحہ و زبیر تو وقت قتل عثمان مدینہ میں موجود تھے ہی اسوقت ان کی حمیت اسلامی اور قرآن دانی کہاں تشریف لے گئی تھی کہ سارا معاملہ دیکھا کئے اور دم تک نہ مارا۔ مصر و شام وغیرہ کے علما کا قول استغفر اللہ

ان لوگوں کو استنجا کی تمیز تو تھی ہی نہیں اور نہ آجتک ان کے پیروؤں کو ہے ان کا یہ قول اگر تھا بھی تو ریح شتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا خدا کی شان ہے جس کے لئے رسول نے فرمایا ہو انا مدینۃ العلم و علی بابہا جسے شمس العلما بھی تسلیم کرتے ہوں اس کے مقابلے میں یہ لوگ قرآن سے استدلال کریں۔ علی ہر حال میں ان سے زیادہ واقف رموز شریعت تھے لیکن اصل یہ ہے کہ طلحہ و زبیر کا یہ اختلاف اس وجہ سے نہ تھا جو شمس العلما نے تحریر فرمائی ہے بات یہ تھی کہ ان کے منھ کو تو خون لگا ہوا تھا خون ان کا خیال تھا کہ جس طرح شیخین کے زمانے میں ہمیں بڑھ ملتی رہی ہے اور تر بتر لقموں سے ہمارے پیٹ بھرتے رہے ہیں۔ وہی حال علی کی خلافت کے زمانہ میں بھی ہوگا اور یہ خیال یوں اور بھی قوی ہو گیا تھا کہ علی ان کے قریبی رشتہ دار تھے۔ مگر یہاں حکم خدا و رسول کے سامنے نہ کسی رشتہ داری کی روا تھی نہ کسی بھائی بندی کی۔ عقیل کے ساتھ جو گذری ہے اس سے غالباً شمس العلما بھی ناواقف ہوں گے اسی خیال سے یہ دونوں طلحہ و زبیر اپنے حقوق جتانے اور سب مسلمانوں سے زیادہ اپنا حصہ مقرر کرانے رات کے وقت علی کے پاس پہنچے اسوقت آپ بیت المال کا حساب کر رہے تھے۔ جب یہ جا کر بیٹھے تو آپ نے چراغ گل کر دیا۔ انھوں نے حیران ہو کر وجہ پوچھی آپ نے فرمایا کہ یہ چراغ بیت المال سے تھا جب تک بیت المال کا کام ہوا اسے جلائے رکھا اس کی روشنی ہماری تمہاری باتوں کے لئے جائز نہیں یہ سنکر دونوں کے دونوں سناٹے میں آگئے اور سمجھ گئے کہ جس شخص کا یہ حال ہو اس کے سامنے ہماری کیا دال گل سکتی ہے۔ یہ حصہ سے زیادہ ایک جھنجھی کوڑی ہمیں دوالی نہیں غرض یہ اپنا مدعا ظاہر کئے بغیر چلے گئے اور خون عثمان کا بہانہ دل میں گانٹھ مکے کو روانہ ہو گئے ادہر عائشہ حج کر کے مکے سے واپس چلی آرہی تھیں جب مدینہ کے قریب پہنچیں تو ایک عورت کے منہ سے انہیں علی کی سربرآرائے حکومت اور عثمان کے قتل ہونے کی خبر ملی۔ جسے سنکر انھوں نے ایک آہ کھینچی اور فرمایا کاش میں مرجاتی اور یہ خبر سنتی (کہ علی کو حکومت مل گئی) واللہ عثمان بے خطا مارا گیا یہ فرما کر اونٹ کی نکیل پھیر دی

اور مکے کو ہوئیں وہاں جاکر یہ سب کے سب مل گئے اور قصاص عثمان کا بہانہ رکھ جاہل مسلمانوں کو بہکا بہکا کر ساتھ لے بصرے پہنچ گئے اور جاتے ہی مار دھاڑ۔ قتل و غارت میں مصروف ہو گئے علیؑ کو جب خبر ملی تو آپ نے لشکر سمیت بصرہ کا رُخ کیا کیونکہ باغیوں کی سرکوبی ایک لازمی امر تھی جب دونوں لشکروں کا سامنا ہوا ہے اُس وقت طلحہ و زبیر کو بلا کر جو نصیحتیں کی ہیں کاش شمس العلماء انہیں ملاحظہ فرمائیں یہاں تک کہا کہ تم لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ اپنی عورتوں کو پردے میں بٹھایا ہے اور ناموس رسول کو میدان جنگ میں لائے ہو مگر چونکہ بغاوت کا جن سر پر سوار تھا ان لوگوں نے ایک نہ مانی مجبوراً لڑائی شروع ہوئی۔ ہزارہا آدمی کا خون بہ گیا۔ طلحہ و زبیر میں سے ایک تو مروان کے تیر کی نذر ہوئے دوسرے جو لڑائی سے بچ کر نکل گئے تھے۔ ایک جنگل میں ایک دوسرے شخص کے ہاتھ سے قتل ہوئے جن کا سر علیؑ کے پاس لایا گیا جسے دیکھ کر قاتل و مقتول دونوں کو جہنم کی بشارت دی۔ بی بی عائشہ صاحبہ کے اونٹ کے جب پاؤں قطع ہو گئے تو وہ مع ہودج زمین پر تشریف لائیں اور علیؑ نے رسول کا پاس کر کے انہیں عزت و آرام کے ساتھ مدینے روانہ کیا۔

اب کوئی اہل نظر دیکھے کہ اس میں علیؑ کا کیا قصور تھا طلحہ و زبیر بگڑے تو انھوں نے خلیفہ وقت سے بغاوت کی مگر شمس العلماء انکی نسبت بغاوت کا لفظ استعمال نہیں کر سکتے کیونکہ یہ لفظ ان کی ڈکشنری میں فقط آل رسولؐ کے لئے مختص ہے ان کو باغی کہدیں تو سنیّت کی دیوار متزلزل ہو جاتی ہے اور صحابی کالنجوم کی مخالفت لازم آتی ہے اب رہیں عائشہ حضرات سنیّہ کی مجتہدہ انھوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ خدا نے ہمارے لئے وقرن فی بیوتکن فرمایا ہے۔ بقول میرزا رفیع السودا ؎

لڑکی وہ جو لڑکیوں میں کھیلے ۔۔۔۔ نہ کہ لونڈوں میں جاکے ڈنڑ پیلے

یہ اپنی عزت و حرمت کو برباد کر کے لگیں فوجوں کی کمان کرنے۔ حقیقۃً اسلام میں یہ پہلی شیر دل اور جنگ آزما عورت ہے جس پر سواد اعظم کے اکثر حضرات فخر بھی کرتے ہیں۔

شمس العلماء با ایں ہمہ تاویلات عائشہ کے اس فعل کو اچھی نظر سے دیکھتے ان کی صدقہ کاوش کو جو انہیں جناب علیؑ سے تھی اسی نزیاہٹ سے بتعبیر فرماتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ خاص علیؑ کی طرف سے ان کا دل بالکل صاف نہ تھا اور دبی زبان سے یہ بھی کہتے ہیں کہ بات مردوں میں ہو رہی تھی۔ عائشہ کو بھی دخل دینا معقولات مناسب نہ تھا اور دخل بھی ایسا کہ کشت و خون میں شریک۔

غرض خلافت کے شروع ہوتے ہی یہ فتنہ عائشہ اور طلحہ و زبیر نے اٹھایا اسکا استیصال ہوا ہی تھا کہ معاویہ نے بغاوت پر کمر باندھی اور وہی خون عثمان کا بہانہ۔ حالانکہ اسی معاویہ کو عثمان صاحب نے جب وہ محاصرہ میں تھے مدد کے لئے بلایا مگر اس نے اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کی۔ علی کی مسند خلافت پر بیٹھتے ہی اسے قصاص کی سوجھی اور ایسی سوجھی کہ اسلام کا ستیاناس ہی کر دیا۔ انہیں آفتوں کے سامنے نے علی کو ایک دن بھی بیٹھنے نہ دیا۔ آخر انہیں ایام میں ابن ملجم مرادی ملعون کی زہر آلود تلوار نے اس خلیفہ برحق کی برکت سے دنیا کو خالی کر دیا۔ اب شمس العلماء ہی فرمائیں کہ ان صورتوں میں کیونکر فتوحات ہوتی تھیں ہم اتنی بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اگر عمر صاحب کو اس قسم کی مشکلات پیش آتیں تو وہ ان کے دور کرنے میں بہت جلد کامیاب ہو جاتے ان کے نزدیک طلحہ و زبیر و عائشہ و معاویہ وغیرہ کو گانٹھ لینا کتنی بڑی بات تھی مگر افسوس ہے کہ وہ طریقہ اسلام کے خلاف تھا۔ علی سب کچھ جانتے تھے وہ ان حیلوں اور دسیسوں سے ناواقف نہیں تھے (جیسا کہ انھوں نے اپنے متعدد خطبات میں ارشاد فرمایا ہے دیکھو نہج البلاغہ) مگر چونکہ وہ طریقہ اسلام کے سالک تھے اس لئے ان امور کو سخت ناپسند فرماتے تھے اور وہ مسلمانوں کو اسی رستے پر قایم کرنا چاہتے تھے جو رسول نے جاری فرمایا تھا۔

سخت غلطی یہ ہے کہ شمس العلماء اور ان کے ہم دنیا طلب مذہب خلافت کو فتوحات کی کسوٹی پر کستے ہیں اور یہی وہ امر ہے جس نے غیر مذاہب کو دلیر بنا دیا ہے کہ وہ اسلام پر بزور شمشیر پھیلنے کا اعتراض کریں ضرور ہے کہ اسلام فتوحات کی بھی اجازت دیتا ہے اسلام حکومت کی بھی رخصت دیتا ہے مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتا ہے کہ جائز فتوحات سے فائدہ اٹھاؤ۔ نیکی اور خدا و رسول کے طریقہ پر مستحکم قایم ہو کر حکومت کرو اگر یہ بات نہیں تو پھر ایک اسلامی سلطان اور دیگر شاہان جور میں مابہ الامتیاز کوئی شے نہیں رہتی اگر کوئی بادشاہ جو مذہباً مسلمان ہو اور ملک گیری کی ہوس میں چاروں طرف حملے شروع کر دے اور اس میں وہ کامیاب بھی ہوتا جائے تو اس طرز عمل سے وہ اسلام کی گردن پر کوئی احسان نہیں رکھتا وہ جو کچھ کرتا ہے اپنے فائدہ کے لئے کرتا ہے اور خدا کے ہاں وہی عبادت قبول ہے جو خالصتہ لوجہ اللہ واقع ہو پس اگر عمر صاحب نے فتح ممالک میں حصہ لیا تو کونسا کمال کیا بادشاہوں کا یہ خاصہ ہوتا ہی کہ ملک پر ملک لئے جاتے ہیں لیکن ع ہمچناں در بند اقلیمے دگر

محمود غزنوی نے ہندوستان پر بارہ حملے کئے اور ہر حملہ میں لاکھوں روپیہ اور ہزاروں مرد و عورت کو

یہاں سے کوٹ لے گیا یہ کثرت تھی کہ غزنی کے بازاروں میں ایک ایک روپیہ کو لونڈی اور غلام بکتے تھے ان حملوں کو جہاد سے تعبیر کرنا یہ سواد اعظم کا ہی کام ہے اور اس قسم کی فتوحات سے کچھ ہی لوگ خوش ہو سکتے ہیں۔

شمس العلماء: ان علیؑ کے انتقال کے بعد اُن کے بڑے فرزند حسنؑ نے خلافت پر بہت زور دیا۔ مگر چھ مہینے کے اندر ہی اندر ان کو بھی خلافت سے دست بردار ہونا پڑا اب سلطنت کی باگ معاویہ کے ہاتھ میں رہی اور اس کے مرنے پیچھے اس کی نسل میں یہ سلسلہ جاری رہا۔

ہم: بے شک شہادت علی مرتضیٰ کے بعد امام حسن علیہ السلام تخت خلافت پر بیٹھے اور چونکہ یہ بھی مسلمانوں کے ساتھ حکم خدا اور رسول کے مطابق برتاؤ کرنا چاہتے تھے۔ عرب کے وحشی اس کی تاب نہ لائے اور معاویہ کی رشوتوں نے بڑے بڑے سرداروں کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور تو اور عبد اللہ ابن عباس جیسا آدمی طمع میں آگیا اور معاویہ سے جا ملا اب مجبوراً آپ نے صلح کر لی اور ان شرطوں پر خلافت معاویہ کو سونپ دی کہ فلاں معاویہ کی آمدنی ہمیں دی جائے دوم یہ کہ ہمارے پدر بزرگوار علی ابن ابیطالب کو سب و شتم سے یاد نہ کیا جائے سوم یہ کہ یزید کو اپنا خلیفہ مقرر نہ کرے اسوقت معاویہ نے سب کچھ قبول کر لیا مگر بعد میں عمل ایک پر بھی نہیں کیا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ امام حسنؑ کو جس سے ایک کسی قسم کی مخالفت کی امید بھی نہ تھی زہر بھی دلوا دیا گیا۔

شمس العلماء: اس وقت نسل فاطمہ کو اپنے محترم نانا کی طرح چاہیے تھا صبر و قناعۃ

ہم: اس سے زیادہ اور کیا صبر و قناعۃ کرتے آخر شمس العلماء ہی فرمائیں۔ خلافت حوالے کر دی۔ گوشہ نشین ہو گئے کسی کھلے معاملے سے سروکار نہ رکھا مگر اسکا کیا علاج کہ رسول اللہ کی امت ان گوشہ نشینوں سے بھی خوشنود نہ ہوئی۔ جیسا اُن کے محترم نانا نے کفار کے مقابلے میں صبر کیا تھا ایسا ہی انھوں نے ان ناہنجاروں کے مقابلے میں کیا مگر اسپر بھی چین نہ ملا۔

شمس العلماء: مگر علیؑ کے دوسرے فرزند حسینؑ نے معاویہ کے بیٹے یزید کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا اور کوفے میں آکر اپنی خلافۃ پر لوگوں سے بیعت لی۔

ہم: اب نہیں معلوم ہوا کہ میرزا حیرت کی طرح شمس العلماء کو بھی فن تاریخ میں ایک خاص دستگاہ حاصل ہے اوّل الذکر کا قول ہے کہ حسینؑ قسطنطنیہ چلے گئے دوسرے فرماتے ہیں کہ انھوں نے کوفہ میں آکر بیعت لی۔

سبحان اللہ جس قوم کے شمس العلماء کا یہ حال ہے اس کے جاہل افراد کا خدا جانے کیا حشر ہوگا۔
مکرم ومعظم۔ شمس العلماء حسینؑ ہرگز کوفے نہیں گئے بات اصل یہ ہے کہ یزید نے تخت پر بیٹھتے ہی والی مدینہ
کو لکھا کہ حسینؑ سے یا تو بیعت لے اگر انکار کریں تو ان کا سر میرے پاس بھیجدے۔ شمس العلماء دیکھیں کہ
اہلبیتؑ کی مسلمان کیا قدر کر رہے ہیں جن سے تمسک کرنے کا حکم رسول اللہ نے دیا تھا جب والی مدینہ نے
حسینؑ کو بلا کر یہ امر ان کے سامنے پیش کیا آپ نے انکار کیا اور انکار کرنا ہی چاہیے تھا شمس العلماء اس بات
کو خوب جانتے ہیں کہ یزید جو اول درجہ کا زانی شرابخوار اور اپنی محرمات کو بھی چھوڑنے والا نہ تھا اس
کی بیعت اگر حسینؑ کرتے تو بس اسلام اسی دن غارت ہو جاتا آخر غرض انکار بیعت کرکے آپ مدینہ سے نکلے اور
نہایت درد و یاس کے ساتھ روضۂ رسول سے رخصت ہوئے مکہ میں آئے اور یہ خیال کیا کہ حرم خدا
میں تو پناہ مل سکے گی۔ لیکن افسوس کہ آپ کو وہاں بھی پناہ نہ مل سکی اور آپ کو معلوم ہوگیا کہ اگر میں
یہاں رہا تو یہ ملاعنہ یہیں میرا خون بہائیں گے اور اس طرح حرمت کعبہ میں فرق آئیگا۔ مجبوراً آپ کو یہاں
سے نکلنا پڑا اسی اثنا میں کوفیوں کے خطوط آئے کہ یا ابن رسول اللہ یہاں زراعتیں لہرا رہی ہیں شجر
میووں سے لدے ہوئے ہیں۔ ہمارا کوئی امام نہیں آپ تشریف لائیے۔ ہمیں ہدایت فرمائیے اور ہم یزید کی
خلافت سے بیزار ہیں وغیرہ وغیرہ اس قسم کے مضامین ہوتے تھے اور ایک آدھ اٹھارہ ہزار خطوط پہنچے
اٹھارہ ہزار جن میں سے بعض بعض میں فقرے یہ بھی تھے کہ اگر آپ نہ آئے تو قیامت کے روز ہم رسول اللہ
سے آپ کی شکایت کریں گے کہ ہم نے حسینؑ کو ہدایت کے لیے بلایا اور انھوں نے قبول نہ کیا چونکہ وہ
حجۃ اللہ تھے امام مفترض الطاعت تھے ہدایت اُن کا فرض تھا اس لیے پہلے آپ نے مسلم ابن عقیل کو
کوفے روانہ کردیا کہ وہاں کے حالات دریافت کریں حضرت مسلم وہاں پہنچے تو پہلے ہی دن اٹھارہ
ہزار آدمیوں نے بیعت کرلی اور یزید کو جب یہ خبر ملی۔ تو اس نے ابن زیاد کو والی کوفہ بنا کر بھیجا
جس نے آتے ہی لوگوں کو ڈرانا دھمکانا شروع کیا الخوف لا یدفی مثل مشہور ہے سب آدمی مسلم سے
پھر گئے انجام یہ کہ حضرت مسلم کی وہیں شہادت ہوئی۔ حسینؑ مکہ سے نکل چکے تھے رستے میں ان کو خبر شہادت
ملی اس پر آپ نے آیۂ انا للہ وانا الیہ راجعون تلاوت فرمائی اور سفر کا رخ بدل دیا اسی اثنا میں ابن زیاد
نے فوجیں روانہ کردیں کہ حسینؑ واپس جانے پائے چنانچہ حر ابن ریاحی ایک جنگی رسالے کے ساتھ حضرت سے
دوچار ہوا اور اس نے عرض کی کہ مجھے حکم ہے کہ میں آپ کو ابن زیاد کے دربار میں لیجلوں۔ اس پر بہت کچھ

زبانی بحث ہوئی - آخر حُر نے یہ کہا کہ اچھا اگر آپ کوفہ نہیں چلتے تو مکہ بھی واپس نہیں جا سکتے اپنے
کوئی اور رستہ تجویز فرمائیے اس طرح مجبور ہو کر آپ نے اپنے گھوڑے کی باگ پھیری اور محرم کی دوسری تاریخ
کو صحرائے کربلا میں آ کر لب فرات خیمے برپا کر دیے ابن زیاد کو تو دم دم کی خبر پہنچ رہی تھی - چنانچہ اس کی
بیشمار فوجیں کربلا میں اُترنے لگیں ایک غریب سید کا خیمہ ریتی میں برپا کرا دیا گیا تمام گھاٹوں پر یزیدی
فوج نے قبضہ کر لیا اب نامہ و پیام ہونے لگے ادھر سے یہ اصرار تھا کہ یزید سے بیعت کرو اُدھر سے یہ جواب
تھا کہ یہ ایک امر ناممکن ہے تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو میں سلطنت نہیں چاہتا حکومت نہیں چاہتا میں
اپنے اہل حرم کو ہمراہ لیکر کسی دوسرے ملک میں نکل جاؤں گا تمہاری سرزمین میں بھی نہ رہوں گا مگر نبی کے
نواسے کا یہ ارشاد بالکل نامنظور کیا گیا آخر ساتویں تاریخ کو شمر ولد الزنا نے آکر پانی بند کر دیا اور عشرہ
کے دن اٹھارہ بنی فاطمہ کو مع دیگر رفقا کے تین دن کا بھوکا پیاسا جلتی ہوئی ریتی پر ذبح کر ڈالا اور
اس پر بھی بس نہیں کیا بلکہ اس کے اہل حرم کو جن میں رسول اللہ کی نواسیاں اور بہوئیں تھیں اسیر کر کے شہر در
شہر پھراتے ہوئے شام کو لے گئے اور کون ؟ مسلمان بڑے پکے مسلمان ۔ رسول اللہ کے کلمہ گو صحابی
حسینؑ کا معاملہ حقیقتہً ایسا اہم معاملہ ہے کہ اس کے متعلق تحریر کرنے کی اس رسالہ میں ہرگز گنجائش نہیں اگر
شمس العلماء کو حق طلبی کا جوش ہے تو وہ کم از کم عبقات مصنفہ علامہ کنتوری کو ہی ملاحظہ کریں انہیں تمام
شبہات عقلی و نقلی کا جواب کافی طور پر مل جائیں گے ۔ مگر ہم اتنا دریافت کرتے ہیں کہ آخر وہ کیا وجہ تھی
کہ حسینؑ نے اتنی تکالیف برداشت کیں جان ۔ مال ۔ اولاد ان چیزوں سے تو بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز
نہیں مگر حسینؑ نے ان کی مطلق پروا نہ کی ہم تو یہ جانتے ہیں کہ حسینؑ اچھی طرح اندازہ کر چکے تھے کہ اگر یزید
کی بیعت کروں گا تو اسلام دنیا سے مٹ جائے گا انھوں نے فقط اعلائے کلمہ حق کے لئے یہ مصیبتیں برداشت
کیں ۔ کیا حسینؑ شمس العلماء صاحب سے بھی کم درجہ پر اپنے معاملات کو سمجھتے تھے شمس العلماء کو یہ بھی معلوم
ہونا چاہیے کہ حسینؑ کا یہ سفر جنگ کی نیت سے نہیں تھا ایک معمولی عقل کا آدمی بھی اس بات کا اندازہ کر سکتا ہے
کہ جنگجو سردار وہ کبھی لڑائی میں اپنے اہل حرم اور شیر خوار بچوں کو ساتھ نہیں لیجا سکتا ۔ ہم جہاں تک
خیال کرتے ہیں ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں سے بڑھ کر کوئی قوم شقی القلب سنگدل ۔ بے رحم ۔ جفا
کار اور قصائی کی سی خصلت رکھنے والی نہیں ہو سکتی اس قوم کو مظلوم سے اتنی نفرت ہے کہ سالہا
سال گذر جانے پر بھی وہ اس کے لئے کلمہ خیر زبان سے نہیں نکال سکتی اور بڑے بڑے نامور عالم

حسینؑ پر زبان طعن دراز کرنے کے لیے آمادہ نظر آتے ہیں حقیقۃً یہ انہیں علماء کے پیرو ہیں جو ناخدا ترس۔ بدبخت یہ لمبی لمبی ڈاڑھیاں چھوڑے۔ حمائلیں گلے میں ڈالے قاری حافظ قرآن یزیدی لشکر میں موجود تھے اور قتل حسینؑ پر مہریں کرتے تھے مہریں

شمس العلماء:۔ فاطمہ کی نسل کو اس نتیجہ سے عبرت پکڑنی چاہیے تھی۔ مگر ملک داری کی ہوس نے ان کو کبھی چین سے بیٹھنے نہیں دیا اور بنو امیہ اور بنو فاطمہ میں عداوت کا بیج بو دیا گیا۔

ہم:۔ عبرت پکڑنے کے یہ معنی اگر شمس العلماء کے نزدیک ہیں کہ وہ جلا وطن ہو جاتے تو یہ تو بے شک ان لوگوں نے نہیں کیا ہاں ویسے بنی فاطمہ کے ان بزرگوں نے جو مسند رسول اللہ کے سچے وارث تھے کبھی اسطرف توجہ نہیں کی اور اپنے معاملات کو خدا کے سپرد کر دیا پھر بھی اُن کو آرام نہیں لینے دیا ہے دیگر بنی فاطمہ وہ کبھی کبھی اپنے حقوق کی طلب میں کھڑے ہو جاتے جب خون حسینؑ کے انتقام کی خواہش نے اور بھی تیز کر دیا تھا تو بھی یہ لوگ مورد الزام نہیں ہو سکتے جیسا کہ ہم سابقاً بیان کر آئے ہیں اور شمس العلما جو بار بار ملک داری کی ہوس کا الزام لگاتے ہیں اس کے متعلق بھی ہم گذارش کر چکے ہیں۔ اب رہا شمس العلماء کا یہ ارشاد کہ اس طرز عمل سے بنی امیہ اور بنی فاطمہ میں عداوت کا بیج بو دیا گیا یہ بالکل غلط ہے کوئی عاقل جس کی نظر کتابوں پر ہو گی اس رائے کو قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں بنی امیہ زمانہ جاہلیت سے ہی بنی ہاشم کے دشمن تھے اسلام کے دائرے میں آ کر بھی وہ اپنی جہالتوں پر قائم رہے اور کیونکر نہ رہتے اُن کے دل میں اسلام کی صداقت کا نقش ہی نہ جما تھا۔ یہ معاویہ ابوسفیان وغیرہ مولفۃ القلوب میں داخل ہیں۔ گو بظاہر انہیں مسلمان سمجھ لیا جائے مگر حاشا ثم حاشا اسلام سے انہیں ذرہ برابر بھی تعلق نہ تھا۔ اس کے بعد شمس العلماء نے بنی فاطمہ کی ایک فہرست دی ہے جو حکام جور کے ہاتھ سے قتل ہوئے جس سے ہمیں اتفاق ہے اور جس کے ساتھ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ ان میں سے اکثر کسی قسم کے قصور کے بھی مرتکب نہ ہوئے تھے وہ بالکل گوشہ نشینی اور عزلت گزینی کی زندگی بسر کرنا چاہتے تھے مثلاً امام موسیٰ کاظم و علی الرضا و محمد تقی صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ پھر شمس العلماء فرماتے ہیں۔

شمس العلماء:۔ اسی کو ہمارے یہاں بات کا بتنگڑ کہتے ہیں۔ دو عورتوں کی آپس کی ضد نے اور ضد بھی کھانے کی نہیں۔ کپڑے کی نہیں۔ خرچ پات کی نہیں۔ سلوک مدارات کی نہیں۔ خیالی برتری نے کیا طول پکڑا ہے کہ ڈیڑھ ہزار برس ہونے کو آئے اور یہ جھگڑا طے ہوا اور اب خدا ہی کے ہاں چل کر ہو

تو ہوا در مزہ یہ ہے کہ جن میں جھگڑا تھا مدتیں ہوئیں مر کھپ گئے اور من مات فقد قامت قیامتہ کی رو سے مرنے کے ساتھ ہی اُن کی جزا یا سزا شروع ہو گئی ہو گی۔ حکم ایجر ہو کر مثل داخل دفتر ہو چکی۔ ہم ہیں کہ مقدمہ کا پیچھا نہیں چھوڑتے ؏

خیال زلف بتاں میں نصیر پیٹا کر ... گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

ہم :۔ معزز شمس العلمار کے اس خیال کی تردید ہم پہلے کر چکے ہیں کہ اسلام میں تفریق دو عورتوں (عائشہ و فاطمہ) کی بدولت نہیں ہوئی بلکہ اس فتنہ کے بانی ہیں جناب شیخین باقی فقرے شمس العلمار کے ہمارے خیال میں تو ابلہ فریبی پر مبنی ہیں شمس العلمار شاید قانون قدرت کو توڑنا چاہتے ہیں۔ شمس العلمار کو دینا کلیہ قاعدہ معلوم نہیں کہ قیامت تک اچھے کو اچھائی اور بُرے کو بُرائی سے یاد کیا جائے گا ؏

زندہ است نام فرخ نوشیرواں بعدل ... گرچہ بسے گذشت کہ نوشیرواں نماند

ہمیں گمان ہوتا ہے کہ شمس العلما اس شعر پر یہ اعتراض فرمائیں گے کہ اب نہ نوشیرواں ہے نہ اُس کا عدل اب اُس کے ذکر سے کیا نتیجہ اب اس کے کارناموں کو تفتیلاً بیان کرنے سے کیا فائدہ

شمس العلما ؛ ہم تو پہلے ہی انتخاب سے سمجھ گئے تھے کہ بس ان کی نسل سے تو خلافت گئی۔

ہم :۔ جب آپ یہ سمجھ چکے ہیں تو پھر اب جھگڑا ہی کس بات کا رہ گیا اسی جرم پر تو شیعہ گردن زدنی سمجھے جاتے ہیں ہی تو وہ بھی کہتے ہیں کہ پہلے ہی خلافت نے آل رسول کی بیخکنی کا بیج بو دیا جس کی پیروی کا رسول اللہ نے حکم دیا جس سے تمسک کرنے کو موجب نجات و ہدایت فرمایا تھا۔ ناظرین دیکھیں کہ پہلے تو شمس العلمار فرماتے ہیں کہ دو عورتوں کی ضد نے اسلام میں یہ تفریق پیدا کی اور اب یہاں یہ فرماتے ہیں۔ کسقدر متضاد قول ہیں آجتک آن واحد میں ایسے دو متضاد باتیں کسی عقلمند کی ہماری نظر سے نہیں گذری ہیں۔

شمس العلمار کی لغزشیں

شمس العلمار سلمہ نے اپنی نئی تصنیف امہات الامہ میں باترتیب تو شیعوں کی طرف روئے سخن فرمایا نہیں بلکہ علی سبیل التذکرہ توجہ فرمائی ہے جو خیالات جگہ جگہ شمس العلمار نے ظاہر فرمائے ہیں جو شیعوں کے ہی مخالف نہیں بلکہ عقل و نقل کے بھی خلاف ہیں ان میں سے اکثر کا رد اس رسالہ میں موقعہ موقعہ ہو چکا ہے جو باقی رہے ہیں اب انہیں چن چن کر ایک جگہ قلمبند کرتے ہوئے ان پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

شمس العلماء: ۔ پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد اسلام کی حالت یہ تھی کہ جدید العہد ہونے کی وجہ سے اعراب کے دلوں میں رسوخ کے ساتھ اس نے جگہ نہیں پکڑی تھی اس کے ساتھ سلطنت کی ایک ضرب لگی ہوئی بھی اور وہ سلطنت ہنوز ابتدائی حالت میں تھی۔ اس کا انتظام ابھی ٹھیک طور پر نہ بیٹھا تھا اس کے بغلی گھونسے اس کی ایک آن کے روادار نہ تھے روم اور فارس دو سرحدی زبردست سلطنتیں اس کو ہر وقت آنکھیں دکھاتی رہتی تھیں اسامہ کی مہم روانہ ہوتے ہوتے رکی پڑی تھی مجبوری فی الوقت کسی نہ کسی کو پیغمبر صاحب کا جانشین تجویز کرنا ضروری ہوا ورنہ مناقشہ جو لوگوں کے دلوں میں تھی کھل پڑی۔ لوگ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔ مہاجرین و انصار میں بحث ہونے لگی ہر ایک فریق اپنی خدمات کے برتے پر خلافت کا دعویدار تھا آخر مصالح کے طور پر انصار کی طرف سے منا امیر و منکم امیر کی تجویز پیش ہوئی اس پر عمر نے کھڑے ہو کر مہاجرین کی حمایت میں کہنا چاہا مگر وہ تھے آدمی تیز مزاج ابوبکر ڈرے کہ ایسا نہ ہو ان کے منہ سے کوئی بات ایسی نکل جائے جو انصار کی دل آزاری کا موجب ہو چنانچہ ابوبکر نے خود سبقت کی اور کھڑے ہو کر ایسی تقریر کی کہ انصار ٹھنڈے پڑ گئے ابوبکر نے گروہ انصار کی خدمات اور ان کے احسانات کا اعتراف کیا لیکن پیغمبر صاحب کی حدیث الائمۃ من قریش لوگوں کو یاد دلا کر مہاجرین کے حق خلافت کی تائید کی یہ کہنا تھا کہ سب سے پہلے عمر نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی پھر کیا تھا ابوبکر بالاجماع خلیفہ بن گئے

ہم: ۔ فاضل شمس العلماء کے ان خیالات کا ابطال بحث خلافت میں کیا جا چکا ہے اس جگہ صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ یہودیوں یا سرحدی سلطنتوں کی یکبارگی چڑھ آنے کا جو خدشہ ظاہر کیا گیا ہے یہ نرا وہم ہی وہم ہے مسلمان یہودیوں کے لئے منہ کا نوالہ نہیں رہے تھے ان کا آخری ملجا و ماوا خیبر تھا جو قاتل مرحب کے ہاتھ سے مٹ مٹا چکا تھا۔ اس کے بعد یہودیوں کو مسلمانوں سے دوچار ہونے کی کبھی جرأت ہی نہیں ہوئی ابوبکر کا زمانہ ایک طوائف الملوکی کا زمانہ تھا۔ چاروں طرف فساد کی آگ بھڑک اٹھی تھی جو اسی مبارک سلطنت کا نتیجہ تھی اس طوائف الملوکی کے زمانہ میں بھی جبکہ ابوبکر کا نامور سپہ سالار خالد ابن ولید مسلمانوں کی خونریزی میں مصروف تھا یہودیوں کا حوصلہ نہیں ہوا کہ وہ اس خانہ جنگی سے کسی قسم کا فائدہ اٹھائیں اسی سے ان کی قوت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے باقی رہیں سرحدی سلطنتیں آخر ان کے پاس یہاں کی خبریں پہنچنے اور وہاں سے ان کے مدینہ تک آنے کے لئے بھی ایک معقول مدت

درکار تھی یہ واضح رہے کہ اس زمانہ میں نہ ریلوے لائن تھی اور نہ تار برقی اور نہ ریوٹر کمپنی کے اہلکار مدینہ میں موجود تھے جو بذریعہ ٹیلیگرام فوراً خبر پہنچا دیتے اور دو ہی ایک روز میں ان سلطنتوں کی فوجیں مدینہ والوں کا محاصرہ کر لیتیں پس اگر سکون اور اطمینان کے ساتھ رسولؐ کی تجہیز و تکفین کے بعد تمام مہاجر و انصار کو دلکم انکم ان سب کو جو مدینہ میں موجود تھے مسجد رسول میں جمع کر کے خلیفہ کا انتخاب کیا جاتا (اگر رسول اللہ نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا تھا) تو اس میں کون سی عقلی خرابی لازم آتی تھی بغیر کسی زبردست اور قوی عذر کے ان لوگوں کا انتخاب خلیفہ کے لئے اسقدر مضطرب ہونا صاف ظاہر کرتا ہے کہ کچھ نہ کچھ دال میں کالا ہے بے شک حرص ہوا ان پر غالب آگئی اور مبصرین کو یہ رائے قایم کرنی پڑی ہے

چوں صحابہ حب دنیا داشتند مصطفےٰ را بے کفن بگذاشتند

اب رہا شمس العلمار کا یہ کہنا کہ ابوبکر بالاجماع خلیفہ ہوئے اس کی بابت ہم پہلے بھی عرض کر آئے ہیں اور اب بھی عرض کرتے ہیں کہ اجماع کا دعوے ہی دعوے ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں خود حضرت ثانی اسکو ایک فتنہ قرار دیتے ہیں جس کے شر سے خدا نے مسلمانوں کو بچا لیا۔

شمس العلمار پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد خلافت کے بارے میں جو اختلاف ہوئے ان کی بڑی وجہ یہی تھی کہ پیغمبر صاحب نے خلافت کے بارے میں کوئی قطعی فیصلہ صاف و صریح لفظوں میں لوگوں کو نہیں سمجھایا اور اس معاملے کو لوگوں کی رائے پر چھوڑ کر انتقال فرما گئے۔

ہم اگر فی الواقعی ایسا ہی ہے جیسا کہ شمس العلمار فرماتے ہیں تو ہمارے خیال میں نبی کی رسالت نہایت نقص کی حالت میں دنیا سے گئی ایک عظیم الشان امر جس پر تمام مسلمانوں کی فلاح موقوف ہو جس نے اسلام کے بہتر ٹکڑے کر دئے ہوں اس مسئلہ کو نظر انداز کر دینا یہ شمس العلمار کے خدا اور شمس العلمار کے ہی رسول کا کام ہے جتنی اس مسئلہ خلافت پر تلوار کھنچی ہے جتنی اس مسئلہ پر خون ریزی ہوئی ہے اسلام میں کسی مسئلہ پر نہیں ہوئی جس کا بار شمس العلمار کے اعتقاد کے موافق خدا و رسول پر رہنا چاہیے کیونکہ اس مسئلہ پر کافی روشنی ڈال کر مسلمانوں کو ہدایت نہیں فرمائی

شمس العلمار در تہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جن لوگوں نے پیغمبر صاحب کی اطاعت میں دین آبائی چھوڑے وطن چھوڑے زن و فرزند چھوڑے۔ عزیز و اقارب چھوڑے۔ مال و متاع چھوڑے۔ جان تک دینی گوارا کی

ایک خلافت کے بارے میں ان کے حکم سے سرتابی کی اور وہ بھی اپنے ذاتی مفاد کے لئے ہیں کیونکہ ہر شخص خلیفہ نہیں ہوا بلکہ سب نے مل کر ایک کو خلیفہ بنایا اگر ایسا خیال کیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ پیغمبر صاحب معاذ اللہ تبلیغ رسالت میں ناکام رہے اور جن لوگوں کے حق میں پیغمبر صاحب فرمایا کرتے تھے کہ خیر القرون قرنی خلافت نے ثابت کر دکھایا کہ وہ شر القرون تھے۔

۴۴: شمس العلماء جو کچھ ان کی تعریف توصیف و جان نثاری و خدمت وغیرہ کو بیان کرتے ہیں اگر یہ سب باتیں صحیح بھی مان لی جائیں جب بھی ان کا مقصد پورا نظر نہیں آتا وہ انسان تھے اُن کے پہلو میں وہی دل تھا جو عام انسانوں کے پاس ہے اسے بدلتے ہوئے دیر نہیں لگتی دنیا ایسی بری چیز ہے کہ اس کے جال میں بڑے بڑے پھنس جاتے ہیں پھر اس میں تعجب کی کیا بات ہے بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جس نے تمام عمر عبادت میں بسر کر دی مگر شیطانی وسوسے نے آخر کار اسے جہنم کا رستہ دکھایا۔ خود شیطان کو دیکھو اس کی عبادت اور اطاعت کو دیکھو مگر ذرا سے استکبار نے ابدالآباد تک کے لئے لعنت کا طوق اس کی گردن میں ڈال دیا ان لوگوں کی برگشتگی سے تبلیغ رسالت میں نقص کا دھبہ لگانا یہ شمس العلماء کی نئی منطق ہے۔ نبی کا کام اراءۃ الطریق رستہ دکھانا ہے یا اس نے ایصال الی المطلوب مطلوب تک پہنچا دینے کا بھی ذمہ لیا ہے جو خدا کا کام ہے خیر القرون قرنی سے جو دلیل لائی گئی ہے تو مہربانی فرما کر رسول اللہ کے زمانے میں منافقین کے وجود کو بھی تسلیم نہ کیا جائے اور قرآن میں جہاں جہاں منافقین کا ذکر ہے وہ سب آیات نکال ڈالنی چاہئیں کیونکہ خیر القرون میں نفاق کیسا۔ افسوس ہے کہ شمس العلماء اور اُن کے ہم طریق حضرات کو ان لفظوں کے سمجھنے میں بھی بشرطیکہ یہ رسول اللہ کی زبان سے نکلے ہوں سخت دھوکا ہوا۔ رسول اللہ کے زمانہ کو خیر القرون اس بنا پر ہم بھی مان سکتے ہیں کہ اس زمانے میں جہالت کے مقابلے میں خدا کے نور کی روشنی جلوہ گر ہوئی اور جو معنی ڈپٹی صاحب لیتے ہیں وہ صریحاً واقعہ کے خلاف ہیں جس سے مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ الفاظ بھی یاروں کی ایجاد ہیں۔ رسول کی زبان ان سے آشنا نہیں ہوئی پھر جناب شمس العلماء کا یہ استدلال بھی غلط ہے کہ ہر شخص خلیفہ نہیں ہوا بلکہ سب نے مل کر ایک کو خلیفہ بنایا کیونکہ ہر عقلمند جماعت کا یہی قاعدہ ہے کہ کسی ایک شخص کو اپنے میں سے سرگروہ مقرر کرتے ہیں اور تمام انتظامی اور فائدے کے امور میں برابر حصہ دار رہتے ہیں اور یہاں تو ہم یہ

زیادہ ذاتی مفاد کیا ہوگا کہ ابوبکر کی خلافت فی الحقیقۃ خلافت ثانی کا مقدمہ تھی اور خلیفہ اول نے عمر صاحب کو ہی خلاف سنت رسول اللہ اپنا جانشین مقرر فرمایا کیونکہ رسول اللہ نے حسب زعم سواد اعظم کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا اور یہ جانشینی اسی عرق ریزی اور جانفشانی کا نتیجہ تھی جو خلافت اولیٰ کے لیے عمر صاحب سے وقوع میں آئی۔ جس کا اقرار شمس العلماء نے بھی فرمایا ہے پھر یہ کس بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ اس انتخاب میں ان لوگوں نے ذاتی مفاد کو مدنظر نہیں رکھا۔

شمس العلماء۔ بلکہ ہم ایک قدم اور آگے بڑھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ وعد اللہ الذین امنوا منکم و عمل الصالحات الخ کا وعدہ کسی خلافت سے پورا ہوا چار و ناچار ماننا پڑے گا کہ اسی خلافت سے جو وقوع میں آئی تو خلافت کو راشدہ بھی تسلیم کرنا ہوگا۔ یہ اعتراض اگر دفع نہ کئے جائیں تو اسلام بیخ و بن سے مستاصل ہوا جاتا ہے اور بات پیغمبر صاحب اور خدا تک جا پہنچتی ہے۔

ہم:- آپ ایک قدم نہیں دس قدم بڑھیں مگر ٹھوکر کا لحاظ رکھتے ہوئے وعدہ استخلاف رسول اللہ کے عہد میں پورا ہو چکا جس کی گواہی کے لئے خود قرآن مجید موجود ہے ملاحظہ کیجئے۔

آمنوا باللہ و رسولہ و انفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ فالذین آمنوا منکم و انفقوا لھم اجر کبیر (سورہ حدید) خدا و رسول پر ایمان لاؤ اور اس چیز میں سے خرچ کرو در راہ خدا میں جس میں تمہیں خدا نے پہلوں کا جانشین بنایا ہے پس جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے راہ خدا میں خرچ کیا ان کے لئے نہایت بزرگ اجر ہے۔

ثم جعلنکم خلائف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون (سورہ یونس) پھر ہم نے تمکو زمین میں ان کے بعد خلیفہ کر دیا تاکہ دیکھیں کہ تم کیا عمل کرتے ہو۔

ھو الذی جعلکم خلائف الارض رفع بعضکم فوق بعض درجات لیبلوکم فی ما اتکم ان ربک سریع العقاب وانہ لغفور الرحیم (سورہ انعام) خدا وہ ہے جس نے تمکو خلیفہ مقرر کیا بعض کو بعض پر درجوں کے لحاظ سے بلندی و رفعت عطا کر دی تاکہ اس چیز میں تمہیں آزمائے جو تمہیں دی گئی ہے بیشک تیرا پروردگار نہایت سرعت کے ساتھ عذاب کرنے والا ہے اور وہ غفور الرحیم بھی ہے ان لوگوں کے جو اس آزمائش میں پورے اتریں۔

اب شمس العلماء فرمائیں کہ عہد رسول اللہ میں خدا وند عالم رسول کی زبان سے مسلمانوں کو مخاطب کر کے

(بصیغہ ماضی) فرماتا ہے کہ ہم نے تم کو زمین کا خلیفہ کر دیا۔ اگر عہد رسول اللہ میں یہ وعدہ پورا نہ ہوا تھا تو کیا خداوند عالم یوں ہی خواہ مخواہ مسلمانوں کو بہلاتا تھا اور عمر صاحب جیسے نکتہ چین اور دقیقہ رس بزرگوار جو بات بات میں رسول اللہ پر اعتراض کرتے رہتے تھے کیا وہ ٹھنڈے دل سے اس خلاف واقعہ احسان جتانے کو قبول کرتے ہرگز نہیں اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو خدا خلیفہ زمین بنائے اور فخر آدم کو محروم رکھے۔

آیت نمبر ۳ جو ہم نے نقل کی ہے اس سے تو ایک اور امر کی بھی حقیقت منکشف ہوتی ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے بعض کو بعض پر از روئے درجات رفعت بخشی تاکہ تم کو آزمائے۔ کیا ہم نہیں کہہ سکتے کہ رفعت کا اظہار پیغمبر نے آخر وقت انی تارک فیکم ثقلین کتاب اللہ و عترتی کی صورت میں آل محمد کے لئے فرما دیا جو یقیناً بفرمان ایزدی تھا کیونکہ اتنا عظیم الشان حکم جو قیامت تک کے لئے مسلمانوں کی بہبودی پر مبنی ہے حضرت پیغمبر اپنے نفس کی خواہش سے صادر نہیں کر سکتے تھے نہیں ہے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ خدا نے آل محمد کے لئے رفعت کا تاج مقرر کر کے مسلمانوں کو آزمایا جن میں سے بہت سے لوگ اس آزمائش میں پورے نہیں اُترے جن کے لئے اُن ربک لسریع العقاب موجود ہے اور کچھ لوگ اس امتحان میں ثابت قدم رہے جن کی نسبت فرماتا ہے "و انہ لغفور الرحیم" گویا آل محمد سے منحرف ہونے میں عذاب اور بہت جلد نازل ہونے والے عذاب کا وعدہ ہے آخرت میں دیکھئے کیا ہو اور مطیعان آل محمد کو مغفرت اور رحمت کی بشارت دی گئی ہے پس جب وعدہ خلافت عہد رسول میں پورا ہو لیا اور سورۂ فتح نازل ہو چکی تو شمس العلماء فرمائیں کہ اب ان کا یہ اعتراض کہاں تک باقی رہ سکتا ہے اور اس میں بھی کسی طرح کا شک نہیں کہ خداوند عالم کی یہ نعمت (خلافت) مستمر رہتی۔ بشرطیکہ اس کی قدر کی جاتی اور مسلمان اس آزمائش میں پورے اُترتے لیکن کفران نعمت کیا ذلیل و خوار ہو گئے۔

شمس العلماء: ہم نے تو صرف ایک توجیہ سوچی ہے کہ رسالت اور خلافت کو دو جداگانہ چیزیں سمجھ کر ایک کو دوسرے میں خلط ملط نہ کیا جائے رسالت کا مقصود اصلی دین اسلام کا رواج دینا تھا اور وہ پیغمبر صاحب کی زندگی میں پورا ہو گیا لیکن اسلام کے رواج دینے میں ساتھ کے ساتھ از خود سلطنت کی بنیاد بھی پڑتی جاتی تھی اور یہی وہ چیز تھی جس نے دونوں میں مناقشہ پیدا کر دی تھی اور یہی وہ چیز تھی جو پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد اُن کی قائم مقامی یعنی خلافت کی متقاضی تھی

ورنہ احکام دین جو آنے تھے پیغمبر صاحب کی زندگی میں آچکے - وحی کا آنا موقوف - غرض پیغمبر صاحب کی زندگی میں دین اسلام اور سلطنت کا جبیں کچھ بھی تھی - چولی دامن کا ساتھ تھا اور پیغمبر صاحب کی وفات پر جو ان کا جانشین ہوا - ہوا تو سلطنت کی ضرورت سے مگر چونکہ دین پر ثابت قدم تھا اور تھا جدید العہد - خلیفہ کی دین کی اتنی خبر کھنی تو ضرور تھی کہ لوگ جدید دین پر ثابت قدم رہیں اور اس میں کسی طرح کا ضعف نہ آنے پائے ورنہ دم کے دم میں سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا - یوں دین اور سلطنت کے تمول سے خلافت گنگا جمنی ہو گئی

ہم: شمس العلماء نے توجیہ سوچی تو مگر بے ڈھنگی سوچی - دین اسلام کے رواج دینے میں سلطنت کی بنیاد ضرور پڑی اور پڑنی چاہیے تھی خداوند کریم کا وعدہ تھا اور اسی وعدے کی بنا پر سلطنت قایم ہوئی نہ کہ از خود جیسا کہ شمس العلماء کا خیال ہے کیونکہ خدا کے دین کو رواج دیتے ہوئے یہ ضرور نہیں کہ ہر کے ساتھ ساتھ سلطنت بھی قایم ہو جائے جیسا کہ اکثر انبیا گذرے - جنھوں نے دین خدا کی منادی کی مگر انہیں سلطنت کا بالکل حصہ نہیں ملا اب دیکھنا چاہیے کہ یہ سلطنت ایسی ہی سلطنت تھی جیسا کہ عام سلطنتیں ہوا کرتی ہیں یا اس میں کوئی خاص بات ہونی چاہیے ہم جہاں تک ایمان کی عینک سے دیکھتے ہیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلطنت اسلام کے ماتحت تھی اور اس لیے عطا کی گئی تھی کہ شرق سے غرب تک اسلام کی ہی آواز سنائی دے اس سلطنت کی علت غائی یہی تھی کہ دین خدا کا رواج ہو نہ یہ کہ اپنی ہوس رانیوں کا ذریعہ بنایا جائے اسی لیے ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ خلیفہ رسول اور اس سلطنت کا سرپرست بھی ایسا ہی ہونا چاہیے جو طریقہ رسول اللہ کا سالک بھی ہو عالم دین بھی ہو اور اسلام کے جزئیات وکلیات پر مثل رسول اس کی نظر بھی ہو تا کہ وہ خلقت کو ہدایت کر سکے کیونکہ یہ سلطنت ہدایت خلق کے لیے ہی تو ہوئی تھی ورنہ معاذ اللہ یہ لازم آئے گا کہ خداوند عالم نے فسق و فجور کا دروازہ مسلمانوں کے لیے کھول دیا جیسا کہ اس سلطنت کے ناجائز طور پر حاصل کرنے والوں کے افعال سے پایا جاتا ہے یہ بے شک صحیح ہے کہ احکام جو کچھ آنے تھے وہ عہد رسالت میں آچکے تھے آیندہ کے لیے وحی کا آنا بھی موقوف ہو گیا تھا مگر جہاں خداوند عالم نے خلقت کو جہالت کے گڑھوں سے نکال کر سیدھی راہ دکھائی تھی وہاں کیا اس کا لطف اس امر کا مقتضی نہیں تھا کہ رسول اللہ کے بعد ایسے شخصوں کو پیدا کر دے جو لوگوں کے قدموں کو صراط مستقیم سے ادھر ادھر نہ ہونے دیں انہیں منتخب

کرتے رہیں حالانکہ ہمکو خدائی قانون سے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو کسی عہد میں بھی اپنی حجۃ سے خالی نہیں چھوڑتا وہ بار بار ان سرکش انسانوں کے لئے اپنی حجۃ قایم فرماتا رہتا اب دیکھئے کہ یہ سلطنت جو رسول اللہ کو حاصل ہوئی اور بغرض ترویج دین ہوئی کیونکہ سلطنت کا اثر اہل دنیا کی طبیعتوں پر نہایت گہرا پڑتا ہے اس سلطنت کے وارث وہی حجج الہی عقلاً بھی قرار پاتے ہیں جن کی رسول اللہ نے خبر دی ہے۔ ہم یہ دریافت کرتے ہیں جناب شمس العلماء سے کہ رسول کے بعد آج تک کیا خلقت کو اور تمام خلقت کو جانے دو اہنیں مسلمانوں کو ہدایت کی ضرورت نہیں؟ اگر وہ انکار فرمائیں گے تو بداہت کا انکار فرمائیں گے اور اگر فرمائیں کہ علما اس کے لئے کافی ہیں تو ان عمامہ بند حضرات کی نسبت تو یہ سمجھئے کہ مصرعہ او خویشتن گم ست کرا رہبری کند۔ ہمیشہ سے زبردستی اور حکام وقت کی خواہشات کے مطابق فتویٰ دینا۔ جھوٹی حدیثیں بنانا ان کا کام رہا ہے۔ ہارون رشید کے عہد کا واقعہ ہے کہ اس نے ایک حرم سے جماع کی خواہش کی وہ بولی کہ میں تو تمہارے باپ کی مدخولہ ہوں یہ سنکر یہ بہت مضطرب ہوئے۔ علماء سے فتویٰ لیا انھوں نے ناجوازی کا حکم دیا۔ ایک عالم صاحب (شاید ابو یوسف تھے) سے جو التجا کی گئی۔ انھوں نے فرما دیا لاباس فیہ۔ پوچھا دلیل؟ فرمایا ہر فیصلے کے لئے دو عادل گواہوں کی ضرورت ہے اس ایک عورت کے کہنے کا کیا اعتبار جیسے خواہش پرست اور عشق کا مارا رشید خوش ہو گیا اور انہیں قاضی القضاۃ مقرر کر دیا۔ الغرض مختصر یہ ہے کہ خلافت رسول کو محض دنیوی حکومت خیال کرنا نہایت ہی عقل کے خلاف ہے اور نہ خدا و رسول کا اس سلطنت سے یہ منشا تھا چونکہ خلاف حکم خدا و رسول ایسے لوگ اس پر متصرف ہوئے جنھیں دین سے فی الحقیقۃ کوئی واسطہ ہی نہیں لہذا شمس العلما اور ان کے اسلاف کو یہ رائے قایم کرنی پڑی جسے کوئی عقلمند قبول نہیں کرتا یہ مقام ایک ایسا مقام ہے جس پر متکلمین شیعہ نے عقلی اور نقلی دلائل کے انبار لگا دیے ہیں انبار۔ جن کا ہزاروں حصہ بھی اس رسالہ میں نہیں سما سکتا ممکن تھا کہ اس مسئلہ کو ذرا اور توضیح کے ساتھ بیان کیا جاتا۔ مگر چونکہ شمس العلماء ماشاء اللہ عقلمند ہیں اُن کے لئے یوں ہی سا اشارہ بھی کافی ہے۔ بشرطیکہ وہ تقلید کو چھوڑ کر ذاتی غور و فکر سے کام لیں

شمس العلماء:۔ آگے چل کر ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ علی کو خود اپنے دعوے کا ضعف معلوم تھا اور اسی لئے وہ عین وقت پر سقیفے نہیں آئے ہاں یہ تو چار و ناچار تسلیم کرنا ہوگا

کہ ضعف دعوے کے خیال سے اُنھوں نے ابوبکر اور عمر کی خلافت میں دعوے تو درکنار اپنے حرمان کی شکایت تک نہیں کی۔

ہم :۔ شمس العلماء کی مرضی یہ تھی کہ پیغمبر کے جنازے کو چھوڑ چھاڑ کر علیؑ بھی ان کے شریک ہو جاتے مگر افسوس کہ علی ایسا کر نہیں کر سکتے تھے۔ باقی شمس العلماء کے آخری فقرے سخت کم نظری کی دلیل ہیں معلوم ہوتا ہے کہ شمس العلماء کے خیالات کو واقعات کی ہوا بھی نہیں لگی۔ افسوس ہے کہ اس بارے میں بھی کوئی مورخ شمس العلماء کا ہمزبان نہیں ہو سکتا۔ ابوبکر صاحب کا یہ ارشاد اقیلونی اقیلونی لست بخیرکم و علی فیکم خدا جانے کیوں واقع ہوا تھا کیا خدانخواستہ بیٹھے بیٹھے بہکنے لگے تھے عمر صاحب کا علی و عباسؓ سے یہ فرمانا کہ تم ابوبکر کو بھی کاذب و غادر و خائن جانتے تھے ایسا ہی مجھے بھی جانتے ہو آخر کس مصلحت سے تھا۔ شمس العلماء اور ایسی بے سر و پا بات فرمائیں تعجب ہی اور سخت تعجب ہی۔

شمس العلماء : مگر ہاں اُن کو اسکا خیال تو ضرور تھا اور یہ خیال بے اصل بھی نہ تھا

ہم : جب بے اصل نہ تھا تو پس خیال میں پختگی ضرور تھی۔ جب پختگی تھی تو پھر شمس العلماء نے یہ کیوں فرمایا کہ علیؑ کے دعوے میں ضعف تھا۔ سبحان اللہ یہ تو دنیا سے نرالی منطق ہے

شمس العلماء : ان کے حق میں پیغمبر صاحب نے دمک دمی و لحمک لحمی اور انت منی بمنزلہ ہارون من موسے فرمایا تھا اور یہ بھی فرماتے تو اُن کا اور پیغمبر صاحب کا گوشت پوست خون ایک تھا وہ پیغمبر صاحب کے حقیقی چچازاد بھائی تھے ان کو پیغمبر صاحب نے بچپن سے بیٹوں کی طرح پالا تھا

ہم :۔ کیا خوب! تو گویا پیغمبر صاحب کا یہ ارشاد فضول ہی سا ہوا اور کیا۔ مگر افسوس ہماری ایمانی قوت اجازت نہیں دیتی کہ پیغمبر کو فضول گو خیال کریں۔ شمس العلماء تو بانی عمر صاحب یہ فرمائیں تو انہیں اختیار ہے مگر ہم دریافت کرتے ہیں کہ گوشت پوست اور خون میں تو پیغمبر کے اور بھی شریک تھے علی کو خصوصیت کے ساتھ فرمانا کیا معنی رکھتا ہے۔ حدیث دوم کی بابت شمس العلماء کو کورانہ تقلید سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ دیکھنا چاہئے کہ ہارون کو موسے سے کون سی منزلت تھی قرآن سے تو یہ ثابت ہے کہ حضرت نے مجھے تخت سے اتار دو میں تم سے بہتر نہیں ہوں جبکہ علی تم میں موجود ہے (۲) تیرا خون میرا خون ہے۔ تیرا گوشت میرا گوشت ہے (۳) تم میری نسبت ایسے ہو جیسے ہارون موسے کی نسبت تھے۔

موسےؑ نے دعا کی تھی پروردگار امیرے اہل میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے
یہ دعا قبول ہوگئی۔ کیوں جناب شمس العلماء صاحب اگر ہم حدیث مرقومہ مسلّمہ جناب کی بنا پر علیؑ کو پیغمبرؐ کا
وزیر سمجھ لیں تو اس میں کونسی برائی لازم آئی جاتی ہے عقلاً تو کوئی نہیں مگر ہاں خلافت کا گھروندا
بگڑا جاتا ہے۔ لیکن آپ کو تو عقل کی پیروی کرنی چاہیئے جس سے ایمان حاصل ہوتا ہے حضرت
یہ تو ہم کہتے ہیں کہ خلافت شیخین آپ کو بخشوانے کی توبہ نہیں۔

شمس العلماء ر ایک روایت میں ہے کہ علی طفل نوزائیدہ تھے دودھ کو لئے روتے اور کسی عورت کی چھاتی منہ میں نہ
لیتے تو پیغمبر صاحب اپنی زبان انکو چسا دیا۔ اور وہ سیر ہوکر سو جاتے انکی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ پیغمبر صاحب نے اپنی لخت
جگر فاطمۃ الزہرا کو انسے بیاہ دیا تھا اور ان سے پیغمبر صاحب کی نسل چلی تھی وہ اپنی ذات سے بڑے لائق تھے کہ پیغمبر صاحب
انا مدینۃ العلم و علی بابہا سے انکی لیاقت کی تصدیق اور توثیق کی تھی وہ شجاعت اور سخاوت اور خطابت اور زورمندی میں بے مثل تھے
انکی اصابت پر پیغمبر کو کلی اعتماد تھا کہ نوعمری میں ان کو یمامہ کا قاضی بنا کر بھیج دیا تھا جس رات کفار مکہ
پیغمبر صاحب کو نعتہ مار ڈالنے کے ارادہ سے رات بھر پیغمبر صاحب کا گھر گھیرے پڑے رہے پیغمبر صاحب
ان کو اپنی جگہ لٹا کر چپکے سے باہر نکل آئے ؏ ایں کار از تو آید و مراں چنیں کنند۔ خیبر فتح نہیں ہوتا
تھا۔ آخر پیغمبر صاحب نے ایک دن فوجی افسروں کو جمع کر کے فرمایا کہ کل جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو
اس مہم کو سر کرے گا اور وہ علی تھے ہجرت کے نویں برس ابوبکر کو قافلہ سالار بنا کر حاجیوں کو مکہ سے
مدینے روانہ کیا انتنے میں براۃ کی آیتیں نازل ہوئیں اور ان کا موسم حج میں اعلان کرنا ضرور تھا پیغمبر صاحب
نے آیتیں دے کر علی کو دوڑایا کہ حج کی امامت تو ابوبکر بجا لائیں تم میری طرف سے آیتوں کا اعلان کرو
چنانچہ ایسا ہی ہوا یوں پیغمبر صاحب ابوبکرؓ اور علیؓ دونوں کے پلّوں کو برابر تلا رکھتے تھے

ہم ۔ جس فقرے پر ہم نے خط کھینچ دیا ہے صاحب فہم ناظرین اسے محفوظ خاطر رکھیں اس کے بعد ہم یہ
عرض کرتے ہیں کہ شمس العلماء نے فضیلتوں کے شمار پر تو کمر باندھی۔ مگر ساتھ ہی اس کے خدا جانے کس
خیال نے دلوں میں چٹکیاں لیں کہ وہ روایات صحیحہ کے کتربیونت پر آمادہ ہوگئے ملاحظہ ہو حدیث
رائت میں ممدوح کا تصرف اس روایت کے لفظ یہ ہیں لاعطین الرایۃ غداً رجلاً کراراً غیر فرار یحب اللہ
ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ الخ یعنی کل ایسے شخص کو علم دوں گا جو کرار ہے بھاگنے والا نہیں وہ خدا
و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول اسے دوست رکھتے ہیں وہ واپس نہیں آئیگا یہاں تک

کہ خداوند عالم اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا"۔ ہم نہیں جانتے شمس العلماء نے اتنے الفاظ دیانت
میں سے کیوں ہضم کر لیے۔ سوائے محبت شیخین اس کی اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی جو لڑائی سے پشت دکھا
دکھا کر یکے بعد دیگرے اپنا سا منہ لے کر چلے آئے تھے اور رسول اللہ کے اس ارشاد سے یہ مفہوم ہوتا
ہے کہ وہ محب محبوب خدا و رسول نہ تھے اسی خیال نے شمس العلماء کو ان الفاظ کے ہی حذف کر دینے پر
آمادہ کر دیا مگر اس حق پوشی سے خدا جانے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے جبکہ اہل نظر دنیا میں موجود ہیں علی ہذا
قصہ تبلیغ سورہ براءت کے بیان میں بھی شمس العلماء نے اسی کوشش سے کام لیا ہے جس کی اصلیت یہ
ہے جیسے متعدد علمائے سواد اعظم کی مہریں موجود ہیں کہ پہلے یہ آیات ابوبکر کو دی گئیں جب ابوبکر
لے کر چل دیے تو جبرئیل امین نازل ہوئے اور فرمایا کہ یہ کار رسالت ہے یا تم اس کو انجام دو یا
ایسے شخص کو متعین کر دو جو تم سے ہو اس پر حضرت پیغمبر نے جناب امیرؑ کو روانہ فرمایا اور آپ نے رستہ ہی
میں وہ آیات ابوبکر سے لے لیں ابوبکر مکہ نہیں گئے واپس مدینے آئے اور رسول اللہ سے عرض
کی کہ کیا میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں تو لیکن یہ کام یا تو میں انجام
دے سکتا تھا۔ یا جو مجھ سے ہو۔ ناظرین ملاحظہ کریں کہ شمس العلماء نے اس واقعہ کو کس ہیچ سے بیان
کیا ہے اور ابوبکر کے لیے بزعم خود کیا فضیلت کا پہلو نکالا ہے مگر اصلیت کے دیکھنے والی نگاہیں ان
امور پر قہقہہ لگاتی ہیں اب شمس العلماء کا یہ ارشاد کہ پیغمبر صاحب ابوبکر اور علی دونوں سے پہلوں کو
برابر تلا رکھتے تھے۔ خود بخود باطل ہو گیا۔

شمس العلماء: علی کے بجائے خود اتنی خصوصیتیں اتنی خدمتیں اتنی فضیلتیں تھیں کہ ان کے ہوتے علی
اگر توقع خلافت کو دل میں جگہ دی ہو تو کوئی اس کو توقع بے جا یا فزوں تر از استحقاق نہیں کہہ سکتا

ہم: جب تسلیم کیا جاتا ہے کہ علی کی توقع خلافت بے موقعہ بے جا نہیں تھی اور عین حق تھی پھر
توجیہات رکیکہ سے اس کا کس بنا پر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ جتنے فضائل جتنی خصوصیتیں شمس العلماء نے علی کے
لیے تسلیم کی ہیں ان میں سے ایک کی مانند بھی دوسروں میں نہیں پائی جاتی

شمس العلماء: علی میں ہم صرف دو باتوں کی کسر پاتے ہیں ایک تو ان کی نوعمری کی

ہم: یہ کسر یوں نظر آئی ہے کہ شمس العلماء کے سامنے محبت شیخین کے پردے پڑے ہوئے ہیں ہی جناب
شمس العلماء اقرار کر چکے ہیں کہ ان کی اصابت رائے پر پیغمبر کو کلی اعتماد تھا کہ نوعمری میں انکو بار ہا قاضی بنا کر

بھیج دیا تھا اسی لئے ہم نے اس فقرے پر خط کھینچ دیا ہے اور یہاں وہ نوعمری کو عدم حصول خلافت کی وجہ بیان کرتے ہیں - خیال کرنا چاہیئے کہ جس کی اصابت رائے پر پیغمبر کو اعتماد کلی ہو حضرت شمس العلماء ان کے ہم مذہب اسے قابل اعتماد و خیال نہیں فرماتے تعجب ہے اور سخت تعجب ہے - دوم یہ امر بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ حضرت امیر کی عمر اسوقت اکتیس یا بتیس برس کی تھی اس سن کے آدمی کو اگر نوعمر کہا جائے تو شباب کا زمانہ کونسا ہوگا - کہولت کسوقت آئے گی اور شیخوخت کا کونسا زمانہ شمار ہوگا حالانکہ انسانی عمر کا اوسط کم ہم چالیس برس ہے - اطبا کے نزدیک پینتیس برس تک جسم انسانی میں نشو و نما باقی رہتا ہے یا یوں کہو کہ شباب اپنی بہاریں دکھایا کرتا ہے اس کے بعد گھٹنی کا پہرا ہوتا ہے جسے زمانہ کہولت کہتے ہیں - پھر شیخوخت جس میں آدمی ستیرا بہترا ہو جاتا ہے اور اسی آخری حصہ میں ابوبکر صاحب مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے پھر یہ امر بھی لائق غور ہے کہ شباب میں تمام قوائے عقلیہ بھی مستشباب پر ہوتے ہیں اور ایک جوان آدمی جو کام کر سکتا ہے خصوصاً انصرام سلطنت وہ کرم خوردہ بوڑھے سے کبھی ممکن نہیں وہ اگر کچھ کام کر سکتا ہے تو محض اپنی تجربہ کی بنا پر بشرطیکہ اس کا دماغ بھی صحیح ہو اور انحطاط و اختلال نے خزانہ حافظہ کو لوٹ نہ لیا ہو حکمائے حال کا جو یہ قول ہے کہ ساٹھ برس کے بعد انسان کو دنیا میں رہنے کا حق ہی نہیں وہ اسی بنا پر ہے کہ وہ پھر ایک مختل العقل شخص ہو جاتا ہے اور جوں جوں عمر بڑھتی ہے - یہ عدم تعقل بھی اپنی رفتار تیز کرتا جاتا ہے پس شمس العلماء کا یہ ارشاد کہ علیؑ نوعمری کی وجہ سے قابل خلافت نہیں تھے اسی اصابت رائے کا نتیجہ ہے جو پیرانہ سری میں انسان کو لاحق ہو جاتی ہے -

شمس العلماء ردوسرے اس بات کی کہ اسلام کو جو کچھ فروغ حاصل ہوا تو وہ اکیلے علیؑ کی ذات سے ہوا نہیں اس میں کتنے مہاجرین کتنے انصار شریک تھے

ہم ا - افسوس جو کنواں حضرت شمس العلماء دوسروں کے لئے تیار کرنا چاہتے ہیں وہ خود ان کے سامنے آجاتا ہے اگر مہاجرین و انصار کی اسلامی خدمات مساوی تھیں (جو فی الحقیقہ نہیں تھیں) تو ابوبکر نے کس بنا پر گدی سنبھال لی یہ ترجیح بلا مرجح کیسی -

شمس العلماء ر علیؑ نے جوش میں دوسروں کے تعلقات دوسروں کی خدمات پر اچھی نظر نہیں کی

ہم شمس العلماء ابھی ابھی بیان کر آئے ہیں کہ علیؑ کو جو خلافت کی توقع تھی تو کوئی اسکو توقع بے جا

یا فزوں تراز استحقاق (ان لفظوں کو جانچا جائے) نہیں کہہ سکتا اور یہاں یہ فرماتے ہیں کہ دوسروں کے حقوق پر واجبی نظر نہیں کی یعنی بے محل اور بیجا طور پر خلافت کے امیدوار ہوئے کس قدر دلربا تناقض واقع ہوا ہے ہم اس مقام پر وہ . . . حافظ ثنا شدو الامقولہ تو چسپاں کرنا نہیں چاہتے مگر ہاں پیرانہ سری کو اس تناقض کا ذمہ دار گردانتے ہیں۔

شمس العلماء:۔ اور کچھ افتاد ایسی آکر پڑی کہ ان کی امیدواری سرسبز نہوئی اور وہ سرسبز ہونے والی تھی بھی نہیں۔

ہم:۔ حضرت اسی افتاد نے تو اسلام کی ہڈیاں شکستہ کر دیں ۔ بے شک اُن کی امیدواری سرسبز نہیں ہوئی اور ہونے والی تھی بھی نہیں۔ کیونکہ اہل دنیا کی آنکھوں کو حرص و ہوا کی سوزن نے سی دیا تھا جب وہ تمام حقوق پیغمبر کو فراموش کر کے ان کے جنازے کو چھوڑ چھاڑ سقیفے میں پہنچ گئے اور لگے اسی لئے کہ علی کو یہ منصب نہ مل جائے تو پھر اُن کی امیدواری کیونکر ہو سکتی تھی۔

شمس العلماء: خلافت علی کی تائید میں شیعہ صاحبان جو احادیث پیش کرتے ہیں اگر وہ موضوع نہ بھی ہوں تاہم کسی ایک سے بھی صاف طور پر استخلاف ثابت نہیں ہوتا۔

ہم:۔ صاف طور پر استخلاف ثابت نہیں ہوتا تو کیا معناً ہوتا ہے پھر آپ معناً ہی تسلیم کریں

شمس العلماء: سب میں قوی تر وہ حدیث ہے جس میں الفاظ من کنت مولاہ فعلی مولاہ واقع ہیں لفظ مولی بہت سے معانی میں مستعمل ہوتا ہے برادر عم زاد۔ آقا غلام آزاد دوست و ناصر و مددگار یہاں آقا اور دوست اور ناصر و مددگار کے معنی مراد لئے جا سکتے ہیں اور کوئی سے معنی بھی مراد لو استخلاف ثابت نہیں ہوتا

ہم:۔ اس مقام کو ہم پہلے بھی لکھ آئے ہیں اور اب بھی عرض کرتے ہیں کہ جب بقول شمس العلماء آقا کی معنی لئے جا سکتے ہیں پھر کیوں استخلاف ثابت نہیں ہوتا شمس العلماء کو عقل سے کام لینا چاہئے عقل ہے یہ مولا اسی معنی میں ہے جس میں خدا نے فرمایا ہے انما ولیکم اللہ و رسولہ الخ ہر مختلف المعنی لفظ کے معنی سیاق کلام سے سمجھ میں آیا کرتے ہیں۔

شمس العلماء: جن لوگوں کے روبرو اور جن کی جماعت میں پیغمبر صاحب نے ایسا فرمایا اُن میں سے کسی نے بھی خلافت کے وقت پر اس حدیث سے استدلال نہ کیا۔

ہم استدلال کون کرتا وہ ایسے بیوقوف نہیں تھے کہ استدلال کر کے اپنی ہی بنائی دیوار کو ڈھا دیں وہ بطور خود تو کیا استدلال کرتے جب اُنکو یہ بتایا جاتا تھا اُسوقت بھی اُنکے منہ سے کلمۂ حق نہ نکلتا تھا ملاحظہ کیجیے۔ ملا جامی شواہد النبوۃ میں بضمن حالات جناب امیر رقمطراز ہیں کہ روزے با حاضران مجلس گفت سوگند دادم کہ ہر کہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم شنیدہ است کہ گفتہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ گواہی دہید دوازدہ تن از انصار حاضر بودند گواہی دادند یکے دیگر کہ آنرا از رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم شنیدہ بود اما گواہی نداد حضرت امیر کرم اللہ وجہہ فرمود کہ اے فلاں تو چرا گواہی ندادی باآنکہ تو ہم شنیدہ گفت من نیز شنیدہ ام والا فراموش کردہ ام امیر دعا کرد کہ خداوندا اگر ایں شخص دروغ گو است بد سفیدی برص بشرہ وے ظاہر گرداں کہ عمامہ آنرا پنہاں نسازد راوی گوید کہ واللہ من آں شخص را دیدم کہ سفیدی برص درمیان دو چشمان وے پدید آمدہ۔

ملا صاحب نے اس جگہ اس کتمان شہادت حقہ کرنے والے کا نام ظاہر نہیں فرمایا مگر دوسرے ورق سے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ جابر ابن عبداللہ انصاری تھے اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ مجلس ابو بکر کا واقعہ تھا جابر نے بہ پاسداری ابو بکر اس شہادت کو چھپایا۔ کیونکہ اسے بحرین کا مال رشوۃً مل چکا تھا۔ پھر ملا صاحب فرماتے ہیں کہ زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ گفتہ است کہ من درہماں مجلس بامثل آں حاضر بودم و من نیز از ان جملہ بودم کہ شنیدہ بودم اما گواہی نہ دادم و آں را پنہاں داشتم خدائے تعالیٰ روشنی چشم من برد و گویند کہ ہمیشہ بر فوت آں شہادت اظہار ندامت میکرد واز خدائے تعالیٰ آمرزش مے خواست

یہ تھا حال صحابہ کا جس پر شمس العلماء زور دے رہے ہیں کہ انھوں نے خلافت کے وقت پر کیوں اس حدیث سے استدلال نہ کیا۔

شمس العلماء۔ اللہم الا ان یقال کہ سب نے جان بوجھ کر پیغمبر صاحب کے حکم صریح کے خلاف کیا اور اسکو تو عقل قبول نہیں کرتی کہ ایسا فرض کر لینا جاں نثار اطاعت گزار صحابہ کی شان کے خلاف

ہم:۔ فاضل شمس العلماء کو واقعات سے بحث کرنی چاہیے واقعات سے۔ واقعات کے سامنے خوش اعتقادی کی دال نہ گلی ہے نہ گلے گی واقعات صاف ظاہر کر رہے ہیں کہ صحابہ نے حکم پیغمبر سے عدول کیا اور شمس العلماء فرماتے ہیں کہ اسکو عقل قبول نہیں کرتی پھر اس سے کیا بحث آپ کی

عقل قبول نہیں کرتی نہ کرے اُنھوں نے تو یقیناً ایسا ہی کیا اس سے زیادہ عدول حکمی کیا ہوگی کہ پیغمبر نے اہلبیت کی اطاعت کا حکم دیا اور وہ اہلبیت کو مطیع کرنے پر تُل گئے۔

شمس العلماء یہ کہنا آسان ہے کہ وہ سرے سے مسلمان ہی نہ تھے بہ نسبت اس کے کہ پیغمبر کے حکم سے سرتابی کرتے تھے

ہم جناب شمس العلماء تو اس مسئلہ کو اتنی اہمیت دے رہے ہیں جس کا حد و پایان نہیں اور بے شک اس سے شمس العلماء کی ایک خاص قوت ایمانی کا اندازہ ہوتا ہے کہ خلاف ورزی حکم رسول کو ایک امر اہم سمجھ رہے ہیں مگر افسوس یہ کہ شمس العلماء قصہ قرطاس تو ہی دیکھ لیں کہ حکم پیغمبر سے سرتابی ہوئی یا نہیں جب شمس العلماء کو اختیار ہے کہ سرے ہی سے اِن کو مسلمان نہ مانیں اور مسلمان مان کر انہیں حکم خدا اور رسول سے خلاف عمل کرنے والے تسلیم کریں۔

شمس العلماء بلکہ ہمارا تو یہ خیال ہے کہ خود علی اپنے تئیں منصوص بالخلافہ نہیں سمجھتے تھے اور سمجھے ہوتے تو عین وقت پر اپنا دعوے پیش کرتے وقت پر پیش نہیں کر سکتے تھے تو ابو بکر اور عمر کی دو خلافتوں میں ان کو کافی مہلت ملی تھی۔

ہم یہ خیال محض خیال ہی خیال ہے اور وہ بھی خام علیؑ ضرور اپنے کو منصوص بالخلافہ سمجھتے تھے اور عین وقت پر دعوے پیش کرنے سے اگر شمس العلماء کی یہ مراد ہے کہ وہ سقیفے میں جا کر ان لوگوں سے کہتے سنتے" تو اس کا ابطال ہم پہلے کر چکے ہیں باقی ابوبکر و عمر کی خلافت کے زمانہ میں علیؑ نے برابر اپنے دعوے کو پیش کیا ہے خود شمس العلماء نے فدک کی بحث میں تسلیم کیا ہے کہ علیؑ کو جب دعوے خلافت میں ناکامی ہوئی تو انھوں نے اس دعوے کو فدک کی صورت میں پیش کیا۔ پھر خدا جانے اکیلے کا اقرار کر کے انکار کیوں کیا جاتا ہے

شمس العلماء پس سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ حضرات شیعہ نے اپنے معتقدات کی پچھ کے لئے ایک بات بنائی ہے۔ مدعی سست گواہ چست اور کیا علیؑ کے استنے سکوت ممتد کو رضا پر محمول نہیں کر سکتے۔

ہم معتقدات کی پچ اس وقت کہی جا سکتی ہے کہ جب شیعہ کسی امر خلاف واقعہ کے قائل ہوتے مدعی سست گواہ چست کی مثل شیعوں پر صادق نہیں آتی بلکہ سواد اعظم پر آتی ہے کہ ابوبکر صاحب تو فرماتے

ہیں اقیلونی اقیلونی لست بخیرکم وعلی فیکم اور یہ حضرات ہیں کہ ان پر جان دیے دیتے ہیں پھر یہ بھی دیکھو کہ سکوت ممتد بھی رضامندی پر محمول نہیں ہوا کرتا کیونکہ بسا اوقات انسان زمانہ کو اپنے خلاف دیکھ کر اپنے حق سے ساکت ہو رہتا ہے اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ وہ فی الحقیقۃ حقدار ہی نہیں اور یہاں تک تو کرات و مرات جناب امیر اپنی حقیت کو ظاہر کرتے رہے ہیں۔

شمس العلماء: اب شمس العلماء واقعہ قتل عمر صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انھوں (عمر) نے لا علی التعیین چھ شخص تجویز کئے علی۔ عثمان۔ طلحہ۔ زبیر۔ عبدالرحمان بن عوف۔ سعد ابن ابی وقاص کہ یہ چھ ہم صلاح ہو کر اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنا لیں۔

ناظم: اسی کمیٹی کے تقرر سے عمر صاحب کی نیک فطرتی ظاہر ہوتی ہے انہیں خوب معلوم تھا کہ یہ کمیٹی کسی صورت میں علی کو اعتبار نہ کرے گی علی کو اس کمیٹی میں جو شریک کیا گیا تھا وہ نیک نیتی پر مبنی نہ تھا بلکہ وہ اُن کے قتل کا بہانہ تھا کیونکہ آپ نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ اگر چار شخص ایک طرف ہوں اور دو ایک طرف تو ان دونوں کو قتل کر دو یا سب ایک طرف ہوں اور ایک تن واحد ایک طرف ہو تو اس کی گردن اُڑا دو اور ساتھ ہی عبدالرحمان بن عوف کو میر مجلس بنا کر یہ بھی کہدیا تھا کہ اگر باہم اختلاف ہو تو عبدالرحمٰن جسے پسند کرے اسی پر اتفاق کرنا اور عبدالرحمان کو جو عثمان سے نسبت تھی وہ کسی پر مخفی نہیں۔ عمر صاحب اچھی طرح جانتے تھے کہ علی ان لوگوں سے اتفاق نہ کریں گے اور اس طرح قتل ہو جائیں گے۔ مگر اس رنگ برنگ کی خلافت کو دیکھئے کہ کہیں فرضی اجماع ہے کہیں استخلاف کہیں پنچایت اور خصوصاً پنچایت کے مقرر کردہ خلیفہ نے تو وہ غضب ڈھائے کہ اسلام کی بساط ہی الٹ کر رکھدی

شمس العلماء: مجرد یہ روداد کہ ابوبکر اور عمر دونوں نے خلافت کو اپنی نسلوں میں چلانا نہیں چاہا۔ حالانکہ دونوں کے فرزند کام سنبھالنے کے لئے قابل اور صحابی تھے بین ثبوت اس بات کا ہے کہ دونوں نے خلافت کے بارے میں نیک نیتی سے وہ کیا جس کو اسلام کے لئے مفید سمجھا

ناظم: غلط اور بالکل غلط وہ ضرور ایسا کرتے مگر زمانے نے انہیں موقعہ ہی نہیں دیا اور اگر وہ ایسا کرتے تو ہم یہ سمجھتے کہ پالٹکس سے انہیں ذرا بھی مس نہیں تھا حالانکہ وہ اس فن کے ماہر خیال کئے جاتے ہیں۔ دیکھئے حضرت ابوبکر اپنے خدا کے فضل سے اولاد ذکور سے خالی نہیں تھے مگر

دیکھنا یہ ہے کہ ان میں کوئی اس قابل بھی تھا اس کا جواب بالکل نفی میں ملتا ہے حضرت طرہ یہ کہ
جو صاحبزادے محمد کچھ ہونہار بھی تھے وہ تھے علی کے طرفدار چلئے خاتمہ ہوا اب رہی اولاد اناث
ممکن ہے حضرت عائشہ کے لئے مسند نشینی تجویز کی جاتی کیونکہ ایک تو رسول کی زوجہ دوسرے اپنی پارہ
جگر۔ ایک چھوڑ دو دو شرف اور وہ آپ کے مشن کو انجام بھی خوب دیتیں اور دیا بھی باوجود مسند نشین
نہ ہونے کے ایک جرار فوج کی کمانڈر انچیف بن کر جنگ جمل کی بانی ہوئیں تو مسند نشینی کی صورت میں خدا
جانے کیا کر گزرتیں مگر قسمت سے یہ طریقہ رسم و رواج ملک کے خلاف تھا اب سوائے اس کے چارہ
ہی نہ تھا کہ عمر صاحب کو اپنا ولیعہد بنائیں جس میں دو فائدے تھے ایک تو یہ کہ جناب اول کو یہ خوب
معلوم ہو کہ ہمارے اس مشن کو کہ خلافت بنی ہاشم میں نہ جانے پائے اور اس خاندان کو ابھرنے کا کبھی موقع
نہ دیا جائے عمر صاحب سے بہتر کوئی انجام نہیں دے سکتا۔ دوم یہ کہ وہ حضرت دوم کے ساختہ پرداختہ
تھے ان احسان سے بھی سبکدوشی ضرور تھی لہذا انھوں نے بقول شمس العلماء انتخاب کا ڈر بہ ہی پھونک دیا
اور عمر صاحب کو اپنا جانشین فرمایا۔ پھر یہ بھی دیکھو کہ اگر ابوبکر صاحب اپنے خاندان میں خلافت کو
چھوڑنے کا ارادہ کرتے تو آگے عمر صاحب کونسی ایسی کچی گولیاں کھیلے ہوئے تھے کہ وہ ان کے اس فعل کو
بطیب خاطر گوارا کرتے اب ہے خود عمر صاحب ان کے ایک صاحبزادے تو وہی تھے جن کا نام نامی
ابو شحمہ تھا جن پر حد زنا جاری ہوئی تھی جب پر صاحبزادے نے یہ بھی اعتراض کیا تھا کہ مجھ پر وہ شخص
حد لگائے جس نے تمام عمر میں کبھی زنا نہ کیا ہو اس فقرے کو سنکر بڑے بڑے صحابی گردنیں ڈال
گئے تھے۔ مگر اس حجت بیجا کو تو دیکھئے اور پھر باپ کی طرف تو نظر اٹھائیے جو اسوقت مسند رسول پر
جلوہ گر تھے۔ جھڑک کر اتنا نہ کہا گیا کہ خدا نے جہاں اجرائے حد زنا کا حکم دیا ہے کیا وہاں یہ بھی فرمایا
ہے کہ کوڑے مارنے والا معصوم ہی ہو صاحبزادے اس حجت سے صاف بچ نکلے تھے مگر اتفاق
وقت سے جناب امیر مع حسنین علیہم السلام موجود تھے آپ نے اپنے جگر بندوں سے فرمایا کہ اٹھو تم ابو شحمہ پر حد
جاری کرو اور حسن او ابو شحمہ خدا کے سامنے جاکر کہدینا کہ مجھ پر ان شخصوں نے حد جاری کی ہے
جن سے کسی قسم کا گناہ سرزد نہیں ہوا یہیں سے مسئلہ عصمت پر بھی ایک عمدہ روشنی پڑ رہی ہے یہ
صاحبزادے تو اس کردار کے تھے دوسرے تھے عبداللہ ابن عمر سو ان کے واقعات زندگی سے معلوم
ہوتا ہے کہ وہ ایک نہایت ہی معمولی دماغ کے آدمی تھے وہ اس منصب کو ہرگز نہیں سنبھال سکتے تھے

مشہور قول ہے اهل البیت ادری بما فی البیت بیٹے کی قابلیت باپ پر پوشیدہ ہو اس کے کیا معنی عمر صاحب نے کبھی کوئی ملکی خدمت انہیں تفویض نہیں فرمائی ورنہ ایک قابل آدمی کی خدمات سے فائدہ نہ اٹھانا کیا معنی جبکہ نہ شرعاً و عقلاً اعتراض ہو سکتا ہے نہ عرفاً اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ ان میں ملک داری کا سلیقہ ہی نہ تھا - اب فرمائیے عمر صاحب کیا کرتے آدمی عقلمند تھے خلافت کو ایک ایسے جھمیلے میں چھوڑ گئے جس سے نکل ہی نہ سکے چنانچہ انکی تجویز سے بنی امیہ کا دور دورہ ہو گیا اور منبر رسول زیدا ایسے نااہلوں کے پاؤں سے روندا گیا -

شمس العلماء بھلا ابوبکر اور عمر کی دفعہ تو علیؑ سے پوچھا گیا - عثمان کی دفعہ تو چھ امیدواروں میں ایک علیؑ بھی تھے اور خطبۂ انتخاب میں موجود اس پر بھی علیؑ کو خلافت نہ ملی تو یا قسمت یا نصیب

ہم :- حضرت شمس العلماء ایمان کی یہ ہے کہ ہمارے پاس وہ لفظ نہیں ہیں جو اس کمیٹی کے مقرر کرنے والے کی مدح سرائی میں صرف کر سکیں ہمارے امام برحق نے اس کمیٹی کی نسبت فرمایا ہے فیا للشوریٰ حضرت امیرؑ نے اس کمیٹی کے سامنے اپنی ایک ایک فضیلت کو ظاہر کیا اور اپنا استحقاق جتایا مگر میر مجلس جو عبدالرحمان بن عوف تھا جو بہنوئی عثمان کا یا سالہ خدا جانے کیا تھا - مگر ایسا ہی کچھ تھا اسی کے ہاتھ میں اس کمیٹی کی کل تھی اور خلیفہ صاحب آنجہانی کی وصیت کے موافق یہی شخص مامور تھا کہ اختلاف کی صورت میں عبدالرحمان کی رائے پر عمل ہو اور اس کے مخالف کی گردن ماری جائے -

شمس العلماء اس کو منجانب اللہ نہیں تو اور کیا کہا جائے کہ چھ امیدواروں میں سے تین نے تین کو منتخب کیا طلحہ نے عثمان کو زبیر نے علیؑ کو - سعد نے عبدالرحمن کو - عبدالرحمان نے کیا انکار اب رہ گئے دو علیؑ اور عثمان یہ دونو ایک دوسرے سے کسی طرح ہٹنے والے نہ تھے تو عبدالرحمان نے کہا مجھ پر رکھدو کہ میں تم دونو میں سے جس کو چاہوں اختیار کر لوں دونو نے کیا منظور - عبدالرحمان نے یہ قول لیکر عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر لی - علیؑ زبان دے چکے تھے ان کو بھی بیعت کرنی پڑی دو دفعہ تو دعوے کرنیکا موقع نہ تھا تیسری دفعہ ملا تو وہ یوں خالی گیا

ہم تو پہلے ہی کہہ آئے ہیں کہ عبدالرحمان جس کو خلیفہ صاحب نے حکم مقرر کیا تھا وہ کبھی جوکنے والا نہ تھا بے شک اس تیسری مرتبہ بھی علیؑ کو محروم کر دیا گیا جبکہ علیؑ نے عباسؓ سے کہا کہ آج ہم پر یہ کچھ ظلم نہیں ہے بلکہ پہلے ہی سے ایسی ہوتی چلی آ رہی ہے بس ختم شد

شمس العلماء: عثمانی خلافت کی تو ہم کہتے نہیں ابوبکر و عمر کی دو خلافتیں اس قابل ہیں کہ اسلام کی تاریخ میں ان کے حالات سونے اور چاندی کے حرفوں میں لکھے جائیں

ہم کیوں عثمانی خلافت میں شاید پانی مرتا ہے۔ لیکن ہم باادب عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ غور اور تجسس کی آنکھ سے دیکھیں گے تو دونوں سابقہ خلافتوں کو بھی ایسا ہی پائیں گے ان کی فتوحات معمولی اسی قسم کی ہیں جیسے کہ سلطان اپنی مملکت کی توسیع یا مال غنیمت کے لئے کیا کرتا ہے۔ بیش ازیں نیست کہ انہیں محمود غزنوی کا ہم پلہ مان لیا جائے۔ اہلسنت کے ہاں ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی ایک شخص فاجر کے ساتھ تائید کرے گا ہمارے خیال میں تو یہ حدیث حضرت شیخین کے زمانے پر صادق آتی ہے۔

شمس العلماء کا آخری فیصلہ

اور

اسپر ہمارا ریمارک

اب تمام ابتدائی واقعات کو ذرا کاٹ چھانٹ کے ساتھ تحریر فرماتے ہوئے جناب شمس العلماء شیعہ اور سنیوں کے متعلق اپنی رائے ظاہر فرماتے ہیں جس پر ایک تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے ہم بھی اس رسالہ کو ختم کرتے ہیں۔

شمس العلماء: اب ہمکو صرف ایک ہی بات اور لکھنی ہے کہ پیغمبر صاحب کے رفقا یعنی اصحاب اور صحابہ میں اُن کے بعض ذوی القربیٰ بھی داخل ہیں۔

ہم: کیا بات فرمائی ہے۔ سبحان اللہ ع دندان تو جملہ در دہان اند

شمس العلماء: غرض پیغمبر صاحب کے اصحاب میں ایسی رنجشوں کے ہونے سے جن کا عاجل نتیجہ ہوا خونریزی اور آجل زوال سلطنت اسلامی اصحاب کے تقدس اور پیغمبر صاحب کی تعلیم پر کسی طرح کا حرف تو نہیں آتا۔

ہم: خدا آپ کا بھلا کرے اب ہم باادب آپ سے التماس کرتے ہیں کہ آپ نے نہایت زور و شور اور وثوق کے ساتھ فرمایا تھا کہ صحابہ نے پیغمبر کے حکم سے سرتابی نہیں کی اور اس سرتابی کو

تہذیب بہ محال قرار دیا تھا بلکہ یہ فرمایا تھا کہ اس سرکشی کی نسبت یہ کہنا آسان ہے کہ وہ سرے سے اسلام ہی نہ لائے تھے۔ اب فقط آپ سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا پیغمبر نے یہی حکم دیا تھا جس پر عمل کرنیکا حاصل نتیجہ خونریزی اور آخر زوال سلطنت اسلامی ہوا۔ اگر کیا آپ کا ایمان بھی اس بات کو قبول نہ کریگا تو پھر یہی کیا لازم آیا وہی کہ دنیا طلبی بہ نسبت سرگروہ جماعت مخالفین پیغمبر خلاف راستہ اختیار کیا۔ فہو المقصود اور یہ آپکی خوش اعتقادی ہے کہ ایک شخص خدا اور رسول کے حکم کے برخلاف رستہ چلے اور پھر بھی ان کا تقدس ہونی کا قول قایم ہے۔ یہ آپ نے بالکل سچ فرمایا کہ اس سے پیغمبر صاحب کی تعلیم پر حرف نہیں آتا بلکہ اگر یہ موجودہ حالت کو چھوڑ کر صریح کفر اختیار کر لیتے تو بھی کسی قسم کا حرف نہ آسکتا تھا کیونکہ پیغمبران لوگوں کو ایمان کی حالت پر قائم رکھنے کے ذمہ وار نہیں تھے۔

شمس العلما - اسی الزام سے بچنے کے لئے شیعوں نے تو یہ پہلو اختیار کیا کہ پیغمبر صاحب کی قرابت قریبہ کے خیال سے علیؑ کی خلافت کو شرط ایمان قرار دیا بایں طور کہ "والذین آمنوا اشد حباللہ" کی رو سے ایمان نام ہے حب اللہ کا اور حب اللہ منحصر ہے حب الرسول میں اور حب رسول حب ذوی القربیٰ یعنی حب علی میں اور حب علی ان کے خلافت میں۔

ہم :- آپ کا یہ ارشاد بالکل غلط ہے کہ شیعوں نے اس الزام سے بچنے کے لیے یہ پہلو اختیار کیا ہے بلکہ شیعوں کے عقائد کی بنا ہے ارشاد خدا پر۔ فرمودہ رسول پر۔ کیا خدا کا فرمان نہیں قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ کیا پیغمبر نے وقت آخر نہیں فرمایا انی تارک فیکم الثقلین کیا علی سرتاج ذوی القربیٰ نہیں اور کیا پیغمبر نے اپنی زندگی میں انہیں اپنا وارث اپنا وزیر اور تمام اپنے مومنین کا مولا نہیں فرمایا جسے ہم اس رسالہ میں ظاہر کر چکے ہیں جب شمس العلما ان واقعات اور صریحی واقعات کا ابطال کر چکیں جو مشکت ختم ہو جائے اسوقت انہیں یہ رائے قائم کرنی لازم ہے

شمس العلما - شیعوں نے علیؑ اور ان کے معدودے چند اعوان کے سوائے صحابہ کے جم غفیر میں سے کسی سے کچھ سروکار نہ رکھا نہ کسی کے رشتہ کا خیال کیا نہ اسلامی خدمات کا نہ عمر کا نہ کارگذاری کا نہ سلیقہ ملک داری اور ملک گیری کا

ہم - شیعوں کو علیؑ اور ان کے معدودے چند اصحاب ہی کافی ہیں اور آپ کو بھی اسپر اعتراض کرنیکا حق حاصل نہیں۔ کیونکہ آپ تسلیم کر چکے ہیں اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم یعنی میرے اصحاب تاروں

کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے پس ہم علی کی ہی اقتدا کرتے ہیں جو ہر طرح واجب الاقتدا ہے۔ باقی رہے۔ رشتے ناتے وغیرہ وغیرہ۔ سو یہ ہرگز قابل لحاظ نہیں جبتک یہ لوگ اپنے طرز عمل سے ثابت نہ کردکھائیں کہ یہ رسول کے سچے پیرو ہیں۔ ہمیں ایسے لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں جو بضعۃ رسول کا دل دکھائیں۔ رسولؐ کے مرتے ہی اسپر مصائب والآم کا دروازہ کھولدیں رہا سلیقہ ملک داری وملک گیری۔ اگر حکم رسول کے تحت رہ کر اس سلیقہ کو پیش کیا جاتا تو ہم اسے سر آنکھوں پر جگہ دیتے والاّ فلا رسول اللہ نے ہمیں مسٹر گلیڈ سٹون کی اطاعت کا حکم نہیں دیا

شمس العلما: اور صرف اس وجہ سے کہ علی کو وہ اولیٰ اور ثانیہ اور ثالثہ ہیں خلافت نہ ملی اس سے بحث نہیں کہ کیوں نہیں ملی۔

ہم: یہ بھی غلط ہے اگر امر صرف علی کے خلافت نہ ملنے پر منتہی ہوجاتا جب بھی ہم شاید شکایت کے لب نہ کھولتے مگر علیؑ کے خلافت نہ ملنے سے آل رسول کا قلع قمع ہوگیا جن کی اقتدا کا حکم رسول نے دیا تھا اور امر ہدایت باطل ہوکر رہ گیا اسی لئے ہم خلافت علی کو جزو ایمان جانتے ہیں اور اس حق کے لینے والے کو غاصب کہتے ہیں اور مسلمانوں کی سرگردانی کا بار اسی کی گردن پر رکھتے ہیں باقی رہا یہ امر کہ علی کو خلافت کیوں نہ ملی ہم نے اس کو خوب سوچا یہی نظر آیا کہ ان کی خلافت سے جناب شیخین کی امیدوں پر پانی پھرا جاتا تھا

شمس العلما: اور اس سے بحث ہے کہ علیؑ نے کیوں نہیں مطالبہ کیا

ہم: شمس العلما رہ رہ کر چاند پر خاک ڈالنا چاہتے ہیں یہ آپ نے سن کس بیوقوف سے دیا کہ علیؑ نے مطالبہ نہیں کیا ذرا ہاتھوں کو تکلیف دیجئے تاریخ کی کتابیں اٹھائیے اور آنکھوں کی زحمت گوارا فرمائیے اسوقت کوئی رائے قایم کیجئے۔

شمس العلما: اور مزے میں غاصبان خلافت کی فتوحات سے متمتع ہوتے رہے کہ یہ دلیل رضا ہے۔

ہم: اگر مان بھی لیا جائے کہ علیؑ غاصبان خلافت کی فتوحات سے متمتع ہوئے تو بھی یہ دلیل رضا نہیں کیونکہ وہ خلافت کے سچے وارث تھے وہ اس کے سچے حقدار تھے اگر اس میں سے کچھ انہیں مل گیا اور انہوں نے لیا تو اپنا حق لیا اور بقیہ کا مظلمہ غاصبین کی گردن پر رہا۔ فرض کیجئے

کہ ایک شخص آپ کی املاک زبردستی چھین لے اور پھر یہ کہے کہ میں تو صرف یہ قطعہ زمین آپ کو دیتا ہوں اور آپ اس کو لے لیں کہ بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی تو کیا آپ کے اس طرز عمل سے ہم یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ آپ اس غاصب سے رضامند ہو گئے - ہرگز نہیں -

شمس العلما: غرض صرف اس وجہ سے کہ علیؑ کو خلافت نہ ملی لگے خلفائے ثلثہ اور جم غفیر صحابہ کی تکفیر کرنے -

ہم: صرف علیؑ کو خلافت کا نہ ملنا ہماری اور بعادری کیا یوں کہیے خدا اور رسولؐ کی زیادہ ناخوشی کا باعث نہیں بلکہ حقیقۃ امر وہ ہے جو ہم اوپر بیان کر گئے ہیں اب رہی خلفائے ثلثہ اور جم غفیر صحابہ کی تکفیر سو تکفیر تو ہم کرتے نہیں مگر ہاں حسب ارشاد رسول جیسے علمائے اہلسنت نے روایت کیا ہے اتنا یقین رکھتے ہیں کہ ان لوگوں میں شرک و کفر دبیب النمل (چیونٹی کی چال) سے بھی زیادہ پوشیدہ تھا

شمس العلما: اس سے ہمارا دل شیعیت کی طرف سے تو کھٹا ہو گیا

ہم: دنیا میں اگر دل کھٹا ہو گیا تو مضائقہ نہیں مگر خوف یہ ہے کہ کہیں قیامت کے دن دانت نہ کھٹے ہو جائیں - کیونکہ شیعیت انہیں عقاید پر قایم ہے جو خدا اور رسول نے تعلیم فرمائے ہیں -

شمس العلما: اور ہم نے سمجھا کہ ایسا عقیدہ رکھنے سے تو بات کہیں سے کہیں جا پہنچتی ہے

ہم: یہ سب آپ کے توہمات ہیں بات کہیں پہنچتی ہے نہ پہنچاتی ہے - ان لوگوں نے اگر احکام خدا و رسول کی خلاف ورزی کی تو اس سے رسول کی تعلیم پر حرف آ ہی نہیں سکتا یہ آپ کا سمجھنے کا پھیر یا کج بحثی ہے

شمس العلما: کہ شیعہ لوگ جن لوگوں کی تکفیر کرتے ہیں

ہم: آپ غلط فرماتے ہیں - تکفیر ہرگز نہیں کرتے مگر ہاں انہیں دائرہ ایمان سے خارج سمجھتے ہیں اور ہر مسلمان کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ مومن بھی ہو اور بشارات الٰہی متعلق ہیں مومنین سے نہ کہ ہر د ھنفص جلاہے کی

شمس العلما: پیغمبر صاحب تا دم مرگ ان کو اپنے ساتھ لگائے لپٹائے رہے کہ بے انکی صلاح کے تنکا نہیں توڑتے تھے کیا وہ دوست دشمن میں امتیاز نہیں کرتے تھے معاذ اللہ لوگوں کے ساتھ ان کا برتاؤ منافقانہ تھا منھ پر کچھ دل میں کچھ

ہم: شمس العلما کوئی ایسا واقعہ نہیں دکھا سکیں گے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ رسول اللہ کو ان سے کوئی خاص خصوصیت تھی اور وہ ان کی صلاح کے بغیر تنکا نہیں توڑتے تھے رسول اللہ مامور من اللہ تھے نہ کہ

یا مورین عمرو وغیرہ رسول اللہ دوست اور دشمن میں ضرور امتیاز کرتے تھے مگر مصلحت وقت کا ہرگز یہ تقاضا نہیں تھا کہ دشمنوں کو بحکم اپنی مجلس میں سے نکالدیں گو آخر وقت میں نکال بھی دیا ہے رسول اللہ کا برتاؤ لوگوں کے ساتھ معاذ اللہ منافقانہ نہیں تھا بلکہ لوگوں کا برتاؤ اُن کے ساتھ منافقانہ تھا کہ منہ پر کچھ دل میں کچھ جس کی شہادت کے لئے قرآن کافی ہے شمس العلماء کو ان آیات پر نظر کرنی چاہیے جو منافقین سے متعلق ہیں آخر یہ بھی تو مسلمانوں میں ملے جلے ہی تھے اور رسول اللہ کے ہر حال میں ہمراہ رہتے تھے اور رسول اللہ بظاہر اُن کے ساتھ کوئی بُرا برتاؤ نہ کرتے تھے شیعوں کے متعلق لکھنے کے بعد اب شمس العلما اہل سنت کی طرف ڈھلتے ہیں

شمس العلما ۔ رہے اہل سنت والجماعت ان کی یہ ادا تو ہم کو بہت ہی پسند ہے کہ یہ لوگ ذوی القربٰی اور صحابہ سب کا ادب اور قرابۃ قرابۃ کی جگہ اور خدمات کی خدمات کی جگہ قدر کرتے ہیں ہوائی کہ پیغمبر صاحب کہا کرتے تھے من احبہم فبحبی احبہم ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم[1]

بمہر علی گرچہ محکم و یم　　　زعشق عمر نیز خالی یم

ہاں ذوی القربٰی کا تو نام ہی اگر شمس العلماء نہ لیں تو بہت اچھا ہے ۔ ذوی القربٰی کی قدر جیسی کچھ اہل سنت کے ہاں ہے وہ معلوم ہے جب ان کے پہلے ہی پیر طریقت نے رسول اللہ کے سامنے ذوی القربٰی یعنی اہلبیت کی اطاعت سے حسبنا کتاب اللہ کہکر انکار کر دیا تھا تو اہل سنت کو جرات کیونکر ہو سکتی ہے کہ وہ ذوی القربٰی سے تمسک ہو سکیں ہاں ہر ایک صحابی پر خواہ وہ فاسق و فاجر ہو زانی ہو بدکار ہو جان چھڑکنے کے لئے تیار ہیں اور اپنے اس فعل کا حسن ثابت کرنے کے لئے وہ جتنی حدیثیں وضع فرمائیں تھوڑی ہیں رہا مہر علی اور عشق عمر کا ایک دل میں قیام یہ ایسی دل سے ممکن ہو سکتا ہے جو لا الہ الا اللہ بھی کہے اور رو وقت پر لات و عزیٰ کی سنگ آستان بھی جبیں سائی کرے والسلام

شمس العلما ۔ یہ تو سب کچھ صحیح اور صحیح مگر ان لوگوں نے صحابہ کی باہمی رنجش کی معقول توجیہ نہ بڑی تو سرے سے رنجش ہی کا انکار (انکار ریداہتہ) کر بیٹھے کہ ان بزرگوں میں باہم کسی طرح کی ناخوشی تھی ہی نہیں اور جسکو لوگوں نے ناخوشی سمجھا وہ صرف اختلاف رائے تھا اختلاف میں جو بڑے سے بڑا غلط نتائج پیدا ہیں نیت کہ اُس نے اجتہاد

[1] جو ان صحابہ کو دوست رکھتا ہے تو مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے ان کو دوست رکھتا ہے اور جو ان سے دشمنی کرتا ہے تو مجھے دشمن رکھنے کی وجہ سے ان سے دشمنی کرتا ہے ۔ ۱۲ - ۱۲

میں خطا کی پھر بھی اُس کے لئے لہ اجرؔ کی بشارت ہے کیونکہ اجتہاد ایسا ہوا ہے جس میں حقیقت بھی اپنا طاق
بھی اپنا مثلاً عائشہ اور علی میں جو دلی کدورت تھی اور اسی کدورت کی وجہ سے جنگ جمل کا وقوع ہوا تھا
جس میں طرفین کے تیرہ ہزار آدمی مارے گئے تھے اور مقتولین عوام الناس نہیں ہیں بلکہ اکثر صحابی اور عباد اور
حفاظ۔ اہلسنت بے تامل کہدینگے کہ علی اور عائشہ میں کچھ بھی رنجش نہ تھی لوگوں کے بہکانے سکھانے سے دونو
لشکروں میں اتفاقیہ مٹھ بھیڑ ہوگئی (مگر آپ نے بھی تو جنگ جمل کا ذکر کرتے ہوئے اس رنگ سے تمسک
کیا ہے جو تعجب سے خالی نہیں) فاضل شمس العلماء نے اہلسنت کو مخاطب کرکے جو یہ فقرے رقم فرمائے ہیں
یا آئندہ جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کے ذمہ دار اہلسنت ہیں ہمیں اُنکی نسبت کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں اس میں کسیطرح
کا شک نہیں کہ شمس العلماء نے اس قابل قدر تالیف امہات الامہ میں اچھی حد تک واقعات پر روشنی
ڈالی ہے۔ گو بعض جگہ تصرف کیا ہے اور بے محل تاویلیں چسپاں فرمائی ہیں جنہیں دیکھ کر ہمیں قلم زنی
کی ضرورت ہوئی اور بحمد اللہ ہمنے اس خدمت کو انجام تک پہنچا دیا مگر پھر بھی جناب شمس العلماء ہمارے دلی
شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اکثر واقعات کو من وعن میدان میں لا رکھا اہل نظر خود دیکھ لینگے اور ان
پر شمس العلماء کی ذاتی رائے کی پابندی لازمی ہوگی جو اکثر جگہ واقعات کے خلاف قائم کی گئی ہے اس
تالیف پر جہاں تک غائر نظر ڈالی جائے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شمس العلماء شیعوں کو بھی خوش رکھنا چاہتے ہیں
اور سنیوں کو بھی بلکہ سنیوں کی بھی خوشنودی اُن کو بیانتک مدنظر ہے کہ وہ تمام باتیں لکھ لکھا کر ایک
غلط مسالک کی تائید کرنے میں سو شیعہ تو ہر حال میں بھی ان سے خوش ہیں۔ مگر افسوس ہے سنیوں کی
حالت پر کہ انہوں نے ایسے شخص کے لئے جو ان کے دم سطی سینہ سپر ہوا تھا کفر کا فتوی تجویز کیا اور اسے
جگہ جگہ شائع کیا گیا اور اس بات سے نظر ٹہالی کہ عقلا کی نظر میں آجکل یہ فتوی بازیاں کیا حیثیت رکھتی
ہیں اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کیسے تاریک تعصب میں گرفتار ہیں یہ اپنے معتقدات کے خلاف ایک لفظ
سننا نہیں چاہتے اور نہ اسکا رد کرنا نہیں جانتے اور رد تو جب کریں جب کچھ دم موجود ہو وہاں تو خیر سے
بنیاد اینٹ ہی ایسی کچی رکھی گئی ہے کہ اب لاکھ استرکاری کی جائے اس کی خامی نہیں جا سکتی ان لوگوں کو
یہ رواں ہے کہ اٹھے اور کفر کے فتوے لکھ دے جس میں ہینگ لگی نہ پھٹکری نعوذ نہ غور و فکر کی ضرورت ہوئی
دماغ کو تکلیف دینی پڑی۔ قلم اٹھایا سیاہی لی اور کاغذ پر دو حرف لکھدئے۔ ہمارا ایک اور بھی خیال ہے
وہ یہ کہ ان کن صاحب یوسف کی تفسیر کرتے ہوئے نہایت آزادی کے ساتھ علمائے سواد اعظم کے برخلاف

حضرت عائشہ کا تبرا یا جبر ثابت کیا گیا ہے۔ بس یہی مقام بس کی گانٹھ ہے اور اسی پر برہم ہو کر ان لوگوں کے کفر کا فتویٰ تجویز ہوا ہے فتوے دینے والوں نے جو یہ بہانہ شامل کیا ہے کہ ممدوح نے اہلبیت کی شان میں بے ادبی کی ہے یہ محض بہانہ ہی بہانہ ہے کیونکہ شمس العلماء نے جو فاطمہ کی ضد کو تبراہٹ پایا یہ کہ پیغمبر کی اولاد ذکور کو اگر زندہ رہتی تو وہ پسر نوح ثابت ہوتی یا یہ کہ فاطمہ کی اولاد سے اسلام میں تفریق ہو گئی یا اور کوئی ایک آدھ فقرہ لکھا ہے وہ اہلسنت کے لئے باعث اعتنا نہیں ہو سکتا کیونکہ آج کل بہت سے لوگ علی و فاطمہ اور دیگر اہلبیت کے لئے وہ وہ لفظ استعمال کر رہے ہیں جن سے بدتر کوئی لفظ کسی لغت میں دستیاب نہیں ہو سکتا۔ پس اگر شمس العلماء عائشہ صاحبہ کا تبرا یا جبر اور تبراہٹ ثابت نہ کرتے تو انکی کتاب کو تمام قبولیت حاصل ہوتی پھر ساتھ ہی یہ ذہن میں آتا ہے کہ شمس العلماء نے جو اکثر حالات منظر عام میں رکھ دئے ہیں جنہیں اہلسنت چھپاتے چلے آتے تھے (گو شیعوں نے تو مدت سے ان کا یہ راز آشکارا کر دیا ہے مگر کسی اہل قلم نے ان واقعات کو اس صفائی کے ساتھ نہیں لکھا تھا) مثلاً قصہ قرطاس وغیرہ یہ امر بھی ان کے اشتعال کا باعث ہوا ہے یہیں سے شمس العلماء کو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ کس قسم کا گروہ ہے جس کے نزدیک سچی بات کا منہ سے نکالنے والا خارج از اسلام ہے حالانکہ ان لوگوں کو خود اسلام سے مس نہیں اور یہ جانتے ہی نہیں کہ اسلام کس شے کا نام ہے۔ تقلید کا پٹہ ان کی گردنوں میں پڑا ہوا ہے اور یہ کورانہ تقلید کے سہارے اسی ایک ڈگر پر چلے جا رہے ہیں جو یقیناً تاریکی اور جہالت کے غاروں پر جا کر ختم ہوتی ہے ان لوگوں کو آزادی رائے کی ہوا تک نہیں لگی۔ آزادی خیالات انہیں چھو تک نہیں گئی جنکے نزدیک کتب تاریخ کا مطالعہ ممنوع ہو جنکے عالم یہ فتوے دیتے ہیں کہ واعظ پر شہادت حسینؑ کا ذکر حرام ہے کیونکہ اس سے صحابہ کا بغض دلوں میں پیدا ہوتا ہے جو لوگ یہ کہیں کہ صحابہ میں جو باہم اختلاف ہوئے ان کا ذکر حرام ہے انہیں کی طرح دبے چھپے رہنے دو استغفر اللہ ایسے لوگوں سے انصاف کی امید اور راہ صواب کی توقع ہو سکتی ہے یہ لوگ حجت کی مقابلہ میں بالکل مردہ ہیں اور انہوں نے اپنے لئے اس موت کو پسند کر لیا ہے جو حجت پر واقع ہوئی ہو ہم نے شمس العلماء کی اس کتاب پر جہاں جہاں اپنے خیال کے برخلاف کوئی فقرہ پایا ہے اسکو بطرز احسن باطل کر کے نیکی کوشش کی داد اسکی ہم پسند کرتے ہیں ساتھ ہی اسکے یہ بھی ہے کہ اگر ہماری یہ کوشش غلط ثابت کر دی جائے تو ہم بڑی خوشی سے اس غلطی کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں کیونکہ ہم ہمیشہ سے دلیل و حجت کی بنا پر زندہ رہے ہیں اور اسی پر ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں اور ہمارے نزدیک یہی اچھی زندگی ہے والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

تمت بالخیر

مختصر فہرست کتب موجودہ کتب خانہ مطبع یوسفی کشمیری دروازہ دلی

قرآن شریف مترجم بترجمہ شیعہ مع خلاصۃ التفاسیر

جس کلام مجید و فرقان حمید کے اشتیاق نے مومنین با تمکین کو بے چین کر رکھا تھا۔ تقاضے پر تقاضے ہو رہے تھے۔ حکمنامے پر حکمنامے آتے تھے کہ جہاں تک ہو سکے بہت جلد چھپ کر ہدیہ ناظرین ہونا چاہیے ایک ایک گھڑی جس کے فراق میں ہزار سال سے زیادہ صعب اور گراں گذر رہی تھی الحمد للہ والمنۃ کہ تین سال کی کوشش اور جد و جہد میں اختتام کو پہنچا متن کا قلم نہایت واضح خوش خط۔ جلی۔ تقطیع ۲۲ × ۹ ۲ دو صفحہ حواشی پر تفاسیر متعدد منہج الصادقین۔ خلاصۃ المنہج اور عمدۃ البیان کا خلاصہ درج ہے ترجمہ بین السطور نے اور بھی خوبیوں کو دوبالا کر دیا ہے ہدیہ قسم اول سات ۷ روپیہ قسم دوم کاغذ خاکی چھ ۶ روپیہ۔

افحام

یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ جب شاہ صاحب دہلوی نے ہندوستان میں شیعہ سنی کے درمیان دل آزار مناظرے کا دروازہ کھولا اسی روز سے خروج کی بھی بنیاد قایم فرما دی اور اسی روز سے سنی نما خارجی طرح طرح کے لباس میں آکر شیعوں کے سامنے آنے لگے اور یہ سلسلہ اسوقت تک جاری ہے اسی خروج کی ہوا سے متاثر ہو کر تھوڑا عرصہ گذرتا ہے کہ ایک شخص ولایت حسین حنفی ساکن گیا نے خارجیوں کی وکالت کرتے ہوئے شیعوں سے سوال کیا تھا کہ وہ خوارج کے مقابلہ میں جناب امیر کے ایمان کا ثبوت دیں یہ سوال سائل کے انتہائے عجز پر دلالت کرتا ہے یعنی خلفائے ثلثہ کے ایمان کو جب محققانہ اعتراضات کی رو بہا لے گئی تو اس الزامی جواب سے انکو ساکت کرنے کی کوشش کی گئی جس کے صریح معنی یہ ہوئے کہ اچھا ہم تو خلفائے ثلثہ کا ایمان ثابت نہ کر سکے مگر تم جناب امیر کا ایمان ثابت کرنے سے عاجز ہو یعنی خون ایک لمحہ کے لئے بھی اس سبک ایراد کا زیر بار نہیں ہو سکتا چنانچہ میرزا عبد التقی قزلباش اعلی اللہ مقامہ ایڈیٹر دربار روشنی نے خوارج کے اس ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو تحقیق کی تیز و تند ہوا سے بجھا کر رکھدیا مرحوم نے اس مسئلہ پر قلم اٹھایا اور اس شائستگی سے اٹھایا جسکے سامنے کسی مخالف کو بشرطیکہ اُس کے دماغ میں عقل ہو سوائے سر تسلیم خم کرنے کے چارہ نہیں ہمارے مرحوم دوست کی اعلی اور ہمیشہ قایم رہنے والی یادگار کا پہلا حصہ ہمارے زیر نظر ہے اسکی خوبیوں کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ پہلا ایڈیشن اسکا بنظیر قبولیت کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اب دوبارہ طبع ہوا۔ کاغذ لکھائی اور چھپائی کا عمدہ اہتمام کیا ہے یہ کتاب ساڑھے چار سو صفحہ سے زیادہ پر ختم ہوئی ہے اور قیمت صرف عہ رکھی گئی ہے۔ امید کہ شایقین ہاتھوں ہاتھ اسکو خریدیں گے۔

المشتہر سید صغیر حسن شمسی مالک مطبع یوسفی دہلی

مختصر فہرست کتب موجودہ کتب خانہ مطبع یوسفی کشمیری دروازہ دہلی

الفرق جلد اول و دوم کامل

چودھویں صدی کی بیش قیمت یا مہذب و شائستہ کتب مناظرہ میں ایک قابل قدر اضافہ ہے اس کے مشہور و معروف مصنف جناب میرزا عابد علی بیگ صاحب قزلباش سب جج پنشنر تھے۔ مولوی شبلی نعمانی کی کتاب الفاروق میں اکثر مقامات پر وہ الفاظ فقرہ تحریر میں لائے گئے جو ایک مورخ کی شان سے بعید اور ایک محقق کے قلم سے کبھی نہیں نکل سکتے الفاروق کو حضرت عمر کی سوانح عمری یا حالات زندگی ظاہر کر کے درپردہ وہ تمام فضائل اور خصائل جو جناب رسالتمآب کی ذات بابرکات کے لئے مخصوص تھے حضرت فاروق کو سپرد کر دئے ہیں مگر بیشتر مقامات پر حضور سرور کائنات سے بھی مرتبہ بڑھا دیا ہے اور نزول وحی کو حضرت عمر کی رائے پر منحصر رکھا ہے غرضیکہ مولف الفاروق مولوی شبلی نے اپنی اس تصنیف میں جو انکی کل تصانیف کا سرتاج ہے اور جس کا مصالح حاصل کرنے میں انھوں نے مصر و روم و شام اور رجانے کہاں کہاں کا سفر اختیار کیا اور طرح طرح کی زحمتیں اُٹھائی تھیں۔ قدم قدم پر ٹھوکریں کھائی ہیں اور کوئی صفحہ اُن کا لغزشوں سے خالی نہیں ایسے صریح واقعات سے چشم پوشی کر گئے ہیں جن کو ایک مورخ اور محقق اپنی ذات کے لئے کبھی پسند نہیں کرتا اس کتاب الفاروق کا جواب اول سے آخر تک فلسفیانہ رنگ میں ڈوبا ہوا ہے اسکا ایک ایک لفظ جچا اور تلا ہوا ہے ہر ایک واقعہ کی اصلیت کا اس طرح پتہ لگایا ہے کہ اگر کوئی محقق اور مورخ کسی واقعہ کی کیفیت جانچ سکتا ہے تو اس سے زیادہ نہیں اس پر نئی روشنی کی تہذیب قند مکرر کا مزہ دے رہی ہے کہاں ہیں وہ نوجوان طلبہ مدارس انگریزی جو سنی شیعہ کے جھگڑے کی کتابیں دیکھنا پسند نہیں کرتے اور کتب مناظرہ شیعہ کو غیر مہذب ہونیکا طعنہ دیتے ہیں وہ الفرق کا مطالعہ کریں اور خیال کریں کہ دنیا میں قسم قسم کے مذاق کی طبیعتیں ہیں اور ان ہی کے حسب مذاق تصانیف ہر فن میں اسوقت بکثرت موجود ہیں حضرات شیعہ علی العموم اور کالجوں کے طلبہ بالخصوص اس نعمت غیر مترقبہ سے فائدہ اُٹھائیں الفرق آپ کی معلومات میں بہترین اضافہ کر دے گی اس کتاب میں سینکڑوں سرخیاں ہیں کس کس پر ریویو کیا جائے۔ مجھے ڈر ہے کہ دوسرا ریویو الفرق پر تیار ہو جائے اس کتاب کو منگا کر خود ملاحظہ فرمائے اہل انصاف خود جانچ لیں گے کہ کس پایہ کی کتاب ہے یہ کتاب ۲۰x۲۶ تقطیع کاغذ پر نہایت آب و تاب سے چھپی ہے ضخامت (۱۰۰۰) صفحہ قیمت ۳ روپیہ علاوہ محصول ڈاک

المشتہر صغیر حسن شمس مالک مطبع یوسفی کشمیری دروازہ دہلی

هو العلی العظیم

سنہ ۱۳۰۶

[illegible]

ہجری نبوی

یہہ رسالہ آیات بینات کا نہایت مختصر جواب ہے جسکو مولوی سید مہدی علیخان صاحب بہادر نے حسب افتخار رقم کیا تھا۔ اور عند الملاقات مضامین مندرجہ کتاب مذکور سے نفرت ظاہر فرماکر کچھہ اور ہی عقیدہ ظاہر فرمایا چنانچہ موقع ملاقات پر بسبیل تذکرہ اسکا ذکر کیا گیا ہے

بمطبع یوسفی
دہلی طبع شد

إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ

الحمد للہ کہ یہ کتاب حقیقت مآب دلائل ساطعہ و براہین قاطعہ بجواب رسالہ آیات بینات المسمی

آیات محکمات

نہج سوی

سنہ ۱۳۰۶

از تصنیفات جناب مولوی سید [illegible] حسین صاحب مرحوم و مغفور پروفیسر کیننگ کالج لکھنؤ

بمطبع یوسفی دہلی باہتمام سید علی حسین طبع شد

اِنَّہٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۙ وَّمَا ھُوَ بِالْھَزْلِ ؕ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

واضح ہو کہ در ینولا مولوی سید مہدی علی خانصاحب بہادر تحصیلدار میرزاپور نے ایک کتاب آیاتِ بیّنات اردو عبارت میں پرانے مضامین کو نیا کر کے لکھی اگرچہ عربی عبارت میں کتاب ابطال الباطل فضل بن روزبہان کی بجواب علامہ حلی موجود ہے جسکا جواب قاضی نور اللہ شوستری نے دیا۔ مگر جناب مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے فارسی عبارت میں اُن بحث کو پھر لکھا۔ اور خواجہ نصر اللہ کابلی کی کتاب صواقع کا سرقہ کر کے تحفہ

اثنا عشریہ اُسکا نام رکھا۔ اُسکا جواب اُنہیں کے روبرو معرفت حکیم
شریف خانصاحب کے میرزا محمد صاحب دہلوی نے بھیجا۔ غرض جب
یہ تحریر دیکھی اور شیعیانِ لکھنؤ نے سُنیں۔ تو شاہ صاحب نے ایک
رسالہ فارسیہ مسمّٰی بوسیلۃ النجات لکھا جو دہلی میں چھپ چکا ہے یہ
رسالہ فضل بن روزبہان کی کتاب ابطال الباطل سے لیا گیا ہے
جسکا جواب احقاق الحق ہو چکا۔ اسی رسالہ اور نیز تحفہ اثنا عشریہ کے
مضامین تحصیلدار صاحب بہادر نے ذرا چکنی چپڑی تقریر کے ساتھ
اُردو میں ترجمہ کئے۔ چنانچہ بعض منصف سُنی بھی اس بات کے قائل ہیں کہ
کچھ نئے مضمون نہیں۔ اس صورت میں گویا یہ کتاب پہلی ہی سے
مردود ہے اور جواب اسکا بعبارتِ عربی و فارسی موجود ہے کوئی
نئی بات نہیں جو حاجت جواب کی ہو۔ لیکن چونکہ اُردو میں بھی بحث کم ہے
اور نیز تحصیلدار صاحب بہادر نے عبارت آرائی اور تقریر کی صفائی کو
کام فرمایا ہے سو واسطے اسکے جواب میں عرض کیا جاتا ہے۔ افسوس کہ
صاحبِ کتاب باینہمہ دعوئے ہدایت و ادّعائے انصاف جابجا طعن و
تشنیع عمل میں لائے ہیں لیکن بندہ درگزر کرتا ہے عربی فارسی میں تو مولوی

حیدر علی صاحب منتہی الکلام پر مناظرہ کی شرکی تمام ہوئی۔ اب دیکھیے
اردو میں وہی مضامین بوسیدہ کیسی آب تاب سے بیان ہوتے ہیں۔
اور کیا فائدہ بخشتے ہیں۔ تحصیلدار صاحب گو فرماتے ہیں کہ شیعہ سے سنی
ہوئے لیکن ضرور وہ پہلے فقط نام کے یا آبائی شیعہ ہونگے۔ مذہب
شروع ہی سے سنی ہونگے کیونکہ جابجا تعصب ٹپکتا ہے ایسی تعصب و
طنز آمیز تقریروں سے کچھ فائدہ نہیں اور نہ کبھی ہوا ہے۔ بات و زبرو زبر ہو
جاتی ہے۔ شیعہ اپ سے ہارتے نہیں۔ شاہ صاحب نے کیا کیا جو سید صاحب
کرینگے۔ استاداں چہ کردند کہ شاگرداں خواہند کرد۔ خیر وہ جانیں۔
اگرچہ کتاب لائق ہی کے ہے کہ کوئی متعصب صاحب شیعہ لکھنؤ اسکا جواب لکھیں
لیکن چونکہ بندہ بھی پہلے آبائی شیعہ تھا پھر ابتدائی تکلیف شرعی سے
عرفی سنی رہا بعد ازاں کچھ فارسی عربی پڑھکر بحسب استعداد تحقیق کر کے
مذہب شیعہ اختیار کیا اور غیر سید کہلاتا ہوں سو اسلئے تحصیلدار صاحب
سے ایک طرح کی الفت قومی و ملتی داعی تحریر ہوئی۔ خدا مجکو اور انکو
راہِ نجات دکھلائے۔ اور توفیقِ نیک کرامت فرمائے۔ اور خاتمہ بخیر کرے۔
یہ تقریریں تو چلی ہی جاتی ہیں مگر دل یہ چاہتا تھا کہ میر صاحب

موصوف سے اول زبانی یہ باتیں ہوتیں۔ پھر لکھی جاتیں۔ لیکن کیا کھئے ذریعہ ملاقات نظر نہیں آتا۔ خیر اسواسطے گزارش ہے کہ میر صاحب ممدوح نے بعد صلوٰۃ وسلام نبی و آل و اصحاب و مطلق ازواج بلکہ تمام امت کو بھی شامل کیا اسکی کیا وجہ ہے۔ حالانکہ نوح و لوط کی دو زوجہ کافرہ تھیں۔ آل تو درود میں بروایاتِ صحاح شامل ہے حتّٰی کہ بعد تشہد مروی ہے۔ اصحاب بھی بعض روایاتِ غیر ثابتہ میں مذکور ہیں۔ ازواج بھی بہلا پہلے سے جوڑ ہے۔ لیکن تمام امت کی۔ اب آپنے شاخ بڑھائی خیر بہتر ہے۔ اللّٰہم زد فزد۔ ص۔۱-۶-س۔

آپ کا قول لیکن شیطان نے بعد ایمان کے کثر مسلمانوں کو بھکایا۔ الخ
حضرت یہ آپکا ایک ہی فقرہ آپ کے تمام دلائل عقلی کو کھوئے دیتا ہے۔ اگرچہ ہم اسپر راضی ہیں کیونکہ کہتے ہیں کہ اسیطرح ضلالت بعد ہدایت اکثر پیغمبروں کے بعد ہوا کرتی ہے اس سے کچھ نبوت کو بٹا نہیں لگتا۔ پھر آپ ۷۲ فرقے کو گمراہ فرماتے ہیں کچھ تفصیل نہیں لکھتے کہ وہ کون کون ہیں۔ اور یہ فرقے قیامت تک پورے ہونگے یا ہو چکے اور کب تک اور کہانتک انکی تعداد کامل ۷۲ ہوئی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ

خطا معاف آپ علمِ حدیث کی تحقیق بھی مثل مقدمات تحصیلی سرسری کرتے
ہیں۔ غرض مجھے بحث علمی منظور نہیں ورنہ آپ سے اول تعریف فرقہ یا مذہب
کی پوچھکر تعداد ۷۲ فرقے کی اُمتِ موسٰی میں اور پھر ۷۳ کی شمار اسلام میں
دریافت کرتا اور پھر انطباق اس حدیث کا چاہتا مگر خیر اب اسقدر التماس ہے کہ
آپنے بھی اپنے ہاں حدیث صحیح میں دیکھا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ناجی فرقہ
وہ ہے جو شیعہ علیؑ ہے۔ اس بحث کو آپ رسالہ بدر الدجی تصنیف لوہوی
رحمۃ علیہ صاحب سونی پتی میں ملاحظہ کیجئے کیونکہ یہ رسالہ دہلی میں مطبع
اُردو اخبار چھپ چکا ہے۔ س ۷ و ۸۔ اب آپکا ارشاد سچ ہے کہ ہم
اہلِ اسلام کو صرف توحید و اقرارِ نبوت ہی پر خوش ہونا نہ چاہئے۔ مگر کیا کیجئے
بڑے بڑے سُنّی ناچار اسی پر کفایت کرتے ہیں۔ آپ جو یہ فرماتے ہیں کہ یہ
جھگڑا یعنی سُنّی شیعہ کا طے نہوا اسکا بڑا سبب یہ ہی کہ آپ اسکو جھگڑا سمجھتے ہیں۔
اور ایک طرف بالکل انصاف خیال کرتے ہیں اور دوسری جانب کو سراسر
ناحق۔ حالانکہ صحیح صحیح یہ ہے کہ طرفین میں چند در چند مذاہبِ مختلفہ و اقوال
متفرقہ ہیں اور ہر ایک گروہ میں افراط و تفریط ہے۔ پس تحریرات و تقریرات تو
ہوا کیں لیکن یہ بہت کم ہوا کہ حکم مقرر ہوئے ہوں اور ان مقدمات میں

پہنچاتیں ہوں۔ پہلے حضرت علیؑ اور معاویہ امیرِ شام میں دُو دفعہ فیصلہ
ٹھیرا تھا سو عمرو عاص کی چالاکی اور ابو موسیٰ اشعری و معاویہ کی بیباکی
سے آپ نے دیکھا کیا ہوا۔ لیکن بپاسِ قیامِ کلمہ و بلحاظِ ظاہرِ اسلام حضرت
امیرؑ نے اوّل بار سکوت فرمایا۔ بوقتِ موقع مدد دی۔ لیکن یہہ آپکی اُمّتِ
مرحومہ مرتضیٰؑ کی خلافت سے راضی نہوئی۔ خلافتِ سوم میں جو انتظام ہوا وہ
معلوم ہی ہوگا۔ میاں مروان تک کو قلمدان سُپرد ہوگیا لیکن علیؑ کا
کہا نہ مانا۔ خیر بھائی اب تم جانو۔ لیکن یہہ خوب جان لوکہ آپسا سیّد یہہ
انصاف کرے کہ ہر مسئلے میں حق سنیوں ہی کیطرف بتلائے تب کیا فیصلہ ہو۔

تمہید

میں کہتا ہوں کہ امرِ تنقیح طلب جو آپنے قرار دیا ہے یہہ بھی بجنسہ درست
نہیں بلکہ سُنّی شیعہ کا فرق یُوں بھی بیان ہوسکتا ہے کہ سُنّی ثلاثہ کو خلفاء
راشدین اور افضل علیؑ سے جانتے ہیں اور شیعہ حضرت علیؑ سے امام مہدیؑ
تک بارہ اماموں کو خلیفہ برحق مانتے ہیں چنانچہ شاہ صاحب اپنی تحفہ میں
اہلِ تفضیل کو بھی بمنزلۂ شیعہ ہی قرار دیتے ہیں اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ

شیعہ دین محمدی بارہ اماموں سے لیتے ہیں اور سُنی سب ہمراہیان
پیغمبر کو جو مسلمان ہیں عادل جانکر ابوہریرہ و عائشہ وغیرہ سے روایتیں قبول
کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس یہ بھی بڑا اختلافی مسئلہ قرار دیا جاسکتا ہے کہ
سُنی تمام جاریان اہل بیت کو بُرا نہیں سمجھتے اور شیعیان علی ناکثین و قاسطین
و مارقین کو بسبب دشمنی اہلبیت کے خاطی و بُرا جانتے ہیں چنانچہ میرزا محمد صاحب
دہلوی نقل فرماتے ہیں کہ بیزاری دشمنان اہلبیت سے رکھنی کمال ایمان ہے۔ اگرچہ
اجمالاً ہی ہو غرض یہہ تقریر تحصیلدار صاحب بہادر کی عام فریب ہے اسیطرح
شاہ صاحب نے وسیلۃ النجات میں سب کتابیں بالائے طاق رکھکر فرمایا ہے۔
ہر ایک شخص اپنی طرف سے جن چند مسائل کو اپنی مفید مطلب سمجھتا ہے بنائے مذہب دشمن قرار
دیکر اسیطرح کی تقریر کرسکتا ہے اور شیعہ اپنے مفید ایسی باتیں بنا سکتے ہیں
نہایت واضح ہے۔ شیعہ اوّل فضائل علیؑ بخوبی بیان کرتے ہیں اور
باقرار ہزاروں سُنی اور صوفیہ کے فضیلت جناب امیر ثابت کرتے ہیں۔ پھر
نص خلافت آنحضرت سے نقل کرتے ہیں اور دلائل عقلی خلافت علیؑ پر لاتے ہیں
بعد ازاں ظلم و ستم غاصبان خلافت کی اس کثرت سے لکھتے ہیں کہ سُنی مُتول
جواب سے عاجز رہتے ہیں چنانچہ تشئید المطاعن وغیرہ کا جواب نہونا اسپر گواہ ہے۔

مگر دیکھئے اب تحصیلدار صاحب بوسیدہ مضمونوں کو کس تقریروں سے
نیا کرتے ہیں **پہلی دلیل** کا یہ جواب مختصر ہے یہ مانا کہ خلیفہ اول
دلی مسلمان ہوئے تھے مگر دل یکساں نہیں رہتا یہ سب جانتے ہیں ہزار ہا
اسکی مثالیں ہیں۔ دوسرے جب خلیفہ اول اسلام لائے تب تک امامت
علیؑ کی خبر نہ تھی جب اطلاع ہوئی تو بسبب نا اُمیدی خواہش نفس ہوئی۔
اسمیں کوئی بات محال نہیں۔ خود سنیوں کے ہاں مُسلم ہے کہ اکثر قریش
خلافتِ علیؑ سے راضی نہ تھی۔ چنانچہ یہ بات جنگِ جمل و جنگ صفین وغیرہ
سے ظاہر ہے۔ بھلا معاویہ وغیرہ اسلام لا کر پھر کیوں لڑے۔ تیسرے
ہم یہ کہتے ہیں کہ خلفاء خلافتِ علیؑ کے باب میں قصور وار ہیں اور
شروعِ اسلام میں اسکا کچھ ذکر و فکر نہ تھا۔ باقی اقوال پراگندہ اور رایئں
مختلفہ اپنے اپنے دلائل سے سب لکھتے ہیں۔ غرض سب شیعہ خلفاء کو
اِس بات میں ناحق سمجھتے ہیں خواہ کسی درجہ کا یا حسبِ مصلحت سکوتِ علیؑ کو
سببِ رضامندی مثل زیدیہ جانتے ہیں۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ وہ
مسلمان نہ تھے گو یہ بعض کہتے ہوں کہ وہ اِس قصور میں کفار سے بھی زیادہ
عذاب کے مستحق ہیں۔ غرض خارج از اسلام تو بظاہر شیعہ لوگ یزید کو بھی

نہیں بتاتے - اور یوں تو اس دلیل سے آپ خلیفہ اول و دوم کو بیگناہ و
معصوم بھی نہیں بتاتے - یہ آپ نے خوب کہا کہ جو ایک دفعہ بہ نیت نیک
خالص مسلمان ہو - وہ پھر بد نہیں ہو سکتا حضرت آپ نے بلعام کا قصہ نہیں
سُنا - برصیصا کی کہانی نہیں سماعت فرمائی - یہودا اسخریوطی کیا ہو گیا
شیطان ایک ذرا سی بات پر جسکو بہت سے سُنی صوفی عین توحید کا اعتقاد
شمار کرتے ہیں کیا راندہ گیا - حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنے باپ
بھائی کے ساتھ کیا کیا - تمام انبیاء کی اُمتیں اکثر بعد کو پھر گئیں -
اور بنی اسرائیل تو گوسالہ پرستی ذرا سی دیر میں کرنے لگے - حالانکہ
حضرت ہارون موجود تھے اُنکو مجبور کر دیا - پس اگر آخر میں بقول بعض شیعہ
خلفاء ثلاثہ نے جیش اُسامہ سے تخلف کیا - یا قلم و قرطاس نہ دیا تو کیا امر
ناشدنی ہوا - آپ خود فرما چکے کہ آنحضرتؐ نے نور ایمان سے ہمارا دل
روشن کیا مگر اکثروں کو شیطان نے بھکا دیا حضرت خدا محفوظ رکھے ایکدم میں
بڑے بڑے عابد گمراہ ہو گئے ہیں - سب اعمال حبط ہو جاتے ہیں - ع
دیر لگتی نہیں تقدیر کو پلٹے کھاتے ہاں آپ نے سُنا ہو گا کہ شمر ذی الجوشن
کمبخت و قیس کندی جنگ صفین میں علیؑ کیطرف تھا آخر کیا ہوا - اور

حُر بن یزید ریاحی نے ایک لحظہ میں بسبب نیک نیتی کیا رتبہ پایا ۵
سرِ حُر گودمیں شہ نے لیا اللہ اللہ۔ بگڑے بنجاتے ہیں جب فضلِ خدا ہوتا ہے
آپکی دوسری دلیل کا جواب بھی اسی تحریر گزشتہ سے نکل آتا ہے
ہمنے بالفرض مانا کہ خلفاء ثلثہ معین و مددگار رسول کردگار رہے ہیں
لیکن آخر میں انہوں نے بتصریحِ مورخینِ معتمدین و روایاتِ مقبولہ مشاہیر
طرفین جیشِ اسامہ سے رجوع کی۔ کاغذ و دوات نہ دی۔ خلافتِ علیؑ سے
مُنہ پھیرا۔ اہلبیت کو نہ مانا۔ بیعتِ غدیرِ خم سے نقضِ عہد کیا۔ فدک نہ دیا
جنابِ فاطمہ زہرا پارہ جگرِ مصطفےٰ کو رنجیدہ کیا۔ پس بعض شیعوں نے انکو
رتبہ مرتدین و منافقین و ظالمین و غاصبین دیا تو کیا غضب کیا۔ بلکہ عمر بن
عبد العزیز تک نے بھی فدک امام محمد باقر علیہ السلام کو پھیر دیا۔ اور طعن
شیخین کا خیال نکیا۔ پس جیسے آپ فضائل شمار کرلیتے ہیں اسطرح شیعہ
جلدیں کی جلدیں انکی مطاعن میں سُناتے ہیں۔ دیکھو یہودا اسخر یوطی
نے حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ آخر میں کیا کیا حالانکہ حواریین میں شمار
ہوتا تھا۔ آپ کا حال بعینہ ایسا ہی جیسا کوئی پوربی تلنگا ۱۸۵۷ء کا
بگڑا ہوا قاتلِ انگریزاں اپنی خیر خواہی تمغہ فتح کابل و لاہور وغیرہ سے

ثابت کرے اور کہے کہ ہمنے ایسے ایسے سرکاری کام کئے۔ اب کیوں پھر جاتے۔ **چوتھی دلیل کا جواب** مختصر یہی ہے ہر گرا روبہ بہبود نبود + دیدن روئے نبی سود نبود + جب مآل اچھا نہوا تو کچھ نہیں۔ صاحبو ایک شخص نے مثلاً بادشاہ کی بڑی خیرخواہی کی پھر اسکے بعد خود بادشاہ ہو گیا اور ولیعہد کو جانشین نہ کیا۔ وہ مصاحب بادشاہ کا خیرخواہ تصور کیا جائیگا یا نمکحرام سمجھا جائیگا۔ اجی حضرت آپ کو صاف صاف طاعن کا جواب دینا چاہئے ورنہ ان تکون اور نقلی عام دلیلوں سے خاص مطلب آپکا ثابت نہوگا۔ یوں آئندہ آپ کو اختیار ہے جو چاہئے کہئے۔ شیعہ جو چاہینگے وہ لکھینگے۔ افسوس یہی ہے کہ پھر جناب آپ کو دردِ دین کا دعویٰ ہے۔ یوں دیکھنے کو تو انبیا و ختم النبیین کو کس کس نے نہیں دیکھا۔ آپ تذکرۃ الاولیا جناب فریدالدین عطار کا ملاحظہ فرمائے کہ اسمیں حضرت علیؑ و اویس قرنی خلیفہ دوم صاحب کے سوال و جواب میں لکھا ہے کہ جب خلیفہ دوم نے پوچھا کہ تمنے سعادت زیارتِ جنابِ سرورِ کائنات کیوں نہ حاصل کی تو اُس عاشق غائبانہ نے جواب دیا کہ تم جو ہمراہِ رکابِ سعادت مآب رہے ہو تو بتلاؤ ابروئیں اُس ماہ نبوت کی

ہوسکتے تھیں یا کشادہ - خلیفہ دوم صاحب کو تردد ہوا پھر خلیفہ صاحب نے خاص اپنے لئے دعا چاہی - حضرت اویس قرنی نے فرمایا کہ مومنین امت کے لئے دعا مغفرت کی گئی اگر تم بھی مومن ہو تو یہ دعا تمکو بھی شامل ہوگی - اس سے معلوم ہوا کہ بغیر خاتمہ ایمان زیارت نبی و دعائے ولی و عبادت ولی کچھ فائدہ مند نہیں - آپ مفت کاغذ و سیاہی خرچ کرتے ہیں - **پانچویں دلیل** جو آپنے لکھی ہے سو اسکا حال آپ سنئے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی دلیل علماء نامدار نے نہیں لکھی - اور آپنے بھی پرچہ تہذیب الاخلاق میں اجماع اہل مدینہ کو بے دلیل مقبول نہیں سمجھا پھر تعجب ہے کہ یہ آپ کہانسے لکھتے ہیں - آیا خدا نے کہیں فرمایا یا آنحضرت نے ارشاد کیا کہ مکہ و مدینہ کی تقلید کرنا - جناب سالتمآب تو یہ فرما گئے ہیں کہ دو عمدہ چیزیں تم میں چھوڑے جاتا ہوں کتابِ خدا و عترتِ ہادی یعنی آلِ مصطفٰے یہ دو نو جدا نہونگی یہانتک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں - خدا نے یہ فرمایا کہ اللہ و رسول و صاحبانِ حکم کی اطاعت کرو یہ نہیں کہا کہ مکہ مدینہ کی بھی پیروی حق ہے - امام اعظم ابو حنیفہ صاحب کوفی تھے جنکے آپ پیرو ہیں انہوں نے

مکہ و مدینہ کی پیروی ہر مسئلہ میں نہیں کی علیٰ ہذا القیاس سوائے ایک امام
فقہ کے کسیننے اجماع مکہ و مدینہ کی پرواہ بھی نہیں کی - اور نہ انکے مذہب مروج کو
دلیل سمجھا - اب وہابی لوگ اپنے اوپر سے اعتراض دفع کرنیکو صاف کہتے ہیں کہ
گو وہابی مذہب ان دو شہروں میں نہو اور عبد الوہاب وہاں سے نکالا گیا ہو
مگر یہہ کچھ دلیل شرعی نہیں - مولود بھی بدعت ہے اگرچہ مکہ و مدینہ میں
مروج ہو - حال قال کی مجلس خاص مسجد الحرام میں ہوتی ہے وہانکے مجاور
جیسے ہیں وہ خوب معلوم ہے اکثروں کا مذہب زر رہی - معتمد نقلیں مشہور ہیں -
جاہل شیعہ وہاں دو دو چار چار درہم پر زیارات بطورِ خود پڑھتے ہیں
اور سب کچھ بکتے پھرتے ہیں - یہہ کیا آپنے سوچی - اگرچہ یہہ خاص بات
ہے کہ دجال وہاں نجاوے - لیکن یہہ نہیں ثابت کہ وہاں کبھی کوئی دین باطل
نہیں ہوا یا نہوگا - سب طرح کے لوگ وہاں بستے ہیں - انگریز تک بھی
وہاں موجود ہیں - یہودی سوداگر بھی ہیں - مدینہ منورہ میں ایک محلہ
حسنی سادات کا ہے - وہاں اکثر شیعہ عرفی ہیں - تعزیہ داری ہوتی
ہے - ایک شخص اُن سادات میں سے لکھنؤ میں جناب میرن صاحب کے
پاس پچیس سال تک رہا - مینے دو آدمی دیکھے کہ وہ سید مدنی تھے اور

شیعہ تھے۔ اگر وہ سُنّی ہوتے تو تقیہ کیوں کرتے۔ غرض آپ حج و زیارت کیجئے سب حال وہاں کا ظاہر ہو جائیگا۔ شافعی و مالکی وہاں بہت ہیں حنفی کم۔ حنبلی کالعدم۔ پس معلوم ہوا یہ سب اور فرقے غلط ہونگے پھر ماتریدی و اشعری کا فرق وہاں کیجئے۔ تو جواب صاف لیجئے۔ غرض یہ مانا کہ اسلام وہاں قیامت تک رہے لیکن سُنّی و شیعہ سب کے نزدیک مسلمان ہیں۔ اور ۷۳ فرقوں میں بحساب شمار ہیں۔ باقی یہ کہیں نہیں لکھا کہ صحیح وحق مذہب ناجی مکہ مدینہ میں ہیگا۔ بلکہ حدیث افتراق اُمّت میں یہ لکھا ہے کہ علیؑ کے طرفدار حق پر ہیں۔ حق علیؑ کی ساتھ ہے جسطرف علیؑ ہو۔ اُدھر ہی حق پھر جاتا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ جب اُمّت میری متفرق ہو تو اہلِ مکہ و مدینہ حق پر ہونگے۔ علاوہ ازیں بنی امیہ و یزید لعین کی عملداری وہاں مدّتوں رہی۔ مروان بے ایمان معتمد و مقرب حضرت عثمان بن عفّان وہاں کا حاکم رہا۔ سالہاسال مسجدِ نبوی میں نماز پڑھائی عبّاسیہ کا دور رہا۔ وہ تو عہد میں سب اہلِ مدینہ و مکہ فاسق و فاجر بادشاہوں کی بیعت گزار رہے۔ کیا شیعہ اثنیٰ بھی بدتر ہیں جنہوں نے اہلبیت پر ظلم کئے۔ آلِ رسولِ مقبول کو مقتول کیا۔ ہزارہا ایجاداتِ

اعتقادات میں اصول و فروع میں نئے پیدا کیئے۔ عباسی بتصریح سنیاں
خصوصاً ہارون الرشید و مامون الرشید تو شیعہ تھے سب اہلِ حجاز
انکے تابع تھے۔ پس حقیت وہانکی کہاں ہی۔ بعد آنحضرت بلالؓ مؤذن و
سعد بن عبادہ و دیگر انصار و اصحاب کبار و مومنین ابرار مدینہ سے باہر
چلے گئے تھے۔ کیوں مدینہ میں نہ رہے۔ یزید نے حجر اسود توڑ دیا۔ مسجدِ
نبوی میں گھوڑے باندھے۔ تین دن بعد جناب سجادؑ نے لید اٹھائی
مکہ میں تو نام اہلِ بیت نہ رہا۔ اور مدینہ میں بھی گوشہ نشین رہے۔ مدتوں مل
مدینہ اہلبیت برحق سے خالی رہا۔ اسوقت حقیت کہاں گئی تھی۔ اب ف
اور سنئے قبل بعثت آنحضرت مکہ معظمہ میں بت پرستی ہوتی تھی۔ ذبیح
جلیل حضرت اسمٰعیلؑ کے بعد سے وہ مقام معبد اصنام رہا۔ کفار مکہ مشہور تھے
قریش کی ناراضی خلافتِ مرتضیٰ علیؑ سے معروف و کتب میں مذکور ہے
مکہ میں عبداللہ بن زبیر بیچارہ مارا گیا۔ مدینہ میں حضرت جامع القرآن جامی
مروان پر وہ کچھ ہوا۔ جنگ جمل کی بنا وہیں سے ہوئی۔ آپ کے جنتی

ف ساٹھا سال تک یعنی ۴۱ھ ہجری سے ۹۹ھ تک بحکم معاویہ مکہ مدینہ کے اندر خاص مسجد الحرام و مسجد نبوی میں حضرت علی و جناب حسنین علیہم السلام کی خدمت میں بے ادبی و لعنت ہوتی رہی۔ یہ کلمہ تبرا آخر خطبہ میں تھا جسکی جگہ اب آیت قرآنی بحکم عمر بن عبدالعزیزؒ ہے ۱۲ منہ

لوگ یعنی طلحہ و زبیر علیؑ کے برخلاف وہاں لڑائی میں شریک ہوئے
بعض صحاب و اولادِ صحابہ ان جھگڑوں میں موجود تھے۔ عبداللہ بنِ[له]
عمر نے علیؑ کی بیعت نہ کی اور یزید و متوکلِ ملعون کی بیعت و پابوسی بہت
اعتقاد سے کی اور سے خلع ترکِ بیعتِ یزید سے منع کیا۔ غرض اس چال
چلن کے آدمی وہاں تھے اور ہمیشہ اکثر رہے ہیں اور اب بھی ہیں۔ اچھے
کم اور بُرے بہت وہاں اب بھی ہیں۔ ایک مذہب و ملت نہیں۔ ہاں
کلمہ گو ہیں سو شیعہ بھی کلمہ گو ہیں۔ چنانچہ آپ بھی انکو ۲۲ میں شامل
سمجھتے ہیں۔ مگر کلمہ گوئی کو آپ کافی پہلے ہی نہیں سمجھتے ہیں جبتک کہ
اور اعتقادات کی تحقیق نہ کرے۔ غرض کہانتک اس دلیل و لیل کی تردید
کیجائے۔ آپ خود سمجھ لیں کہ بدون اپنی سمجھ کے اور بغیر دخل وجدانِ سلیم کے
حق نہیں معلوم ہوتا۔ اور اول فضلِ خدا چاہیئے۔ دعائے ہدایت بھی بخشوع و
خضوع پر ضرور ہے۔ غرض ایک او سنئے کہ مفتی صدر الدین صاحب صدر الصدور
دہلی ایک رسالہ مطبوعہ میں بجواب مولوی میر محبوب علیصاحب لکھتے ہیں کہ

[له] ذرا خلاصۂ مسعودی مطبوعۂ دہلی مصنفہ جناب مولوی مملوک العلی صاحب مرحوم ملاحظہ فرمادیں
تو حال انقلاب بعضے اصحاب و صاحبزادوں کا معلوم ہوگا۔ عبداللہ بن عمر
کی موت کیسی ہوئی ۱۲ منہ

مسجدِ نبوی و مسجد الحرام میں سالہا سال بزمانۂ بنی امیہ اہلبیت پر لعن و تبرا بعد نماز ہوا کیا اور تابعین و تبع تابعین وہاں نماز گزار رہے کسینے نمازِ مسجد ترک نکی - جامع مسجدِ دہلی نے کیا قصور کیا کہ بسبب وقوعِ بدعات قابلِ ترکِ نماز ہوے - واہ کیا ایمان تھا کہ زمانۂ معاویہ میں ۴۱ھ سے لیکر عمر بن عبد العزیز کے وقت تک یہ غضب کی بدعت خاص مسجدوں میں رہی ۹۹ھ میں بیچارہ عمر بن عبد العزیز نے یہ بدعت دور کی - اور خطبہ میں سے عبارت تبرائے علی اور حسنین کی دور کر کے آیۂ قرآنی اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الخ اسمیں لگا دی خدا تعالی انکو اس امرِ خیر کی جزائے نیک دے - دیکھا اس مذہب کے لوگ حجاز میں رہے ہیں یہہ سُنّی تو ہمارے نزدیک انسے بدرجہ بہتر ہیں - حضرت معاویہ کے ماننے والے اب بھی وہاں بکثرت موجود ہیں - اگر آپکو باوجودِ سیادت فخر ہے - کیا کہئے حضور سے بالمشافہ زبانی باتیں ہوں تو حال معلوم ہو - سو یہہ بسبب آپکی بلند رتبگی کی شاید میسّر نہو - رہا اب یہہ کہ امام مالک بعضے مسائلِ فقہ میں اجماع اہلِ مدینہ کو دلیل جانتے ہیں سو اس سے یہہ ثابت نہیں ہوتا کہ کُل اہلِ مدینہ اہلِ حق ہوں اور کوئی ناحق

مذہب کا نہیں نہو بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ اہلِ حق سے خالی نہیں۔ سو میں کہتا ہوں کہ یہ اب بھی نہیں بہت سے اہلِ حق و شیعہ پاک وہاں اب بھی موجود ہیں۔ توریت و انجیل سے جو شکل و تکلف صحابہ کی تعریف و توصیف بیان کی ہی سو یہ نہایت تعجب کی بات ہے۔ صحابہ کے اوصاف کا کون منکر ہے بے شک بہت سے اعلیٰ صحابہ درجہ بدرجہ قابلِ تعریف ہیں۔ تحصیلدار صاحب نے خود مُلّا مجلسی کی زبانی چار کئی صحابہ اتقا کی فہرست لکھی ہی۔ بلکہ ہزاروں کی تعداد منقول ہی۔ بہت سی لڑائیوں میں شہید ہوئے۔ مشکل یہ ہی کہ آپکے ذہن میں لفظ صحابہ کا سُنتے ہی ثلاثہ کا خیال آتا ہی۔ کیونکہ آپکے ذہن میں فقط وہی صحابہ اخیار ہیں۔ حالانکہ صحابہ میں بہت تفضیلئے مثل حسان بن ثابت باقرار شاہصاحب موجود ہیں۔ اس قسم کو شاہصاحب شیعۂ نیک بتلاتے ہیں۔ حضرت عمار یاسر جو فرقۂ باغیہ طاغیہ معاویہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ اور ابا ذر غفاری جو بحکم مروان وزیرِ عثمان بن عفان مدینہ سے نکالے گئے۔ اور سلمان فارسی و جابر بن عبداللہ انصاری وغیرہ کیسے خالص اصحاب باوفا تھے کہ انجام تک یکساں رہی۔ زوجہ نیک ایسی ہوتی ہیں جیسی اُمِّ سلمہ رضہ کہ

خاندانِ اہلبیتؑ سے مرتے دم تک جدا ہوئیں - اور حضرت سیدہؑ سے تفوق نہ ڈھونڈا۔ حضرت امیر حمزہؓ و حضرت جعفر طیارؓ و سیکڑوں اہلِ بدر روبرو آنحضرتؐ کے شہید ہوے جسکے خاتمہ بخیر ہونیکی گواہی آنحضرتؐ نے دی۔ جسپر خلیفۂ اوّل نے سنکر رو دیا اور کہا کیا ہم ایسے نہیں آنحضرتؐ نے فرمایا لَا اَدْرِیْ مَا تُحْدِثُوْنَ بَعْدِیْ یعنی میں نہیں جانتا کہ تم میری بعد کیا احداث کروگے - جامع الاصول میں بھی یہہ حدیث لکھی ہی اور بخوبی ثابت ہے۔ پس علی العموم صحابہ کی تعریف سے وہی صحابہ نیک ثابت ہو سکتے ہیں جنکا بعد کو بھی خاتمہ بخیر ہوا - نہ کل - مثلاً آپنے تمام امتِ محمدؐ پر صلوٰۃ بھیجی تو شاید خاص مراد لوگے - کل مسلمان مراد نہیں ہو سکتے - ورنہ مشکل ہوگی - افسوس آپنے یہہ فقرہ تو خوب سنا ہوگا کہ کوئی عام ایسا نہیں جو خاص نہو - غرض ابو سفیان و وحشی وغیرہ کو تو آپ بھی شاید اِن فضیلتوں میں شریک نہ سمجھیں حالانکہ آپکی نزدیک اُنکا آغاز بُرا ہی انجام تب بھی بُرا نہیں - افسوس شیعہ اُن لوگوں کو اِن فضیلتوں میں کسطرح شامل سمجھیں جنہوں نے شروع مرض الموت نبوی سے بروایاتِ ستّہ وہ باتیں کیں کہ جو دوستداری سے بہت بعید ہیں - منافقین و مؤلفۃ القلوب بھی

آنحضرت کے ساتھ تھے وہ بھی کیا اشدا علی الکفار ہیں ہرگز نہیں پھر
بھلا بھگوڑے و مستخلفین اس فضیلت کے مستحق کسطرح ہو سکتے ہیں۔ اثر سجود
کس کس کی پیشانی پر نہ تھا۔ معاویہ و مروان وغیرہ کیا نمازی نہ تھے۔
کیا وہ نمازیوں میں محشور ہونگے۔ مقداد و ابوذر و عمار پر کیا خوب رحم کیا گیا۔
یہ لوگ ظالم رحما میں داخل ہیں۔ جنگِ جمل و جنگِ صفین کی لڑائیوں سے
خوب صاف واضح ہو گیا کہ یہ لوگ طرفدارانِ علیؑ ہیں۔ ورنہ رحم ولی
کی باہم کیا یہی صفت ہے۔ خلیفہ دوم نے سعید بن عبادہ کا منہ مارے
طمانچوں کے لال کر دیا۔ اور سقیفہ میں پامال کیا۔ زبیر کی تلوار علیؑ کے
دروازہ پر بروایت مورخین توڑ دی اور اسکو چھپا کر زیب دہ سینہ
صواب گنجینہ ہوئی۔ علیؑ کے دروازہ پر آگ لیکے۔ یہ سب کچھ باقرار
شاہ جیو صاحب بھی ثابت ہے۔ یہی رحم کی صفت ہے۔ اشدا علی الکفار
سے مراد حضرت امیر حمزہ و حضرت جعفر طیار و جناب امیر وغیرہ فقط کیوں
نہیں ہو سکتی۔ یا تمام شہدا بدر و صحابہ جلیل القدر۔ اور فقط جناب
امیر علی علیہ السلام بھی مراد ہو سکتے ہیں جیسے آیہ انما ولیکم اللہ و رسولہ میں
راکعین سے مراد حضرت علیؑ ہیں چنانچہ درِ مختار میں بھی مذکور ہے کہ حضرت علیؑ نے

نماز میں صدقہ دیا خدا نے انکی صفت وثنا کی اگرچہ یہہ نہ کہا کہ بخصار روایات
فرمائے مگر اس اتنی بات سے بھی سب کچھ نکل آتا ہے۔ غرض موصوف باینہمہ
صفات فقط مرتضیٰ علیؓ بھی ہو سکتے ہیں خصوصاً جبکہ انکے ساتھ انکی ذریت
مُطہرہ بھی مراد ہو۔ جمع کی ضمیر سے ایک شخص مراد ہو سکتا ہے۔ آپ
بھی آگے جا کر خود قائل ہیں کہ خطاب عام ہوتا ہے اور مراد خاص لیتے
ہیں یہہ عرب کا بڑا محاورہ ہے۔ باقی اور جو کچھ توریت و انجیل سے عام تعریف
صحابہ کی بوقتِ کمال نکال سے نکالی وہ بشرطِ ثبوت آپکی مُفید نہیں
اور ہمکو کچھ اس سے ضرر نہیں۔ آپکے صدیق اکبر اور فاروق عمر نے جو باپ
بھائی کے مارنے پر کمر باندھی بالفرض یہہ سب صحیح۔ مگر کیا عمل نیک بے کار نسے
حبط نہیں ہو جاتے۔ دوسرے یہہ کہ اگر قتل پدر و برادر نیک ہوتا تو ضرور آنحضرت
قبول و منظور فرماتے۔ اور حضرت علیؓ بھی کبھی ایسی بات بھی۔ خلاف صلۂ رحم و
موافق قساوتِ قلبی یہہ امر ہو گا جو آنحضرت نے منظور نفرمایا۔ یہہ تو عبداللہ
بن سلول کی نماز بھی نہیں پڑھنی دیتے تھے۔ حضرت نے کیوں پڑھی۔ غرض
سعادت و قساوت میں فرق سمجھنا چاہئے۔ کنتم خیر امۃ سے آپنے کچھ

البتہ اسلام کے رو برو رشتہ داروں و عزیزوں کا خیال بجا ہے مگر اسکو خلاف سے کیا تعلق یہ غرض
بظاہر ان غالی شیعوں پر ہو سکتا ہے جو صحابہ کو مسلمان نہ سمجھے ۱۲ منہ

ثابت نہیں کیا اور نہ اتنی طول طویل سے آپکا مطلب نکلا لیکن ہاں
آپ نے اعتراض کیلئے قدم بڑھایا۔ مگر کہیں کا بھی مقصد نہ پایا۔ بعضوں نے جو
خیر اُمّۃ سے ائمہ مراد لئے ہیں اُنکا یہہ مقصود نہیں کہ متن قرآن میں خیر ائمہ
تھا بلکہ خیر اُمّۃ خود ائمہ ہیں۔ آپ جملہ یقہ کی عبارت میں مثلاً آنکہ گفتہ شود الخ
کے معنی فہوس نہیں سمجھتے۔ اور وجہ اول بعید ہست کی معانی کو تو آپکا
ذہن کسطرح پہنچا کہ یہہ بعید ہے۔ آپ جناب میرن صاحب کی وفات پر
افسوس کرتے ہیں۔ یہاں تشریف لائیے۔ دیکھئے کسطرح سمجھایا جاتا ہے یا
لکھنؤ میں اُنکی اولاد موجود باجوہ ہے۔ آپ دولتمند ہیں۔ ریل جاری ہے
پھر افسوس کیسا یہہ تو آپ نے بالکل ایسی بات لکھی جیسے پیر مریدوں کو
بھکایا کرتے ہیں۔ غرض آپ کہیں جائیے نہ آئیے۔ وہیں بیٹھے رہیے
اور ذرا غور سے سمجھ لیجئے کہ خیر اُمّۃ سے فقط علیؑ بھی مراد ہو سکتے ہیں
چنانچہ آپ خود صفحہ ۳۰ کے حاشیہ پر رقم فرماتے ہو کہ عام سے مراد خاص
لینا عرب کا دستور ہے دوسری جبکہ انکی ذریت طاہرہ جو کہ اُنکی صلب مطہر میں
تھی وہ بھی مراد ہو تو کیا تعجب۔ حضرت آدمؑ کی طرف بعض مقولات میں
اشارہ ہوا ہے اور مراد انکی اولاد ہے۔ چنانچہ استقصا کی دوسری جلد میں

ملاحظہ فرمایا ہوگا - قرآن شریف میں بیشک انوارِ ہدایت ہیں مگر یہ بھی
آئمہ سے منقول ہے کہ انکی تفسیر راسخون فی العلم ہی خوب جانتے ہیں اور انکے
نزدیک بجز خدا کوئی نہیں جانتا آپکے ہاں سے بھی خوب ثابت ہے کہ قرآن
شریف مجمل و مفصل و عام و خاص وغیرہ ہے خود خدا تعالیٰ قرآن شریف میں
فرماتا ہے کہ قرآن شریف میں آیاتِ محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی
جنکے دلوں میں کھوٹ ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں سو آپ
ہیں کہ اپنے مطلب کے لئے عام آیتوں کو اپنے خاص صحابہ کیلئے مقرر کئے لیتے
ہیں - اور طعن نقص قرآن کا جو بعض روایاتِ شاذہ ماؤلہ سے کیا ہے وہ
بتصریح مولوی آل حسن صاحب کتاب استفسار و بتشریح مولوی رحمت اللہ صاحب
اعجاز عیسوی و بہ تحریر مولانا مولوی الطاف حسین حالی صاحب تریاق
مسموم خلافِ جمہورِ شیعہ و جہابذہ امامیہ ہے آپکے شاہ صاحب اس طعن
میں سارق خواجہ نصر اللہ کے ہیں - وہ بیچارہ کابلی اس طعن کے
فسادات کو نہیں سمجھا - آئندہ شاید آپ ایسے مطاعن کو باوجود ملاحظہ
شروعِ مسلکِ ثانی مستقصا جو نقصاً لکھا گیا ہے اچھا سمجھیں یا نہ سمجھیں -
ہم بہر نمط تابع ہیں ؎ ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے

جو اُسپر بھی نہ وہ سمجھے تو اُس بُت کو خدا سمجھے ﴿ دوسری آیت سے بھی
مُہاجرین کی صفت و ثنا نکلتی ہے لیکن یہہ نہیں ثابت ہوتا کہ بعد کو
کسی مہاجر سے بدی نہ ظاہر ہوگی۔ ہاں پہلی بُرائیوں کا تو خدا تعالےٰ عوض
کردیگا۔ لیکن بعد آنحضرتؐ جو خاص اُنکی اہلبیتؑ کی نسبت ظلم ہوئے اُسکا کیا
علاج۔ یاد رکھو کہ یہہ مدارج مہاجرین کو فقط آنحضرتؐ کے باعث سے نصیب ہوئے
پس جب بسبب ناراضی اہلبیتؑ وہی سرورِ اہلبیتؑ ناراض ہوا تو پھر کیا اعمال
حبط نہیں ہوسکتے۔ کیا حقوق عباد پر مواخذہ نہوگا مَنْ قَتَلَ
مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ الخ کیا بعض صحابہ حوض کوثر
سے جہنم کو نجائینگے۔ اور کیا سرورِ کائنات اُنپر لعنت نفرمائینگے۔ اور یہ بھی
ملحوظ رہے کہ یہہ محدثین مغیرین و ناکثین و مارقین و قاسطین خواہ کوئی شروع
ہی سے بمنزلہ منافق ہو یا اپنے دل میں منافق نہو مگر خدائے علیم کے نزدیک
بدانجام ہوا اور بعد آنحضرتؐ کے مرتد لغوی یا شرعی ہوگیا ہو۔ یا یہ کہ بسبب
ظلم اہلبیتؑ منافق و مرتد کے رتبہ کو فائز ہوگیا ہو۔ مآل و انجام سب کا
ایک ہے۔ اہلسنت میں اختلاف رائے سے اختلاف اصل مضمون نہ سمجھیں اور
اختلافِ اقوال کس مذہب میں نہیں اس سے اصل بات فوت نہیں ہوتی

اور یہ امر تکذیب مذہب حقیقی نہیں۔ وہ کونسی بین ہی جہاں ایمان
نہیں۔ بالجملہ منافق و مرتد و ظالمِ اہلبیت و ناکثین و قاسطین و مارقین
بحدیثِ صحاح ان آیتوں میں شروع ہی سے بعلمِ خدا شریک نہیں جیسا ہو دا
آخر یوطی نیک حوارئین میں شریک صفت نہیں۔ حالانکہ جابجا صفت
حوارئین انجیل بلکہ قرآنِ شریف میں بھی موجود ہے۔ مگر بدانجامی ہی معلوم
ہوگیا کہ یہودا اس توصیف میں داخل نہیں ہیں۔ بہا بنت اشعث زوجہ امام
حسن علیہ السلام کو کچھ صحبت سے فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ بنی اسرائیل کی
تعریف جہاں ہی وہاں نیکوں ہی کی ہے۔ بدوں کی نہیں بروں
کی مذمت بھی موجود ہے۔ آخر سورہ منافقین بھی تو نازل ہوئی۔ جابجا
نفاق پیشوں اور خام کاروں اور بدعمالوں اور کجروں کی مذمت
قرآن شریف میں موجود ہے۔ مہاجرین کی تعریف بھی مذکور ہے۔ مگر
یہ بھی قرآن شریف میں مسطور ہے کہ بعض اپنے گھر سے **بَطَرًا وَّرِئَآءَ
النَّاسِ** یعنی اترا کر دکھلانیکو نکلتے ہیں۔ ایسے مہاجرین کی
مذمت بھی ہے۔ آپ اِن آیات کی معانی تو مجمع البیان وغیرہ سے
لکھتے ہیں۔ مگر آگے جو صاحب مجمع البیان بطور جواب یا دفع دخل اپنا

قول لکھتے ہیں اُس سے آپ صریح چشم پوشی کرتے ہیں اور مُفت کتاب بڑھاتے
ہیں لا تقربوا الصلوٰۃ پر عمل فرماتے ہیں۔ اسطرح تحریر و تقریر بڑھتی ہے اور
تصفیہ خاک نہیں ہوتا۔ کوہ کندن و کاہ برآوردن کا نقشہ ہے۔ فائدہ کیا
میں اُن اقوال کا ترجمہ کر سکتا ہوں وہی آپکے باتونکا جواب ہو جائیگا
لطف یہہ تھا کہ آپ اُن جوابوں کا نقض کرتے تو البتہ نئی بات معلوم ہوتی
آپ صاحب تحفہ کیطرح انہیں مضامین کہنہ کی مرمت بیجا کرتے ہیں۔ یہہ عام
فریبی ہے نہ تحقیق۔ بیعت رضوان میں ایسے بھی لوگ تھے جنکو خدا فرماتا ہے
فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ یعنی جو اس بیعت کو
توڑیگا وہ اپنی نفس پر عہد شکنی کریگا۔ علاوہ ازیں اسکا جواب کیا کہ بد انجام
و بدمآل لوگ پہلے ہی علمِ خدا میں اس آیت سے خارج تھے۔ دیکھو ابنِ ملجم کا
انجام کیا ہوا۔ حالانکہ وہ کمبخت حضرت کا غلام و خدمتگار تھا بسبب توقُّرِ
خبرِ فتح جنگ نہروان کے کوفہ میں منادی دیتا پھرتا تھا جو قطامہ ملعونہ پر
عاشق ہوا یا کسی طمع و غولسے۔ یقیناً آپکے نزدیک بھی سیدھا جہنم کو
سدھارا۔ اگرچہ بظاہر خصوصاً آپکے عندیہ میں کسی ضروری اسلام کا منکر
نہ تھا۔ پس سب ثواب جہاد و ہجرت کا جو ہمرکابِ سعادت انتسابِ امام علیہ السلام

اس سے ظہور میں آیا برباد گیا۔ اب رہی یہ بات کہ آپ جو اس بیعت کی خوبی روایتوں سے بیان کرتے ہیں اور مُلّا کاشانی اور کشف الغمہ کیطرف رجوع فرماتے ہیں سو یہ ثبوت قرآن شریف سے نہیں آخر پھر روایتوں سے مطلب نکلا۔ نام قرآن شریف کا لیا۔ اور روایات کی بھی تحقیق و تصحیح نکی کشف الغمہ میں سُنّیوں کی بھی روایتیں ہیں۔ رہی مُلّا کاشانی کی تفسیر سو اُس روایت کی سند نہ لکھی حالانکہ آپکے علماء مثل مولوی رشید الدینخاں صاحب مفسرین کی روایات کا چنداں اعتبار نہیں کرتے۔ بہت عالم آپکے ہاں کہتے ہیں کہ اہلِ تفسیر کے ہاں آئے وبا پھیل گئی ہے کہ بے تحقیق روایتیں درج تفسیر فرماتے ہیں۔ سوائے ازیں مُلّا کاشانی کی روایت احاد میں سے ہے۔ روایت جابر بن عبد اللہ انصاری کی جو کشف الغمہ سے آپنے رقم فرمائی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُنہیں سے ایک شخص قید بن قیس کا نفاق مع بالاتفاق ظاہر ہوا کہ اُسنے بیعت شکست کی پس کلیہ قفل اس بیعتِ رضوان کا ٹوٹ گیا۔ اور اگر صاحبانِ بیعتِ شجرہ میں سے کوئی بھی قابلِ دوزخ نہوتا تو خدا یوں کیوں فرماتا کہ جو اس بیعت کو توڑیگا تو اپنی نفس پر توڑ والیگا۔ بلکہ یہ کہتا کہ ابکوئی اس بیعت کو نہیں توڑیگا یا توڑیگا بھی تو ہم اب کچھ اُنکی نکث بیعت کا خیال نکرینگے۔

بہرِ نمط جنت دینگے ۔جناب پیر صاحب یہی نیک فعال کے ساتھ بھی خاتمہ پر
نظر ہے ۔اور ضرور انجام نیک شرط ہی ۔ورنہ پھر بعد کو اعمالِ صالحہ وغیرہ کا
بھی خیال نہ ہے ۔جیسے روایتوں سے آپ اپنی صحابیوں کی فضیلت اس
آیہ سی مستنبط کی اسیطرح شیعہ ان صاحبونکی ہزیمت اور اس فعل فرار کی قباحت
روایاتِ متواترہ وآیہ قرآنی وفقہ یزدانی سے ثابت کرتے ہیں جنگ حنین
میں یہ آیہ بھاگنے والونکی شان میں نازل ہوئی ہی اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ
الشَّيْطَانُ ۔یعنی شیطان نے انہیں بھگادیا اور پھسلادیا اور عفو بھی
اس فعل کے قبیح ہونے پر دلالت کرتی ہی ۔بس فرارِ خیبر وبدر کی معافی قرآنِ
شریف میں دکھلائی ۔آپ جو یہ فرماتے ہیں کہ خدا فرارِ خیبر کی خبر قرآن شریف
مین کیوں نہ دیتا ۔سو خدا نے تو خود جنگِ خیبر کی بھی خبر قرآنِ شریف میں
نہیں دی ۔بہت سے ایسے امور نہیں فرمائے ۔تفصیل تو بہت ہی کم ہے
خود علماء اسلام سنی مسلمان عدمِ تفصیل معجزاتِ نبوی کا قرآن شریف
میں طرح طرح سی جواب لکھتے ہیں ۔یہ آپ نے کیا لکھی ۔وہی جانے کہ اسکی کیا
مصلحت ہے ۔اس سے علاوہ اسقدر اسنے پہلے ہی خبر دی تھی کہ ان بائعان
تحت الشجرہ سی کچھ لوگ بیعت توڑینگے سو وہ اپنی جان پر توڑینگی ۔یہ حدیث

مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ میں مندرج ہی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں کل
اُس شخص کرّار غیر فرّار کو واسطے جنگِ خیبر کے بھیجونگا جو اللہ ورسول کو
دوست رکھتا ہی اور خدا و مصطفےٰ اُسکو دوست رکھتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر
ہے کہ شیخین پہلے اور دوسرے دن بھاگے اور علَم ڈال آئے۔ بہت کتابوں میں
یہ روایت موجود ہے خصوصًا باوصفِ تعصب مصنفِ قصص الانبیاء تک نے
بھی یہی لکھا ہے ع قیاس کن ز گلستانِ من بہارِ مرا۔ آپنے عزتِ اسلام
بھی برباد کی۔ اور لطف یہ کہ معلوم ہوا خدا اور رسولؐ کے دوست بھی نہ تھے
مجکو مفت قصص و حکایات لکھکر حق و باطل خلط منظور نہیں۔ اور زٹل
تقریر سے طول دینا بھی مولوی حیدر علی صاحب منتہی الکلام وازالۃ الغین
کا پیشہ ہے ورنہ جو تقریریں ان مقدمات میں سنیوں سے ہوئیں کچھ گزارش
کرتا۔ ایکدفعہ قبلِ غدر بوقتِ شب خانصاحب مسیح اللہ خاں وکیل ہائی
کورٹ کے مکان پر روبروئے جناب حاجی احمد جان صاحب و جناب منشی
محمد ذکاء اللہ صاحب کے مولوی حیدر علیصاحب سے اس مقدمہ میں تقریر
ہوئی۔ اگرچہ انکی جانب چند تماشا دیکھنے والے دخل در معقولات بھی دیتے
تھے ور ہنسنے میں بھی مولوی صاحب کے مددگار تھے مگر بجز اسکے کہ اس روایت کو

ضعیف زبانی کہیں اور کچھ نہ بن آیا۔ اور مسند احمد بن حنبل کی روایت کا جواب آئین بائین شائیں
تھا صحیح کو جناب منشی فرکار اللہ صاحب نے روبرو میر علی نقی مرحوم وغیرہ کے یہ فرمایا کہ
طرفین سے کوئی غم ہارا غرض بھاگ دوڑ اور بات ہے اور بندہ ان جدال و مکابرہ سے نہایت
متنفر ہے۔ اور صاحب منتہی الکلام کی عادت تقریر تو کیا تحریر میں بھی بخوبی ظاہر ہے چنانچہ
بہت سے منصف سنی بھی اسکے مقر ہیں۔ اسپر بھی انکی سب لن ترانیاں خاک میں ملگئیں
کتاب استقصا کے چھپتے ہی انکی قلعی کھل گئی کہ باوصف مہلت اسودگی و نوکری حیدرآباد
و رامپور و عہدہ داری و فرزندان کے جواب استقصا میں قلم بھی نہیں اٹھا۔ ناچار رامپور چھوڑنا
پڑا۔ اب ناحق رؤسا کو بدنام کرتے ہیں اور الزام دیتے ہیں۔ حال تو ان بزرگوار و نکا
یہ ہے مگر دعوی وہ کچھ۔ جناب میر صاحب نے آیتوں کا تو نام لیا اور روایتوں
سے بے تفتیش کام لیا۔ شاہ جیو صاحب نے تو رسالہ وسیلۃ النجات میں جسکو تحفہ
اثنا عشریہ کا خلاصہ قرار دیا ہے طرفین کی کتابوں کو بالائے طاق رکھنا بتا کر
صحابہ ثلاثہ کی ثنا خوانی کا ادعا محض قرآن شریف سے کیا ہے۔ حالانکہ بغیر تاریخ
و روایات آخر پھر کام نہیں چلتا۔ ہے یہ کہ شاہ جیو صاحب کو ہمیشہ نئی ہی اپچ سوجھی
ہے۔ باایں ہمہ سرقہ و دروغ و پوچ گوئی کشف و کرامات کا دعوی۔ پیراں
نمی پرند و مریداں می پرانند۔ اگر وہ جیتے تو میں صواعق لیکر تحفہ سے مقابلہ کو

عرض کرتا اور پھر کہتا کہ میاں شاہ صاحب آپ نے سونی پت میں نانا کے

ہاں کتب خانہ شیعوں کا کہاں سے دیکھا۔ خوب صواقع ہاتھ لگ گیا۔ واہ کیا

دیانت و شہرت ہے۔ بستان المحدثین مفتاح کنز الدرایہ کی تصویر ہے۔ مگر خیر

شاہ صاحب میرزا محمد دہلوی خلیفہ شاہ محمد سے داغ پر داغ لیگئے۔ خلیفہ

شاہ محمد شاہ صاحب کے رشتہ دار تھے۔ اور حدیث فدک کا جواب صاحب تحفہ سے

سنکر شیعہ مومن ہوے۔ حاصل کلام یہ کہ کلام اللہ کا سمجھنا بہت مشکل ہے۔

اور یوں بے معنی لا فظ ہونا اور بات ہے۔ اگر آپ کو دعویٰ کلام اللہ فہمی کا ہے تو

کل رطب و یابس قرآن شریف سے ثابت کیجئے۔ اور ذرا وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ

إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ الخ کو تلاوت فرمائے

فقط قرآن شریف سے جو جو اعتراضات نصاریٰ کرتے ہیں آپ سے تو ہرگز

جواب بھی نہ دیا جائیگا۔ آپکے مفسرین بھی جابجا منہ کے بل گرتے ہیں

ذرا اعجاز قرآن ہی کا مطالعہ کیجئے۔ بہتر فرقے قرآن شریف ہی سے لڑتے ہیں

آخر آپکا اور آپکے دوست سید احمد خانصاحب بہادر کا قول ہے کہ

قرآن شریف کو موجودات سے ملانا چاہئے نہ برعکس۔ بلکہ تمام کتب سماوی

کا محاورہ اور طور ہے۔ افسوس آپ جہاں مہاجر و صحاب کا

لفظ دیکھتے ہیں وہاں اصحابِ ثلاثہ ہی مراد سمجھتے ہیں۔ شیعہ جہاں
قرآن شریف میں ظالمین و فاسقین و فجار کا لفظ پاتے ہیں وہاں غاصبین
خلافت ہی مراد لیتے ہیں۔ منافقین سے دشمنانِ اہلبیت ہی مراد سمجھتے ہیں
سورہ منافقین میں ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَىٰ
قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ کو غور فرمائیے کہ ایمان کے بعد کفر بھی ہے۔
اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ
خلاصہ یہ کہ جابجا فاسقین و فجار کی جزا جہنم قرآن میں مذکور ہے۔ اور
بداعمالوں کی سزا مسطور ہے۔ پس اُن سب آیاتِ محکمات سے اصحابِ ثلاثہ
مراد کیوں نہیں لیتے۔ آخر خدا نے اس اُمت میں سے کس کس کا نام لیا۔ جو اُنکا
لیتا۔ اور فتح خیبر ہی کا حال نہیں لکھا شکست کھانیوالوں کا نام کیونکر لکھتا
مگر یہ لکھا ہے کہ جو جہاد میں قائم رہتے ہیں اور صبر کرتے ہیں خدا اُنکو مدد دیتا ہے۔
اور جو خدا پر اعتقاد نہیں رکھتے وہ بھاگ جاتے ہیں۔ غرض ایمان و ہجرت وغیرہ
جب ہی معتبر ہے کہ مرتے دم تک ہو۔ اور نماز و زکوۃ بھی جبھی عند اللہ مقبول ہے کہ
خاتمہ بخیر ہو۔ ورنہ بہتیں تو مرتدین و منافقین مثلِ بلعام و برصیصا وغیرہ بھی
ہر ایک اُمت میں چند روز صالح ہو گئے ہیں۔ قابیل پسر آدم پہلے کیسا شخص تھا

قرآنِ شریف بامعانی تلاوت کیجئے اور پھر بدکاران امت کی مذمت ہر ایک سورہ میں لیجئے۔ نام کی تصریح نہ اچھوں کی نہ بُروں کی۔ زنِ نوح و لوط کی کفر کا بیان صریحاً دیکھئے۔ ازواجِ مصطفےٰ کی نیکی بدی بھی سُنئے پس جو چاہئے عقیدہ کر لیجئے۔ اس امت میں سبسے بدترین کا نام ابولہب مذکور ہے اور اچھوں میں زید پدر اسامہ کا نام ہی۔ کاش آپکے اصحابِ ثلاثہ لشکر اُسامہ سے نہ پھرتے تو آپ ان اُسامہ بن زید کو علیؑ سے افضل بتلاتے۔ کیونکہ انکی نام کی تصریح ہے اور شاید تفضیل تصریح نام نامی زید کو خلیفہ اول بنانے تو زیبا تھا۔ خلاصہ یہ کہ گو وحی آنحضرتؐ پر نازل ہوا کی۔ مگر سب باتیں بطور قرآن شریف از راہِ وحی مفصل نازل نہیں ہوئیں۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ خدا نے انکی دل کی بات جانکر تسلی نازل کی۔ سو انکی دلی بات شاید خوف و اضطرار ہو جو باعث تنزیل تسکین ہوا۔ دلی بات سے ایمان ہی مراد لینا یہ آپکی خوش فہمی ہی۔ ملا[۱] کاشانی و دیگر مفسرین و متکلمین نے جسطرح ان آیات کا جواب مفصل لکھا ہی آپنے ہرگز ان تقریروں کو نہیں لکھا۔

[۱] دوسری صحیح اور محقق مذہب شیعہ یہ ہی کہ خلفا کے آغاز اسلام و ایمان میں تو کچھ کسر نہ تھی۔ لیکن اکثر اعمال میں بعد ایمان لانیکے افراط و تفریط ہوئی پس نیک اعمال حبط ہوگئے چنانچہ کلام خدا شاہد ہے وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

انکی کلام کو خلط کر کے بگاڑ کر اپنے طرف سے خلاصہ کیا ہے - ورنہ جس طرح
انہوں نے جوابات لکھی ہیں وہ بعینہ دیکھے جاویں تو ناظرین کی بخوبی تسلی ہو جاوے
میری پاس وہ کتابیں نہیں ہیں جو یاد رہ یا ذہن میں آتا ہے گزارش کیا جاتا ہے۔
قاضی شوستری رحمہ نے جو یہ جواب دیا کہ خدا تعالیٰ اس فعل یعنی بیعت زیر درخت
سے اسوقت البتہ رضی ہوا اسمیں کچھ خرابی نہیں - قاضی صاحب اسکی
مثالیں بھی لکھتے ہیں اور نظیریں بھی دیتے ہیں - وہ آپ نے چھوڑ دیں میں
اپنی طرف سے لکھتا ہوں کہ سورہ فتح میں خدا فرماتا ہے کہ اے محمد جب لوگوں کو
دین میں داخل ہوتے دیکھتا ہے تو اپنے رب کی تسبیح کر - بس کیا اس سے یہ
ثابت ہوتا ہے کہ جو داخل اسلام ہوے وہ سب مومن ہیں منافق کوئی بھی نہیں
یا کوئی مرتد نہیں ہوا - حالانکہ قرآن شریف میں جا بجا منافقین و مرتدین کی
خبریں ہیں کہیں انکو حق سبحانہ خشک خشب فرماتا ہے - جو شاید آپکے شجر مزروعہ
و نخل رطبہ میں سے ہو - جو آپ نے مضمون توریت و انجیل سے بکمال ناز کر کھا
نکالا ہے - بعض دیندار وں کے دو دو تین تین حال مرقوم ہوتے ہیں - ملا
وہ زیادہ کفر میں پڑ گئے - آپ جانتے ہیں کہ جہاں ایک شخص ... اور
...تراض فرماتے ہیں

جو باعث حصول خوشنودی خدا یا وصول جنت ہو تو کیا فریقین میں بھی

ہو سکتا۔ آپ کے نزدیک شاید جو مسلمان ایمان لایا یا کچھ چند روز عملِ نیک بھی کیا وہ جیتے جی جنتی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا اُسکا اجر اور طرح دے سکتا ہے مدار خاتمہ پر ہے۔ آغاز پر لحاظ نہیں۔ اور چونکہ یہ بعض خطائیں خلفاء ثلاثہ سے وقتِ تخلف جیشِ اُسامہ سے ظہور میں آئیں اُسوقت وحی قرآنی منقطع ہو چکی تھی۔ اسواسطے آنحضرت نے تو فرمایا کہ جو لشکرِ اسامہ سے پھر یگا خدا اُسپر لعنت کرے اور مانع دوات و قرطاس کو بھی حجرہ سے نکالدیا۔ **لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ الخ** کے تحت میں قائل لیہجر کو داخل کیا مگر قرآن شریف میں آیہ اس مضمون کا نہ آیا۔ اگر سب باتوں کی تفصیل قرآن شریف میں ثابت کرو۔ تو خیر ناراضی کی تصریح علی العموم شاید شیعہ بھی دکھلائیں۔ باقی آپکے تعریضوں کا جواب شیعیانِ تبرائی کے پاس بہت کچھ ہے۔ چاہیئے جسقدر زبانی سُنئے یا رو تحفہ وغیرہ دیکھیے۔ مختصر یہ کہ عموماً بعض ایمانداروں کی مذمت بھی قرآن شریف میں آئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ منافقین و مرتدین علمِ الٰہی میں داخل اہلِ جنت شامل آیاتِ فضیلت نہیں ہیں **یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ**

وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ

دیکھو مومن خاسر بھی ہوتا ہے اور شیعہ جو ظالمین اہلبیت کے باب میں
دو تین قول بظاہر مختلف رکھتے ہیں کوئی کہتا ہی کہ منافق تھے کوئی مرتد عن
الحق بتلاتا ہی۔ بہت صرف دربارہ خلافت تقصیروار بتلاتے ہیں سو یہ سب
قول بہ نسبت علمِ الٰہی ایک ہیں گو ظاہر میں کچھ اختلاف رکھتے ہوں باطن
میں مآل تب بھی ایک ہی۔ اور نیز ہر سہ اقوال پر علمائے شیعہ غاصبین خلافت
و خلافت و منکرین فضیلتِ اہلبیت کا خاطی ہونا ثابت کرتے ہیں یہ
نہیں کہ بسبب اِن تین قولوں کے غاصبین خلافت کی بدمآلی میں کسیکو تردد ہے
آپ ان اقوال کو مختلف سمجھتے ہیں۔ اور علماء شیعہ انکو بطور حیرانی و
پریشانی نہیں بیان کرتے بلکہ ہر طرح پر ہر ایک صورت کو مانکر اپنا مطلب
ثابت کرتے ہیں۔ اس سے قطع نظر جو قول جس عالم کا ہی وہ اپنے مذہب منصور
کو بطور خود دلائل جداگانہ سے لکھتا ہے آپ انمیں تمیز نہیں کرتے۔ مُلا
کاشانی کی تفسیر سے تو قاضی صاحب کے مذہب پر ایراد لاتے ہیں اور
قاضی صاحب کے قول سے تفسیر مجمع البیان کے مذہب پر اعتراض فرماتے ہیں

له اگرچہ یہ قول نہایت ضعیف بعض مجادلین کے ہیں چنانچہ کتاب ادلۂ فریقین میں بھی
چھپا ہے کہ آخوند مجلسی نے بطور مقابلہ یہ لکھا ہے ۱۲ منہ

یہہ بات مناظرہ کے شایاں نہیں بلکہ خود آگے جاکر کافر و منافق کا ایک
حاصل بتلاتے ہو۔ اے صاحبانِ ادراک ذرا غور کیجے اور دیکھے کہ جبکہ ملا
کاشانی و صاحبِ حملۂ حیدری وغیرہ شیعہ ہیں تو یہ تفسیریں اور باتیں جو
حضرت میر صاحب اُنسے نقل فرماتے ہیں یا تو اُن صاحبوں کے نزدیک کچھ جواب
رکھتی ہونگے جو اُنہوں نے اُنکے محل پر انہیں کتابوں میں اُنکو تصریح لکھا ہے
اور اگر اُنکا یہ عین مذہب ہے تو سب شیعہ بدخواہِ صحابِ ثلاثہ ہوئے۔ جیسا
میر صاحب تمہید میں ارشاد کرتے ہیں۔ پس میر صاحب کو مناسب تھا کہ
انکی باتوں کا جواب بعینہٖ نقل فرماتے نہ یہہ کہ اپنی موافق اقوال ہر ایک کے
لکھدے تحقیق سے غرض نہ رکھے۔ یہ باتیں شروعِ مناظرہ میں مروج تھیں۔
اب جو باتیں منقح ہوگئیں اُنکی شاید میر صاحب کو اطلاع بھی نہیں اُمید کہ
رسالہ مناظرہ مطبوعہ سوسائیٹی مناظرہ جو دہلی میں چھپا ہے ملاحظہ فرماویں۔
اور سُنئے کہ میر صاحب بہ تقلیدِ اکابرِ عام سے خاص مطلب یعنی فضیلت
ثلاثہ ثابت کرتے ہیں اور شیعہ خاص حرکات و خطایائے خلفائے ثلاثہ سے ان
آیاتِ فضیلت کو مخصص سمجھتے ہیں سو یہ قریب القیاس ہے کیونکہ قرآن
کو موجوداتِ خارجیہ سے ملائے نہ معانی ذہنیہ قرائنیہ سے موجودات کا

ثبوت سمجھے مشکل یہ ہی کہ خود سُنی لوگ صحابِ رسول اللہ سے خلفاء ثلاثہ
ہی مراد سمجھکر دائرہ تعدادِ صحابہ کو مختصر کرتے ہیں۔ اور تقصیر کی تہمت
شیعوں کے سر پر دھرتے ہیں۔ حالانکہ شیعہ محیط دائرہ صحابہ کو وسیع
بتاتے ہیں۔ فقط تین چار نفس کو صحابی نہیں کہتے۔ یہہ آپ کے
۲۲ صفحہ کے جواب میں عرض کیا گیا بالجملہ آپ یہ تقریر فرماتے ہیں کہ
چونکہ صحاب ثلاثہ ان آیاتِ فضیلت میں بطورِ عام شریک ہیں اسلئے بعد
ازیں بڑے کام ایسے لوگوں سے ظاہر نہیں ہو سکتے یا وہ کام یعنی انکارِ قلم و دوات
تخلف از لشکرِ اسامہ و غصب خلافت وغیرہ اور تفویضِ قلمدان بمروان
شیطان طرید رسول رحمان و راندہ سبحان کچھہ ایسے برے کام نہونگے
اور شیعہ یہ کہتے ہیں کہ یہ آیات عام ہیں باقرار سُنیاں جیساکہ آپ
بھی صفحہ ۳۰ میں حاشیہ پر لکھتے ہیں خاص صحابہ باایمان کے لئے ہیں
جنکا خاتمہ بخیر ہوا یا جو فاسق فاجر خیر دم تک نہوے اور خلفاء ثلاثہ کا
حال خصوصاً شروع و لیسی لشکرِ اسامہ سے آخر تک ظاہر ہے کہ اہلبیت
رسول سے کیا کیا۔ بیچارہ زبیر کی تلوار توڑ دی۔ حضرت فاطمہ خاموش
ناخوش گئیں۔ سعد بن عبادہ کو مار کر نکال دیا۔ تشئید المطاعن میں ان

صاحبوں کا اعمالنامہ شاید آپ کو کافی ہو۔ ہرگز آپ اس بات میں کسی
شیعہ کی کتاب کا اعتماد نہ کیجئے۔ اپنی صحاح کے سوا کچھ نہ لیجے۔ بدیہی بدیہی و
تواترِ معنوی پر عمل فرمائیے تب آپ ہی ان آیتوں کو خاص مانینگے۔ یہودا کی
برائی سے حواریین کو خاص جانینگے نہ حواریین کی عمومِ فضیلت سے یہودا
اسخریوطی کو اچھا سمجھوگے۔ شاید آپ کو نصِ خلافتِ امیرؑ میں شک ہو تو
اس صورت میں شاید آپ کو اسلام کی بہت ہی تھوڑی باتوں کا یقین کرنا
پڑیگا۔ عبد اللہ بن سبا کا طعن آپنے ایسا کیا کہ ہمکو آپکی چالاکی اور جھوٹ کا
یقین کامل ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ آپ بھی مثل صاحبِ تحفہ دروغ گوئی کو
برا نہیں جانتے۔ بھلا جناب میر صاحب آپکو خدا ہی کی قسم ہے کہ ذرا نسبت
مذہبِ شیعہ کی ابن سبا کی طرف معتمد دلائل سے ثابت تو کریں۔ ابنِ سبا مردود
کو شیعہ ہمیشہ سے برا جانتے ہیں کہیں اسکی توثیق تو دکھائیے۔ حضرت امیرؑ نے
اسے قتل کیا اور اسکی لاش جلادی۔ آپ اسکی ایک روایت تو بتلائے کہ
شیعوں نے قبول کی ہو۔ اگر آپ ثابت کردیں کہ ہم شیعہ لوگ عبد اللہ بن سبا
کی پیروی کرتے ہیں تو ہم اب سُنی ہوتے ہیں۔ ورنہ جھوٹے کے منہ میں کیا
اور اسکے جھوٹ سکھانے والے پر ہزار لعنتِ عام بیش باد۔ اور جناب امام

مہدی علیہ السلام کے پاس جو صحیفہ یا قرآن شریف شیعہ بتاتے ہیں۔
وہ فقط یہ متن قرآن نہیں جو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ بلکہ اگر وہ قرآن شریف
جمع کیا ہوا ہے تو سورتوں کی ترتیب اسمیں یہ نہیں بلکہ اقرا اول ہے
اور شاید وہ بطور تفسیر کے محشّٰی ہو۔ اسمیں کیا طعن ہے۔ اور امام کی غیبت
اور وجود میں جو شبہہ و مضحکہ کیا ہے سو تعجب ہے کہ استقصا نہیں دیکھی
ورنہ ضرور ہوش جاتے رہتے۔ حضرت اب یہ نوبت ہے کہ بعضے بعضے سُنّی
مُصنّف بھی صاحب العصر والزمان کے وجود باوجود کے انکار میں توقف و
تامل کرتے ہیں۔ تمھارا جو دل چاہو سو کہو۔ لیکن ہم خوب جانتے ہیں کہ
انہیں باتوں نے اس تکرار کو زیادہ بڑھایا ہے اور تعصب زیادہ کیا ہے۔
اشعار سے جو آپ جابجا اپنی کتاب کو زینت دیتے ہیں۔ دینی باتوں میں
طلاقتِ لسانی یا مفت بات بنانی کچھ لطف نہیں آگے آپ جانیں
یہ کون نہیں کر سکتا۔ مگر دھوکا دینا منظور نہیں۔ ورنہ شاعری میں تو
شیعہ کم نہ نکلیں گے۔ اے حضرت مضامین سچے چاہئیں۔ نہ تقریر کی خوبی
اور عبارت کی اسلوبی۔ مگر الحمد للہ کہ اسمیں بھی شیعہ ہارے نہیں پھر
آپ صفحہ ۲۲ کے خیر سے ۴۲ تک ایکدفعہ وحل و اہمہ مفت چاہتے ہیں

اور مولوی علی بخش خانصاحب کے نقل سے روایت روضۂ کلینی کی سُناتے ہیں۔ اُس سے کوئی صفت عثمان غنی صاحب کی نہیں نکلتی۔ اور نہ کوئی شیعہ یہ اعتراض کرتا ہے جسکا آپنے جواب دیا۔ بعدازاں جو حملۂ حیدری سے لکھا ہے وہ کوہ کندن و کاہ برآوردن کا معاملہ ہے۔ صحابہ کی فضیلت کا کون قائل نہیں۔ یا یہ کون کہتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ کوئی نیکی نہیں ہوئی بلکہ آپ خود ان باتوں کو شیعوں کے ہاں سے نقل کرتے ہیں مگر بات وہی ہے کہ بعض شیعہ بنظر بدمآلی اِن آیات کو خواہ بطورِ نفاق عام یا ارتدادِ مطلق یا ظلم بر اہلبیت و غصب فدک و خلافت وغیرہ اُمورِ مشتبہ مفید بحالِ ثلاثہ نہیں جانتے۔ آپ بکمالِ دقت وقت ضائع کرکے حملۂ حیدری سے اس بیعت رضوان کو ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر حملۂ حیدری جیسی تواریخ شنیۂ سی شیعہ اپنے مطالب کو لکھیں تو جناب تحصیلدار صاحب آپ ہی بطور سچ فرمائے کہ کیا کچھ مرقوم نہیں۔ خیر بندہ ہر جگہ قلم کو روکتا ہے شیاہ جو صاحب اپنی عیب پوشی کے لئے تو تاریخ کا مطالعہ ہی تحفہ مسروقہ میں منع فرما گئے ہیں۔ حضرت امام مہدی کے باب میں جو آپنے ڈاک کا رستہ پوچھا ہے تو علاوہ اثبات صاحب ستقصا کے نیازمند درگاہ الٰہی یہ عرض کرتا ہی کہ

بھلا اگر کوئی عیسائی آپ سے حضرت خضر والیاس کا پتا پوچھے تو آپ کیا
بتا سکتے ہیں۔ سیکڑوں جزائر و مقامات دنیا میں غیر معلوم ہیں ذرا علم
جغرافیہ سے واقف ہو جئی۔ افسوس آپ امام ہمام کا نشان تو جاننے کے
لئے پوچھتے ہیں۔ حالانکہ کوئی پوچھنے کی بات نہیں ناحق آپ کو اس جگہ
طعن و تشنیع کر کے ذرا دل خوش کرنا منظور تھا۔ ورنہ آپکی تسکین و
تسلی کے لئے تو امام ؑ کے خادم ہر جگہ خصوصاً لکھنؤ و دہلی میں بعون اللہ
تعالیٰ موجود ہیں۔ آپ تشریف لاویں۔ اور جلسہ ٹھیراویں اور جو چاہیں سو
آپ اعتراض کریں اور دریافت فرماویں۔ پانچویں آیت جو آپ نے
لکھی ہے۔ اگرچہ نفس آیہ سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ خلاصۃ المنہج سے جو لکھتے ہو
اُس سے بجز اختلافِ خلیفہ اول و دوم کے در بابِ اخذِ فدیہ یا گردن زنی اور
کیا معلوم ہوتا ہے۔ سو آنحضرت سے بھی مخالفت پائی جاتی ہے بلکہ یہ جو
اِبن پتہ لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو کوئی سوائے
خلیفہ دوم و معاذ کے نہ بچتا۔ اس بے تحقیق روایت سے فوقیت معاذ کی خلیفہ
اول پر بھی لازم آتی ہے۔ دوسرے آنحضرت پر تفوق خلیفہ ثانی پایا جاتا ہے
اسمیں فضیلت کیا ہے۔ رہا بدری ہونا سو فرار ان صاحبوں کا معلوم ہی ہوگا

پس بدری کس طرح ہوے جبکہ جنگ بدر سے بدر ہی ہوگئے۔ علاوہ ازیں وہ
حدیث مقبول جامع الاصول وغیرہ کی آپ کو یاد ہی ہوگی کہ آنحضرت نے
شہداء بدر کے لئے دعا کی۔ اور فرمایا کہ یہ ہیں جنہوں نے میرا ساتھ دیا۔ خلیفہ
اول صاحب نے کہا کیا ہم ایسے نہیں۔ ارشاد ہوا کہ لَا اَدْرِیْ
مَا تُحْدِثُوْنَ بَعْدِیْ یعنی میں نہیں جانتا کہ تم بعد میرے
کیا بدعت کروگے۔ اور کل اہل بدعت کے لئے حکم دخول فی النار بھی
آیا ہے۔ پس آپ کے صحابہ اگر بدری ہوتے تو آنحضرت یوں کیوں فرماتے
پھر آخری مرض میں لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْ
جَیْشِ اُسَامَۃَ کا تیر کیوں چلتا۔ آپ کہینگے کہ یہ حدیث
ہے مقابلہ میں آیت کے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ آیتوں کی تفاسیر میں
روایات بلکہ حکایات و نقلیات نقل فرماتے ہیں۔ حالانکہ آپ کے علما خود
پکارتے ہیں کہ مفسرین میں بے تحقیق روایات لکھنی کی وبا بہت پھیل گئی
ہے۔ اہیر آپ حملہ حیدری تک کے باتوں سے سند لاتے ہیں اور آپ کے
شاہ جیو صاحب تحفہ مطالعہ تواریخ سے منع فرماتے ہیں۔ آیہ اَلسَّابِقُوْنَ
السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ الخ سے

اگر مراد ایمان والے ہیں تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ مردوں میں جناب
امیر اوّل ایمان لائے اور عورتوں میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ مومنہ اوّلے
ہیں۔ اور ہجرت پہلی دفعہ وہ ہے جو حضرت جعفر طیار وغیرہ نجاشی بادشاہ
حبشہ کے پاس گئے۔ آپ کے ثلاثہ دونو گروہ میں کہاں ہیں۔ یہانتک
میں لکھ چکا تھا کہ خدا نے میری مراد پوری کی یعنی جناب میر صاحب بہادر
صاحب کتاب واسطے ملاقات سید احمد خان صاحب بہادر کے دہلی میں تشریف
لائے۔ اکتوبر ۱۸۸۱ء کی آخری تاریخیں تھیں جو بندہ کو انسے نیاز حاصل ہوا۔
اوّل ملاقات میں مولوی الطاف حسین صاحب پانی پتی بھی موجود تھے۔
انہوں نے صاف کہا کہ کتاب آیاتِ بینات بہت مدت ہوئی میں پہلے لکھ چکا تھا
اب میرا اعتقاد موافق اس کتاب کے نہیں۔ فقیر نے پوچھا کہ ملا عبد اللہ
صاحب کون صاحب ہیں اور انکی کتاب اظہار الحق کہاں ہے۔ فرمایا کہ
مینے تحفہ وغیرہ سے یہ کتاب لکھی تھی جسطرح جھوٹ سچ انمیں سے مینے لکھدیا
غرض صاحب تحفہ کی سرقہ اور دروغ بیفروغ کا اقرار خود بخود کیا۔ اور
انکے باپ ولی اللہ کو خارجی کہا اور بہت برائی سے دونو کا نام لیا۔ کتاب
ازالۃ الخفا کو ازالۃ الخلافہ عن الخلیفۃ الرابع بتایا۔ جب انکی یہ بے اعتقادی

علماء سنتیہ کیطرف سے ظاہر ہوئی تو مجھکو تعجب ہوا۔ اور کہاکہ یہ کتاب مینے کہیں فہم و ختت نہیں کی اور کم ظاہر کی ہے۔ تمھاری پاس کسطرح گئی۔ غرض مذہب سُنّی سے نفرت ظاہر کی۔ مگر شیعہ ہونیکا بھی دم نہ بھرا۔ پوشاک وغیرہ سے گو رجحان بطرف نصاریٰ پایا جاتا تھا۔ مگر ظاہرداری کا کچھ اعتبار نہیں۔ یہ بھی فرمایاکہ جب اسلام کا یہہ حال ہوا تب یہ مذہب احمدیہ (یعنی سید احمد خانصاحب بہادر کا مذہب) جاری ہوا۔ اور کہاکہ جسوقت سید احمد خاں صاحب کے اعتقادات درباب نبوت جاری ہوگئی تب کچھ حاجت امامت کی نرہیگی۔ انہی دن میں مشتاق چار دفعہ میر صاحب مخدوم اور جناب مولوی سید احمد خانصاحب بہادر سے ملا۔ اخیر جلسہ میں میر صاحب نے یہ فرمایاکہ میں بجز ایک مسئلہ جزئی یعنی کلا گھونٹی مرغی کے کھانے سے سوا سب مسائل میں سید احمد خانصاحب کا پیرو و متفق ہوں۔ اور سید صاحب کے روبرو یہہ کہاکہ بعض مطاعن شیعہ کا جواب پہلی کتابوں اور اصول مقررہ اہل سنت سے ممکن نہیں ہاں آپنے (یعنی سید احمد خاں صاحب نے) جو نئے اصول قرار دیئے ہیں انکے موافق جواب ہوسکتا ہے۔ سو ان اصول حدیث کا یہ جو حال بعد کو ایک خط مطبوعہ نجم الاخبار ۱۶۔ فروری ۱۸۷۸ء سے ثابت ہوگیا

جناب میر صاحب کی طرف سے بخدمت مولوی سید صاحب بہادر ہے۔
آئمیں میر صاحب ان اصولوں کو پوچ ولغو بتلاتے ہیں۔ اور صاحبِ
منتہی الکلام کی دروغ گوئی سید صاحب سے بیان کی۔ اور صاحبِ
مجمع البیان کی تعریف کی۔ اور یہہ کہا کہ یہ کتاب بوقتِ تقریر پیش نظر
رکھنے کے قابل ہے۔ اپنی کتاب المجتبۃ والشوق کا شوق بھی بالکل کافور
بتلایا۔ غرض جب مینے یہ حال دیکھا تو صاف کہا کہ میری سمجھ میں نہ آیا۔
آپ کیا ہیں۔ سید احمد خانصاحب بہادر نے فرمایا کہ میں ولایت انگلستان
میں ہو آیا۔ اور بڑے بڑے عمیق سمندر دیکھے سب کا حال کچھہ معلوم ہوا مگر
آپ کا پھیر یعنی سید مہدی علیخان صاحب کا حال دل دریافت نہوا۔
گفتگو میں تو بہت ہوئیں۔ اور باتیں رہیں۔ مگر جناب میر صاحب ممدوح کو
کچھ بھی اسطرف متوجہ نہ پایا۔ اب وہ بندہ کے ذہن ناقص میں نہ سنی ہیں نہ
شیعہ نہ عیسائی بلکہ شاید حرارت اسلام بھی کچھ ہو۔ سید احمد خانصاحب کے
مذہب پر بھی غایت بحضور امام جامع مسجد بندہ کے روبرو افسوس ظاہر
کرتے تھے۔ اس سے اور بھی زیادہ تعجب ہوا کہ جسکے مرید اسکی بھی تردید۔
غرض میر صاحب نہایت صاف وبے تکلف مرد ہیں۔ اور میں انکی وضع کو

بھی ناپسند بالکل نہیں کھتا۔ لیکن شاید مذبذب و بے حرارت ہوگئے ہیں
اگرچہ سُنّی انکو اچھا نہیں جانتے۔ مولوی سید احمد علیصاحب واعظ بازار دہلی
زبانی خواجہ ضیاء الدین صاحب کے فرماتے تھے کہ پہلے سید مہدی علیصاحب کو
حرارتِ اسلام تھی اب وہ تنفر کیطرف راجع ہیں پہلے سید احمد صاحب کو
روکتے تھے اب انکے مطیع ہیں۔ قصہ کوتاہ یہ سب حالات دیکھکر اور دونو
سید صاحبوں یعنی پیر و مرید کی باتیں سُنکر میرا قلم آیاتِ بینات کی
تردید میں سُست ہو گیا۔ چند عرائض جمیع صاحب کی خدمت میں ارسال
ہوئے تھے اور وہ چھپ بھی گئی ہیں میر صاحب کنجد متمیں پیش کیے گئے۔
سید احمد خاں صاحب نے دیکھکر پھاڑ ڈالے۔ اور تعجب یہ ہے کہ باوجودیکہ
انمیں آیاتِ قرآنی بھی ہیں پھاڑ کر اگالدان میں ڈالدی۔ پس اس صورت
میں آیاتِ بینات کا جواب کیا لکھوں۔ مگر پھر مختصراً عرض کرتا ہوں کہ
آیاتِ بینات میں جو بعض آیتیں محمل فضیلتِ صحابہ پر دلالت کرتے ہیں
وہ کچھ سُنّیوں کو سود مند نہیں۔ نمازیوں اور زکوٰۃ دینے والوں اور
مومنین و مسلمانوں کی تعریفیں قرآن شریف میں جا بجا مذکور ہیں۔
پس یزید وغیرہ اور اُنکا باپ بھی نمازی کلمہ گو تھا۔ وہ بھی ان آیات مجملات

میں شامل ہو جائیگا۔ استغفر اللہ۔ غرض آپ خود قائل ہیں کہ یہ آیات
مجمل ہیں مفصل نہیں۔ اور ۳۰ صفحہ کا حاشیہ آپکے ان سب خطابات کو
خاک میں ملا چکا۔ پس اب میں کیا لکھوں۔ آیۂ غار میں صاحب کا لفظ کچھ
فضیلت پر نہیں دلالت کرتا۔ اجی صاحب عرب کا کلام دیکھئے گھوڑے کو
بھی اسوار کا صاحب کہا ہے۔ حریف کے معنوں میں یہ لفظ جا بجا آیا ہے۔
منتخب عربی تو ادنیٰ طالب علم مدرسہ نے بھی پڑھی ہوگی۔ وہی کتاب
میری دعوے کی گواہ ہے۔ یہ جو لکھا ہے کہ قرآن شریف میں لفظ
صاحبِ سجن یعنی قید خانہ کی منسوب ہے یہ کچھ غلط بھی ہے۔ اور کچھ
مفید بھی نہیں۔ سورۂ یوسف میں صاحبین کا لفظ حقیقت میں
مضاف بطرف حضرت یوسف بے شک ہے مگر حقیقی مضاف الیہ یعنی
لفظ یوسف محذوف ہے۔ اور بجائے مضاف الیہ لفظ سجن واقع ہوا ہے جو
اصل میں ظرف مکان ہے مگر آیۂ مسطورہ میں مضاف الیہ واقع ہو گیا۔
اس بحث سے سنی و شیعہ کسیکو کچھ فائدہ نہیں۔ یہہ بات درست
معلوم ہوتی ہے کہ جہاں مومنین کے لئے سکینہ آیا ہے وہاں آنحضرتؐ کو
شریک مقدم و افضل رکھا ہے۔ بخلاف آیۂ غار کہ اگر اسمیں علیہ کی ضمیر

جنابِ خاتم النبیین کیطرف پھرے اور صاحبِ فی الغار کیطرف پھری
جاوے تو آنحضرت سکینہ سے خالی رہ جاویں۔ اور جنابِ میر صاحب نے
جو دوسری میں آنزل اللہ علیہم کی ضمیر تمام مومنین کیطرف راجع بتلائی ہے
اُسمیں جنابِ رسالتمآب بالاولیٰ شریک ہیں۔ بخلاف آیۂ غار کہ یہاں فقط
لفظ علیہ ہے۔ ایک ضمیر جسطرف ہمت چاہے پھیر لو۔ ایسی آیت بتلاے کہ
جہاں فقط مومنین پر بغیر آنحضرت کے سکینہ نازل ہوئی ہو۔ اور اگرچہ
حضرت رسولِ خدا نے اپنے مصاحب ابوبکر کو لَا تَحْزَنْ اِنَّ
اللّٰہَ مَعَنَا کہا لیکن اصل میں مقامِ خوف حضرت رسولِ مقبول
ہی کو بہت تھا۔ باقی بحثیں اس آیہ میں اندہیں سہو اتکی صاحب
مجمع البیان نے از راہِ انصاف شیعوں کی ابحاث و تقاریر سے اغماض
فرمایا۔ اس آیت سے کوئی ایسی خاص بزرگی نہیں ثابت ہوتی جس سے صریح
سب عیب و رہو جاویں بلکہ پھر اجمال ہی رہا سقیفہ بنی ساعدہ وغیرہ
مقامات میں خلیفہ اول صاحب اور انکی حمایتوں نے یہ تو بطورِ استدلال
کہا کہ خلیفہ قریش ہی سے ہوگا۔ اس آیتِ غار سے یہ مضمون نہ نکالا چھ مہینے
تک بنی ہاشم و جنابِ سیدہ معصومہ کو یہ آیت نہ سنائی حضرت علیؑ اور

باقی آئمہ معصومین نے اسکو نہ مانا۔ محمد بن ابی بکر نے اس فضیلت کو درست و صحیح نہ جانا جو ہمیشہ شیعہ رہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ کوئی کہے زید کا نام کلام مجید میں آیا ہے وہ متبنّیٰ تھا۔ اسلیے بہتر تھا کہ وہ خلیفہ ہوتا چنانچہ اُسامہ کو اسی لحاظ سے خلفاء ثلاثہ کا سردار بھی بنایا تھا۔ مولوی اسمٰعیل صاحب نے باوجود دعوائے انصاف زید بن اُسامہ کو اہلبیت میں شمار کیا ہے حالانکہ وہ اولاد میں آنحضرت کے ہرگز متصور نہیں ہوسکتا کیونکہ انکی زوجہ زینب سے حضرت نے نکاح کیا۔ اگر سُنّی اُوگ عائشہ کو اہلبیت میں داخل سمجھکر انکی عصمت کے قائل ہوکر انکی زبان معرفتشاں سے خلافت انکے باپ ابی بکر کی بالتصریح ثابت کریں تو کیا دخترِ معصومہ کا قول باپ بزرگ کے حق میں تھوڑا ہے۔ لیکن عظمت اُم بی بی عائشہ از جنگِ جمل معلوم۔ مولوی سید نذیر حسین صاحب نے جو کتاب دراسات اللبیب لاہور میں چھپوائی ہے اسمیں بدلائل خوب ثابت کیا ہے کہ جنابِ معصومہ مخدومہ اور ائمہ اثنا عشر ہی اُمتِ محمدی میں معصوم ہیں۔ باقی سب اصحاب بھی صاحبِ خطا ہیں گو عادل ہوں۔ بس امامت ثابت ہوچکی۔ مولوی سید مہدی علیخانصاحب سے میں نے دہلی میں یہ بھی پوچھا تھا کہ مُلّا عبد اللہ کون شیعہ ہے جسنے اظہار الحق میں

کفر ثلاثہ سے انکار کیا تو سید صاحب ممدوح نے سب کے روبرو فرمایا کہ
جسطرح صاحب تحفہ نے جھوٹ سچ صواقع کابلی سے سرقہ کیا ہے۔
وہی مینے لکھدیا۔ اور میں اس کتاب کا معتقد نہیں رہا۔ بہت دن
ہوی کہ یہ کتاب آیات بینات لکھی تھی۔ اسواسطے میرا دل اس کتاب کی
تردید سے جھوٹ گیا لیکن پھر بھی کہتا ہوں کہ اگر آیۂ غار سے کچھ فضیلت
خلیفۂ اول صاحب کی ثابت ہوتی ہی تو مولوی عبد العزیز صاحب نے انکو محفوظ
بھی نہ لکھا جیسا ائمہ اثنا عشر کو لکھا ہی۔ تورات میں صاف آیا ہی کہ تا ماد ر مثل
موسیٰ مع بارہ رئیسوں کے پیدا ہوگا جسکو محمد جواد سا باطنی بھی ائمہ اثنا عشر
سے مراد سمجھتا ہے۔ الغرض جو آیۂ میں انصار و صحاب نبی و مومنین و
نمازیوں و زکوۃ گزاروں کی فضیلتیں اگرچہ کلام خدا میں موجود ہیں مگر
سب جو اریین و مہاجرین و انصار و مومنین ہمراہیین ہرگز مراد نہیں۔
ورنہ ہر ایک اپنی عدم ارتداد اور صحت رائی پر دلیل لاتا حالانکہ یہ
فیصلہ ہوچکا کہ بجز وصیین بعد نبی کوئی معصوم و محفوظ نہیں۔ اگرچہ
زوجۂ موسیٰ یوشع بن نون سے لڑی ہو اور دعوی کیا ہو۔ مگر
خطاوار سمجھی گئی پس معصوم کے مقابلہ میں جو مخالف ہے وہ خاطی ہی۔

اگرچہ خطا باصرارِ ظلم وجفا ہی تو اُس خاطی کا مرتبہ گناہ میں بعض کافر سے
بھی زیادہ ہو سکتا ہی - اور فضیلت تو کجا - حملۂ حیدری کی تعریف
جو مجتہد العصر صاحب کی زبان سے نقل کی ہی - اُس سے ہر ایک روایت
کی تصدیق لازم نہیں آتی - ورنہ سُنّی صاحبوں کو بھی کمال مشکل
پڑیگی - زیادہ بریں نیست کہ کثرت پر حمل کیا جائیگا - اگرچہ اِن
نقلیات سے بھی کچھہ اصلِ مذہبِ شیعہ کو صدمہ نہیں پہنچتا کیونکہ صاحبِ
حملۂ حیدری کے نزدیک بھی اِن روایات سے کچھہ فضیلت ابی بکر کی
ثابت نہیں ہوتی - گو شیعوں میں دربابِ منشاء و نیت و صورتِ بیعتِ
ثلاثہ کسیطرح کا اختلاف ہو لیکن اصلِ مطلق اُس برائی میں انکی اکثر
متفق ہیں - پھر آپ کو ان مورخین اور عالموں کے اختلاف سے کیا فائدہ
یہ اختلاف کچھہ نئی بات نہیں - وہ کونسی زمین ہے جہاں آسمان نہیں
ذرا گریبان میں مُنہ ڈالکر دیکھیے شعر ہزار حیف کہ مارا شکایت نیست
وگرنہ قصّہ جورِ ترا نہایت نیست ⁂ مولوی حیدر علی صاحب منتہی الکلام
کی نسبت دروغ گوئی کا اقرار آپ و برادر سید احمد خانصاحب بہادر
کر چکے ہیں - اور قطع نظر اسکے انکی دروغ گوئی و ہفواتِ بیہودہ سرائی

میں کیا شک ہے۔ نواب محمد فضل اللہ خانصاحب برادر منشی امو جان صاحب اسکی قائل ہیں۔ منشی محمد ذکاء اللہ خانصاحب ہیڈ ماسٹر نورمل سکول دہلی انکی ایک نقل حاجی احمد جانصاحب سے بحث کی کہتے تھے کہ مولوی حیدر علیصاحب کی تحریر میں طول فضول بہت ہے۔ بالجملہ جانصاحب سبحان علیخان منشی تھے تسپر بھی رشید المتکلمین کو بھلادیا۔ یہ سب جانتے مانتے ہیں لیکن الغرض خدا جھوٹ سے بچاوے۔ کچھ مکروفریب صاحب منتہی الکلام میں آگئے۔ سبب یہ کہ منشی صاحب صاف استبازپہلوان میدانِ مناظرہ تھے۔ اور مولوی حیدر علیصاحب بڑے پیچ پیت۔ چنانچہ انکی تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجادل و مکابر کون ہے اور مناظر کون۔ سبحان علیخان دیدہ و دانستہ کسیکو غلطی میں ڈالنا نہیں چاہتے۔ اور اسطرح اور مجادلین شیعہ بطورِ خود حق پر نہائے ہوئے بخلاف صاحب منتہی الکلام وغیرہ کہ دیدہ و دانستہ پیچیدہ گفتگو کرتے ہیں۔ انکی چالاکی اور کود اُچک اور بھاگ دوڑ خود شوخیٔ قلم سے ظاہر ہے۔ اور رشید الدینخان صاحب وغیرہ بعض مطاعن و تحریراتِ شیعہ سے آنکھ چھپاتے اور دل چراتے ہیں شاید اس سبب سے کہ منصبِ معترض و منکر کا بڑا ہے۔ باقرار مولوی حیدر علیصاحب اہل حق صاف

ہوتے ہیں اور باطل ہمیشہ دغا و فریب کرتا رہتا ہے اسلیئے مولوی حیدرعلیصاحب
نے نورالدین فرضی کے بہانہ خانصاحب اور مجتہد العصر صاحب میں تکرار رچاپا۔ اور
طرح طرح سے خانصاحب کو تردید منتہی الکلام سے باز رکھا اور فرضی تقریرات و
تحریرات سے اپنے تئیں بچایا۔ اور کچھ کوئی بات قابل اعتماد خانصاحب سے
حاصل نہیں کی چنانچہ مولوی حیدر علیصاحب کی مکاتیب مطبوعہ کے دیکھنے سے منصف کو
بتامل ظاہر ہوسکتا ہے۔ بلکہ خانصاحب کی کمال متانت ظاہر ہے و نیز وثوق ہے انصاف
نکلتا ہے کہ غائبانہ حال ونظاہر فرماتے ہیں اور مرزا صاحب کو بار بار الزام دیتے ہیں مگر کیا کیجئے وہ
بہانہ نورالدین فرضی کا صاحب منتہے الکلام کے ہاتھ میں خوب تھا۔ دوسرے
خانصاحب اُن کی نوانہ نہایت پراگندہ تھی۔ نعوذ باللہ من
الحور بعد الکور امیر تھے طالب علم نہ تھے۔ علاوہ اسکے
دغا و فریب میں بڑے بڑے نبی اور امام آگئے ہیں۔ اور رفع خلطی سراسر جھوٹ ہے
جبکہ جابجا صریح کذب مولوی حیدر علی کا ثابت ہوا تو اب اُنکی مکاتیب پر کیا
دلیل ہی ایسی بے ثبات و ہفوات باتیں سب کچھ کہہ سکتے ہیں۔ بھلا دہلی میں
بمقابلہ مولوی محمد باقر کیوں عہدہ برآ نہوئے۔ وہاں ان تلبیسات سے کچھ
کام نہ چلا۔ اب تمہیں سے بمقابلہ صاحب استقصا ایک صفحہ تک نہیں لکھا جاتا

اگرچہ اپنے معتقدین کے روبرو حسبِ عادتِ قدیمی کیسی ہی باتیں بنائیں
اور اعتبار جتائیں لیکن عجز صاف ظاہر ہے۔ گو تمام مجاتِ سُنّی شیعہ جو ہنوز
معرضِ تحریر میں آئیں سب بطورِ مجادلہ ہیں خواہ از روئے جہل بسیط یا جہالت مرکب
ہوں صحیح و تحقیق متوسط و بین بین ہیں۔ فقیر سے کئی دفعہ گفتگو ہوئی۔ شدت
کے کوچہ میں کچھ ذکر رسالہ داہیۂ حاطمہ کا جو آیا تو فرمانے لگے کہ شیعوں نے حضرت
فاطمہ کو خواہی نخواہی معصومہ سہواً سمجھی مانا ہی کہ درباب انکار فدک حضرت خلیفہ
اول پر بجوہی طعن متوجہ ہو۔ مینے کہا کہ معصومیت سہرا کی اس باب میں کچھ حاجت
نہیں۔ اگر انکا خاتمہ بخیر ہونا بھی مانا جاوے تو اعتراض بخوبی راجح ہو سکتا ہی
بنابر بعض روایاتِ بخاری غضب و ترکِ ملاقات ثابت ہے جس سے خطا منکر
کی یا رفض مُصرہ کا پایا جاتا ہے۔ یہ سُنکر پہلوی کلام بدلدیا۔ چنانچہ ایکدفعہ منشی امتو جان
صاحب کے مکان پر کہ جسکا فیصلہ سید علی نقی صاحب مرحوم سے منشی محمد ذکا اللہ صاحب
نے صبح کو مکان دہلی کالج قدیم قبل غدر یہ فرمایا کہ نہ الفت حسین ہمارا نہ مولوی
حیدر علی صاحب۔ مجکو ان بانی تقریر و نکی لکھنی کی مثل صاحب منتہی الکلام عادت
نہیں ورنہ حال معلوم ہوتا۔ کتاب استقصا کو دیکھکر آدمی منتہی الکلام و رسکاتب
کی حقیقت خوب جان سکتا ہے۔ پہلی حدیث جو لکھی ہے اُسکا حال یہ ہے کہ خود میر صاحب

صاحبِ کتاب نے دہلی میں مجھسے سب کے روبرو فرمایا کہ حدیث اصحابی کالنجوم کو اہلسنت
بھی باطل سمجھتے ہیں گو یا میر صاحب موصوف اسکی بطلان کا حال کتاب استقصاء الافحام
جواب منتہی الکلام میں خوب دیکھ چکے ہیں۔ اور نیز بغور بنظر تحقیق دیکھو تو صحابہ سے
اقتدا کرنے کے کیا معنی خود وہ باہم مختلف ہی ہیں۔ جائز الخطا انکو سب نے
کہا ہی۔ اور ہیں۔ پھر اس حدیث کے وضعی ہونے میں کیا شک ہا صحیفہ سجادیہ
جو فضل فضل صحابہ میں لکھی ہے وہ سب صفات بطور قیود ہیں اور آنحضرت کے صحابہ
مقبولین میں کسکو جائے کلام ہی۔ خود جناب مولوی میرزا محمد صاحب مغفور
دہلوی نے تحفہ کے جواب میں یہ فصل صحیفہ کاملہ سے لکھی ہی۔ صاحب تحفہ نے
انکو رسالہ میں وسیلۂ نجات سمجھکر اپنی دستاویز کیا ہی۔ میر صاحب صاحبِ
تحفہ کے قدم بقدم تصنیفِ کتاب میں مقلد تھے۔ مگر اب دروغگو جانتے ہیں۔ اور انکے
باپ ولی اللہ کو صاف خارجی کہا۔ چنانچہ مولوی الطاف حسین صاحب حالی
پانی پتی بھی اس جلسہ میں موجود تھے اور خود جناب سید حسن صاحب ممدوح بھی
مؤید اقرار بلکہ توقع تکرار اس کلمہ کفر بار کی ہے نہ مجالِ انکار۔ خود انکی
ازالۃ الخفا بھی ظاہر کرتی ہی۔ پانچویں شہادت جو لکھی ہے اسکا جواب صحیح
کچھ تشیید المطاعن میں دیکھ لینا چاہئے کچھ عقل سے سوچنا چاہئے کہ یہ گواہی کچھ

جائے فضیلت نہیں بلکہ مثبت مذہب ہے۔ آپ نے ناحق تکلیف تحریر فرمائی
چھٹی شہادت کا مختصر جواب یہ ہے کہ یہ حدیث شیعوں کے طریق سے ثابت نہیں
اسیواسطے امیر صاحب نے اسکی سند نہ لکھی سنیوں کی بعض کتاب سے شیعوں نے
جواب لکھنے کے واسطے نقل کیا ہے پس اسکو مذہب شیعہ میں منقول صحیح سمجھنا غیر معقول ہے
دوسرے بعد تنزل بالفرض علماء شیعہ نے جو جواب تو سے دیا ہے وہ ایسا ضعیف و بوجہ
نہیں جیسا امیر صاحب کہتے ہیں کیونکہ توریہ و تقیہ کے معنی یہی ہیں کہ بظاہر مخالف
کا مذہب ثابت ہو۔ اور بہ باطن اس سے مراد اپنی کچھ اور ہی ہو۔ آٹھویں
شہادت جو کشف الغمہ سے لائے ہیں یہ صاف ظاہر ہے کہ تواریخ منقولہ کشف الغمہ
بھی اکثر بطور مخالف سمجھی جاتی ہے۔ اور معز الدین نے جو لکھا ہے کہ مضمون
کشف الغمہ مخالف و موافق کی مرغوب طبع ہے یہ ایک عالم کا قول ہے بلا دلیل
تمام مذہب پر اس سے الزام نہیں آسکتا۔ حالانکہ ممکن ہے کہ معز الدین کا یہ
قول بنظر اکثر مضامین کشف الغمہ ہو۔ غرض تحقیق چاہیے نہ فقط تسطیر وصف کتاب
مجملاً کافی ہے۔ ساتویں شہادت جو نہج البلاغہ سے فلاں کی فضیلت میں لائے
ہیں۔ اس تمام کتاب میں اچھے میرے نزدیک جان ڈالی ہے۔ لیکن اسمیں فلاں کا لفظ
موجود ہے اور جو ایک آدھی عالم کی زبانی فلاں کی تفسیر بے دلیل لکھی ہے

وہ خلافِ جمہورِ شیعہ بےفائدہ۔ اگر چار مفسر بھی بے دلیل میر صاحب کے
موافق لفظ فلاں کی تفسیر کریں تو بھی کچھ مثبت نہیں۔ ہاں البتہ کتبِ
احادیثِ صحیحہ سے یہ حدیث اور یہ تفسیر ثابت ہو تو مانا جاوے۔ رہا یہ کہ شریف
رضی نے بھی یہ لفظِ فلاں لکھا ہے سو یہ ثابت نہیں اگر وہ اس خطبے کو نہ لکھتے تو کون
ہاتھ پکڑتا۔ اور اگر بالفرض سید رضی اسکے بنانے والے ثابت بھی ہو جاویں تو
بخاری کی چوری اسی لفظِ فلاں و کذا کذا وغیرہ میں ذرا یاد کریں قلیل العیب
اس روایت میں بھی موجود ہے۔ غرض یہ روایت جناب امیر علیہ السلام سے اسطرح
مشہور و ثابت نہیں جیسے آنحضرت سے حدیث غدیر و حدیث تمسک و حدیث
منزلتِ ہارونی وغیرہ۔ پس افسوس کہ ایک روایت پر یہ غل حالانکہ اس خطبہ
کی سند ضرور دیکھنی چاہیئے۔ ساتویں شہادت میں جو کشف الغمہ سے
صدیقیت خلیفہ اول کی ثابت کی ہے۔ یہ حدیث سنیوں کے خلاف
اس حدیث کے ہے جو خود سنیوں کے ہاں اس سے زیادہ کئی طریق سے منقول
ہے کہ صدیق تین ہیں ایک مومن آلِ فرعون دوسرے حبیب نجار تیسرے
حضرت علی علیہ السلام اس امتِ احمدی میں اور یہ علی انمیں افضل ہیں اور
حدیث کشف الغمہ میں بفرضِ صحت صدیق کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ

خلیفہ اول خاص تصدیق نبوت میں سچے تھے جوانکو اس بات میں سچا سمجھیں
خدا انکی تصدیق نہ کرے یعنی انحضرت نبی برحق تھے۔ اور صدیق کی معنی
مصدق بھی ہو سکتی ہیں خصوصًا بطورِ تقیہ و توریہ صحیح کیونکہ ممکن ہے کہ
اُسوقت کوئی اور نافہم موجود ہو۔ باقی تقیہ خاص امام باقر و امام جعفر علیہما السلام کا
جواب جلد دوم حدیقہ سلطانی و ستقصا میں بخوبی دیکھ لو۔ البتہ وقت و موقع
مخاطب کے امام جو توریہ تقیہ کرے وہ خوب جانتا ہے۔ ہمارے میر صاحب نے جو تقیہ
پر اعتراض کیے اس سے صاف ظاہر ہے کہ تقیہ کی معنی نہیں سُنے اور نہ سمجھے۔ اسکی اصطلاحی
معنی بمصلحت صحیح احتراز عن الفساد وغیرہ ہیں۔ نہ صریحًا اظہار خلافِ حق
بخوف و جبن۔ پس آئمہ سے جو تقیہ یا توریہ وقوع میں آیا ہے تو اول
مصلحتِ دینی ملحوظ رہی ہے۔ نہ فقط حفظِ جانِ خود۔ اگرچہ بعض اوقات
نبی یا امام یا مومن خالص کا وجود باعثِ قیامِ کلمۂ حق ہوتا ہے۔ اور
تقیہ باظہارِ ممنوعات قولًا یا فعلًا راویوں کیطرف منسوب ہے یعنی راویوں نے
تقیہ جھوٹ بولا ہے یا خلافِ حق ظاہر کیا ہے۔ اور جہاں آئمہ کا تقیہ کیا ہے
وہاں فقط بمصلحتِ کتمان بخوف جان و بنا بر بقائے ایمان را دہی۔ پس اگر امام
بنا بر مصلحتِ ایمانی بنظر ابقائے کلمۂ اسلام کبھی کلماتِ صلح ارشاد فرماویں یا

اپنی حقوق سے درگزریں یا سکوت فرماویں تو ہرگز خرابی نہیں - رسالہ
تقیہ متحققہ علیحدہ لکھا جاتا ہی بعدِ ملاحظہ انشاء اللہ ثبوتِ حق میں کچھ شک
نرہیگا - انبیا و اولیا کے اس حال کو بھی دیکھنا ضرور ہے کہ کبھی صورتِ
جلال ظاہر تھی - کبھی سیرتِ صبر غالب تھی ۹ گہی بر طارمِ اعلیٰ نشینم ؛
گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینم ؛ بعض دفعہ ع جوابِ جاہلاں باشد خموشی ؛
معمول تھا کسی وقت سرکوبیٔ اعدا دستور تھا - بلے ع ہر سخن موقع و ہر
نکتہ مقامی دارد ؛ آیاتِ بینات کی ۱۲۶ صفحہ کی آخرِ سطر اور آخر فقرہ سے
صدیق کی معنی نسبت خلیفہ اول خود میر صاحب صاحبِ کتاب کی تحریر سے
آئینہ ہو گئی - میر صاحب نے جو دہلی میں زبان مبارک سے فرمایا تھا کہ جو کچھ
صاحب تحفہ نے لکھا ہے اپنی طرف سے سمجھکر لکھدیا تھا - فی الحقیقت اُس سے بھی
اخبار کشف الغمہ مراد ہیں - کیونکہ شاہ صاحب تقلید خواجہ کابلی بغیر دیکھے
ترجمہ کرتے چلے گئے - اور خواجہ صاحب گرد تحقیق نہیں پھرتے - اپنی ہاں کی
روایتیں جو کشف الغمہ میں ہیں یا نہیں لکھتے چلے جاتے ہیں - اگرچہ کمترین
خلائق کے پاس دم تحریر بجز آیاتِ بینات جو متن ہے اور کوئی کتاب
نہیں جو تحقیق سی بخوبی جواب مفصل لکھا جائے - لیکن یہ باتیں کبھی کی

یاد میں جب بغرضِ تحقیق تحفہ دیکھا تھا۔ علاوہ ازیں یہ باتیں بھی پرانی ہو گئیں۔ سب پر اصل حال مناظرہ سُنی و شیعہ کا کھل گیا۔ اسلیئے بسط و تفصیل سے کنارہ کرکے فقط اس حاشیہ مجمل کو جو ہر فہیم و منصف کے لئے کچھ راہ بتلا سکتا ہے کفایت کیجاتی ہے نویں شہادت نکاح امِ کلثوم کو جو باعث فضیلتِ خلیفہ ثانی لکھا ہے۔ سو اسکا مفصل جواب سیف صارم اردو میں بھی مرقوم ہے۔ مختصر یہ ہے کہ اصل اس روایت کا مدار روایت منقولہ از زبیر ابن بکار ہے۔ وہ خارجیوں کے یہ باتیں جوڑی ہیں ورنہ شروع میں سنیوں نے انکو باوجود ادعائے فضیلت کیوں پیش نہ کیا۔ زید اپنی والدہ کے ساتھ کیوں گم بلا میں نہ گیا۔ خلیفہ جی کی اس عمر میں ایسی کم سن سے اولاد ہونی تعجب ہے۔ خصوصاً جبکہ خود عدم رُجلیت کا اقرار اس سن میں کر چکی ہوں۔ پھر دلیل طلب نکاح کیا معقول ہی۔ کہ اہلبیت سے رشتہ مفید ہے حالانکہ ایمان نہو تو زبردستی رشتہ کیا مفید ہی۔ بلکہ غیر مفید ہے اور نہایت مضر۔ اس طلب ہی سے تفضیل جناب امیر علیہ السلام لازم آتی ہی جو مذہب شیعوں کا ہی باقرارِ شاہ جیو صاحب۔ واہ خلیفہ جیو صاحب رشتہ اہلبیت سے پناہِ قیامت ڈھونڈیں اور پہلے خلیفہ دُم بن بیٹھیں۔

کیا دلیل ذلیل ہے۔ کیا خسر ہونیکا رشتہ آنحضرتؐ سے کافی تھا۔ لیکن بیشک معلوم ہوا کہ وہ کچھ مفید تھا۔ یوں تو شیخ ابوسفیان ملہم پر امِ حبیبہ بھی جناب سالتمآب کا خسر تھا۔ ع پسرِ نوح بابدان بنشست ٭ خاندانِ نبوتش گم شد ٭ بھلا ہم پوچھتے ہیں کہ باوجود عذرِ صغرسنی بی بی دختر سے کیوں نکاح نہ کیا حالانکہ وہ ایک سال بڑی تھیں اور وہ بھی اسوقت تک بے نکاح بالضرور تھیں۔ اور اسقدر پہلے عرب میں منگنی کا دستور نہیں۔ جو کوئی کہے کہ حضرت زینب اسوقت منکوحہ نہ تھیں۔ تو شاید مخطوبہ ہوں یعنی کہیں رشتہ ہو گیا ہو۔ اس جواب کی تصدیق و تحسین جناب استادی ملاذی مولوی قاری سید جعفر علیصاحب نے خدا انکو درگاہ خوش رکھے خواب میں بکوہ شملہ فرمائی۔ کہ ہاں یہ گمان تیرا صحیح ہے کہ یہ نکاح نہیں ہوا۔ ورنہ بڑی دختر سے اولی تھا۔ نام میں شبہہ پڑ گیا ہو۔ ورنہ وہ خواہر محمد بن ابی بکر ضرور تھی۔ اور تعجب ہے کہ اور بھی چند لڑکیاں اولادِ جعفر و علیؑ میں تھیں۔ پھر اہلبیت میں خود حضرت امِ کلثوم تو داخل نہیں جو کچھ خلیفہ ثانی کو مفید فلاح نجات ہوتی۔ اسمقدمہ میں جبکہ مومنین ہند کو خصوصاً شرم دامنگیر ہوتی ہی اسواسطے

سُنی اُنمیں خیرہ چشمی اور زبان درازی کرتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ آپ سیّد ہو کر کیفیت طلب کو ملاحظہ نہیں کرتے کہ شوخ چشم کسطرح اس قصہ کو بیان کرتے ہیں اور کچھہ کچھہ اماموں کی نسبت جوڑتے ہیں۔ حدیث

اَوَّلُ فَرجٍ غُصِبَتْ مِنَّا بھی اسی قبیل سے ہے

ورنہ لفظِ اوّل سے اور بھی مغصوبہ پائی جاتی ہے۔ ہمارے عُلَمانے اِن روایات کو جواب دینے کے واسطے نقلاً لکھا ہے اور بفرضِ صحت جواب لکھا ہے جس سے لوگ یہ سمجھہ گئے۔ یا بے حیائی سے کہنے لگے کہ یہ مرویات شیعہ ہیں۔ حالانکہ یہ بات ہرگز نہیں۔ چنانچہ سیف صارم ہی دیکھئے۔ فقط ایسے باتوں سے سُنیوں کو یہ منظور ہے کہ شیعہ شرم کے مارے جواب میں کوتاہی کریں۔ مگر ستغفر اللّٰہ اہلِ حق شرع میں کب شرم کرتے ہیں عیسائی آنحضرتؐ کے نکاح پر جو بی بی زینب سے کیا مسلمانوں کو کیسا شرمانا چاہتے ہیں مگر جب آنحضرتؐ نے انکی کچھہ پروا نہ کی۔ ہم کب آنکھہ چراتے ہیں ابھی حضرت شیعوں کے پاس اسکی بیسیوں جواب ہیں۔ بھلا زید جو اپنی والدہ اُم کلثوم کے ساتھہ مری جنکی نماز حضرت امام سجادؑ نے ساتھہ پڑھی۔ اُسوقت زید کی عمر اُنیس سال کی کسطرح ہوسکتی ہی۔ اور اگر کہو کہ ایک کم

چالیس برس کی تھی تو زید سے کہیں کوئی روایت بھی منقول ہے۔
کہیں اُسکا ذکر بیشتر بھی آیا ہی۔ تعجب ہے کہ خلیفہ ثانی کا بیٹا اور حضرت علیؑ کا
نواسہ اِس عمر تک مجہول الحال رہے۔ عبد اللہ بن عمر سے سب کچھ
منقول ہے۔ اور بیچارہ زید ایسا غیر معلوم۔ نہ بعد خلیفہ ثانی کچھ ماں
بیٹوں کی میراث پانیکا ذکر کہیں موجود۔ آخر کچھ تو اور حال فرزند
مادر کا خلیفہ ثانی کے ساتھ مذکور ہوتا غرض بطورِ تحقیق اوّلاً اس
نکاح کا ثابت کرنا سُنیوں کے ذمہ ہے۔ بعد ازاں یہ جواب سُنیے کہ صاحبو
یہی جو کہو کہ حضرت امیر علیہ السلام نے انکو مسندِ خلافت نبوی پر کیوں قدم
رکھنے دیا کیوں مسجد میں گھسنے پائے۔ سب نے کیوں پیچھے نماز پڑھی۔ زکوٰۃ پر
کیوں قبضہ کیا۔ کیا یہ باتیں تھوڑی تھیں جو طعن نکاحِ اُمِّ کلثوم کیا۔
مگر یہی کہ راجپوتوں کیطرح مومنوں کو شرما کر خاموش کریں لیکن
شیعہ یہ کہینگے کہ بنظرِ ظاہر اسلام بنی اُمیہ و عباسیہ سے نکاح ظاہری باطل
نہ تھا خصوصاً جبکہ جانتے ہوں یا گمان ہو کہ خلیفہ جیو وقتِ بلوغ زوجہ
تک فنا ہو جائینگے تو قبضہ مومنہ پر نہ رہیگا۔* خاص کر جبکہ خلیفہ صاحب

* یہاں حضرت سارہ کا قصہ بغور تلاوت فرماویں کہ حضرت ابراہیمؑ نے دیدہ و دانستہ
انکو بہن بنایا اور حاکم وقت نے نکاح چاہا ۱۲

خود اپنے فانی ہونیکا اقرار کریں - اس سے معلوم ہوا کہ بالفرض نکاح
بھی ہوا تو برائے نام - یہ بھی رشتہ غیر مفید ہی ہا - جیسے رشتہ حفصہ بے سود تھا
باقی یہ روایت جو لکھی ہی کہ زنِ عارفہ کا نکاح غیر عارف سے نہیں ہوتا - یہ کہمایت
عقد دحقیقتِ نکاح بین اللہ وبین العبد ہے ورنہ نکاح دنیاوی کی شریعت میں
فقط اسلام ظاہری کافی ووافی ہی - یہ جواب علمائے شیعہ کا بشرطِ وقوع بعد
فرض بسبیل تنزل ہی - ابو القاسم قمی فقیہ کا قول بے سند حدیثِ صحیح
چنداں معتبر اور دوسرے مجتہد پر دلیل وحجت نہیں - اور ابو الحسن علی بن اسمعیل
کا جواب بہت صحیح و درست ہے - تہذیب وغیرہ میں جو حدیثیں متضمن حال نکاح ام
کلثوم منقول ہیں وہ موافق سنیوں کے ہیں اور خود صاحب تہذیب انکو تردید کرتے ہیں
چونکہ علاوہ کتب عربی و فارسی کے اسمقدمہ میں کئی اُردو رسالے بھی چھپ چکے ہیں -
زیادہ اس سے لکھنا فضول سمجھا گیا - کیونکہ میر صاحب نے کچھ نئی بات پیدا نہیں
کی - وہی باتیں ہیں جنکا بار بار شیعہ جواب لکھ چکے - زاد المعاد سے جو بڑی لمبی
چوڑی روایت شانِ خلیفہ دوم کی شان میں لکھی ہے وہ کسی اور کتاب میں نہیں -
اور اسیطرح ملا باقر مجلسی سے جو روایت دربابِ مذمتِ عباس و عبداللہ نقل کی
ہے یہ سب غیر معتمد ہیں - عجب نہیں کہ عباسیہ کا ظلم باعثِ وضع حدیث مذمت

عباسؓ ہوا ہو۔ عبداللہ بن عباسؓ و عقیل سے اگر دین میں کچھ سستی بھی
ہوئی تو کیا مضائقہ ہے ایمان کو اس سے کیا رشتہ ہے۔ سنیوں کے ہاں ان
دونو کا حال ایسا ہی کچھ مرقوم ہے۔ اور سینکڑوں اگلوں کا حال جو کچھ مروی و
منقول ہے وہ استقصار الافحام دیکھنے والے کو سب معلوم ہے چونکہ مولوی حیدر علی
کی حمیت و غیرت کا حال سب صاحب جانتے ہیں۔ اسواسطے ایسی مقدمات میں وہ
زیادہ شور و غل کرتے ہیں۔ بھلا یہ باتیں کس مذہب میں مروی ہیں۔ قولِ
مشہور و مذہب راجح کو دیکھنا چاہئے۔ اور تحقیق سے غرض رکھنی لازم ہے۔ حاصل
اس سب بحث نکاح ام کلثوم کا یہ ہے کہ حضرت علیؑ سے جو معاملہ خلفاء ثلاثہ
وغیرہ سے ہوا وہ ایسا تھا جیسا اب سلوات باہم لڑتے ہیں۔ یا جو شاہجہاں
نے اولادِ تیمور کے ساتھ کیا۔ یا جو سلوک عالمگیر نے اپنے بھائیوں دارا و مراد
نامراد کے ساتھ کیا۔ پس ان جھگڑوں اور لڑائیوں کے سبب آپس میں نکاح باطل نہیں
ہوتے کیسی ہی خونریزیاں ہوں۔ حقیقت میں بسبب قتل برادرانِ ایمانی و
خویشانِ اہلِ ایمان مستحقِ عذابِ جہنم ہو جاویں۔ مگر باہم رشتہ داری
اور راہِ شریعتِ ظاہری ممنوع نہیں ہوتی۔ اور چونکہ بغض و عداوتِ جنابِ
امیر و حضرت فاطمہ زہرا بنابر احادیثِ مشہور موجبِ عذابِ جہنم ہے اسواسطے

بعض شیعہ لکھتے ہیں کہ دشمنانِ اہلبیت و حاربانِ علی مستحقِ عذاب
طرح طرح کے درجہ بدرجہ ہیں کہ جنمیں سے سخت دشمن کا مرتبہ بعض عمر کافروں
سے زیادہ ہوگا سو دوستوں سے اسقدر پہنچے ہیں صد جان پر پھر دشمنوں
کی بھی عداوت کا گلہ جاتا رہا۔ اب کمترین اس رسالہ کو ختم کرتا ہے اور یہ عرض ہے کہ
پانچ چار جلسوں میں جو کُل چند گھنٹوں سے زیادہ اتفاق تحریر نہیں ہوا یہ جواب لکھا گیا
یہ تحریر کیمیہ اسکو کافی ہو سکتی ہے جسنے اور کتبِ کلامیہ حتیٰ کہ استقصار الافحام بھی
دیکھی ہو۔ اور رسالہ ادابِ مناظرہ جو چھپ چکا ہے دیکھا ہو۔ کیونکہ اسمیں صاف
لکھا ہے کہ نقلی بات وہ مانی جائیگی جو بخوبی متحقق و ثابت ہو۔ اور عقل بھی اسکو
تجویز کرتی ہو نہ روایاتِ احاد و منقولاتِ بے اعتماد و خلافِ مشہور و مخالفِ جمہور۔
ایسی وہ باتیں طرفین میں خود متروک ہوتی ہیں۔ انکا لکھدینا محض مغالطہ ہے۔ نہ ایسی
بعض ضعیف حدیثوں سے کسی پر اعتراض واقع ہو سکتا ہے۔ نہ مرجوح قولوں سے جواب
مقبول ہو سکتا ہے۔ مجتہدین نے بہت سی مشہور باتوں کو خود سطرح رد کردیا ہے کہ رُبَّ
مشہور لا اصل لہ۔ یعنی بہت باتیں مشہور ہوتی ہیں۔ مگر عند التحقیق انکی کچھہ اصل
نہیں نکلتی۔ ذرا تحقیق و تنقیح احادیث ملاحظہ فرمائیے۔ ہر ایک قائل کی تقلید
بے دلیل ضروری و قابلِ قبول نہیں۔ اسیطرح کسی عالم کے محض قول بلا دلیل سے

الزام مذہب پر نہیں ہو سکتے۔ ان باتوں کا لحاظ رہے تو یہ قضیہ بہت کم ہو جائے
اگرچہ بالکل فیصلہ ہونا معلوم۔ مگر میدانِ مناظرہ ایسا بے انتہا نہیں۔ اسواسطے
میر صاحب موصوف دہلی میں جناب مولوی سید خان صاحب بہادر سے کہتے تھے کہ یہ پہلی باتیں تو
شیعوں کے بعض مطاعن کا جواب نہیں۔ مگر ہاں آپ نے (یعنی سید صاحب جج بہادر
نے) جو صول جدید مقرر کئے ہیں۔ انسے جواب ممکن ہو سکتا ہے۔ فقیر نے وہ صول
پوچھے۔ میر صاحب نے فرمایا کہ بنارس میں آنکر میرے پاس چند دن ہو تب معلوم
ہونگے۔ چونکہ یہ عجیب بات تھی کہ بغیر بنارس وہ صول مقررہ معلوم نہوں اسلئے
ہنسی آئی۔ اور نیز جناب میر صاحب بندہ کی نظر میں اپنے مرشد سید صاحب بہادر سے بھی
حاضر غائب یکساں نہ معلوم ہوئے۔ امام جامع مسجد کے سامنے کچھ اور تقریر تھی۔ روبرو
جج صاحب کے اور گفتگو انکے برخلاف تھی۔ لہذا میں حیران ہوا بلکہ اسیوقت
عرض کیا گیا کہ اس تخالف اور دورنگی کا کیا باعث ہے۔ کبھی جج صاحب کی باتوں پر
افسوس ظاہر کرتے تھے۔ گاہے انکی روبرو سوائے مسئلہ گلا گھونٹی مرغی کے سب میں
اپنے آپکو موافق جج صاحب بہادر کے بتلاتے تھے۔ غرض کیا عرض کروں ذبح جانوران
کو جو بندہ نے خلاف قانون قدرتی بیان کیا۔ خصوصاً ان جانوروں کو کھانا جو
موذی نہیں اور طرح طرح کے انکی فائدے ہیں تو یہ حال تھا کہ جناب میر صاحب نے

اپنے مرشد سے اسکو اعتراضاً پیش کیا۔ مگر پھر جو مرشد صاحب ممدوح نے فرمایا تو یہ کہا کہ دانت اور معدہ انسان کا گوشت کھانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تو میر صاحب ایسی سہل مانگئی کہ گویا انکا کہنا آیت حدیث ہے۔ حالانکہ اسمیں اختلاف ہے کہ انسان کے دانت گوشت کھانیکی صلاحیت رکھتے ہیں یا نہیں۔ بندر کے دانت کیا صلاحیت گوشت خوری کی نہیں رکھتے۔ پھر بھی بندر گوشت نہیں کھاتا۔ حالانکہ بندر کا معدہ اور سب بدن انسان سے بہت مشابہ ہے تشریح دیکھ لو۔ گھوڑا بکری کی سری کھاتا ہے کیا دانت اور معدہ اُنکا قابل گوشت کھانیکے ہے لیکن اسپر بھی اُنکو گوشت کھلاؤ تو کچھ خرابی نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے میر صاحب کچھ ایسا ذہن سپاٹ رکھتے ہیں کہ تحقیق سے غرض نہیں جو سن لیتے ہیں وُہی ذہن نشین ہو جاتا ہے لیکن البتہ سلیقہ تحریر بہت عمدہ رکھتے ہیں سو وہ دوسرا امر ہے۔ یا کسی سبب سے عمداً جناب سید صاحب ممدوح کی تقلید پسند و مرغوب ہے۔ اور اگر اعتقاد ولی ایسا ہوتا تو اختلاف کے کیا معنی۔ حاصل کلام کہ جب میر صاحب کو ایسا دیکھا پھر اس کتاب کے جواب لکھنے کو بھی دل نہ چاہا کیونکہ میر صاحب پہلے ہی سے اپنی کتاب کے معتقد نہ رہے۔ رہا اور لوگوں سے کچھ چنداں مطلب نہ تھا۔ کیونکہ لوگ اُنسے خود بے اعتقاد ہیں۔ کچھ اعتماد نہیں کرتے۔ اب یہ آرزو ہے کہ

جناب میر صاحب سے اور بھی دو چار دفعہ نیاز حاصل ہو تو البتہ حال کھلے۔
اگرچہ سید احمد خان صاحب بہادر نے بجواب بندہ یہہ بھی فرمایا تھا کہ میں نے
بڑے بڑے سمندر انگلستان کی راہ میں دیکھے سب کا حال معلوم
ہو سکتا ہے مگر سید مہدی علی خاں صاحب کی بات نہیں کھل
سکتی۔ مختصر یہہ کہ میں میر صاحب کی ہجو نہیں کرتا۔ بلکہ انکی فرہانت و
استعداد وغیرہ کا مداح ہوں مگر ہاں انکی نسبت حیران ہوں کہ
کیا مقصود ہے۔ کیا اعتقاد ہے۔ اگر خود میر صاحب یا جس صاحب کو
انکا حال بخوبی معلوم ہو رقم فرماویں تو عین احسان ہوگا۔ مگر
بے تعصب صحیح صحیح ہو۔ بعد چند مدت الحمد للہ رسالہ ماہواری
تہذیب الاخلاق سے مصنف آیات بینات کا خود سب حال ظاہر ہو گیا کہ
سید احمد صاحب کا مذہب رکھتے ہیں اور سب دوزخ بہشت و ملائک و
شیطان کو فرضی مانتے ہیں۔ اور قرآن کے اکثر مضامین کو مجازی
جانتے ہیں۔ افسوس کہ جناب میر صاحب شیطان و آسمان خیالی کے
لئے جو نصوص قرآنی ہیں وہ کچھہ تاویلات جائز رکھیں جو انہوں نے علیحدہ
رسالہ اور نیز تہذیب الاخلاق میں چھپوائی ہیں اور ان آیات عامہ کو

باوجود وقوع اُن خطایا رکبیرہ کے جو اُنکی صحابہ سے بابِ خلافت میں
مروی ہیں ذرا بھی خاص نکریں۔ خود مُلّا تفتازانی و شیخ ولی اللہ
صاحب وصیت نامہ میں شیوخ و صحابہ کے اُن افعالِ قبیحہ کے قائل ہیں کہ جو
احاد فاش سے صادر ہوں۔ اب میں اس رسالہ کو اِس مختصر فقرہ پر ختم
کرتا ہوں کہ افسوس صاحب آیاتِ بینات نے اپنا مذہب شیعہ اتنا جلد بدل لیا
اور رسالہ دفع المغالطہ تصنیف جناب مولانا الحاج سید عمار علی صاحب سونی پتی
جو بجواب مولوی نجف علی فریدآبادی مدت ہوئی کہ مطبوع ہو چکا لاحظہ
نہیں فرمایا کہ آیاتِ بینات کے اکثر مضامین کا جواب اسمیں آچکا ہی۔ آخریہ
ثابت ہو گیا کہ سید صاحب کے مزاج میں قوتِ انفعال بہت ہے۔ اور
متلون الطبع ہیں کہ جلد جلد بدل جاتے ہیں چنانچہ نتیجہ ظاہر ہے بلکہ اب عنقریب
بڑے انقلاب کا خوف ہے۔ الحاد کی کرسیاں انگلستان سے ہند میں بھی آگئی ہیں ؛

تمت

اعلان ۔ جناب مولوی سید الفت حسین صاحب مرحوم مغفور نے حق تصنیف
بندہ کو ہبہ کر دیا ہے کوئی صاحب بدون اجازت راقم قصد طبع نفرمائیں کیونکہ موجب قانون
بستم ۲۰ سنہ ۱۸۴۷ کے درج فہرست رجسٹری گورنمنٹ ہو چکی ہے ؛ **راقم** ۔ سید علی حسین
مالک مطبع یوسفی دہلی

کتب مندرجہ ذیل موجود کتب خانہ مطبع یوسفی واقع دہلی

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن ہر سہ جلد	عـہ	تحفۃ الاشعریہ در علم مناظرہ	۸/ عـ
توضیح عزائی مصائب الشہداء علیہم السلام	۸/ عـہ	جامع عباسی بست بابی اردو	عـ
مودۃ الاسلام	۱۰/	فضائل مرتضوی سفینۂ نجات	۸/ عـہ
دیوان جناب عمیر کی کامل شرح	عـ	حد تحقیق	عـ
مراثی مرزا فصیح جلد اول و سوم	۸/ عـہ	احکام الائمہ	۴/
غزوۂ حیدری متضمن حالات کربلا	۴/	مسکت مخالفین	۳/
اخبار ماتم	۸/ عـ	بزم ماتم یعنی مجموعہ سلامہا	۸/
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چہل مجلس	۸/ عـہ	محاربہ صفدری ترجمہ حملۂ حیدری	۸/ عـہ
حجۃ القدیر فی حدیث غدیر	۲/	بیاض نوحہ جات	۱۴/
اعمال الصالحین	۰۶/	تحفۃ العوام	۶/
نان و نمک	۳/	عین الحیات	۸/ عـ
وقائع خلافت حضرت علیؑ	۶/	سفینۃ النجات	۱۴/
اخلاق احمدی	۸/ عـہ	دفتر غم مرزا دبیر	۱۲/
مثنوی فوائد آخرت	۴/	حق الیقین	۸/ عـ
حلیۃ العروس	۰۳/	گلدستۂ نور	۳/
مفید العوام	۴/	تحفۃ الصائمین	۰/

مرزا افضل حسین مالک و مہتمم مطبع دبدبہ حیدری آگرہ

فمن تبع ھدای فلا یضل ولا یشقی

الحمد للہ والمنۃ کہ این رسالۂ حیرت فزا و آئینۂ حق نما بجواب کتاب اسرار الہدیٰ اعنی

نجم الہدیٰ

مؤلفہ اسوۃ المتکلمین مولوی سید نجم الدین حسین صاحب جائسی باہتمام مرزا نثار حسین

در مطبع دبدبۂ حیدری آگرہ طبع شد

قیمت مع محصول ڈاک عہ

اعلان حق تالیف اس کتاب کا بحق مطبع دبدبہ حیدری آگرہ محفوظ ہے۔

قیمت عہ روپیہ سے فی مجلد قیمت پیشگی آنے پر روانہ ہو سکتا ہے محصول ذمہ خریدار علاوہ بریں اگر دو

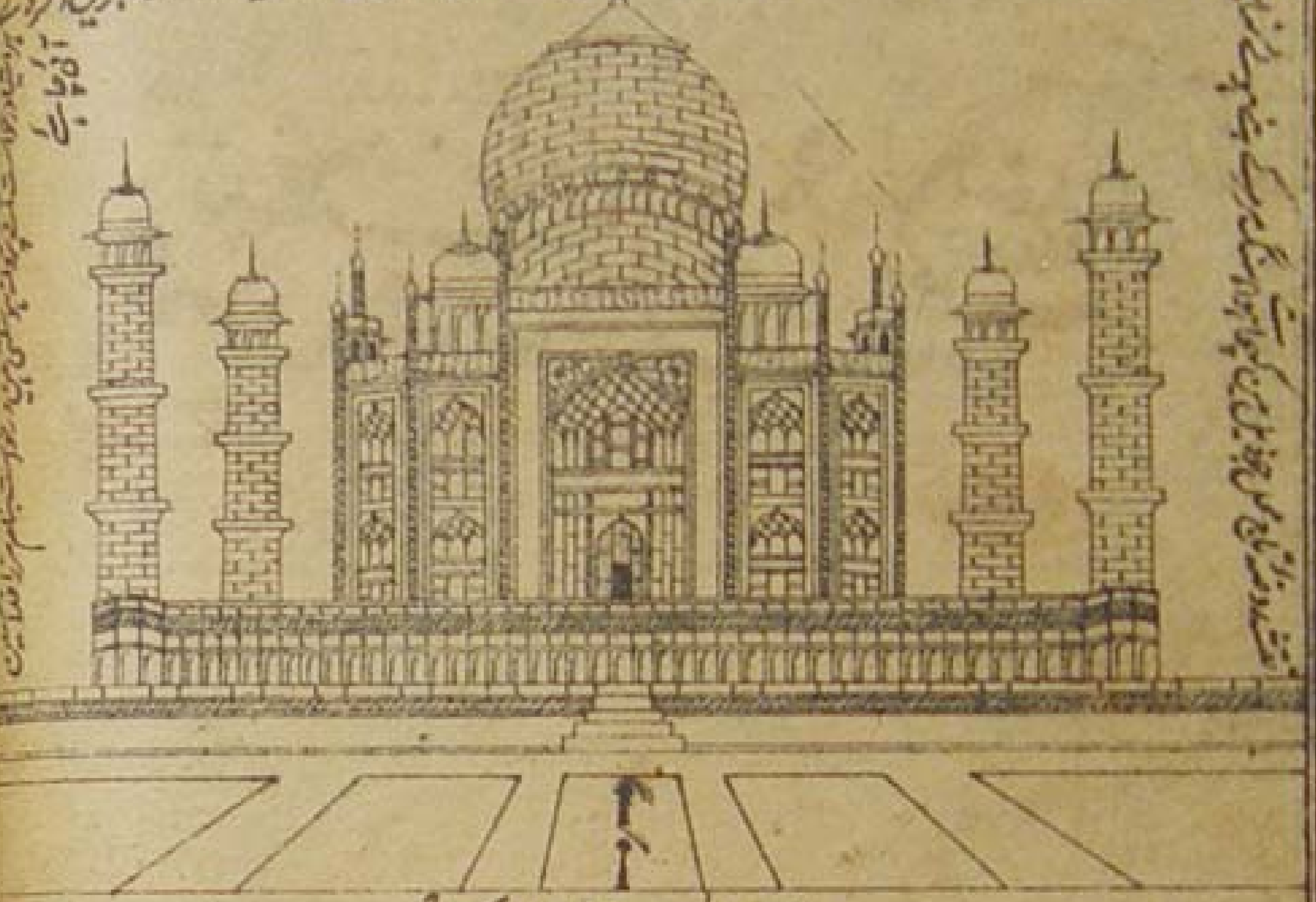

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ
الْمُرْسَلِیْنَ وَ اَخِیْہِ وَ وَصِیِّہٖ وَ خَلِیْفَتِہٖ بِلَا فَصْلٍ وَ اٰلِہِ الطَّاہِرِیْنَ
اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ بندہ اثم کوئنین سید نجم الدین حسین ابن المرحوم سید سجاد علی نقوی متوطن
قصبہ جائس ضلع رائے بریلی اودہ خدمت مین مومنین جنکو اللہ جل و علی نے اپنی کتاب مبین
انتساب مین ایمان والو فرما کر خطاب کیا ہی اور جو حق و ناحق مین تمیز کرنے والے اور کھوٹا کھرا
پرکھنے والے ہین عرض کرتا ہی فی زمانہ ایک مختصر رسالہ مسمی بہ اسرار الھدی جس کے
مصنف و مولف سید گوہر علی ولد لا معلوم ساکن قصبہ مچھلی شہر ظاہر کئے گئے ہین طبع ہو کر شائع
ہوا ہی اتفاقاً مین نے بھی اس رسالہ کو دیکھا اس مین عجب طرح کے مضامین اور مطالب آیات
و حدیث کے انوکھے معنی اچھوتے مقاصد درج ہین جنسے معلوم ہوتا ہی کہ بیشک یہہ اسرار
۱۳۰
نہانی مصنف ہی کے سینہ پر کینہ مین مخزون و مکتوم رہنے کے قابل تھے جنکو اب تیرہ سو

بس بعد ظاہر کرنے کی ضرورت سمجھی گئی۔ مگر جہانگیر خان شکوہ آبادی کا بھی تصرف پایا جاتا ہے جس کا خود مصنف کو اقرار ہے کہ یہ کار خیر اُن کی سعاونت سے انجام کو پہونچا خیر کوئی سعاون ہو ہم تو جوہری کی تصنیف سمجھین گے اور وہی ہمارے مخاطب ہونگے۔

میان جوہر صاحب بُرا نہ مانیئے سیّد اور علیؑ کا لفظ آپ کے نام سے علحدہ کیا گیا ہے یہہ کچھ بیجا نہیں ہے پہلا قول مشہور یہہ ہے کہ سیّد سنّی نباشد اور آپ شیعہ سے سنّی ہو گئے تو سیّدی کجا۔ دوسرے شیعون کو آپ نے جہانتک زبان نے یاری دی لعن وطعن ناسزا نالایق الفاظ سے یاد کیا ہے پس اگر یہہ قیاس صحیح ہی تو آپ کے والد ماجد یا سوائی ہتصرف اعلے شیعہ ہونگے۔

حدیث صحیح مقبولۂ اہل سنّت مین وارد ہے۔ جس نے اپنے مان باپ کو ناسزا کہا گالیان دین اُس پر خدا کی لعنت ہی۔ پس آپ نے شیعون مین اپنے مان باپ یا آقا کو مستثنےٰ نہین کیا اور عموماً سب کو مورد لعن وطعن کیا جس مین آپ کے باپ بھی مین تو ضرور آپ اس تحفہ کے مستحق ہوئے جو حدیث کے آخر فقرہ مین ہے اور کیا عجب باپ نے بوجہ نااہل ہونے کے آپ کو عاق بھی کر دیا ہو اسی لئے آپ نے اس رسالہ مین اُن کو باپ نہین لکھا۔ خیر باپ نے تو یہہ سمجھا کہ جسطرح حضرت نوحؑ کا لڑکا نااہل ہو کر گمراہ ہوا اسی طرح ہمارا پوت کپوت کہین کا نہ رہا۔

اور آپ نے محمد ابن ابی بکر کا طریقہ اختیار کیا کہ وہ اپنے باپ کو بُرا سمجھتے تھے اپنی بیزاری اُن سے ظاہر کرتے تھے حضرت ابو بکر نے اُن کو اگرچہ چھوڑ دیا مگر حضرت علیؑ نے اپنا بیٹا کر لیا خلیفہ صاحب اور خلیفہ زادہ کی عزت رکھ لی کہ ان کو کوئی بے باپ کا نہ کہے مگر معلوم نہین آپ نے بھی کسی کو تجویز کیا ہے یا ابھی تک ولدیت پردۂ اختفا مین ہی علاوہ اس کے

کہ آپ نے دل کھول کر شیعونکو ناسزا اور برا کہا۔ حضرت علیؑ کو بھی تو نہیں چھوڑا اور لفاظی و لسانی سے جو دل مین تھا زبان پر آیا اور لکھ مارا مثل امنیت کو خاک مین ملانے والے خلافت مین اپنے بھائیون کے دشمن کفر سے توبہ کرنے والے کم ہمت بے جرات وغیرہ وغیرہ نقل کفر کفر نباشد۔ بھلا آپ سے کوئی پوچھے کہ خلافت بلافصل مین آپ حضرت علیؑ و ابوبکر کے حکم بنے ہین یا حضرت علیؑ کے دشمن جانی اور ابوبکر کے دوست روحانی مناظرہ کا یہ داب نہین ہے نہ یہ طریقہ جو آپ نے اختیار کیا ہے۔ آپ نے جو حضرت علیؑ کو سخت اور سست کہا ہے یہ دو باتون سے خالی نہین اوّل آپ ناصبیون کے فرقے مین شامل ہو گئے ہین مگر کسی وجہ خاص سے سنّت جماعت کا باریک برقع اپنے چہرہ پر ڈال رکھا ہے۔ مخبر صادق عالم علم لدنی علی ابن ابیطالب صلواۃ اللہ علیہ کے ارشاد لاخبر فی عبیدی کو سنکر آپ کو عداوت پیدا ہوئی الحمدللہ کہ کلام امام برحق کی تصدیق ہوگئی یا طمع حطام دنیاوی کسی امیر یا رئیس معاویہ شاہی سے ایسے ناسزا و ناروا الفاظ کہنے مین کچھ انعام و جاگیر کے طالب ہین کیونکہ معاویہ شامی بھی تو خود حضرت علیؑ کو برا کہتا اور اپنے اعیان و انصار کو برا کہنے کی ترغیب و تحریص کرتا تھا اور اس کے صلہ مین انعام و جاگیرین دیتا پس کیا عجب کہ اسی کی اولاد و احفاد مین کسی نے آپ سے فرمایش کی ہو مگر کیا خوب ہوتا کہ آپ اس زمانہ مین پیدا ہوئے ہوتے اور یہ تصنیف کرتے جو اس کام کے لئے خاص تھا تو بہت کچھ آپ کو کامیابی ہوتی مگر خیر اب بھی کچھ مل ہی رہے گا اگر کوئی امیر معاویہ شاہی مال دنیا سے متنفع کرے گا تو شیعہ لوگ بھی آپ کو ایک بہت بڑے انعام سے محروم نہ رکھینگے جو آپ کو غالباً معلوم بھی ہوگا۔

اللہ اکبر ان افعال و اقوال کے بعد بھی آپ کو سیّد جوہر علیؑ کھلانے کا شوق

ذ۔ حضرت اہتو آپ علیؓ کو چھوڑ یے اور سیّد کا نام نہ لیجیے کیونکہ علیؓ کے جوہر آپ کیون ہونے لگے جبکہ اُن کے جوہرون کو آپ داغ بدنما لگانے والے اور زنگ آلودہ کرنے والے ٹھہرے تو اُن سے اور آپ سے کیا واسطہ ہان جنہر آپ نے روغن قاز ملکر خواہ مخواہ جوہر دار کر دیا ہے اُن کے جوہر کہلائیے۔ پس جوہر عمر و بکر زید خالد جو زیادہ مرغوب ہو اپنا نام رکھ لیجیے مگر شاید جوہر بکر ہی آپ پسند کرینگے کیونکہ اُنھین پر آپ فریفتہ و دل دادہ ہین اور سچ پوچھیے تو آپ کو خود ہی علیؓ کے ساتھ جوہر ملانا خوش نہ معلوم ہوتا ہوگا۔ رہا سیّد ہونا دو علّت سے خالی نہین یا فاطمی یا علوی سو آپ نے علیؓ کو لائق خلافت ہی نہ سمجھا نہ کسی کام کا امور دین مین اُن سے کوئی کام ہوا ہی نہین بلکہ ہمیشہ بقول آپ کے اسلامیت کو خاک مین ملانے والے ٹھہرے۔ اور صدیق اکبر و فاروق اعظم و یعسوب الدین یعنی ابوبکر نے دین جاری کیا اور رسالتِ محمدی کی آبرو رکھ لی۔ پھر ایسے آدمی کو کیون آپ اپنا جد بنا دین اُن کو نہ قبول کرین جو یعسوب الدین تھے پس ان کو چھوڑ یے اُن کو اپنے اجداد مین مضبوط پکڑ یے چلیے قصہ تمام ہوا۔

میان جوہر صاحب شیعہ سے سنّی ہو گئے ہین کوئی شخص خلافت کی بابتہ اُنسے سوال کرتا ہے اور وہ جواب دیتے ہین جسے آپ نے رسالہ اسرار الہدیٰ کے نام سے موسوم کیا ہے۔

غرض ہم نے اس رسالہ مین حدیث کا ترجمہ اُردو جو اہل سنت کی کتابون مین لکھا ہی بعینہ بلا تغیر و تبدل الفاظ درج کیا ہی جسے شبہہ ہو کتابون مین دیکھ لے اور عربی عبارت کو چھوڑ دیا ہے فی زمانہ عوام کو اُردو ہی سے زیادہ مناسبت ہی اور سیدھی باتین پسند کرتے ہین عربی کا رواج بہت ہی کم ہو گیا ہے۔ نہ کوئی عربی پڑھتا ہے نہ سمجھتا ہی ہان

عالم اور اہل علم سو اُن کو جوہر صاحب کی لیاقت علمی و قرآن و حدیث و تواریخ سے بے بہرہ ہونا ظاہر ہو گیا ہوگا وہ ایسی پوچ و لچر باتون پر کب خیال کرینگے مگر عوام جنکو علم نہین اور نہ حدیثون سے واقفیت وہ البتہ شاید دھوکے مین پڑجاوین لہذا انھین کے سمجھانے اور راہ راست پانے کے لئے یہہ جوابات لکھے گئے ہین۔ اور بہ مناسبت نام **نجم الهدیٰ** سے اِس رسالہ کو موسوم کیا ہے۔

سائل آپ سے پوچھتا ہے خلافت کے بارہ مین کون حدیث صحیح اور مفصل ہے یا نہین اگر ہے تو کونسی اور کہان ہے۔

آپ جواب مین فرماتے ہین ترجمہ **حدیث** بخاری اور مسلم مین ابوسعید سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ سفر رسب آدمیون سے مجھ پر بڑا احسان کرنے والا ساتھ دینے مین اور اپنے مال خرچ کرنے مین ابوبکر ہے۔ اگر مین اپنے رب کے سوائے کسی اور کو جانی دوست ٹھہراتا تو ابوبکر ہی کو جانی دوست کرتا لیکن اسلام کی برادری اور محبت ہمارے اُس کے درمیان ہے۔

ترجمہ **حدیث** مسجد کی طرف سے سب کے دروازے بند کردیئے جاوین مگر ابوبکر کا دروازہ کھلا رہے۔ ف۔ مسجد کے صحن سے لگے لگے اصحاب کے دروازے تھے سو حضرت نے وفات کے قریب بند کروادیئے صرف ابوبکر کا دروازہ کھلا رہا اِس حدیث سے ابوبکر کی سب اصحاب پر فضیلت ثابت ہوئی اور اِس مین صاف اشارہ کیا اُن کی خلافت کا بلفظہ۔

جواب بندہ عرض کرتا ہے (حدیث) ترمذی اور امام احمد حبشی بن جنادہ سے روایت کرتے ہین کہ رسولؐ خدا نے فرمایا علیؑ مجھ سے ہین اور مین علیؑ سے کوئی میری

طرف سے (بند عہد) ادا نہ کرے مگر مین یا علی ؑ ۲ حدیث ترمذی مین عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسولِ خدا نے اپنے یارون مین ایک دوسرے سے بھائی چارہ کرایا پھر علی آئے اُس حال مین کہ آپ کی انکھون سے آنسو بہتے تھے کہنے لگے (رسول خدا) آپ نے اپنے یارون کا سب سے بھائی چارہ کرایا مجھ مین اور کسی مین دینی بھائی کی نسبت نہ کرائی - آنحضرت نے فرمایا ائی علی ؑ تم دین و دنیا مین میرے بھائی اور یار ہو -

۳ حدیث ترمذی مین انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول خدا کے پاس ایک بُھنا ہوا یا پکا ہوا پرند جانور تھا آپ نے فرمایا بار خدایا تیری مخلوق مین سے جو تجھے بہت محبوب ہو اُسے میرے پاس لا کہ وہ میرے ساتھ اِس پرند جانور کو کھائے پس آپ کے پاس علی آئے اور کھانا کھایا -

۴ - ترمذی مین جابر ابن عبد اللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے غزوۂ طائف کے دن حضرت علی ؑ کو بلا کر کچھ سرگوشی کی (منافقون نے یا عوام صحابہ) نے کہا کہ بلاشبہ حضرت نے اپنے چچا کے بیٹے سے بہت دیر تک کانا پھوسی کی - آنحضرت نے فرمایا مین نے اُن سے سرگوشی نہین کی بلکہ اللہ نے اُن سے سرگوشی کی -

۵ - امام احمد حضرت ام سلمہ سے روایت کرتے ہین کہ اُنھون نے فرمایا قسم خدا کی رسول خدا کے آخر زمانہ مین آپ کے نزدیک سب لوگون سے زیادہ قریب علی ابن ابی طالب تھے جس روز مرض موت مین آپ بیمار ہوئے اور جس دن آپکا انتقال ہوا تو حضرت علی ؑ کو بلا کر بہت دیر تک اُن سے سرگوشی کی اور ایک عرصہ تک چپکے چپکے باتین کین پھر اُسی دن آپ کا انتقال ہو گیا سو اِس اعتبار سے حضرت علی ؑ رسول خدا کے آخر زمانے مین سب سے زائد قریب تھے - ۶ - ترمذی مین ابو سعید خدری سے روایت

کہ رسولِ خدا نے علیؑ سے فرمایا اے علیؑ جیسے جنابت پہونچے اور نہانے کی حاجت ہو
اُسے اِس مسجد مین گزرنا جائز نہین بجز میرے اور تیرے ابن منذر نے ضرار ابن مردؔ سے کہا
اس حدیث کے کیا معنی ہین ضرار نے جواب دیا کہ میرے اور تیرے سوا اور کسی کو حلال نہین کہ
مسجد کو راہ گزر بناوے اُس حالت مین کہ وہ جنابت رکھتا ہو ۔ بخاری و مسلم مین
سہیل ابن ساعدی سے روایت کرتے ہین کہ رسولِ خدا نے غزوہ خیبر کے دن فرمایا مین کل
اس جھنڈے کو جو سرداری کی علامت ہے ایک ایسے شخص کو دونگا جس کے ہاتھوں
سے اللہ تعالیٰ قلعہ خیبر کو فتح کرے گا وہ خدا اور رسولِ خدا کو دوست رکھے گا اور اُسے خدا
اور رسولؐ دوست رکھے گا اور بہت مشہور و معروف مقبول فریقین یہہ قصہ ہے کہ پہلے
دن ابوبکر نشان محمدی لیکر قلعہ فتح کرنے کو گئے مگر بے نیل مرام شکست کھاکر واپس آئے دوسرے
دن عمر اُسی نشان کو لیکر بڑے تزک و احتشام سے تشریف لے گئے مگر تقدیر کہ قلعہ فتح نہوا
اور واپس آئے تب رسولِ خدا نے تیسرے روز حضرت علیؑ کو نشان دیکر بھیجا ۔ اُنھون نے
فتح پائی ۔ امام احمد نے فضائل مین یہہ بھی لکھا ہے کہ اُس دن لوگون نے آسمان سے
تکبیر کی آواز سنی اور کسی کو یہہ کہتے سنا کہ ذوالفقار کے سوا اور کوئی تلوار نہین اور علیؑ کی برابر
کوئی جوانمرد نہین حسان ابن ثابت نے رسولِ خدا سے شعر پڑھنے کی اجازت مانگی آپ نے انہین
پروانگی دی اُنھون نے اُس وقت فرمایا جبرئیل ظاہر ہو کر پکارا بلند آواز سے جو پوشیدہ نہ
تھی اور مسلمان نبی مرسل کے گرداگرد کھڑے دیکھ رہے تھے کہ ذوالفقار کے برابر کوئی تلوار
نہین اور علیؑ کے مقابل اور کوئی جوان نہین ۸ ۔ مسلم و بخاری مین حضرت علیؑ کا دروازہ
جانب مسجد کھلا رہنا اور سب کا بند کر دیا جانا حدیث صحیح سے لکھا ہے مگر اس مین کوئی فضیلت
نہین جسے جیسی ضرورت ہوئی آنحضرت نے حکم دیدیا ۔ اب اہل بصیرت غور سے سُنین

سرسری نگاہ سے دیکھین کہ ان حدیثون مین کیا لطف ہی اور وہ حدیث جوہری جس مین خلافتِ ابوبکر کا ادّعا کیا گیا ہے کہتے ہین - جز این نیست کہ ابوبکر احسان کرنے والا ساتھ رہنے والا اپنا مال خرچ کرنے والا اگر رسولِ خدا کسی کو دوست بنانا چاہتے تو ابوبکر ہی کو بناتے مگر نہین بنایا - لیکن حدیث نمبر ۲ فضائل حضرت علی سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت نے علی کو دین و دنیا دونون مین اپنا بھائی اور یار بنا ہی لیا اور ابوبکر منھ دیکھتے ہی رہ گئے وہ احسان اور ساتھ رہنا مال خرچ کرنا کچھ بھی کام نہ آیا پس اگر یہی حدیث دعوے خلافت مین پیش کیجاتی ہے جیسا جوہری صاحب نے بہت ہی طمطراق سے اس حدیث کے بھروسہ پر خلعت خلافت سے مخلع کرنا چاہا ہے تو اس کی یہ اصل ہی رہا دروازہ جانب مسجد کھلا رہنا اُس کی بابت حضرت علی کا بھی دروازہ جانب مسجد کھلا رکھا تھا جس کی خود مسلم و بخاری گواہ ہین تو خیر اس امر مین حضرت علی اور ابوبکر شاید برابر نکلین - مگر حدیث نمبر ۶ مین درج ہے کہ بحالت جنابت سوائے رسول خدا و علی مرتضیٰ کسی کو مجال داخل ہونے مسجد نبوی کی نہ تھی البتہ یہہ ایک خاص بات ہی کہ بجز نبی و وصی کے جو دونون معصوم جرائم صغیرہ وکبیرہ سے پاک تھے انھین کو خانہ خدا مین حالت جنب مین بھی دخل کی اجازت تھی کیونکہ یہہ حضرات ہر حالت مین پاک بلکہ پاکیزہ تر تھے نہ اور ارجاس و انجاس کہ اُن کا مسجد نبوی مین داخل ہونا بحالت طہارت بھی شک سے خالی نہین - مثل بنی اُمیہ جن کے حق مین آنحضرت نے شجرہ ملعونہ فرمایا ہی - اور اسی واسطے تو آیہ کریمہ انما یرید اللہ الخ انھین پنجتن کے لئے مخصوص تھا یعنی محمد علی فاطمہ حسن حسین چنانچہ کتب اہل سنت صحیح ترمذی اور صحیح موطا اور صحیح ابی داؤد اور صحیح مسلم اور مشکوۃ اور مسند حنبل وغیرہ اور خود حضرت عائشہ صدیقہ و حضرت ام سلمہ ازواجِ نبی سے صحیح اور مستند روایتین موجود ہین کہ یہہ آیہ شریفہ جب نازل ہوا تو آنحضرت نے

محمد علی فاطمہ حسن حسین کو اپنی عبا میں ایک جا کر کے خدا سے دعا کی کہ الٰہی یہہ میرے اہل بیت اور آل عبا ہیں حضرت ام سلمہؓ نے خواہش کی کہ میں بھی نیچے عبا کے داخل ہو ن آنحضرت نے فرمایا نہیں۔ اب فرمائیے کیا عذر ہے اگر کہو ام سلمہؓ دوست اہل بیت ہیں اُن کے فرمانے کا کیا اعتبار تو حضرت عائشہ کو تو سچّی اور صدیقہ جانو گے شیعہ بھی تو اس حدیث میں اُن کو صدیقہ کہتے ہیں اور کیون نہ ہون ہماری ماں ہیں واجب التعظیم۔ حدیث نمبر ۳ کی وقعت و فضیلت علیؑ از کل تمام مخلوق پر لاحظہ کیجئے رسولؐ خدا کی دعا اور خدا کا حضرت علیؑ کو اُن کے پاس بھیجنا اور شریک طعام ہونا حدیث نمبر ۵ آخر وقت موت نبیؐ میں جو معاملہ پیش آیا حضرت اُم سلمہؓ چشم دید سانحہ بیان کر رہی ہیں۔

حدیث نمبر ۷ میں آنحضرت کا یہہ فرمانا کہ خدا اور رسولؐ اُسے دوست رکھتے ہیں وہ خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہے پس اس ارشاد نبوی سے تو آپ کے صدیق اکبر و فاروق اعظم و یعسوب الدین جنھون نے رسالت کی آبرو رکھ لی نہ خدا ہی کے دوست ٹھہرے نہ رسولؐ کے نہ ادہر کے نہ اُدہر کے۔

حدیث نمبر ۴ سے خدا کا ساتھ علیؑ کے سرگوشی کرنا ثابت ہوا۔ و حدیث نمبر ۱ واقعی ایک ہی جان اللہ محمدؐ اور علیؑ میں کوئی فرق ہی نہ رہا بجز نبوت و خلافت و امامت کے

شعر من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

کہنا جو ہر صاحب اب بھی آپ نبیؐ و وصی میں بعد المشرقین فرمائینگے کچھ تو شرم چاہئیے ایما انصاف اور تمیز حق و باطل اہل انصاف و صاحبان ایمان و ایقان پر چھوڑتے ہیں وہ خود سمجھ لین بعد رسولؐ خدا خلافت کس کا حق تھا کس کی جانب خدا اور رسولؐ کا رجحان تھا اور کیا واقع ہوا۔ خدا اور رسولؐ خدا نے تو سیدھی راہ صاف طور پر بتلا دی ہے

انسان اگر باغوائے شیطانی بڑہی راہ اختیار کرے تو وہ جانے اُس کا کام اُمّت محمدی مرحومہ کہی گئی ہی اِس لئے کہ دنیا میں اِس اُمّت پر مثل اور اُمتوں کے عذاب وعقاب نہیں ہے ورنہ اِن نافرمانیوں کا مزا دنیا ہی میں چکھایا جاتا نیز قیامت قریب ہی مصر عہ ہم دور میں نہ وہ قیامت ابھی دور ہے۔

دوسری حدیث جوہری صاحب کی سُنئے۔ حدیث بخاری میں جبیر ابن مطعم سے روایت ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ اگر تو مجھ کو نپاوے تو ابوبکر کے پاس آئیو یہ حضرت نے اُس عورت سے کہا جس سے فرمایا تھا کہ ہمارے پاس دوسری بار پھر آنا تب اُس نے کہا کہ بھلا بتلائیے تو کہ اگر میں آؤں اور حضرت کو نپاؤں **ف** یعنی اگر حضرت کا انتقال ہوگیا ہو تو کیا کروں حضرت نے فرمایا کہ ابی بکر کے پاس آنا جو میں کرتا ہوں سو وہ کرے گا۔ علمانے کہا ہی کہ اِس حدیث میں صدیق اکبر کی خلافت کا صاف اشارہ ہی بلفظہ۔

یہہ حدیث عجب جواس باختہ ہی نہ مبتدا نہ خبر نہ عبارت کا ربط۔

بات اتنی ہی کہ کوئی عورت سائل آئی ہوگی اُس وقت آنحضرت کو کچھ اشغال وعظ وپند درپیش تھی فرمایا کہ پھر آنا جیسا اکثر ہم لوگ عدیم الفرصتی یا کسی سبب خاص سے فقرا کو کہہ دیتے ہیں پھر آئیو۔ عورت کی جرأت کو خیال کیجئے پوچھتی ہے کہ بھلا بتلائیے تو سہی کہ اگر میں آؤں اور حضرت کو نپاؤں۔ سبحان اللہ حاشیہ چڑہایا گیا ہی یعنی اگر حضرت کا انتقال ہوگیا ہو تو کیا کروں یہہ عورت کا خیال کہاں سے پایا گیا کہ اُس نے انتقال آنحضرت کے راز سربستہ واسرار نہانی کو تاڑ لیا کیا یہہ عورت کوئی فرشتہ تھی یا قوم اجنہ سے یا کوئی مجتہدہ فقیہہ تھا کہ رسول خدا سے ایسے بے باکانہ سوال کرے اور اُن کے انتقال پر خبردار ہو کچھہ تو اِس حدیث کی شان نزول ہونا چاہئے۔ عورت کون تھی کس ملک کی

رہنے والی رسولِ خدا سے کیا چاہتی ہے جو اُس وقت آپ سے نہ ہو سکا اور ابوبکر کی خلافت کا مژدہ سنایا۔ ہان ہم کہو اگر عورت نے گستاخانہ آنحضرت سے پوچھا ہی ہو کہ اگر آپ نہ ملین تو کیا کرون یعنی سمجہ مین یہہ نہین کہ دنیا ہی سے چلے جایئے تب مین آؤن آپنے فرما دیا ہوگا۔ ابوبکر کے پاس آنا وہ تجھے کچھ دے دیگا جیسا ہم لوگ کہتے ہین کسی سائل کے جواب مین کہ ہم گھر پر نہ ملین تو فلان خدمتگار سے لے لینا۔ آنحضرت کا یہہ منشا نہ تھا جو مین کرتا ہون وہی ابوبکر کرے گا۔ اِس کے کیا معنے عورت کا ایسا کوئی سخت سوال تھا جو آنحضرت سے ممکن نہ ہوا اور خلافتِ ابوبکر مین منحصر چھوڑ گیا۔ آنحضرت کی خدمت مین کوئی شخص کیسا ہی اہم معاملہ پیش کرتا تو اپنی مراد دلی اور مقصد قلبی کو پہونچتا تھا کبھی کوئی شخص محروم ہی نہین رہا سوائے اِس ضعیفہ نحیفہ کے۔ آخر وہ چاہتی کیا تھی جو رسولؐ سے ممکن نہ ہوئی۔ اگر کوئی مسئلہ تھا جس کے جواب دینے کو آپ نے ایسا فرمایا تو نبی اللہ سے یہہ بات غیر ممکن کہ خود جواب نہ دین اور ایک مدت بعیدہ تک محروم رکھین۔ اگر کچھ قضیہ تھا تب بھی آپ اُسی وقت فیصلہ فرما سکتے تھے اگر کسی محتاج کی سائل تھی تو آپ فوراً اُس کی حاجت روائی کر سکتے تھے جیسا کہ اسی ضعیفہ محتاج کو ابوبکر سے کچھ دلا دیا ہوگا اور کوئی مطلب اِس حدیث سے نہین نکلتا۔ افسوس ہے بمقابلہ حدیث فضیلت علیؑ مرتضےٰ جو آفتاب کیطرح چمک رہی ہے ایسی بے سروپا حدیثین خود ساختہ نقص خلاف مین پیش کیجاتی ہین معلوم نہین جوہری صاحب کا جوہر اول جس سے عقل مراد ہے کس خم افلاطون مین بند کر دیا گیا ہے کہ بہرہ ہی ندارد۔ کیون جوہری صاحب یہی حدیث ہے جس کی رو سے آپ کے علمانے ابوبکر کو بحکم رسولؐ خدا خلافت کا استحقاق دے رکھا ہے سبحان اللہ آپ کے علما پر بیساختہ ہنسی آتی ہے۔ آپ کو خبر بھی ہے کہ اہلِ سنت اجماع کے قائل ہین اور

اسی پر کُل فضلائے اہل سُنّت کا اتفاق ہے اب مدّت کے بعد آپ نے اُس اجماع کو باطل کر کے اور سقیفہ کی کارروائی کو بالکل بے سر و پا بنا دیا تو معلوم ہوا آپ کو اپنے مذہب یا مذاہب کی بھی خبر نہیں اور واقعی کیونکر ہو آپ تو ایک ایسی جماعت میں داخل ہوئے ہیں جو علانیہ دشمن خدا اور رسولؐ و اہل بیت اطہار ہیں یعنی ناصبی جو قاطبتاً حضرت علیؑ کے دشمن ہیں اور خدا و رسولؐ کے بھی دشمن ہیں اِس وجہ سے کہ امام احمدؒ مطلب بن عبداللہ بن حنطب سے روایت کرتے ہیں ترمذی میں کہ اُس کے باپ نے کہا کہ رسولؐ خدا نے ایک خطبہ میں فرمایا ای لوگو میں تمہیں اپنے بھائی اور چچا کے بیٹے علیؑ ابن ابیطالب کے ساتھ محبت کرنے کی وصیت کرتا ہوں جو کنبہ میں سب سے زاید قریب ہے کیونکہ اُسے دوست نہیں رکھتا مگر کامل مومن اور دشمنی نہیں رکھتا مگر منافق اور جس نے اُسے دوست رکھا اُس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے اُس سے دشمنی کی اُس نے مجھ سے دشمنی کی اور جو مجھ سے عداوت رکھے گا اُسے خدائے تعالےٰ دوزخ میں داخل کرے گا بلفظہٖ یہ حدیث اہل سنّت کے راویوں نے بہت مستند اور نہایت وثوق کے ساتھ لکھی ہے کہ کسی کو مقام دم زدن نہیں۔

اب فرمائے رسولؐ خدا کی وصیت کی بجاآوری اُنھیں الفاظ و کلمات ناملائم سے پائی جاتی ہے جنکو آپ نے اپنے رسالہ **اسرار الھدیٰ** میں حضرت علیؑ کی شان میں نہایت شوخی طبع اور لفاظی اور لسّانی سے درج کئے ہیں۔ اور اِس پر کیا منحصر ہے ابھی تو آپ اِس سے زیادہ کہنے اور کہلوانے کے متمنی ہیں بذریعہ تار برقی اپنی حمایت کیواسطے خبر دینے والے ہیں یعنی اپنے بھائیوں کو جیسا آپنے آخر رسالہ میں وعدہ کیا ہے۔ مگر یہ آپ کا حیلہ زائدانہ ہے آپ ہی کہتے ہیں اور آئندہ بھی کہیں گے بھائیوں کا صرف ایک ہلکا سا

پردہ ڈال رکھا ہی شرم دنیاوی کے لحاظ سے تاکہ سُنّی لوگ یہہ نہ کہین کہ دیکھو کیسا ناصبی اور خارجی پیدا ہوا ہے کیونکہ ابھی تک یہہ لوگ بھی ان گروہ مناآلہ کو کافر سمجھتے ہین لیکن خوب یاد رکھیے کہ شیعہ جو بمصداق قول مخبر صادق کامل الایمان ہین جن کا حدیث مذکورہ بالا مین ذکر ہوا ہے اپنے کمال اور فضل سے ہر مومن اور منافق کو طرز کلام ہی سے پہچان جاتے ہین وہ آپ کو اچھی طرح جان گئے - اب یہہ دو حدیثین نص خلافت ابوبکر مین آپ پیش کرتے ہین -

حدیث بخاری مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ البتہ مین نے ارادہ کیا کہ مین نے ارادہ کیا کہ مین کسی کو ابی بکر اور اُس کے بیٹے عبدالرحمن پاس بھیجون اور اُس کو اپنا خلیفہ اور ولیعہد کرون مبادا کہ کہنے والے کوئی اور بات کہین یا آرزو کرنے والے خلافت کی آرزو کرین پھر مین نے کہا کہ ابی بکر کے سوائے خدائے تعالی کسی کی خلافت نمانے گا اور مومنین بھی دفع کرینگے یا یون فرمایا کہ دفع کرے گا خدا اور نمانین گے مومنین -

حدیث بخاری اور مسلم مین حضرت عائشہ سے روایت ہی کہ حضرت نے فرمایا بُلا لا میرے پاس اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی کو تاکہ مین اُن کو نوشتہ لکھدون یعنی خلافت نامہ اسواسطے کہ مین خوف کرتا ہون کہ آرزو کرے کوئی آرزو کرنے والا یا کہے کوئی کہنے کہ مین لائق تر ہون خلافت کا اور نمانے گا خدا اور مسلمان لوگ مگر ابوبکر کو -

یہہ دونون حدیثین جن کی راوی حضرت عائشہ ہین عجب خلجان پیدا کرتے ہین - پہلی حدیث مین (کہ مین کسی ابی بکر اور اُس کے بیٹے عبدالرحمن پاس بھیجون اور اُس کو اپنا خلیفہ و ولیعہد کرون) لکھا ہے - دوسری مین (بلا لا میرے پاس اپنے باپ ابوبکر اور اپنے

بھائی کو تا کہ مین انکو نوشتہ لکھدون یعنی خلافت نامہ)

پہلی حدیث مین حضرت نے ارادہ کیا کہ کسی کو دونون کے بلانے کو بھیجون دوسری مین حضرت عائشہ سے ارشاد ہوا کہ بلالا۔ پہلی مین ا اور اُس کو اپنا خلیفہ اور ولیعہد کرون) دوسری مین اُن کو نوشتہ لکھدون یعنی خلافت نامہ۔

پس اب اہل انصاف ملاحظہ کرین۔ رسولِ خدا نے ارادہ بلانے کا کیا مگر کسی کی معرفت نہ بلایا۔ اور حضرتِ عائشہ کو حکم بلانے کا دیا۔ اُنھون نے تعمیل نہ کی۔ رسولِ خدا کا ارادہ او حکم دونون معطل رہے اور (اُس کو اور انکو) نے اور بھی غضب ڈھایا ہے۔ پہلی حدیث مین معلوم نہین ابوبکر یا عبد الرحمن کس کے خلیفہ بنانے کا خیال تھا کیونکہ دونون مین سے ایک کو (اُس کو) کا لفظ سمجھا جاتا ہے مگر ہان دوسری حدیث مین اُن کو یعنی ابوبکر و عبد الرحمن دونون کو خلافت کی سند عطا ہونا پایا جاتا ہے پس کیسی مصیبت ہے کہ بیچارہ عبد الرحمن خلافت سے محروم رکھا گیا۔ یا خدا خلافت نہ ٹھہری بچون کا فرضی تخت شاہی ٹھہرا کہ کبھی اِسے کبھی اُسے بخشا جاتا ہے اور رسولِ خدا کا کلام جو ہر حال و قال مین مطابق وحی بلکہ خود وحی الٰہی تھا بچون کا سا قول خیال کیا گیا ہے نعوذ باللہ منہا۔ رسولِ خدا خلافت کے معاملہ مین اپنا جانشین مقرر کرنے کا ارادہ کرین اور زبان مبارک سے بھی فرماوین کہ مین نے ایسا ارادہ کیا ہے کہ ولیعہد و خلیفہ مقرر کرون اور پھر فرماوین کہ مسلمان خود ہی تجویز کر لینگے۔ یا کہ فلان فلان کو میرے پاس بلا لا اُن کو خلافت نامہ لکھدون اور پھر فرمائین کہ مسلمانون پر یہ امر چھوڑ اگیا۔ معاذ اللہ ایسے اقوال تو عام لوگون سے بھی بعید ہین چہ جائے کہ رسولِ مقبول جن کا ہر کلمہ و کلام ایسے اُمور مین وحی کا یعنی حکم خدا مانا گیا ہے اور بیشک و شبہ ایسا ہی تھا۔

ذرا غور کرنے سے معلوم ہوا کہ یہہ دونون حدیثین ایک ہی زمانہ کی نہین ہین بلکہ پہلی حدیث زمانہ ما قبل کی ہی اور پوری حدیث اس طرح ہی جس کو جوہری صاحب نے کاٹ چھانٹ کر اُس کا خلاصہ اپنے مطالب کے مطابق لے لیا ہی باقی مضامین اور شان نزول کو اپنے مقاصد کے خلاف سمجھکر چھوڑ دیا ہی۔

مگر ہم پوری حدیث بلفظہ لکھتے ہین۔ حدیث بخاری مین اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ انھون نے درد سر کی شدت کی وجہ سے کہا ہائے سر اسپر نبیؐ نے فرمایا وہ (یعنی تیری موت) ای عائشہ اگر واقع ہوتی اور مین زندہ رہتا تو تیرے گناہون کے لیے بخشش اور رفع درجات کے لئے دعا مانگتا حضرت عائشہ نے فرمایا ہائے مصیبت بخدا میرا گمان ہے کہ آپ میرا مرنا چاہتے ہین اگر مین مرجاونگی تو آپ اُسی دن کے آخر دوسری بی بیون سے صحبت کرینگے اور مجھے بھول جائینگے آپ نے فرمایا کہ چلو اس ذکر کو جانے دو میرے درد سر کی خبر لو مین نے قصد یا ارادہ کیا تھا کہ کسی کو ابوبکر اور اُس کے بیٹے عبد الرحمن کے پاس بھیجون تاکہ اپنے سامنے اُسے اپنا ولیعہد کر جاؤن ایسا نہ ہو کہ میرے بعد کہنے والے کہین یا آرزو کرنے والے آرزو کرین پھر مین نے اپنے دل مین کہا کہ انکار کرے گا اللہ تعالےٰ (غیر ابی بکر کے) خلافت کا اور دفع کرینگے مسلمان غیر خلافت ابی بکر کو یا اس کے برعکس فرمایا۔

مولوی محمد عبد اللہ بن عبد العلی نبیرہ محدث شیخ عبد الحق دہلوی نے اپنی کتاب تفریح الاحباب مناقب الآل والاصحاب مطبوعہ اکمل الاخبار دہلی اس حدیث کی تفسیر کے آخر فقرہ مین لکھتے ہین کہ آنحضرت نے یہہ کلمات ولیعہدی صرف حضرت عائشہ کے خوش کرنے کو فرما دیا تھا اور صدیق کی خلافت بھی مراد تھی۔

یہہ حدیث ایک کہانی دردسر کی ہو جیسا زن وشوکے درمیان کلمات مزاح ہوا کرتے ہین اس سے اور خلافت سے کیا بحث یہانتک تو درست ہے کہ یہہ دردسر کی خبر ہو مگر آگے صدیقہ کا جوڑ و پیوند معلوم ہوتا ہی کیونکہ کہان دردسر کی شکایتین کہان وصیت ہی و خلافت کی روایتین مبتدا کیا ہی اور خبر کیا ہی۔

مگر ہان اس حدیث مین یہہ بات قابل توجہ ارباب نکتہ رس ضرور ہے کہ آنحضرت حضرت عایشہ کی موت اپنی حیات ہی مین چاہتے تھے کیونکہ آپ کو علم تھا کہ ان بی بی صاحبہ سے جنگ جمل مین کیا کچھ کرتوت ہونے والے ہین کہ ہزارہا بندہاے خدا کا خون صرف ان کی خواہش نفسانی کی وجہ سے بہیگا اور خلیفہ برحق سے ناحق جدال و قتال کرینگے۔ ہان خوب یاد آیا عہدہ خلافت کو ایسی ہی سفت کی چیز سمجھ کر خود بھی تو مدعی بحیلہ خون عثمان خلافت کی ہوئین باپ کو تو خلافت مل ہی گئی تھی بھائی البتہ محروم رہا سو آپ اس کے قائم مقام ہوئین کیونکہ رسول خدا کا قول صادق ہونا چاہتے بھائی نہ سہی بہن آخر ہین تو ایک ہی باپ کے۔

اور رسول خدا کا یہہ فرمانا کہ میرے روبرو تو مرجاتی تو تیرے گناہون کی بخشش کے لئے دعا کرتا معلوم نہین وہ کیسے گناہ تھے جنکی بخشش رسول خدا کی دعا کی محتاج تھی عجب اہل سنت کی عقل و فہم پر کہ باوجود تصدیق رسول خدا عایشہ کے گنہگار ہونے کی نسبت پھر بھی اُن کو آیۂ تطہیر مین داخل سمجھتے ہین حالانکہ وہ خود اپنے ہی قول سے سزا لون دور بھاگتے ہین۔

دوسری حدیث مرض الموت کے وقت کی بیان کی گئی ہے مگر یہہ ظاہر نہین ہوتا کہ انتقال سے کتنے روز پہلے اور باوجودیکہ آنحضرت کی تیمارداری مین سب بنی ہاشم و اہل بیت اطہار و ازواج ہر وقت و ہر لحظہ موجود رہتے تھے کیونکہ بجز ان حضرات کے غیر کا حاضر رہنا ایسی حالت مین آنحضرت کو قطعاً ناگوار تھا دیکھو روایت ابن عمر بخاری و ترمذی مین کہ آنحضرت نے

ابوبکر کی نماز داری قبول نہ فرمائی اور اپنے اہل بیت کو اس کام کے لیے مختص کیا۔

پس یہ حدیث مرض الموت میں بجز حضرت عائشہ کے اہل بیت میں سے کسی نے رسول خدا
سے نہیں سنی ورنہ بنی ہاشم میں بیعت ابوبکر میں اختلاف بے نہ ہوتا اور بلا عذر سب لوگ بجان
و دل حکم نبوی منظور کرتے اور عجب شاید حدیث غدیر منسوخ ہوئی ہو۔

اگر کہو کہ جب آپ نے یہ حدیث فرمائی اُس وقت صرف حضرت عائشہ ہی تھیں تو جب
حضرت عائشہ نے کیوں دونوں کو نہ بلایا اور رسول خدا کے حکم کی تعمیل نہ کی اور یہ حکم تو
خاص انھیں کے باپ و بھائی کے لیے بلوائے بے دو تھا ضروری بلا کر سند لکھوا لینی تھی
اول حدیث میں تو آنحضرت نے یہ فرما کر ٹال دیا تھا کہ میں نے ایسا ارادہ کیا تھا کہ دونوں کو
بلا بھیجوں اور ولیعہد کروں پھر میں نے کہا کہ خود خدا و مسلمان یہ کام کرلیں گے یعنی اس کی ضرورت
نہ سمجھی - مگر اس حدیث میں تو صاف آپ نے فرما دیا کہ دونوں کو بلالا میں نوشتہ یعنی
خلافت نامہ لکھدوں پھر یہ کہا اور وہ کہا کچھ بھی آپ نے عذر نہیں بیان کیا تو حضرت عائشہ کی
فیاضی اور چشم پوشی سے بسا بعید ہے کہ اپنے باپ و بھائی ہی کو سند خلافت سے محروم رکھا
چہ جائیکہ بدیگران۔

ہاں یہ امر ذہن نشین ہوتا ہے کہ آپ کو خیال ہوا ہوگا کہ جیسا حدیث قرطاس کے وقت غل
غپاڑا شور و شر یہاں نہیں صحابیوں میں برپا ہوا اور حضرت عمر نے رسول خدا کی نسبت ہذیان کا
لفظ استعمال کرکے حسبنا کتاب اللہ کہہ دیا جس پر رسول خدا نے سب کو اپنے حجرہ سے نکال دیا
ویسا ہی اس سند کی تحریر کے وقت نہ ہو مگر نہیں البانہ ہوتا وہ تو عین مدعا یاروں کا تھا اگر
ذرا بھی رسول خدا کا اشارہ پاتے تو دس بیس قلم و دوات دو تین دستہ کاغذ آن واحد میں حاضر
کردیتے اور لکھنے والے دفتر کے دفتر سیاہ کردیتے۔

بس بات یہ ہے کہ آنحضرت نے نہ یہ حدیث فرمائی نہ وہ اور اگر فرمائی تو حضرت عائشہ نے حکم رسول اللہ کی تعمیل نہ کی نہ اُس کی تکمیل ہوئی اور آرزو کرنے والے خلافت کے اور گُننے والے قریب تر کے واسطے جن کو رسول خدا نے بہ حکم قدیر خم غدیر میں خلیفہ مقرر کیا تھا سیان وسیع بلا خار و خس خالی رہا۔

جب سقیفہ بنی ساعدہ میں جو ایسے کاموں کی پنچایت کو مخصوص تھا خلافت کیواسطے لوگ جمع ہوئے تو وہ ہلڑ مچا کہ خدا کی پناہ تاریخیں و روایتیں شاہد حال میں انصار کہتے ہم میں سے امیر ہو مہاجر دعویٰ کرتے ہم ہی میں سے امیر ہو کوئی کہتا فلاں ہو کوئی کہتا فلاں غرض کہ وہ دھینگا مشتی لکد کوب ہوا کہ بیچارہ سعد بن عبادہ اسی جماعت میں پامال ہو گیا۔ بنی ہاشم و اہل بیت اپنی مصیبت میں مبتلا رسول خدا کی تجہیز و تکفین میں مصروف تھے ان کو کیا خبر باہر دروازہ کے کیا ہو رہا ہے۔ سقیفہ تو دور تھا اور اگر خبر بھی ہوتی تو استغفر اللہ کیا رسول اللہ کی نعش مطہر چھوڑ کر خلافت کی پنچایت میں داخل ہوتے ہر گز نہیں جگر جگر ہے اور دگر دگر ہے۔ ایک سنی فاضل حق پسند نے کیا خوب رباعی کہی ہے رباعی

آنکہ گویند عائشہ در فضل — بہتر از دخت سید البشر است
قول آنہا چسان کنم باور — رشتہ دیگر رگ جگر دگر است

حضرت ابوبکر و عمر بھی اُسی جماعت میں موجود تھے اُنھوں نے بھی قیل و قال کی اور لوگوں کو سمجھایا بجھایا حضرت عمر نے ابوبکر کی جہاں تک زبان نے یاری دی تعریف کی اور لوگوں کو اپنا ہم زبان بنایا کہ ابوبکر سابق الاسلام ہیں یار غار ہیں جماعت کے امام ہیں شیخ و جہان دیدہ مگر تعجب ہے کہ یہ حدیثیں نص خلافت کی جواب ہیں کچھ بتانی ہیں اُن سے کوئی تو گویا حضرت ابوبکر و عمر ہی واقف نہ تھے ورنہ ایسے اتنی جماعت کے لئے ایک ہی فقرہ

حدیث کا کافی تھا اس قدر حقہ و جہد بحث طول و فضول کی نوبت ہی نہ آتی سب اسناد و حدیثنا کہکر خاموش رہتے اور لوگ دفن و کفن رسول خدا سے محروم نہ ہوتے اور فرقہ وہابیہ کو یہ عذر نہ ہوتا کہ جب اصحاب خاص رسول خدا نے ہی انتقال کے بعد زیارت نہ کی اور تجہیز و تکفین میں شامل نہ ہوئے تو ہم بھی انھیں کی تقلید کرتے ہیں اور زیارت کو نہیں جاتے ہمارا کیا قصور ہے بھلا جوہری صاحب تم کو خدا ہی کی قسم ہے کہ کسی تاریخ کسی روایت کسی حدیث میں تم نے لکھا دیکھا ہے کہ نیابت خلافت میں ایک بھی حدیث ان حدیثوں سے خلافت نصی ابوبکر میں پیش کی گئی تھی یا صرف اور اوصاف ابوبکر کے بیان کئے گئے تھے۔ لیجئے حضرت عمر نے پہلے ہاتھ بڑھایا اور ابوبکر کی بیعت کی اُس روز چند اور آدمیوں نے شرف بیعت حاصل کیا اور یہی اُدھیڑبن میں مصروف ہوئے کیونکہ خوف تھا کہ تمام دنیا کے مشرک مدینہ منورہ کے گرداگرد جمع ہوکر چاہتے ہیں کہ اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیں۔ سبحان اللہ خلافت کے لئے یہہ جمع یہہ کوششیں یہہ کاوشیں یہہ ہنگامہ یہہ دار و گیر اور رسول اللہ کے دفن و کفن کی وہ صورت کہ صرف چند اعزا قریب قربا قلب صد چاک و دل اندوہناک نالان و گریان تجہیز و تکفین میں مصروف۔ افسوس اور ہزار افسوس اُس اُمت کی دنیا طلبی پر جو اپنے ہادی اور پیشوا نبی اللہ کی نعش مطہر کو بے غسل و دفن چھوڑ کر حب جاہ و مناصب کیواسطے جابجا جمع کرتے پھرے اور قایم سقیفہ کی ہو ہمیں خدا اور رسول خدا کے کلام پر اعتماد نہ کرے مولانا روم نے خوب فرمایا ہے ؎

چون صحابہ حُبّ دنیا داشتند | مصطفیٰؐ را بے کفن بگذاشتند

کیون جوہری صاحب جبکہ خداوند جل و علیٰ بذریعہ آیہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت بدین اسلام کا معرفت اپنے رسول مقبول کی کل اُمت کے لئے مژدہ سُنا

چکا تھا تو اب کس کا خوف تھا اور کس کی مجال تھی کہ اسلام میں رخنہ ڈالے کیونکہ خدا کا وعدہ پکا تھا مگر ہاں اعتقاد و اعتماد اس وعدہ پر انھیں انفاس قدسیہ کا کام تھا جو کامل الایمان تھے اور جن کو خدا و رسول نے بروز فتح خیبر اپنا دوست بنایا تھا دیکھو حدیث نمبر ۷ مندرجہ رسالہ ہٰذا نہ ایسے ویسے جو منتظر بیٹھے تھے کہ ادہر رسول خدا کی روح مقدس علیین میں داخل ہو ادہر دوڑ دہوپ کر کے خلیفہ بن بیٹھیں جیسا واقع ہوا۔

آپ کہیں گے وہ دین کا کام تھا اور اسلام کے ضائع ہونے کا احتمال تھا کہ لوگ مرتد ہو جائینگے۔

ہم کہتے ہیں جبکہ خدا نے دین کو کامل ہی کر دیا تھا اور کل نعمتیں تمام کر چکا تھا تو پھر اس وعدۂ خدا پر اعتماد نہ کرنیکی کیا وجہ اگر کچھ بھی ایمان کا لگاؤ ہوتا تو اُسی وعدہ خدا پر مستحکم بھروسہ کر کے ثابت قدم رہتے ہزار شور و شر ہوتا پروا نہ کرتے۔

پہلے اپنے رہنما ایمان عطا کنندہ کی تجہیز و تکفین نہایت اہتمام و سرگرمی سے کرتے بعدہٗ مسجد نبوی میں جو اس کام کے لئے موزوں و مستحق تر تھی انصار و مہاجر کا اجماع ہوتا اور خلافت کی بابتہ مشورہ ہو کر جس پر کل کا اتفاق ہوتا اُسے خلیفہ بناتے یہ بات البتہ مناسب وقت بھی مگر یہ باتیں کیوں ہوتیں وہاں تو یہ خیال تھا کہ اگر نبی ہاشم و اہل بیت اطہار نے کفن و دفن سے فرصت پا لی تو غضب ہو گیا پھر کیسی خلافت کیسا اجماع (خلقت کا ہجوم اسی طرف ہو گا جس کے لئے بروز خم غدیر منجانب خدا و رسول خلافت و امارت ہو چکی ہے ہم سوچتے رہ جائینگے یہ وقت غنیمت ہے اسے ہاتھ سے نہ دو اور جب کارروائی بیعت کی شروع ہو گئی تو ہم بھیڑ بادہنسان اُمّی و جاہل لوگ ایک دوسرے پر گرنے لگے ابوبکر خلیفہ ہو گئے یہ خبر مشتہر ہوتے ہی

پھر کیا تھا بیعت کے لئے گھٹا مین چھا گئین اور خاص سے عام بیعت کی نوبت پہونچی مگر بنی ہاشم اپنی بات پر اڑے رہے جو بروز خم غدیر رسول خدا سے سن چکے تھے اب تیسری حدیث جو بری صاحب کی سنئے بخاری و مسلم مین حضرت عائشہ سے روایت ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ ستفرتم یوسف کے ساتھ والی عورتون کی طرح ہو یعنی کیون خلاف نمائی کرتے ہو۔ کہو ابوبکر سے کہ لوگون کو خود امام ہو کر نماز پڑہاوے یہہ حضرت نے اُس بیماری مین فرمایا جس مین انتقال ہوا **ف** حضرت عائشہ سے روایت ہی کہ حضرت نے مرض الموت مین فرمایا کہو ابوبکر سے لوگون کو نماز پڑہاوے مین نے کہا ابوبکر نرم دل مرد ہے اگر حضرت کے مقام پر نماز پڑہانے کھڑا ہوگا رونے لگے گا قرآن کی آواز لوگ نہ سنین گے۔ عمر کو فرمایئے کہ نماز پڑہاوے حضرتؐ نے فرمایا ابوبکر سے کہو نماز لوگون کو پڑہاوے پھر مین نے حفصہ سے کہا کہ تم حضرت سے کہو حفصہ نے حضرت سے یہی کہا تب یہہ حدیث فرمائی چنانچہ حضرت کی حیات مبارک مین پانچ دن صدیق اکبر نے امامت کی یہہ اشارہ ہوا صدیق اکبر کی خلافت کا کہ جو عہدہ خاص حضرت کا تھا یعنی نماز جماعت کی امامت کا وہ اپنی زندگی مین صدیق اکبر کو دیا جیسے بادشاہ اپنی زندگی مین کسی کو تاج و تخت دیوے اور یہہ علامت ہی کہ بادشاہ نے اُسے اپنا ولیعہد کیا اور یہی حدیثین حضرت سے خلافت صدیق کی بابتہ فرمائی ہین غطور بنین گوئی ہو تخل ستوری نہین ہین۔

جواب یا اللہ عورتون کے کید عظیم سے اپنی پناہ مین رکھ۔

جتنی حدیثین خلافت ابوبکر کی بابتہ آنحضرتؐ نے فرمائین سب کی سب حضرت عائشہ اُن کی دختر نیک اختر ہی سے ہین اور کسی کو کانون کان خبر تک نہ ہوئی

ہان اس حدیث مین حفصہ کی بھی موجودگی پائی گئی - مگر صرف عائشہ ہی کے قول سے ورنہ حفصہ بیچاری نے یہہ حدیث کسی سے بیان نہین کی - لیکن تعجب تو یہہ ہے کہ مرض الموت مین جس کی ہر وقت کی حضوری اور تیمارداری بنی ہاشم و اہل بیت اطہار کے ذمہ تھی اور دیگر ازواج بھی حاضر رہتی ہون گی اور ظاہر ہے کہ اُن تیمار دارون مین مرد بھی مثل حضرت علیؑ و عبد اللہ و فضل ابن عباس و خود حضرت عباس وغیرہما ہر وقت و ہر لحظہ حاضر رہ کر خدمت نبوی کی سعادت حاصل کرتے مگر آنحضرت جو کچھ فرماتے عائشہ ہی سے حالانکہ پردہ کی آیت بھی نازل ہو چکی تھی اور مرد بھی موجود ہی رہتے مگر انھین بی بی صاحبہ سے ارشاد ہوتا کہ (بلا لا اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی عبد الرحمن کو تاکہ سند خلافت لکھدون) اور (کہو ابوبکر سے کہ امام بنکر نماز جماعت پڑہاوے) کیا یہہ ممکن نہ تھا کہ مردون مین سے کسیکو بھیجکر بلواتے یا ابوبکر سے پیغام نماز کا بھجواتے کیونکہ حضرت عائشہ کو حکم پردہ مین بیٹھے کا تھا اُن کو باوصف موجودگی مردون کے ہو باہر جانے آنے تھے تکلیف دینے کی کیا ضرورت تھی مگر ہان یہہ البتہ تم کہہ سکتے ہو کہ بخوف بنی ہاشم و اہل بیت اطہار آنحضرت بھی تقیہ کرتے تھے اور ایسی باتین صرف بی بی عائشہ ہی سے فرماتے کہ راز فاش نہ ہو جائے مگر غضب تو یہہ ہے کہ حضرت عائشہ سے تعمیل ارشاد نبوی مین وہ تاخیر اور عذرات بیجا وقوع مین آئے جن کے صلہ مین آنحضرت نے صاف طور پر فرما دیا کہ بیشک تم یوسف کے ساتھ والی عورتون کی طرح ہو - اب اہل انصاف ملاحظہ فرمائین یہہ مثال حضرت صدیقہ پر کہانتک اپنا اثر ظاہر کرتی ہے - حضرت یوسف کے ساتھ والی عورتون کا یہہ قصہ ہی کہ انھون نے جن مین زلیخا سرغنہ تھی

حضرت یوسف کو طرح طرح کے اتہام و الزام جھوٹے مکر و تزویر سے لگاکر معصوم و ناکردہ گناہ کو قید خانہ میں ڈلوا دیا کہ وہ حضرت انھیں مکّار عورتوں کی وجہ سے بارہ برس قید خانہ میں رہے۔ ہم پہلے سمجھتے تھے کہ خداوند عالم نے (اِنَّ کَیدَکُنَّ عَظِیمٌ) جو شیطان و عورتوں کے حق میں فرمایا ہے اس سے ازواجِ نبی مستثنےٰ ہوں گی کیونکہ اُن کے مدارج رفیع ہیں۔ مگر اس مثال مندرجہ حدیث مذکورہ بالا سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت عائشہ و حفصہ بھی اُسی ارشاد خداوندی میں بہمہ صفت موصوف ہیں۔ پس نہ معلوم صدیقہ کا خطاب حضرت عائشہ کو کس کے دربار سے ملا ہے اور حفصہ فاروقہ کے معزز خطاب سے کیوں محروم رہیں اگر باپ کی صدیقیت نے بیٹی کو صدیقہ بنایا تو دوسری صاحب بھی فاروق ہیں اُن کی بیٹی کو بھی فاروقہ کہنا چاہئے۔

اصل یہ ہے کہ صدیقہ کبریٰ حضرت خدیجہ کا لقب تھا بدیں وجہ کہ آپ نے بنی آدم میں سب سے پہلے آنحضرت کی تصدیق رسالت کی اور یہ خطاب غصب ہو کے حضرت عائشہ کو دیا گیا کیونکہ آنحضرت سے کسی حدیث فریقین میں عائشہ کو صدیقہ فرمانا پایا نہیں جاتا جیسا اہلِ سنت کی روایتوں میں ابوبکر کو صدیق اور عمر کو فاروق کہنا آنحضرت کی نسبت بیان کیا گیا ہے معلوم نہیں جھوٹ یا سچ مگر کچھ اصل تو ہے۔

ابھی نماز جماعت کی امامت جسے جوہری صاحب نے خلافت کا تاج و تخت قرار دیا ہے زیر بحث ہے۔

سنئے جوہری صاحب امامت نماز میں آپ کو یہ کد و کوشش کیوں ہے اور خاص عہدہ اور تخت و تاج خلافت سے اسے کیا تعلق ہے جو حضرت ابوبکر کی امامت نماز پر آپ مرے مٹتے ہیں اور خواہ نخواہ اُن کو امامت نماز کی بنیاد پر خلافت دئے دیتے

ہیں معلوم ہوتا ہے آپ اہل سُنّت کے حدیث و روایات و اقوال صحابہ سے بالکل نادان و نافہم ہیں اور خدائے عز و جل کے احکام سے بھی آپ بیخبر ہیں۔

خداوند عالم حکم فرماتا ہے وَارْکَعُوا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ جھکو جھکنے والون کے ساتھ حسب رسم و رواج اہل سنت زید و بکر کسی کی تخصیص نہین۔ اسی لئے اہل سنت نے زمانہ سلف سے آجتک امامت نماز کے واسطے کچھ شرف و منزلت نہین لگائی۔ دُھنا۔ جولاھا۔ گنجڑا۔ قصائی۔ جسے دو سورتین یاد ہوں اُس کے پیچھے نماز پڑہ لی کیونکہ خدا نے جھکنے والون کے ساتھ جھکنے کا حکم فرمایا ہے۔

رہا رسُول خدا کا فعل دیکھو صحیح مسلم و بخاری مین ابن عباس اور رافع بن عمرو بن عبید جو اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ عبدالرحمن بن عوف رسول خدا کی صحت و سلامتی و موجودگی مین امام جماعت ہوئے اور رسول خدا نے خود اُن کے پیچھے نماز پڑہی اور کچھ مضائقہ نہ کیا۔

اب فرمایئے اس امامت نماز پر کیا ناز و فخر باقی رہا اور عہدۂ خاص و تاج و تخت خلافت اول کس کے ہاتھ آیا عبدالرحمن بن عوف یا ابوبکر کے۔ آپ کہین گے ایام مرض کی امامت نماز مستند ہے اور جو اس سے قبل ہوا اُس کا اعتبار نہیں۔ بہتر اسی مرض کی حدیث لیجیے۔ کتاب اہل سنت ابوداؤد مین عبداللہ ابن زمعہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ پر جب مرض کی شدت ہوئی اور مسلمانوں کی جماعت مین سے ایک مین بھی آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ تو بلال نے حضور نماز کے لئے ندا کی فرمایا کسی کو کہدو نماز پڑہا دے۔ مین باہر آیا ابوبکر موجود تھے مین نے حضرت عمر سے کہا جو بیٹھے تھے کھڑے ہو جیے لوگون کو نماز پڑہایئے۔ آپنے آگے بڑہ کر تکبیر کہی چونکہ حضرت عمر

بڑی آواز کے آدمی تھے رسول اللہ نے ان کی آواز سنکر فرمایا ابو بکر کہاں ہیں وہ نماز پڑھاویں
یہہ امامت و جماعت اللہ و مسلمانوں کو ناپسند ہے۔ ابو بکر نے وہی نماز عمر کی پڑھائی ہوئی پھر
اُلٹ کر پڑھائی

اب غور کیجیے اور انصاف فرمائیے۔ پہلے آنحضرتؐ نے فرمایا کسی کو کہدو نماز پڑھاوے
جس کا عربی کا بھی فقرہ لکھ دیتے ہیں فقال مروا من یصلّی للناس جس میں کسی کو
شبہہ نہ ہے کہ ترجمہ ٹھیک نہیں جب حضرت عمر نے اپنی بڑی آواز سے نماز کی
امامت شروع کی تو آنحضرتؐ کو شدت مرض میں سخت ناگوار و تکلیف دہ معلوم ہوئی آپ
نے حکم دیا کہ عمر امامت سے معزول اور ابو بکر منصوب ہوں کیونکہ یہہ حضرت نرم دل اور
کثیر البکاء دھیمی آواز کے آدمی تھے پھر انھوں نے عمر کی نماز کو بحکم رسول خدا اُلٹ دیا اور از
سر نو تکبیر سے نماز شروع کی اور تمام۔ پس ظاہر ہے کہ حدیث رسول خدا
میں کسی کی قید نہیں پہلے آپ نے یہی فرمایا کسی کو کہدو نماز پڑھاوے مگر صرف عمر
کی کریہہ الصوت نے ابو بکر کو امامت کا تاج و تخت دیا اور آواز عمر نے یہانتک تکلیف
پہونچائی کہ رسول خدا کو یہہ فرمانا پڑا کہ اللہ و مسلمانوں کو یہہ امامت ناپسند ہے
جو نماز عمر نے پڑھائی وہ باطل اور ناجائز کیونکہ نماز ہی اُلٹ دی گئی مگر ہمکو
آتش مزاجی و غیظ و غضب حضرت عمر سے بہت ہی تعجب ہے کہ اس موقع پر آپ نے
نہایت ہی تحمل و عجز و انکسار کو کام فرمایا کہ چپکے پیچھے کھسک آرہے اور
کچھ نہ بولے کیونکہ انھیں ایام شدت مرض میں آپ نے رسول خدا کو ہذیان سے نسبت
دی اور حسبنا کتاب اللہ کہکر رسول اللہ کے حکم سے عدول کیا۔ دیکھو حدیث
قرطاس صحیح مسلم و بخاری میں مگر ہاں یہاں تو ابو بکر کو امام جماعت بننے کا معاملہ تھا

کیوں نہ خاموش رہتے وہاں قضیہ برعکس تھا یعنی حضرت علیؑ کی خلافت مقصود تھی۔ کیوں جوہری صاحب یہی حدیثیں ہیں جو نص خلافت ابوبکر پر مصدق ہیں اور جن کی رو سے ابوبکر خلیفہ ہوئے۔ کچھ تو خدا و رسولؐ سے خوف کیجیے اور خلق خدا سے شرمائیے۔ کیوں جاہلوں کو گمراہ کرتے ہو مگر آپ کسی کی نہ سنیں گے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ جس قدر حدیثیں خلافت ابوبکر میں پیش کیجاتی ہیں بالکل بے سر و پا نہ عبارت کا ربط نہ مبتدا نہ خبر سراسر موضوعی و مصنوعی ہیں معلوم نہیں کس کی بنائی ہوئے ہیں جسے عقل سے بہرہ ہی نہ تھا۔ سر سید احمد خان محقق حال نے خطبات احمدیہ میں لکھا ہے ابوبکر کے متعلق ہم نے کوئی حدیث نہ پائی جس کا صحیح سلسلہ آنحضرت تک پہنچتا ہو۔ سب حدیثیں جو بیان کیجاتی ہیں بالکل جعلی اور مصنوعی ہیں۔ سر سید احمد خان شیعہ تو ہیں نہیں نہ کبھی تھے اہل سنت کی ہی کتابوں سے دیکھ بھال کر یہ فقرہ لکھا ہوگا۔

اب آپنے حضرت علی کی طرف توجہ کی ہے اور جہاں تک اپنی لفاظی و لسانی اور زبان درازی کو وسعت ہے خوب ہی دل کا بخار نکالا ہے۔ مگر یاد رکھیے چاند کی طرف ہزار خاک اڑائے وہی چاند ہے بلکہ خاک اڑانے والا خود ہی اس خاک سے اٹ جائے گا۔ لوگوں کی نظر میں گرد و غبار کا پتلا نظر آئے گا۔ اگر حق سے چشم پوشی ہو تو اتنی جو آپنے اختیار کی ہے اور باطل کو بڑھانا چڑھانا ہو تو ایسا جیسا آپنے رات کو دن اور دن کو رات کر دکھایا ہے مگر آپ کیا تمام جہان کے ناصبی و خارجی اگر لاکھ برس تک ہاتھ پیر ماریں اور جھوٹی باتیں بنائیں تو کیا ہوتا ہے ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد
اگر کس پف کند ریشش بسوزد

آپ فرماتے ہیں۔ اسی ضمن میں ان احادیث کا بھی ذکر کرنا ضروری ہے جو جناب اہل سنت

کی کتب سے استدلال کرتے ہین۔

ہم کہتے ہین صد ہا آثار ہزار ہا حدیثون سے اصل حق خلافت حقہ بلا فصل جناب امیر
استدلال بمعنی دارد ثابت کرتے ہین اور کور باطنون کو دکھادیتے ہین کہ دیکھو وہ
آفتاب عالمتاب چمک رہا ہی جس کی شعاعون نے تمہاری آنکھونکو چکاچوند کر رکھا ہی
مگر خیر آپ نے دو حدیثین پیش کی ہین یہی ہمارے مدعا کو کافی ہین چاہئے حدیث برا
بن عازب سے صحیح بخاری و مسلم مین روایت ہی کہ جب رسول خدا نے قصد غزوہ تبوک
کا کیا جناب امیر کو واسطے نگرانی اہلبیت بیبیون اور بچون کے مدینہ طیبہ مین محافظ مقرر
فرمایا کفار اشرار نے جناب امیر کو طعن کی کہ رسول خدا آپ کو اپنے ساتھ کیون نہین
لیجاتے جناب امیر کو یہہ بات ناگوار گزری یہ حکایت رسول خدا سے کی اور کہا یا رسول اللہ
اتخلفنی فی النساء والصبیان یعنی اے رسول خدا آیا خلیفہ کرتے ہو آپ مجھکو
عورتون اور بچون پر تب حضرت نے یہہ فرمایا اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ہرون
من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی یعنی راضی نہین ہوتا ہی تو یہہ کہ ہو تو مجھسے بمنزلہ
ہارون کے موسیٰ سے مگر تحقیق شان یہی کہ نہین کوئی نبی بعد میرے۔

سوال آپ کہتے ہین کہ شیعہ اس حدیث کے معنی اپنے مطلب کے موافق لیتے ہین مگر بچند
دلائل معقول اُن کا دعوے صحیح نہین۔

جواب۔ ہم کہتے ہین اہل حق وہی معنی لیتے ہین جو حدیث کہہ رہی ہی اپنے مطلب
اور دوسرے کے مقصد سے اُن کو کچھہ غرض نہین۔ اچھا صاحب ہم اس حدیث کے
معنون مین آپ کی موافقت کرتے ہین اتنے خوش ہوئے۔

سوال۔ آپ کہتے ہین یہہ خلافت جناب امیر کی مثل خلافت حضرت ہارون

کے وقت معینہ پر مخصوص تھی۔

جب حضرت موسیٰ کوہ طور سے واپس آئے حضرت ہارونؑ خلیفہ نہ ہو بلکہ مستقل خود ہی نبی برحق تھے نہ خلیفہ اسی طرح پر اس معاملہ کو قیاس کرنا چاہیئے۔

جواب ۔ ہم کہتے ہیں خلافت کا تو یہاں ذکر ہی نہیں رسولؐ خدا صاف فرماتے ہیں کہ یا علیؑ تم مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰ سے یعنی جیسا حضرت ہارونؑ شریک فی النبوت حضرت موسیٰؑ کے اپنی حیات تک رہے ویسا ہی تم بھی ہو مگر یہ البتہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبیؐ نہ ہوگا۔

اس تشبیہ سے تو صاف ظاہر ہے کہ جیسا حضرت ہارونؑ تا دم حیات حضرت موسیٰؑ کے شریک فی النبوت تھے ویسا ہی جناب امیرؑ بھی رسولؐ خدا کے شریک فی النبوت رہے ہاں بعد رسولؐ خدا کے نبیؐ کا ہونا محال تھا جس کا استثنا حدیث میں ہوا ہے۔ پس جناب امیرؑ کو دعوے نبوت تو ہے نہیں خلافت بلافصل کے مدعی ہیں تو کیا انصاف اسی امر کا مقتضی ہے کہ جو شخص حیات رسولؐ خدا میں شریک فی النبوت رہا ہو آپ سے اُن کی خلافت بھی نہ ملے اور جانشینی و وصیدی سے بھی محروم رہے آخر قصور کیا ہوا۔

جوہری صاحب ۔ یہ حدیث خدا ہی نے آپ کی زبان سے نکلوائی ہے الحمد للہ خلافت تو درکنار جنابؐ رسولؐ خدا کے شریک فی النبوت ہو گئے۔ (حضرت موسیٰؑ کوہ طور سے واپس آئے تو حضرت ہارونؑ خلیفہ نہ رہے بلکہ نبیؑ رہے) ہم کہتے ہیں اگر خلیفہ و نبیؑ دونوں رہے تو کیا مضائقہ کیونکہ شرکت فی النبوت میں خلافت ضروری امر ہے۔ حضرت موسیٰؑ رسول اللہ صاحب شریعت اور حضرت ہارونؑ نبیؑ

وخلیفہ حامی ومددگار معاون وجان نثار ایسا ہی جناب امیرؑ پر قیاس کرو کیونکہ جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسٰےؑ کے ساتھ نسبت تھی بعینہٖ جناب امیرؑ کو رسولؐ خدا کے ساتھ یکجہتی وبرادری تھی۔ دیکھو حدیث نمبر ا ترمذی علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے پھر اب مغائرت کیا جیسا حضرت موسٰیؑ کی واپسی پر حضرت ہارونؑ نبی وخلیفہ رہے ویسا ہی جناب امیرؑ بھی بعد معاودت رسولؐ خدا خلیفہ رہے اور شریک فی النبوت مثل حضرت ہارونؑ کے مزید براں کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے میرے بعد نبی نہ ہوگا مگر زمانہ حیات کے لئے کچھ استثنا نہیں کیا پس وہی مرتبہ جناب امیرؑ کا حیات رسولؐ خدا میں رہا جو حضرت ہارونؑ کا حضرت موسےؑ کے زمانہ میں ورنہ یہ تشبیہ ہی بے سود وبیکار ہوتی ہے۔

سوال۔ آپ کہتے ہیں اس قسم کی حدیث بسبب ہم ازی کے بیٹی یا داماد ہی کو سپرد کیجاتی ہے پس جناب امیرؑ کا چند روز کے واسطے بطریق محافظ کے مقرر ہونا دلیل خلافت نہیں ہو سکتا۔

جواب۔ ہم کہتے ہیں یہ آپ کی سمجھ کا قصور ہے۔ حدیث میں منزلت ہارونی عطا ہوئی ہے محافظ چہ معنی دارد جیسا حضرت ہارونؑ کل اُمّت موسوی کے خلیفہ وجانشین ہوئے تھے ویسا ہی جناب امیرؑ بھی۔ اور یہ عین دلیل خلافت بلافصل جناب امیرؑ کی ہے۔ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ؛

ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ سبھی اعزا واقارب آنحضرتؐ کے موجود تھے جو بقول اہل سنت اہلبیت میں داخل سمجھے جا سکتے قابلیت رکھتے ہیں مثل جناب عثمان داماد رسولؐ خدا جناب ابوبکر وعمر جنکے داماد رسولؐ خدا تھے حضرت عباس عبد اللہ وفضل رسولؐ خدا کے چچا و

چچا زاد بھائی جناب زبیر پھوپی زاد بھائی وغیرہ - پھر تخصیص جناب امیرؑ کی کیا تھی کہ آپ ہی کو یہ منصب عالی عطا ہو کوئی خاص وجہ تو ضرور ہو گی کیونکہ حدیثین روایتین تاریخین فریقین کی شاہد حال ہین کہ یوم بعثت رسولؐ خدا سے تا دم آخر نہ کسی کو خطاب ہارونی ملا نہ غیر حاضری رسولؐ خدا مین کل قوم کے خلافت و امامت مثل حضرت ہارون کے - وجہ قوی تر یہ ہے کہ خدا و رسولؐ خدا کو منظور ہوا کہ جناب امیرؑ رسولؐ خدا کے خلیفہ برحق حیات رسولؐ خدا مین ہی علی الاعلان مقرر کئے جائین تاکہ بعد ممات رسولؐ خدا کسی کو مجال چون و چرا نہ ہو پس جب آنحضرت غزوہ تبوک کے عازم ہوئے تو حضرت امیرؑ کو مدینہ مین رہنے کا حکم دے کر تشبیہ ہارونی کا خلعت فاخرہ اُن کو پہنایا اور اپنا خلیفہ و جانشین و ولیعہد بنایا کیونکہ یہم موقع ہی ایسا تھا ورنہ کبھی ایسا نہین ہوا کہ آنحضرت کسی معرکہ جنگ مین تشریف لیگئے ہون اور جناب امیرؑ ساتھ نہ ہون اور مدینہ مین رہگئے ہون - ہر جنگ مین مقدمۃ الجیش تھے علیؑ اور کیون نہ ہون جبکہ خداوند عالم نے قلع و قمع کفار نابہنجار و مشرکان اشرار آپ ہی کی ذوالفقار شرربار ہدیہ خدا و رسولؐ مختار پر منحصر کر دیا تھا جس کی نسبت بروز فتح خیبر جبرئیلؑ و کیل رب جلیل باآواز بلند کہہ رہے تھے لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار ؕ اور رسولؐ خدا و تمام صحابی موجود سُن رہے تھے دیکھو حدیث اہلسنت نمبر ۷ مندرجہ رسالہ ہذا شاید آپ کہین کہ بھی غزوہ تبوک مین جناب امیرؑ ہمراہ نہ تھے تو اس کی وجہ وہی ہے کہ آپ کو منزلت ہارونی عطا ہوئی تھی اگر ساتھ جاتے تو حضرت ہارون کی تشبیہ کیونکر صادق آتی -

علاوہ اس کے اس غزوہ کی بنا ہی کیا تھی ادہر پہونچے اور اُدہر فتح ہوئی نہ لڑائی ہوئی نہ جھگڑا - رسولؐ خدا خود بھی نہ تشریف لیجاتے اور کسی کو بھیجدیتے تب بھی

فتح ممکن تھی مگر نہیں رسولؐ خدا کا تشریف لیجانا جناب امیرؑ کو خلیفہ و جانشین کر جانا
مصلحت خدا و رسولؐ ہی تھی۔

سوال۔ آپ کہتے ہیں کتب سیر فریقین میں مرقوم ہے کہ حضرت ہارونؑ نے حیات
حضرت موسیٰؑ ہی میں وفات پائی پھر خلافت کیسی۔

جواب۔ ہم کہتے ہیں بیشک ایسا ہوا حضرت ہارونؑ کا پہلے انتقال ہو گیا
مگر یہ تو نہیں ہوا کہ حضرت موسیٰؑ کوہِ طور سے واپس آئے اور حضرت ہارونؑ نے
قالب کو خالی کیا بلکہ مدت تک زندہ رہ کر شریک فی النبوت رہے اور جب قضا آئی
روح نے قالب کو چھوڑا گو حضرت موسیٰؑ کی حیات ہی میں سہی مگر جناب امیر بفضلہ صحیح
و سالم دشمنانِ خدا اور رسولؐ کی سرکوبی و گفش زنی کے لئے زندہ و موجود رہے
اور اسی طرح جیسا حضرت ہارونؑ خلیفہ و شریک فی النبوت موسیٰؑ تھے یہ بھی حیات
رسولؐ خدا میں شریک فی النبوت و خلیفہ و بعد اُن کے مثل حضرت یوشع بن نون و حضرت
کالب بن یوقنا بلافصل خلیفہ رسولؐ ہوئے۔

یہ تو فرمایئے کہ حضرت ہارونؑ تو بوجہ انتقال خلافت موسیٰؑ سے محروم رہے
مگر جبکہ حضرت موسیٰؑ نے اپنی غیبت میں خلیفہ کیا تھا یا یہ کہو اپنی قوم اُن کے سپرد
کی تھی تو اگر حضرت ہارونؑ زندہ رہتے تو اُمت موسیٰؑ کے خلیفہ و سردار ضرور
ہوتے اور شریعت موسوی کی تکمیل کرتے لیکن جناب امیرؑ سے کیا قصور
سرزد ہوا کہ رسالت محمدی میں تا حیات شریک فی النبوت و خلیفہ رہ کر
بعد وفات باوصف زندہ رہنے و بہمہ صفات موصوف ہونے کے خلافت
بلافصل سے محروم کیئے گئے آخر کوئی وجہ تو ہونی چاہیئے۔ رسولؐ خدا نے تو

(لا نبی بعدی) فرمایا ہو (لاخلافت بعدی) نہین ارشاد کیا - رسول خدا کو حضرت ہارون کے انتقال کی خبر تھی کہ حضرت موسیٰ کی حیات مین اُن کا انتقال ہوا مگر تشبیہ انھین سے دی جو شریک فی النبوت و خلیفہ موسیٰ تھے پس کیسا غضب اور کیسی حق تلفی و حق پوشی ہے کہ جسے رسول اللہ اپنی حیات سراپا خیر و برکات مین شریک فی النبوت اور اپنی غیبت مین خلیفہ و جانشین برحق بنائین اُسے بعد وفات رسول کے اُمت سفعوبہ تعصب و اغراض نفسانی سے باغوائے چند دنیا طلبان یون معطل و بے کار کردے اور خلافت کے بھی لائق نہ سمجھے اور اپنی گون کا خلیفہ تجویز کرے جس سے دنیاوی مناصب و مراتب ملنے کی اُمید ہو افسوس صد ہزار افسوس -

سوال - آپ کہتے ہین حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے حقیقی بھائی تھے اور عمر مین کلان اور نبوت مین شریک اور گویائی مین افصح البیان - جب ان جملہ مراتب مین سے جناب امیر کو ایک بھی حاصل نہ تھا تو کیونکر آپ خلیفہ بلا فصل ہو سکتے تھے -

جواب ہم کہتے ہین یہہ سوال رسول خدا سے کرنا چاہتے تھا - آپ کے صدیق اکبر عبو دین نے کیون نہ پوچھا کہ یا حضرت جبکہ حضرت علی مین حضرت ہارون کے مراتب مین سے ایک بھی نہین ہے تو آپ کیون اُن سے تشبیہ دیتے ہین اور مجھے جو آپ خلیفہ بنا چکے ہین جس کی میری بیٹی صدیقہ گواہ ہو - اسے آپ کیون بھول گئے مگر یہہ خیال کیا ہوگا کہ تیرہ ۱۳۰۰ سو برس بعد ہمارے عاشق زار میان جوہر صاحب پیدا ہون گے وہ شیعون سے پوچھ لین گے - اب ہم سے سنیئے - یہہ حدیث مخبر صادق کی ہے جن کا ہر کلام وحی الٰہی تھا جب حضرت علی بمنزلہ حضرت ہارون کے ہوئے تو سب مراتب ہارونی پر قبضہ بلا شرکت غیرے پا گئے - وہ حضرت موسیٰ کے حقیقی بھائی تھے - یہہ رسول خدا کے چچا زاد بھائی

وہ چچا کہ جس نے رسول اللہ کی پرورش کی اور ہر حال میں سینہ سپر و جان نثار رہا۔ پس آنحضرت نے انھیں حقوق عمومی کی وجہ سے حضرت علیؑ کو اپنا بھائی و یار دین و دنیا دونوں کا بنایا دیکھو حدیث نمبر ۲ ترمذی مندرجہ رسالہ ہذا۔ اور اس حدیث نے تو کچھ پردہ ہی نہ رکھا جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے حقیقی بھائی تھے ویسا ہی حضرت علیؑ حضرت رسول خدا کے حقیقی بھائی ہوگئے کیونکہ آپ نے حدیث میں بمنزلہ ہارون کا لفظ فرمایا ہے نہ مثل وغیرہ۔

اور نبوت میں شریک ہونا بھی مثل حضرت ہارون کے۔

اور افصح البیان ہونا بھی غرضکہ جو مراتب وصفات ہارونی تھے بعینہ سب حضرت علیؑ کو مل گئے۔ اور یہ خدا کی دین ہے اس میں کسی کا اجارہ نہیں ہے ؎

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری ہو جائے

عمر میں کلان و خورد ہونا یہ کیا بات ہے یہاں مدارج و مراتب کا ذکر ہے یا بڑائی وچھوٹائی کا۔ حضرت موسیٰ صاحب شریعت رسول اللہ تھے حضرت ہارون باوصف عمر زیادہ ہونے کے نبی شریک فی النبوت و خلیفہ پھر عمر زیادہ ہونے کی کیا فضیلت ہوئی حضرت علیؑ کا افصح البیان ہونا اگر تاریخیں و روایتیں دیکھو تو معلوم ہو۔ حال کی تصنیف تنقید الکلام مصنفہ مسٹر امیر علی صاحب بیرسٹرایٹ لا جج ہائی کورٹ کلکتہ سنی المذہب نے حضرت علیؑ کو اعلم الناس بعد رسول خدا کے تاریخوں روایتوں سے چھان بین کرکے لکھا ہے۔

مولوی عماد الدین سنی المذہب جو عیسائی ہوگئے ہیں اعجاز قرآنی میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ کے اقوال کلام اللہ سے بلاغت و فصاحت میں بڑھے ہوئے ہیں اور

قول حضرت علیؑ اور کلام اللہ کی آیتین لکھ کر دکھلا دیا ہے مگر ہم اس پر اعتماد و اعتقاد نہین رکھتے کہ کلام اللہ پر کسی کے کلام کو سبقت ہو ایک محقق کا خیال ذکر کرنے مین اور بہت سی روایتین صد ہا حدیثین حضرت علی کی افصح البیانی کی تصدیق کرتی ہین مگر ان سب کو طاق پر رکھ دو اور مخبر صادق کے قول پر اعتماد کرو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا یہ حدیث مقبولۂ فریقین ہے اور شہرت عام رکھتی ہے اللہ لبس باقی ہوس۔

سوال۔ آپ لکھتے ہین حضرت رسول خدا نے جو تشبیہ کہ جناب امیر کو حضرت ہارون سے دی ہے اس سے ثابت ہے کہ جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی حیات مین خلیفہ تھے ویسے ہی جناب امیر بھی حیات مبارک رسول خدا مین خلیفہ رہے ہون چونکہ بعد وفات حضرت موسیٰؑ حضرت یوشع بن نون و حضرت کالب بن یوقنا خلیفہ ہوئے اسی طرح سے بعد وفات رسولؐ خدا حضرت صدیق اکبر خلیفہ ہوئے۔

جواب۔ ہم کہتے ہین جناب امیر حضور رسولؐ خدا مین شریک فی النبوت و خلیفہ اور غیبت مین خلیفہ مطلق رہے تشبیہ سے یہی ثابت ہے کہ پس بعد وفات رسولؐ خدا وہی مستحق تر خلافت کے ہونگے جو حضور مین شریک فی النبوت و خلیفہ و غیبت مین خلیفہ مطلق رہے ہین ابوبکر کا خلیفہ ہوجانا اور حضرت علیؑ کا خلافت سے محروم ہونا جہلا اور نادان آدمیون کا جوڑ توڑ ہے۔ یہی تو ہم پوچھتے ہین کہ رسولؐ خدا کی حیات مین بقول آپ کے جو خلیفہ رہا ہو بعد وفات اس کی خلافت پر کیون نہ اجماع ہوا اور رسولؐ خدا کے حیات کی خلافت کیون ہیچکارہ سمجھی گئی آپ

کہیں گے مسلمان راضی نہ ہوئے۔ ہم کہتے ہیں مسلمانوں کو بھاڑ میں جھونکو۔ آپ کے صدیق نے جو ہر قول رسولِ خدا کی نسبت صدقت یا رسول اللہ کہتے رہے کیوں نہ جاہلوں کو سمجھایا اور حدیث کے معنی و مطالب ذہن نشین کئے۔ نکہ خود ہی خلیفہ بن بیٹھے۔ سبحان اللہ۔ این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔ بھلا جوہری صاحب یہ تو فرمایئے کہ اس حدیث سے اور ابوبکر سے کیا لگاؤ و مناسبت ہے جو حضرت یوشع بن نون کی طرح خلیفہ ہو گئے کیا حضرت یوشع بھی چند جاہلوں کے اجماع سے خلیفہ ہوئے تھے۔ یا اُن کو خود حضرت موسیٰ نے اپنا خلیفہ کیا تھا یہی تو بھید ہے کہ امامت و خلافت من جانب اللہ و رسول ہوتی ہے جیسا حضرت یوشع و حضرت علیؑ خلیفہ و جانشین ہوئے دوسروں پر اجماع ہوا تو ہوا کرے اُس اجماع کی حقیقت ہی کیا ہے جس میں قوم کے شرفاو نجبا شامل نہوں۔ دیکھو حدیث مندرجہ ذیل امام احمد انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے سلمانؓ فارسی سے کہا کہ رسولِ خدا سے پوچھو کہ آن کا وصی کون شخص ہے پس سلمان فارسی نے رسولِ خدا سے پوچھا حضرت نے فرمایا کہ موسیٰ بن عمران کا کون وصی تھا۔ سلمان نے جواب دیا کہ یوشع بن نون فرمایا میرا وصی میرا وارث میرے وعدہ کا وفا کرنے والا علی ابن ابی طالب ہے پس اب تو کوئی شک باقی نرہا۔ اور آپ کے صدیق دودھ کی مکھی کی طرح خلافت سے الگ ہو گئے کیونکہ یوشع بن نون کا بھی مرتبہ جناب امیر ہی کو ملگیا

سوال آپ کہتے ہیں جب رسولِ خدا نے (اِنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ) اوکہ جملہ خبریہ ہے استثنا فرمایا تو منصب یعنی نبوت در صورت حیات حضرت ہارون اجد ممات

حضرت موسیٰ ہرگز جدا نہ ہوتا جیسا کہ بسبب استثنا کے جناب امیر سے قطعاً جدا ہو گیا۔

جواب ہم کہتے ہیں۔ ہم نہ جملہ خبریہ جانیں۔ نہ جبریہ و قدریہ۔ صاف بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کے بعد نبی ہوئے ہیں۔ حضرت رسولِ خدا خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد رسول و نبی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے (انّہٗ لا نبیّ بعدی) فرمایا کہ حضرت علیؑ کو بعد میرے کوئی نبی نہ سمجھے مگر خلیفہ جو میں نے اپنی حیات ہی میں کر دیا ہے۔ سو یہی حضرت علیؑ کو دعوے تھا اور اُن کے تابعین کو اب تک ہے کہ جب آپ حیات رسولِ خدا میں خلیفہ ہوئے تو بعد وفات بدرجہ اولےٰ جانشین و وصی و ولیعہد و خلیفہ کا منصب آپ کو ملا۔ استثنا نبوت کا ہوا ہے نہ خلافت و امامت کا جدائی نبوت سے ہوئی ہے نہ کہ خلافت سے تمہاری اُلٹی سمجھ ہے جملہ خبریہ کو وظیفہ بناؤ اور شہد لگا کر چاٹو۔ حضرت ہارون زندہ رہتے تو بعد حضرت موسیٰ کے خلیفہ ہوتے حضرت علیؑ حیات میں بھی خلیفہ رہے اور وفات کے بعد بھی خلیفہ بلا فصل۔ ہر کہ شک آرد کافر گردد۔

سوال ۔ آپ کہتے ہیں ولو فرضنا۔ حضرت ہارونؑ بعد حضرت موسیٰؑ کے زندہ بھی رہتے بلا شبہ رسول مستقل رہتے اور بدستور دیگر انبیاء اللہ کے ضروری تبلیغ احکام شریعت فرماتے چونکہ جناب امیر میں یہ صفت نہ تھی پھر استحقاقِ خلافت کیسا۔

جواب ۔ ہم کہتے ہیں حضرت ہارون اگر زندہ رہتے جو خدا حکم دیتا وہ کرتے

(ضرور ہی تبلیغ احکام شریعت کرتے) خدا کو علم ہے کیا کرتے کیا نہ کرتے ۔ ہاں یہ خیال میں آتا ہے تکمیل شریعت موسوی کرتے (کیونکہ حضرت موسیٰ کی خلافت اُن کو ملتی) لیکن جبکہ حضرت علیؑ میں صفت خلافت موجود تھی اگر اُنکو تم لوگ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ پر عمل کرکے خلیفہ بناتے تو تکمیل شریعت محمدیؐ کرتے اور خدا کے احکام و رسول اللہ کے فرمان پر پورا پورا عمل ضرور ہی ہوتا ۔ اسلام میں جو رخنہ پڑا اور بہتر ۷۲ فرقہ ہو گئے یہ کچھ نہ ہوتا سب کو سیدھی راہ ملجاتی گمراہی کا طریقہ بند ہوجاتا احکام خدا میں تاویلیں بیجا ۔ احادیث نبوی کی توجیہیں رنگ رنگ نہ ہوتیں اسلام ایک ڈہرے پر لگ جاتا جس سے جنت کا رستہ قریب تھا غرضکہ سب کچھ ہو رہتا اور اسلام اپنا آپ ہی نظیر ہوتا مگر ہاں دنیا نہ تھی جسپر اُمّت فریفتہ ہوئی ۔ دین تھا جس سے روگردانی کی بس یہی بات تو تھی کہ دنیا طلبوں نے حضرت علیؑ کو اپنی گوں کا نہ پایا اور رسولؐ خدا کا انتقال ہوتے ہی یاروں نے بساط خلافت بچھا کر زمانہ کا رنگ بدل ہی دیا اور ایک نئی دنیا قایم کردی ۔

سوال ۔ آپ کہتے ہیں حدیث شریف میں استثنا منقطع موجود ہے اگر اِس کو شیعہ استثنا متصل خیال کریں تو اِس صورت میں حدیث رسولؐ خدا کی تکذیب ہوتی ہے قطع نظر اِن جملہ امورات کے کہ شیعہ بتادیں کہ حدیث موصوفہ میں کونسا لفظ ایسا ہے جس سے نفی خلافت خلفا ثلثہ و اثبات امامت جناب امیرؑ پائی جاتی ہو ہاں اگر فی وقت من الاوقات کہا جاوے تو یہ عین مذہب سنت والجماعت کا ہی ۔

جواب ۔ ہم کہتے ہیں استثنا منقطع ہو یا غیر منقطع یا اور کچھ مگر

نبوت سے استثنا ہی خلافت سے نہیں ہی۔ اور بعد رسول خدا کے نہ کہ حیات
میں پس اہل حق حیات رسول خدا ہی سے خلافت حقہ جناب امیرؑ کے قائل ہیں جیسا
کہ تم کو بھی عذر نہیں ہے کہ حیات رسول خدا میں جناب امیرؑ خلیفہ تھے۔ پس خلافت
جناب رسول خدا کا سلسلہ تادم آخر حیات و بعد ازان بعد وفات رسول خدا
حیات جناب امیرؑ کے دم آخرین تک قایم رہا۔ اس کا استثنا حدیث میں
نہیں ہے۔ اور وہی (لفظ بمنزلہ ہارون) مندرجہ حدیث ہذا نفی خلافت
خلفاء ثلثہ پر دلیل کافی و واضح ہی۔ کیونکہ جب خلافت کا سلسلہ حیات
اور بعد وفات بدستور قایم رہا۔ پھر غیر کی گنجائش کجا۔ سبحان اللہ فی
وقت من الاوقات کی خوب ہی دل بھلاؤ کہانی ہے جیسے سنکر بچے شیرخوار
بھی ہنستے ہیں ع چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا۔ ابھی تو آپ
ابوبکر ہی کی خلافت ثابت کر رہے تھے۔ اب ثانی و ثالث کدہر ہی آکود ے
بیل نہ کود ا کودی گون۔ یہہ تماشا دیکھے کون۔ حدیث حضرت علیؑ کی شان
میں شرکت فی النبوت و خلافت فی غیبت اُن کی ذات خاص سے مختص
آپ کے خلفاء ثلثہ تو اس سے شرق و مغرب کا فاصلہ رکھتے ہیں مگر ہان
خلافت ترتیبی کے خیال نے آپ کو فی وقت من الاوقات کہنے کا موقع
دیا ہے۔ اب ہم آپ سے خصوصاً اور تمام دنیا کے سنیون سے
عموماً پوچھتے ہیں کہ خلافت جناب امیرؑ کی جو حیات میں تادم واپسین
رسول خدا رہ کر جس کے تم بھی قائل ہو گئے ہو بعد وفات کے ۲۵۔
۲۶۔ برس تک کیون معطل و بیکار ہو گئے اور فی وقت من

الا اوقات پر منحصر کرنے کی کیا وجہ کیا کوئی استثنا حدیث مین ہے کہ ابو بکر عمر عثمان جب خلافت کر لینگے تب جناب امیرؑ کی طرف پھر خلافت رجوع کرے گی۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ برین عقل و دانش بباید گریست۔

اب سنئے شان نزول اس حدیث مقدس کی جو آپ نے بیان کی ہی (کہ جناب امیرؑ کو واسطے نگرانی اپنی بی بیون و بچون کے مدینہ طیبہ مین محافظ مقرر فرمایا اور کفار اشرار نے طعن کی اُس پر آپنے رسول خدا سے عرض کی کہ آپ مجھے عورتون و بچون پر خلیفہ کرتے ہین) تب یہہ حدیث آنحضرت نے فرمائی شاید ایسا ہوا ہو مگر اس حدیث نے تو کفار اشرار و اُن کے ہم خیال و ہم زبان کی طعن کو خاک مین ملا دیا اور جناب امیرؑ کو تاج ہارونی پہنا کر تخت شرکت فی النبوت و خلافت بلا فصل پر بٹھا دیا۔ اپھر بھی وہی عورتون و بچون کی محافظت سمجھیا آپکو اب تک اُسی قول کفار اشرار پر اصرار ہے اور حدیث نبوی سے انکار بس نہین معلوم آپ کیسے مسلمان ہین کہ قول کفار کے مصدق و مخبر صادق کی حدیث کی تکذیب ہ

گر تو قرآن بدین نمط خوانی ببری رونق مسلمانی

کیا حضرت موسے نے حضرت ہارونؑ کو یہی حکم دے کر خلیفہ مقرر کیا تھا کہ عورتون و بچون کے لئے آٹا دال نمک تیل بازار سے لا دینا اور دروازہ پر پہرہ دے کر اُن کی محافظت کرنا یا رسول خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا تھا کہ تم کو بمنزلہ ہارونؑ خلیفہ تو کر جاتے ہین مگر بجز محافظت عورتون و بچون کے اور کچھ نہ کرنا جیسا اہل سنت کی کتابون مین لکھا ہے کہ عبد اللہ ابن مکتوم کو امامت نماز

کا حکم دیا تھا واعجبا تنقیص شان و منزلت حضرت علیؑ میں کیسی بے سروپا باتیں بنائی جاتی ہیں اور ایسی تاویلیں اور توجیہیں کہ ایک حکم خدا و رسولؐ میں قائم کیجاتی ہیں جن سے آیت و حدیث کے معنے و مطالب اُلٹ پلٹ جاتے ہیں مگر کچھ ہی ہو اہل سنت کو خلافت ابوبکر ہی مان لینا واجب ہے۔ عبداللہ ابن مکتوم کی بخیر اس حدیث میں اس لئے لگائی گئی ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ حضرت علیؑ نماز بھی پڑھاتے تھے ورنہ مثل امامت نماز ابوبکر جو خلافت کی جڑ بنائی گئی ہے حضرت علیؑ بھی امام جماعت بن کر خلیفہ نہ ہو جائیں پس کوئی نہ کوئی روڑا جلتی گاڑی میں اٹکا دینا چاہتے تھے۔ امامت نماز کی اصلیت و وقعت ہم نے بحث امامت نماز میں لکھدی ہے کہ رسول خدا نے خود ہی عبدالرحمن ابن عوف کے پیچھے نماز پڑھ لی اور مرض الموت میں آپ نے امامت نماز کے لئے کسی کی قید نہیں لگائی یہ فرمایا۔ (کسی کو کہدو نماز پڑھا دے) پس غزوہ تبوک کو جاتے وقت آنحضرت نے حضرت علیؑ کو بمنزلہ ہارونؑ خلیفہ و جانشین کیا جیسا کہ حضرت ہارونؑ کل قوم پر سردار و خلیفہ مطلق ہوئے ویسا ہی حضرت علی بھی سردار و خلیفہ مطلق ہوئے پھر یہاں عبداللہ ابن مکتوم کی کہاں گنجائش رہی اور امامت نماز اس بیچارہ کو کیونکر نصیب ہوئی ہاں اگر اس حدیث میں امامت نماز کا استثنا ہوتا تو ہم ہاں بھی لیتے اور کہتے کہ جب امامت نماز کی وقعت ہی کچھ نہیں ہے رسولؐ خدا عام مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے اور حکم دیتے کہ کسی کو کہدو نماز پڑھا دے۔ تو یہ استثنا چہ معنی دارد۔

بات یہ ہے کہ خلافت مطلق جناب امیرؑ میں عبداللہ ابن مکتوم نے کبھی بحکم آپ کے نماز پڑھا دی ہوگی اُس پر یہ بات کا بتنگڑ بنایا گیا ہے ورنہ کچھ اصل نہیں۔ اسی لئے جوہر صاحب نے اس امامت کا ذکر ہی نہیں کیا کہ کون ایسی بے سروپا بات

کھ کر خجالت اُٹھاوے۔

حدیث خُم غدیر یا معشر المسلمین الست اولی بکم من انفسکم قالو بلی۔

قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ

اے گروہ مسلمانان مقر رہے کہ مجھکو جان اپنی سے زیادہ دوست رکھتے ہو تم پس جو کوئی مجھکو دوست رکھے علی کو دوست رکھے بار خدایا دوست رکھ اُس شخص کو جو دوست رکھے اُس کو اور دشمن رکھ اُس کو جو دشمن رکھے اُس کو۔ غضب تو یہ ہے کہ تم حدیث کو کاٹ چھانٹ کر اپنے مطلب کے مطابق بنا لیتے ہو اور جو جی میں آیا معنی بیان کر کے اناپ شناپ بکنے جاتے ہو۔ حدیث کی پورے فقرات تو لکھ دیتے جو اہل سنت کی کتابوں میں لکھے ہیں اور اُن پر پھر اپنی بڑ ہانکتے۔ اہل سنت نے معنوں میں ہیر پھیر کیا ہے مگر فقرے پورے لکھے ہیں تم اُن میں بھی تصرف کرتے ہو۔ نہ خوف از خدا و نہ شرم از رسولؐ۔

حدیث صحیح۔ عن البراء بن عازب و زید بن ارقم ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نزل بغدیر خم اخذ بید علی فقال الستم تعلمون انی اولے بالمومنین من انفسھم قالو بلے قال الستم تعلمون انی اولے بکل مومن من نفسہ قالوا بلے۔ فقال اللھم من کنت مولاہ فعلیؓ مولاہُ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ

فلقیه عمر بعد ذالك فقال هنیئا یا ابن ابیطالب اصبحت وامسیت مولیٰ کُلِّ مومن ومومنة رواه احمد وفی روایته له اللهم فانصر من نصره واخذل من خذله واحب من احبه وابغض من ابغضه -

ترجمہ بلفظہ امام احمد برا ابن عازب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا جب غدیر خم (ایک بستی کا نام ہی) پر اُترے تو علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے لوگو کیا تم نہیں جانتے کہ مین مومنین کے ساتھ اُن کی جانون سے زاید مہربان اور دوست ہون - حاضرین بولے جی ہان ہم خوب جانتے ہین - پھر فرمایا کیا تمہین معلوم نہین کہ مین ہر ہر مومن کے ساتھ اُس کی جان سے زاید مہربان ہون - لوگون نے کہا ہان آپ ایسے ہی ہین - بعد آنحضرت نے فرمایا - خداوندا جسے مین دوست رکھتا ہون علیؑ اُس کا دوست ہے - بار خدایا جو علیؑ کو دوست رکھے تو اُسے دوست رکھ - اور جو اُس سے دشمنی کرے تو بھی اُس کو دشمن جان -

اس کے بعد حضرت عمر نے حضرت علیؑ سے ملاقات کر کے فرمایا اے ابوطالب کے بیٹے تمہین خوشی ہو تم ہر وقت صبح و شام ہر مومن مرد اور مومن عورت کے دوست ہو - اور امام احمد کی ایک روایت مین یون آیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا بار خدایا جو علیؑ کی مدد کرے تو اُس کی مدد کر اور جو اُسے رسوا کرنا چاہے تو اُسے ذلیل کر اور جو اُسے دوست رکھے تو اُس کو دوست رکھ اور جو اُس سے دشمنی کرے تو اُس کا دشمن ہو -

یہ حدیث و ترجمہ اہل سنت کی کتابون مین لکھا ہے - جسے آپ نے براہ تعصب

و دشمنی ترسیم و تنسیخ کر کے مختصر الفاظ پر محدود کر دیا ہے۔ ہماری غرض اِس پوری حدیث لکھنے سے آپ کی خیانت و بددیانتی ثابت کرنا ہے اور یہہ دکھانا ہے کہ آپ کی باتین سب ایسی ہی بے سر و پا مکر و تزویر کی تصویرین ہین خدا آپکے مکر سے لوگون کو بچائے اور اپنی حفظ و امان مین رکھے۔

پہلے ہم من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہٗ کے معنی پر بحث کرتے ہین کہ آیا اِس کے کیا معنی او رمطالب ہین مولا کے معنے اُلٹنے اور ایچہیر کرنے مین اہل سنت نے بہت ہی کچھ پیچ و تاب اور اضطراب و اضطرار ظاہر کیا ہے مگر کچھ بن ہی نہین پڑتی۔ اب آخر زمانہ مین مولا کے معنے دوست کے بیان کئے گئے ہین۔ مگر اِس پر بھی اتفاق نہین کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ۔ اصل یہ ہے کہ اگر مولا کے معنے صحیح لیئے جاوین تو البتہ حق بات سبھی کی زبان سے نکلے مگر جبکہ حق سے انحراف ہی پر کمر باندہ لی تو پھر جو چاہین کہین کوئی کسی کی زبان نہین پکڑتا۔ اور معنون کو جانے دو اِسی حدیث کے ترجمہ پر اور اپنے ترجمہ پر غور کرو تم کیا کہتے ہو اور اِس حدیث کا مفسر و مترجم کیا کہ رہا ہے تم کہتے ہو۔ ای گروہ مسلمانان مقرر ہے کہ مجھکو جان اپنی سے زیادہ دوست رکھتے ہو تم پس جو کوئی مجھکو دوست رکھے علیؑ کو دوست رکھے۔

مترجم حدیث کا ترجمہ۔ علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے لوگو کیا تم نہین جانتے کہ مین جو مومنون کے ساتھ اُن کی جانون سے زاید مہربان ہون۔ یہی بات سنکر فرما کر فرمایا خداوندا جسے مین دوست رکھتا ہون علیؑ اُس کا دوست ہے آپ خیال کیجئے زمین اور آسمان کا فرق ہو گیا۔ ایسا ہی اور کسی نے مولا

کے معنے پوچھے تو دوسرا ہی راگ الاپے گا۔ بہر حال نہ یہ درست ہے نہ وہ نہ دوستی کے معنے مولا کے حشر تک ہو سکتے ہیں اسی حدیث کے آخر فقرہ میں (واحب من احبہ) جو اُسے دوست رکھے تو اُسے دوست رکھ۔ لکھا ہے۔ اب فرمایئے ایک ہی حدیث میں ایک جگہ دوست رکھنے کو من کنت مولی اور دوسری جگہ واحب من احبہ کہا جاتا ہے یہ کیسے معنی میں بالکل ہی شرم نہیں رہی اور ابوبکر کی خلافت نے ایسا مخمور کر دیا کہ آنکھ ہی نہیں کھلتی۔

تمام حدیثیں رسول خدا کی جو کتب اہل سنت میں مسطور و مذکور ہیں ہم نے ایک میں بھی دوست کو مولا کے معنے میں نہیں دیکھا اور نہ کہیں نشان و پتہ ہے۔ حضرت علیؑ کے فضائل میں جو حدیثیں لکھی ہیں۔ ان میں حسب ذیل فقرات لکھے ہیں بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔ ترمذی میں حضرت ام سلمہ سے روایت ہے لا یحب علیا منافق نہیں دوست رکھتا علیؑ کو منافق۔

حدیث جنگ خیبر بریدہ سے یحب اللہ ورسولہ۔ علیؑ کو خدا و رسول دوست رکھتے ہیں۔ امام احمد مطلب بن عبد اللہ حنطب سے روایت ہے لا یحبہ الا مومن فمن احبہ فقد احبنی ومن احبنی ادخلہ اللہ الجنۃ علیؑ کو دوست نہیں رکھتا مگر مومن جس نے اُسے دوست رکھا اُس نے مجھے دوست رکھا۔ اور میرا دوست رکھنے والا جنت میں داخل ہوگا۔

عبد اللہ ابن عباس سے روایت ہے رسول خدا نے فرمایا من احبک فقد احبنی جس نے علیؑ کو دوست رکھا اُس نے مجھے دوست رکھا۔

مسلم میں زر بن حبیش سے روایت ہے لا یحبنی الا مومن علیؑ کو مومن کے سوا دوست نہ رکھے گا۔

پس حدیثوں میں دوست کے معنوں میں یہ الفاظ مستعمل ہوئے ہیں اور قرآن مجید میں ان اللہ یحب المحسنین واللہ یحب اللہ وغیرہ موجود ہیں پھر خاص کیا وجہ ہے کہ اسی حدیث غدیر میں مولے کے معنے دوست کے لئے جاتے ہیں حالانکہ اس میں بھی احب من احبہ دوست کے لئے موجود ہے بجائے سو کلام خدا کلام رسول اللہ دیکھو صدہا جگہ پر دوست کے معنوں میں یہی الفاظ ملیں گے۔ اگر مولے کے لفظ پر دوست کے معنے رسول خدا کی حدیث سے کوئی ثابت کر دے بجز اس حدیث غدیر کے تو ہم ہارے۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ کہیں بھی ایسا لفظ نہیں ہے جو مولے کے معنے دوست پر صادق آویں۔ آخر حق پوشی و دین فروشی کی کچھ انتہا بھی ہے۔ جبکہ صدہا حدیثیں رسول خدا نے حضرت علیؑ کی شان میں فرمائیں جن میں ان سے دوستی رکھنے کی تاکید کی ہے اور تمام فضائل و مناقب ان کے علے رؤس الاشہاد بیان کر دئے تو اب اس حدیث دوستی کے فرمانے کی کیا ضرورت رہی ہاں یہ بات ہے کہ اس میں برخلاف اور حدیثوں کے مولے کا لفظ استعمال کیا تو ضرور کوئی وجہ خاص ہونی چاہئے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ حدیث شریف وفات سے دو ہی مہینے قبل کی ہے اور حجۃ الوداع کی مراجعت میں جس کے بعد نہ کوئی حج ہوا نہ کہیں کا سفر بلکہ آنحضرتؐ کا دو مہینے بعد انتقال ہی ہو گیا۔ آیہ اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی بھی نازل ہو چکا یعنی دین کا کمال اور نعمتوں کا

سہام ہوتا - پس اب کیا باقی رہا صرف خلافت یعنی رسول خدا کی نیابت
اور قائم مقامی جسے خدا اور رسول ہی کی جانب سے مقرر ہونا واجب بلکہ فرض عین
تھا - جو اہل سنت قاموس و منتخب وغیرہ کتب لغات کا حوالہ دیتے ہین کہ
مولے کے معنے مالک و غلام و دوست و ناصر وغیرہ ہین پس کیا ضرور ہے
کہ مالک ہی کے معنے لئے جاوین اور دوست وغیرہ کے نہین - ہم
کہتے ہین بیشک مالک و سرداری کے معنے سمجھنا چاہیے اور ہین بھی یہی
کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس کا مین مولے ہون اُس کا علی مولے ہے
پس ضرور ہے کہ اس حدیث مین جو مولے فرمایا ہے وہ سرداری سے مراد ہے -
دوست وغیرہ کوئی بھی موزون و مناسب حال نہین ہین - اہل سنت کی
لغات کا کیا اعتبار صدہا برس بعد بنائی گئی ہین جو معنے مناقض سرداری تھے
لکھ دیے گئے ہان بہ محاورہ عرب مولے غلام کو بھی کہتے ہین - مگر یہان غلام
سے مراد ہو ہی نہین سکتی کیونکہ ایسا سمجھنا خبط سراپا بے ربط ہے - پس
سردار اور مالک کے معنے مناسب حال ہین سو وہی لئے جاوینگے -
ہم دعوے کرتے ہین کہ جب رسول خدا نے صدہا حدیثون مین دوستی
کے لفظ کو احب - لا یحب - لا یحبہ من احبنی - احبک او
یحبنی فرمایا ہے تو پھر اس حدیث غدیر کے مولے کا لفظ بھی دکھانا چاہیے
جس کے معنے دوست کے لئے گئے ہون - جس کا یہ کلام ہے اُسی کے
قول کی نظیر چاہیے - لغت کس جانور کا نام ہے - ہم کو مخبر صادق کا کلام معجز
نظام پر عمل چاہیے جس سے صاف اور صریح مولے کے معنے مالک

اور سردار کے ظاہر ہونے ہین اور بیشک وشبہہ یہی ہین۔

سوال ۔ آپ لکھتے ہین اس حدیث کو مورخین اور اہل سیر نے اسطرح لکھا ہے کہ صحیح قصہ صرف اسقدر ہے کہ حضرت رسول خدا نے جب حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی اور آپنے قیام مقام خم غدیر مین کہ یہہ موضع درمیان مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے واقع ہے کیا وہان بعض اشخاص نے ہمراہیان جناب امیر سے جولشکر گروہی جناب موصوف کے ہمراہ یمن پر مامور ہوئے تھے شکایت جناب امیر کی حضور مین رحمۃ العالمین کے کی حضرت نے بہ نظر دور اندیشی کے اپنے دل مبارک مین خیال فرمایا کہ اگر ماتحت لوگ اپنے افسر سے ایسی ہی بدگمانیان کرینگے تو انتظام اسلام مین یقیناً خلل واقع ہوگا اور بسبب پیش بینی کے حضرت نے یہہ بھی مصلحت سمجھا کہ اگر خاص شاکیون سے ہی کہا جاوے گا تو عام لوگ متنبہ نہونگے اس لیے خیر خواہ عالم و برگزیدہ عالمیان نے خطبہ عام فرمایا تا کہ تمام حضار کو معلوم ہو جاوے کہ جو کوئی اپنے افسر کے نسبت ذرہ برابر بھی گستاخی کرے گا وہ مصداق حدیث موصوفہ بالا کا ٹھہرے گا۔

جواب ۔ واہ میان جوہر صاحب آپنے خوب ہی کہانی چرب زبانی سے سنائی بہت دل خوش ہوا۔ مگر چونکہ کسی راوی کا نہ نام ہے نہ کتاب کا حوالہ پھر کیونکر ایسی کہانیون پر لوگ اعتبار کرینگے ۔ مرد خدا کبھی تو سچ بولو لعنت اللہ علی الکاذبین۔

امام احمد عمرو بن شارش سے روایت کرتے ہین کہ مین حضرت علی کے

ساتھ یمن کی طرف گیا انھون نے مجھ پر کوئی زیادتی کی بات کی جب مدینہ مین آیا تو علی کی شکایت مسجد مین لوگون سے کی اور اِس شکایت کی خبر رسول اللہ کو پہونچی۔ اس کے بعد مین ایک دن مسجد مین گیا اور رسول خدا مسجد مین اپنے یارون کی جماعت کے ساتھ تشریف رکھتے تھے۔ مجھے آپ گھورنے لگے اور فرمایا اے عمرو خدا کی قسم تو نے مجھے ایذا دی مین نے کہا اے رسول خدا مین آپ کے ایذا دینے سے خدا سے پناہ مانگتا ہون فرمایا کیا تجھے معلوم نہین کہ جس نے علیؑ کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی۔

امام احمد مین عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول خدا نے ایک لشکر بھیجا اور اُس پر علی ابن ابیطالب کو امیر بنایا اور وہ لشکر مین گئے پھر غنیمت کے مال مین سے انھون نے ایک لونڈی لے لی لوگون نے اُسے بُرا جانا اور چار صحابیون نے آپس مین معاہدہ کیا کہ جب رسول خدا کے پاس جائینگے تو اِس کی خبر کرینگے پھر جب وہ آپ کے پاس آئے تو اُن چارون شخصون مین سے پہلے نے کھڑے ہوکر کہا یا رسول خدا دیکھئے علیؑ ابن ابیطالب نے ایسا ایسا کیا آنحضرت نے اُس سے مُنھ پھیر لیا۔ پھر دوسرے نے کھڑے ہوکر اُسی طرح کہا آپ نے اُس سے بھی مُنھ پھیر لیا تیسرا اور چوتھا کھڑا ہوا آپ نے اُن دونون سے بھی اعراض کیا۔ پھر رسول خدا انکی طرف متوجہ ہوئے اور غصہ کے آثار آپ کے چہرہ مبارک مین پہچانے جاتے تھے پھر فرمانے لگے تم علی سے کیا چاہتے ہو اور یہہ کلمہ تین مرتبہ فرماکر کہا علیؑ مجھ سے ہے اور مین علیؑ سے اور علیؑ کے سوا کوئی میرا قرض ادا نہ کرے۔

کہون بیان جوہر صاحب یہہ قصہ تو مدینہ طیبہ اور مسجد نبویؐ کا ہے آپ نے خم غدیر

مین کہان جا کھینچا ع ببین تفاوت رہ از کجاست تابکجا ۔ دروغ گورا حافظہ نباشد
بس سنا عقین نے انھین دو موقعون پر حضرت علیؓ کی منقبت کی ہے حدیثون مے
یہی پایا جاتا ہے ۔ اگر کسی مورخ متعصب نے مثل آپ کے کوئی جھوٹی روایت
لکھ دی ہو تو بمقابلہ حدیث کے مورخ کے قول کا اعتبار نہین ہو سکتا ۔
آپ کا یہہ قیاس صحیح ہوگا کہ بسبب بیش بینی کے حضرت نے یہہ مصلحت سمجھا
کہ اگر خاص شاکیون سے ہی کہا جاوے گا تو عام لوگ متنبہ نہوںنگے اس لئے
خطبۂ عام فرمایا ۔ الحمد للہ کہ اُن عام مین آپ کے خلفاے ثلثہ بھی شامل تھے
تبھی تو جناب عمر خطاب نے حضرت علی کو مبارکباد دے کر کہا کہ اے ابیطالب
کے بیٹے مبارک ہو کہ تم ہر صبح و شام ہر مومن مرد و ہر مومن عورت کے مولےٰ ہو جس مین
جناب عائشہ صدیقہ و حفصہ بھی داخل ہونگی ۔

سوال ۔ آپ کہتے ہین اس کی مثال ایسی کہ کوئی تحصیلدار چند چپراسیون کے ساتھ
اپنے جمعدار کو تحصیل مال کے لئے نہ بھیجے چپراسی کام مین غفلت کرین یا تحصیلدار سے جمعدار
کی جھوٹی شکایت کرین تو تحصیلدار کو ضرور ہے کہ اپنے ماتحت کے کل ملازمان کو جمع
کرکے عام حکم سنا دے کہ اگر کوئی اپنے افسر کی اطاعت مین کمی کرے گا تو وہ
مجرم قرار دیا جاوے گا ۔ اس لئے کہ اہانت جمعدار عین اہانت تحصیلدار ہے
مگر مراتب فیمابین مین زمین آسمان کا فرق ہے اسی طرح سے مراتب رسول خدا
اور حضرت مرتضےٰ مین بعد المشرقین کا فرق ہے ۔

جواب ۔ ہم کہتے ہین آپ یہہ رائے اپنی حکام بورڈ کے پاس بھیجئے وہ
قانون مال مین داخل کر دینگے آپ کو کچھ انعام بھی ملجاے گا ۔

آپ سن چکے ہین کہ شکایت کرنے والون کو رسول خدا کے دربار عالی سے
کیا سزا ملی اور شکایت بیجا کرکے موذی و مغضوب رسول خدا بنے پھر کسر البتہ
باقی رہ گئی کہ منھ پر دو چار جوتیان تڑاتڑ پڑجاتین ۔

حضرت علی کا شرف دوبالا ہوگیا یعنی علی مجھ سے ہے اور مین علی سے ہون جس نے
علی کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی قول مخبر صادق ۔ پھر اب بھی مراتب مین بعد
المشرقین رہا یا دو چار منزل اور قریب آگیا ۔

اللہ اکبر آپ نے فرق مراتب اور بعد المشرقین کہنے کو یہ مثال دی ہے ۔ ورنہ اس سے
کچھ مناسبت ہی نہین ۔ خاص کی شکایتون پر عام کو تکلیف دیجاوے اور
ایک ایسا مجمع کیا جاوے جس مین بروایت اہل سنت ستر ہزار اور بروایت اہل
تشیع ایک لاکھ چند ہزار اور پھر بات وہی جو صد ہا مرتبہ لوگ سن چکے تھے یعنی علی کو
دوست رکھنا مجھے دوست رکھنا ہے نہ خاص شکایت کا مذکور نہ اُن شاکیون پر کچھ
عتاب و خطاب معاذ اللہ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا صاف بات
کہنے اور مسلمانون پر عتاب کرنے سے ڈرتے تھے جسے تقیہ کہتے ہین ۔ کیون
ایسی لغو و پوچ باتین لکھکر اپنے مذہب کو ہنسواتے ہو خدا سے ڈرو اور رسول
خدا پر تو بیجا اتہام نہ کرو ۔ مگر تم کو شرم کہان ۔ دیکھو تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسمعیل
دہلوی جو تمھارے پیر و مرشد ہین لکھتے ہین ۔ نقل کفر کفر نباشد ۔ رسول اللہ کا
رتبہ خدا کے سامنے مثل ایک چمار کے ہے ۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

(شیوہ کفر بھی ہے دعوے اسلام بھی)

سوال ۔ آپ لکھتے ہین کہ شیعہ جناب امیر کو نفس رسول سے مناسبت

لکھی دیتے ہیں اُس کی تردید ملا فتح اللہ کاشانی کی تفسیر خلاصۃ المنہج سے بخوبی ہوتی ہے
آخر سورہ توبہ میں تفسیر آیہ کریمہ اِنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ بلا کی اسطرح لکھی ہے
ایشان گروہے اند کہ درنمی یابند حق را و فہم نمی کنند از غایت نفاق در دروغ کفر و عناد
در باطن ایشان وران تدبیر نمی کنند تا حق را در یابند - بعد از ذم اہل کفار و نفاق و دعید
ایشان بہ عقاب برسبیل عموم خطاب بجمیع بندگان می کند کہ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ
اَنْفُسِكُمْ ترجمہ کاشانی بر تحقیق و یقین کہ آمد بہ شما اے کافہ مسلمانان فرستادہ بحکم
خدا یعنی از جنس شما در بشریت تا بواسطہ جنسیت با او مخالطہ نمائید و بر وجہ سہولت افادہ
واستفادہ در خود گیرید -

یا آمد اے اہل عرب رسولے از شما تکلم بہ لغت شما یا از قبیلہ شما - اس عبارت
سے ظاہر ہے کہ عام مسلمانوں کو بسبب بشریت و ہم جنسیت کے رسول خدا سے
مناسبت تھی اُس میں تخصیص جناب امیر کی کیا باقی رہی -

جواب - ہم کہتے ہیں تفسیر میں تین باتیں ہیں از جنس شما در بشریت - یا
رسولے از شما تکلم بہ لغت شما - یا از قبیلہ شما - پھر تخصیص بشریت و ہم جنسیت
کی کہاں رہی اور لو فرضنا بشریت و جنسیت ہی سہی تو اس سے یہی ثابت
ہوگا کہ جنس انسان سے ہم نے رسول بھیجا تا کہ تم بھی انسان ہو اُس کے ساتھ
مکالمت و مجالست و مخالطت کرو اور اُس کی باتیں سنو - یعنی تم کو یہ عذر نہ ہو
کہ رسول ہمارا غیر جنس تھا - اُس کی باتیں ہم نہیں سمجھ سکتے نہ اُس کے ساتھ ہماری
مخالطت و مجالست ہو سکتی ہے اور کوئی بات اس تفسیر سے نہیں نکلتی - حالانکہ ہو لے
از شما تکلم بہ لغت شما - و از قبیلہ شما بھی موجود ہے مگر چونکہ تم کو حضرت علیؑ کی

ساتھ یہ سمجھا کہ دو کاوش ہے جہاں لفظ انفسکم دکھائی دیا جھٹ ٹھونک کر موجود ہو گئے
کہ اس میں بھی تخصیص جناب امیر کی کہاں ہے۔ اب ہم سے سنو جہاں تخصیص ہے آیہ مباہلہ
میں انفسنا و انفسکم ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و نساءکم بلاؤ اپنے نفس کو اور
بیٹوں کو اور عورتوں کو جب نصرانیوں نے یہ خواہش کی تو رسول خدا حضرت علی و فاطمہ
و حسن و حسین کو مباہلہ کرنے لے گئے پس ابناءنا میں حسن و حسین و نساءنا میں حضرت
فاطمہ و انفسکم میں حضرت علی قرار دیے گئے باقی تمام دنیا کے مسلمان رسول
خدا کی ہمجنسیت سے خارج ہو گئے اور کسی کو دعوے نہیں کہ رسول خدا کے ہم جنسیت کی
بارادے بھی مشابہت کرے پس اسطرح حضرت علی کو رسول خدا کے نفس سے
مناسبت کلی ہو گئی۔ کیوں صاحب آپ نے اس انفسکم کو قرآن مجید میں نہ دیکھا
اور تفسیر فریقین پر توجہ نہ کی جس سے بُعد المشرقین کا حال ظاہر ہو جاتا مگر آپ تو عام پر فریفتہ
ہو رہے ہیں خاصان خدا و رسول سے کیا غرض۔

سوال آپ کہتے ہیں ملا فتح اللہ کاشانی کی تفسیر سورہ مائدہ پارہ لا یحب اللہ میں مرقوم ہے
بدانکہ مولے رسول بود یا چند نفر از عقب الشان رفت۔ دیکھو بخوبی ثابت ہو گیا
کہ مولے بمعنی اولے نہیں ہے بلکہ بمعنی غلام کے ہیں۔

جواب۔ ہم کہتے ہیں مولے بمعنی غلام صحیح و درست و بجا مگر حدیث من کنت
مولاہ سے اور غلام سے کیا مناسبت ہے اگر تم اس طرح معنے اس حدیث کے
بیان کرو کہ جو میرا غلام ہے وہ علی کا غلام ہے تو چونکہ کل مسلمان چہ مرد چہ عورت
سبھی حضرت رسول خدا کے غلامان غلام میں سے ہیں ہم بھی تسلیم کرینگے کہ جیسا
کہ آنحضرت رسول خدا کے غلام ہوئے ویسا ہی حضرت علی بھی ان غلاموں کے

مولے ہوئے جو جگر واسطے ہوا۔ اگر یہ کہو کہ معاذ اللہ جس کے رسول خدا غلام ہین اُس
کے حضرت علیؑ بھی غلام ہوئے تو صریح کفر ہوگا پھر آخر اس لفظ مولے لا متصرف اولے
کو کہاں کس طرح کہا جاویگا جس سے مخبر صادق کے قول کی پوری تصدیق ہو پس اب وہی قرار
و مالک مولے لا متصرف اولے کے معنے قبول کرنے پڑینگے جس سے تم کو شرق سے
مغرب تک گریز ہے مگر مجبوری۔ ہمسے سنو اہل عرب نے غلام کو مولے اس وجہ سے
کہا ہے کہ محض بے بس و بیکس نہ ماں نہ باپ نہ عزیز نہ آشنا بذریعہ خرید و
فروخت قبضہ مین رہتا ہے ہر طرح پابند اور مقید پس اُس کے دل افزائی و خوش
کرنے کو مولے کہدیا یعنی جو سردار و مالک کو کہا جاتا ہے وہی غلام
کو بھی اور غلام و بندہ کا لفظ انسان کو کریہہ بھی معلوم ہوتا ہے پس ایسے لقب سے مخاطب
کیا جو ناگوار بھی نہ ہو اور اُس کی خوشی کا بھی باعث ہو۔ ہندوستان ہی کے
محاورہ پر خیال کرو کہ نائی و درزی وغیرہ کو بالعموم خلیفہ کہتے ہین پس کیا وہ آپکے مانے
ہوئے خلیفہ کی برابر ہوجائینگے یا خاکروب و بھٹیارون کو عموماً مہتر و مہترانی کہتے
ہین یا انگریزون کے خدمتگارون کو سردار کہتے ہین پس کیا یہ لوگ واقعی مہتر
و سردار ہوگئے نہین بلکہ نائی درزی خاکروب بھٹیارہ کہنے سے اُن کو ایک
طرح کی حقارت معلوم ہوتی ہے اسی لئے خلیفہ و مہتر وغیرہ الفاظ استعمال کیے جاتے
ہین جن سے وہ خوش رہتے ہین۔ اور کام بھی اچھا کرتے ہین۔

سوال۔ آپ کہتے ہین اگر اس پر بھی قدح کیجائے تو مولے بمعنی اولی نہین
بلکہ اولے ترین سہی مگر شیعہ صرف اس بات کو حدیث موصوفہ سے
ثابت کردین کہ حدیث مین کونسا لفظ ایسا ہے جس سے جناب امیرؑ خلیفہ

بلا فصل سمجھے جاتے ہیں

جواب - ہم کہتے ہیں تم بالکل بچوں کی سی باتیں کرتے ہو مَعنِیٔ مولاہٗ کا لفظ خلافت بلا فصل جناب امیر ثابت کر رہا ہے یا اس میں بھی مثل حدیث تشبیہ ہارونی کچھ مستثنا رہے۔ صرف دو لفظ ہیں مَن کنت مولاہٗ فعلیٌ مولاہٗ پس اس سے زیادہ اتصال اور بجنسیت بلا فصل میں کیا چاہتے ہو۔ تم کہوگے ابوبکر کی امامت نماز مرض الموت جس سے ڈہائی تین سال کا فصل سمجھا جاتا ہے مگر آپ دیکھ چکے کہ اس امامت کے ایسے دہوئیں بکھرے کہ نہ زمین کے رہے نہ آسمان کے۔ بعد ازاں ثانی وثالث کی خلافت کا فصل جو بیس اکیس سال ہوا جسے استخلاف وشورہ پر حمل کروگے جسکا اس حدیث میں ذکر ہی نہیں پس یہی ماننا پڑے گا کہ جو اطراس حدیث مقدس کے سخایرو حملا بیودہ مردود وسطرود عنداللہ وعندالرسول۔ کیوں صاحب من کنت مولاہٗ فابوبکر مولاہٗ فعمر مولاہٗ فعثمان مولاہٗ فعلی مولاہٗ یہ فصل آپ پسند کروگے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین اس آیہ کریمہ کے اوصاف اور بہ لفظی معنے یہ ہیں کہ اے رسول پہونچا دے جو نازل کیا گیا ہے تیرے رب کیطرف سے اور اگر نہ پہونچایا تونے تو تبلیغ رسالت نہ کی اور اللہ نگاہ رکھے گا تجھے شر دمان سے تحقیق اللہ نہیں راہ دیتا کافروں کو۔ پس اس آیہ کریمہ کے الفاظ مختصر جن کے معنے اور

مطالب صاف طور پر آفتاب عالمتاب کی طرح چمک رہے ہیں یعنی اللہ جل
شانہ نے اپنے رسول مقبول کی طرف خطاب کر کے ارشاد کیا ہے کہ جو حکم
تم کو دیا گیا ہے اُسے اپنی امت کو پہونچا دو اگر تم نے وہ حکم نہ پہونچایا گویا رسالت
ہی ادا نہ کی۔ اللہ تم کو آدمیوں کے شر سے محفوظ رکھے گا کیونکہ تحقیق اللہ کافروں
کو راہ نہیں دیتا یعنی اُن کی مجال نہیں کہ دخل در معقولات کریں۔ میاں جوہر صاحب
نے بلغ ما انزل الیک من ربک سے مراد احکام شرعیہ
مثل صوم و صلوۃ حج و زکاۃ لیا ہے اور تفسیر کاشانی کا حوالہ دیا کہ اُس میں (احکام
شرعیہ) لکھا ہے حالانکہ تفسیر میں احکام شرعیہ کا لفظ ضرور ہے مگر صوم و صلوٰۃ
حج و زکوٰۃ جوہر صاحب کی رائے ہے نہ کاشانی کی کیونکہ کاشانی نے اس آیہ کریمہ
کا خم غدیر میں نازل ہونا اور حضرت علی کا خلافت پر منصوب ہونا بھی تفسیر میں لکھا ہے
پس ظاہر ہو گیا کہ کاشانی نے احکام شرعیہ میں خلافت کو جزو اعظم قرار دیا ہے
جیسا اہل حق اصول دین میں امامت کو رکن اعظم سمجھتے ہیں اور واقعی ہے بھی یہی۔
اب اہل انصاف و صاحبان ایمان و ایقان حدیث من کنت مولاہ فعلی
مولاہ و اس آیہ کریمہ کے معنے و مطالب و مضامین پر غور کریں اور جیسا خدا اور رسول نے
اس آیت سراپا خیر و برکت و حدیث من کنت مولاہ سے خلافت کی بابت
فیصلہ ناطق فرما دیا ہے ویسا ہی وہ بھی بمصداق اطیعوا اللہ و اطیعوا
الرسول حق بحقدار پہونچائیں۔ ناحق تاویلیں میچاتو کھینچ جو لوگ کر رہے ہیں تھوڑی
توجہ کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ حق پرست کون ہے اور باطل پرست
کون۔

اب دیکھنا چاہئے کہ یہہ آیۂ کریمہ کب نازل ہوا اور اِس کی شان نزول کیا ہی
فریقین کی تفسیرین روایتین دیکھی جاتی ہین تو اُن سے صاف طور پر یہہ معلوم ہوتا ہے
کہ حجۃ الوداع کے زمانہ مین یہہ آیت نازل ہوئی جو قریب وفات زمانہ رسول خدا کا
تھا۔ اہل سنت کہتے ہین مکہ مین حج کے ایام مین اس کا نزول ہوا شیعہ کہتے ہین خم غدیر
مین وقت مراجعت حجۃ الوداع سے پس ظاہر ہوا کہ اِس آیہ کا نزول غلبہ اسلام مین ہوا
اور اِس بات پر بھی سب کو اتفاق ہے کہ جو احکام شریعت خدا کی جانب سے رسول اللہ
کو وقتاً فوقتاً پہونچتے رہے وہ بجنسہ اور بعینہ بلا تامل و توقف آنحضرت امت کو پہونچاتے
رہے کسی حال مین آنحضرت نے تبلیغ رسالت مین توقف ہی نہین کیا کیونکہ رسالت
آپ کی احکام رسانی خدا پر منحصر تھی حالانکہ شروع بعثت مین کفار قریش نے
الیٰ آخر کیسی کیسی ایذائین اور تکلیفین آپ کو دین اور ہر وقت آپ کا جسم و جان خطرہ مین
رہتا مگر اُن شدائد و تکالیف پر بھی آپ تبلیغ رسالت سے باز نہ رہے اور جو حکم خدا
کی طرف سے ملا فوراً بلا تامل پہونچا دیا اگر ہم مثل جوہر صاحب کے صوم و صلوٰۃ
حج و زکوٰۃ احکام شریعت کو اِس آیہ سے مناسبت دین تو لعد المشرقین سے مصداق
بنجائینگے کیونکہ قبل نزول اِس آیہ کریمہ کے یہہ سب کچھ ہوتا تھا لوگ نماز بھی پڑھتے
روزہ بھی رکھتے زکوٰۃ بھی دیتے حج بھی کرتے تھے اور بھی اوامر و نواہی داخل
شریعت ہو چکے تھے چنانچہ اِن باتون کے لئے متعدد آیتین قرآن مین موجود ہین ۔
اِن احکام شریعت اور اِس آیہ کریمہ سے کچھ لگاؤ ہی نہین پایا جاتا ۔ وان لم تفعل فما بلغت
رسالتہ اگر نہ پہونچایا تو نے تبلیغ رسالت نہ کی ۔ تو اِس سے صاف پایا جاتا ہے
کہ کوئی حکم رسول خدا کو منجانب خدا پہونچا آپ نے مصلحتاً کچھ تامل فرمایا جب

خداوند جل و علی کیجانب سے یہہ خطاب ہوا۔ دوسرے واللہ یعصمک من الناس
اللہ نگاہ رکھے تجھے شر مردمان سے یہہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کو
اس حکم کے پہونچانے مین شریرون کی شرارت کا بھی اندیشہ تھا تب ہی تو
خدائے پاک نے حفاظت و نگہبانی کا وعدہ فرمایا۔ پھر صاف فرمادیا۔
ان اللہ لا یہدی القوم الکافرین تحقیق اللہ نہین راہ دیتا کافرون کو۔ یعنی اس
حکم کے پہونچانے مین کافرون کو کچھہ دخل نہین۔ مصلحتاً تامل فرمانے پر
آپ کہینگے کہ جبکہ آنحضرت نے احکام خدا کے پہونچانے مین کبھی تامل ہی نہین
کیا تو یہہ تامل کیسا۔ یہہ تامل ایسا ہے کہ یہہ حکم ایک خاص امر کے واسطے تھا۔
اور حضرت جبرئیل کی زبانی روزہ نماز وغیرہ کے لئے نہ تھا کہ تامل کرنے سے خفا
و کفارہ لازم آئے گا۔ پس آنحضرتؐ کو یہی مصلحت انسب و احسن نظر آئی کہ اگر کچھ
دفعہ ہو تو کچھ ہرج نہین اور یہہ بھی پایا جاتا ہے کہ خاص حکم خداوندی السماء نازل
ہو کہ داخل کلام اللہ سمجھا جاوے پس اس تامل مین کچھ مضائقہ نہین۔ ہان جب یہہ
آیہ کریمہ نازل ہوا فی الفور آپ نے تعمیل کی۔ جس کی تفصیل یہہ ہے کہ جب حجۃ الوداع
سے آنحضرتؐ نے مع کل ہمراہیان رکاب فیض انتساب مراجعت فرمائی تو حضرت
جبرئیل وکیل رب جلیل خدا کا تحفہ درود و سلام لیکر آپکے پاس حاضر ہوئے اور عرض
کی کہ خدائے عز شانہ فرماتا ہے کہ اب زمانہ وصال قریب ہے آپ اپنے نفس اور
بھائی علیؑ کو بہ نفس نفیس وصی و خلیفہ و جانشین فرمائین اور کل اُمّت کو حاضر و
غائب آگاہ کردین کہ بعد میرے میرا بھائی علی ابن ابی طالب میرا خلیفہ و جانشین
ہے یعنی جیسا مین کل اُمّت کا سوئے بہ تصرف اولے ہون اسی طرح

بعد میرے علیؑ کل اُمت محمدی کا چہ مرد چہ عورت سوائے بہ تصرف اولیٰ ہی۔
چونکہ یہ حکم فوری نہ تھا کہ اُسی وقت تعمیل کیجاتی نہ کسی آیہ کا نزول تھا پس
آپنے توقف کیا کہ کسی وقت خاص پر اس کا اعلان کر دیا جاوے گا اور یہ بھی
خیال مبارک میں آیا کہ علی ابن ابی طالب کی جانب سے یاروں کے دل صاف نہیں
منافقین صحابہ حاضر و غائب اُن کے شاکی رہتے ہیں اور ایک جماعت کثیر
اصحاب اُن کے مراتب و مدارج پر حسد و بغض رکھتے ہیں (جس کا علم خدا و
رسول ہی کو تھا) (منافقین کا حال دیکھو حدیث نمبر ۴۴ و حدیث شاکیان
لشکر یمن) پس کیا عجب کہ شککین و حساد یہ سمجھیں کہ اپنے بھائی کو ہم پر امیر
بناتے ہیں اور اپنی طرف سے منصب خلافت و امامت دیتے ہیں عجب نہیں
کہ کچھ شرارت کریں کیونکہ فقرہ واللہ یعصمک من الناس خدا نگاہ رکھے گا شر
مردمان سے) اسی پر دلالت کرتا ہے کہ رسولؐ خدا کو شر مردمان کا ضرور خیال
تھا) اب یہ امر کہ ایک جگہ من الناس فرمایا دوسری جگہ کافرین پس ظاہر ہوتا ہے
کہ من الناس سے کل ہمراہیان مراد ہیں اُن میں سے جو لوگ خدا اور رسولؐ کے
حکم کو نہ مانیں کافرین۔ اب انحضرتؐ منزل بہ منزل سمت مدینہ طیبہ تشریف
لے چلے۔ جب غدیر خم پر مقام ہوا تو وہاں سے کئی راستے اطراف و جوانب
کو نکلے تھے پس اس مصلحت سے کہ مجمع متفرق نہ ہو اور سب کے سب اس حکم
ربی کو کانوں سے سن لیں اور علیؑ ابن ابی طالب کو آنکھوں سے دیکھ لیں
یہ آیہ وافی ہدایہ نازل ہوا کہ اے میرے رسولؐ پہونچا اُس حکم کو جو تیرے
پاس زبانی جبرئیل کے پہونچا ہے اگر تو نے وہ حکم نہ پہونچایا تو گویا تبلیغ رسالت

ندی اللہ شر مردمان سے تجھے محفوظ رکھے گا۔ کافرون کو دخل در معقولات
کرنے کی صورت مین وہی سزا کفر کی ۔

بس اب توقف و تامل کیسا — حی علی خیر العمل کی صدائین بلند ہوئین - آن واحد
مین بروایتے ستر ہزار و بروایتے ایک لاکھ چند ہزار کا مجمع ہو گیا تبلیغ رسالت
کے لئے ممبر کا ہونا ضرور تھا - اونٹون کے کجاوے ایک دوسرے پر رکھکر
بلند ممبر نصب کیا گیا جناب سرور انبیا محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ اس پر
رونق افروز ہوئے - بعد خطبہ حمد و ذکر اکرام و انعام خدا آیہ یا ایھا الرسول
کی تلاوت فرمائی اور حضرت علی ابن ابی طالب غالب کل غالب کا ہاتھ
تھام کر بلند کیا تاکہ سب حاضرین مجمع دیکھ لین کہ یہہ بعد رسول خدا ہمارے مولے
بتصرف اولے ہین - (دیکھو حدیث غدیر مندرجہ رسالہ ہذا) اخذ بید علی
بعدہ آنحضرت نے کل حاضرین سے مکرر دو مرتبہ عہد لیا فقال الستم تعلمون
انی اولے با المومنین من انفسھم قالوا بلے - قال الستم تعلمون انی اولے
بکل مومن من نفسہ قالوا بلے کیا مین تمہاری جانون سے اولے
یعنی بہتر و برتر نہین ہون - کیا مین کل مومنین کی جانون سے اولے نہین
ہون - حاضرین نے جواب دیا بیشک آپ ہماری جانون سے عزیز تر
ہین یہہ اس قسم کا عہد ہے جس سے بڑہ کر ممکن ہی نہین یعنی جان سے کوئی
چیز عزیز نہین مگر آنحضرت نے اُس جان سے بھی اپنے کو اولے یعنی
بہتر و برتر فرمایا اور کل حاضرین نے قبول کرکے کہا بیشک آپ ہماری
جانون سے بہتر و برتر و عزیز تر ہین - آنحضرت کا مقصد ایسے عہد لینے سے

سمجھا کہ جبکہ اپنی جانوں سے مجھے عزیز تر قبول کر لیں گے پھر تو میرے قول و فعل کو راست سمجھینگے اور انحراف نہ کرینگے ۔ پس فرمایا من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ اللھم فانصر من نصرہ واخذل من خذلہ واحب من احبہ والبغض من البغضہ جبکا میں مولے ہوں یعنی جبکی جانوں تک پر بھی میں اولے متصرف ہوں فعلیؑ مولاہ انکا علیؑ بھی مولے متصرف اولے ہے ۔ خداوند علیؑ کے دوست کو دوست اور علیؑ کے دشمن کو دشمن رکھ اور جو علیؑ کی نصرت کرے اُس کی تو نصرت کر اور جو علیؑ کو مخذول کرنا چاہے تو اُسے مخذول کر اور جو علیؑ کا دوست ہو اُس کے ساتھ تو بھی دوستی کر اور اُس کے دشمن کے ساتھ دشمنی ۔

فلقیہ عمر بعد ذالک فقال ہنیئاً یا ابن ابی طالب اصبحت وامسیت مولے کل مومن ومومنۃ پس ملاقات کی عمر نے اور کہا مبارک ہو لے علیؑ ابن ابی طالب کہ تم ہر صبح و شام کل مرد مومن اور کل عورت مومنہ کے مولے ہو ۔ ہم نے اصلی معنے جو حدیث کے ہیں لکھے ہیں ۔ اہل سنت بیجا ہیر پھیر معنوں کے کرتے ہیں مگر کچھ بن ہی نہیں پڑتی ۔ اب جوہر صاحب بقول خود احکام شرعیہ صوم و صلوٰۃ حج و زکوٰۃ وغیرہ سے اس آیت کو مناسبت دیدیں اور بتلائیں کہ کن احکام شرعیہ کے پہونچانے میں رسول خداؐ نے تامل کیا جس پر وان لم تفعل فما بلغت

ربنا کا فقرہ موزون و مناسبت کلی رکھتا ہو جیسا ہم نے ثابت کیا ہے۔

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ اگر اس کی نظیر اسلام کیا تمام عالم کی تاریخ مین دکھادو کہ کبھی کسی کی خلافت امامت وصایت کی بابت یہہ اہتمام یہہ انتظام یہہ عہد و پیمان یہہ خدا کا آیہ یہہ حدیث یہہ دستگیری و مبارکگی یہہ ہوئے ہو اور کے الفاظ یہہ دعا رسول خدا کی یہہ عمر خطاب کی مبارکباد کبھی کانون نے بھی سنا ہے آنکھ تو مثل دیدار خدا دیکھ ہی نہین سکتی اب آیہ یا ایہا الرسول و حدیث غدیر سے مناسبت کلی ہو گئی یا کچھ کسر باقی رہ گئی۔ شپرہ چشم کو اگر دن مین نکھائی دے تو چشمۂ آفتاب کا کیا گناہ ہے۔ اگر تم کہو مفسرون نے باہم اختلاف کیا ہے کوئی کچھ لکھتا ہے کوئی کچھ کہینگے اپنی اپنی رکے مفسر کا قول آیہ و حدیث تو ہے نہین کہ خواہ نخواہ مانا ہی جاوے ہم کو بھی اللہ نے عقل عطا کی ہے ہم ایسے مختصر الفاظ کے صاف و سیدھے معنے چھوڑکر کیون اختلاف مین پڑین اور تاویلون کے مقلد ہون۔ یہہ آیہ محکمات مین سے ہے متشابہات مین نہین کہ ادہر ادہر بہکتے پھرین۔

سوال ۔ آپ کہتے ہین خدا تعالے نے آیہ موصوفہ مین وَاِن لَم تَفعَل فرمایا یعنی اپنی ذات سے انجام دے (احکام شرعیہ ہون یا کچھ بھی) اگر آیہ کریمہ کو کچھ بھی مناسبت بلا فصل جناب امیر سے ہوتی تو خدائے تعالے بجائے وَاِن لَم تَفعَل کے وان لم تبلغ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا آیہ موصوفہ کو خلافت سے کوئی تعلق نہین۔

جواب - ہم کہتے ہیں بیشک وان لم تفعل فرمانا درست و بجا ہے یعنی اپنی ذات
خاص سے اس کام کو انجام اگر ایسا نہ کرے گا تو گویا تو نے تعمیل رسالت نکی
- دیکھو آنحضرتؐ نے اسی ارشاد خداوندی پر عمل کرکے بنفس نفیس خود ہی جناب
امیرؑ کو خلیفہ مقرر کیا تو وان لم تبلغ کی ضرورت نہی۔ ہم کلام اللہ میں اصلاحیں
کیا کریں جیسا تمہارے سلف نے کیا ہے۔

سوال آپ کہتے ہیں دوسری روایت میں مفسرؒ نے یوں لکھا ہے کہ عیاشی از
جابر بن عبد اللہ نقل کردہ کہ حضرت رسولؐ مامور شد بہ نصب امیر المومنین - ترسید
کہ اگر مردمان را بہ آن خبر دہند گویند با پسر عم خود محابا میکند و از نزد خود منصب ولایت
میدہد و او را طعن کنند - خداوند این آیہ فرستاد در غدیر خم و حضرت امیر المومنین را خلیفہ
خود ساخت و این خبر بخاص و عام رسانید۔

اگرچہ روایت جابر میں بھی صرف یہی دعوے ہے کہ حضرت امیر المومنین را خلیفہ
خود ساخت - نہ یہ کہ خلیفہ بلا فصل خود ساخت - جب بقول جابر جناب امیرؑ کی خلافت
بلا فصل ثابت نہ ہوئی تو فقط خلافت فی وقت من الاوقات پر اسقدر اصرار و تکرار کیوں
ہے اس کا تو اہل سنت کو بھی بدل و جان اقرار ہے۔

جواب - ہم کہتے ہیں اہل انصاف جوہر صاحب کی اس نادانی و کم فہمی و کج بحثی
کو خود ہی خیال کرلیں اس کا کیا جواب ہے کہ خلیفہ خود ساخت نہ کہ خلیفہ بلا فصل خود ساخت
کیوں صاحب جابر کی روایت سے یہ پایا جاتا ہے کہ بعد ابوبکر و عمر عثمان فی وقت
من الاوقات خلیفہ خود ساخت ہے

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملاؔ کارِ طفلان خراب خواہد شد

سوال - آپ کہتے ہین اگر کلام ہی تو صرف اولے بتصرف ہر ہے سو یہ گمان بھی
شیعون کا غلط ہی کیونکہ یہہ سب کلمے ایک ہی مصدر سے مشتق ہوئے ہین پھر
تصرف کیسا اگر تصرف ہوتا تو بجائے اولے ہنالک کے سولے ہنات بولا جاتا
چونکہ یہہ تصرف بالاجماع باطل ہی لہذا سولے بہ تصرف اولے بھی باطل ہی - دیکھو
جب جابر کی روایت سے خلافت بلا فصل جناب امیر کی ثابت نہ ہوئی تو آیہ یا ایہا
الرسول بھی جناب کی شان مین بلا فصل راست نہین آئی بلکہ چند آیہ کا منسوخ ہونا
لازم آتا ہی -

جواب - ہم کہتے ہین یہہ اعتراض تمہارا رسول خدا پر ہے کہ بجائے اولے
ہنالک سولے ہنات بولا جاتا وہان کلام اللہ مین اصلاح کی یہان حدیث نبوی مین
تینون کلمے ایک مصدر سے مشتق ہون یا ہزار سے تم صرف و نحو اسی پر ختم کردو
اور تمام عمر مصدر و مشتق بکا کرو رسول خدا نے خدا کے حکم سے حضرت علی کو اپنا خلیفہ
و جانشین مطلق کیا -

جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی مقبول اہل سنت نے شہادت
علی کی دی کہ خلیفہ خود ساخت - اب فصل چھتیس سالہ چہ معنی ہان اگر ابوبکر عمر عثمان کی
نسبت بھی ایسی کوئی حدیث ملے تو کہا جا سکتا تھا کہ خیر چار کی بابت جب ایک
ہی قسم کی حدیثین موجود ہین تو مقدم و موخر پر کچھ خیال نہ کرنا چاہئے آپ کی نعمت خان
عالی کی یہہ رباعی سنی ہی رباعی

اصحاب نبی کہ چار یار اند — چون چار کتاب در شمار اند
در رتبہ شان نہ شک نہ ریبے — زان ہیچ یکے نداشت عیبے

پھر تو تمھارے مطلب کی ہے آئندہ فی وقت من الاوقات کام میں لانا۔

سوال۔ جوہر صاحب نے اسرار الہدے صفحہ نمبر ۶۰ میں لکھا ہے کہ اگر اہل تخمین کا اطمینان آیات بینات سے نہوا اور یہی کہے جاویں کہ اہل سنت جب تک کوئی حدیث بتفصیل بلا فصل خلافت حضرت صدیق برحق نہ دکھاینگے شیعہ کتاب عثمانی کی کسی آیت کو نہ مانیں گے اور اس میں بھی یہ تفصیل ہو کہ خلافت یکے بادیگرے ہو تو بسم اللہ اس قسم کی بھی صحیح حدیث سنیئے۔ وہ حدیث پاک یہ ہے۔

ترجمہ۔ بخاری میں نبی کے باپ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جس حالت میں کہ میں سوتا تھا کہ میں نے اپنے تئیں دیکھا ایک کنوئیں پر کہ اس پر ایک ڈول پڑا ہے سو میں نے اس ڈول سے پانی کھینچا جتنا خدا نے چاہا پھر اس کو ابن قحافہ نے لے لیا سو اس نے ایک یا دو ڈول نکالے اس کے کھینچنے میں کچھ سستی و آہستگی تھی اور خدا اس کو معاف کرے گا پھر وہ ڈول پل ہو گیا پھر اس کو ابن خطاب نے لیلیا سو میں نے تو آدمیوں سے ایسا عجیب و غریب بڑا زور آور کسی کو نہیں دیکھا جو عمر کی طرح پانی کھینچتا ہو یہانتک اس نے پانی کثرت سے نکالا کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو پانی سے آسودہ کر کے ان کے ٹھکانوں پر بٹھا دیا۔

ف رسول خدا نے یہ تعبیر فرمائی کہ میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہونگے وہ ایک یا دو ڈول آہستگی سے نکالیں گے بعدہ عمر جنکی خلافت میں اسلام کو خوب ترقی ہوئی۔ اور بہت سی باتیں ان کے فتوحات کی لکھی ہیں جنکو ہم نے بوجہ طوالت ترک کیا۔

جواب۔ ہم کہتے ہیں تعبیر رسول خدا حدیث میں نہیں ہے آپ کا جوڑ پیوند ہے۔

اگر یہہ رویائے صادقہ جو نزول کو ہوتا ہے سمجھا جاوے تو پھر خلافت عثمانؓ کا
استتار ہونا کنوئین پر موجود تھے اور نہ کوئی ڈول پانی کا کھینچا حضرت علیؓ تو
کنوئین پر کیون ہوتے کیونکہ ابوہریرہ سے یہہ خواب آنحضرتؐ نے بیان کیا ہو - سبحان
اللہ کیا ہی حدیث ترتیب خلافت کی لکھی ہے - یان سمجھ کیا ہو الیس آنکھہ کھل گئی اور کچھ
نہ تھا معلوم نہین ہوتا تم کس خواب خرگوش مین پڑے ہو کہ آنکھہ ہی نہین کھلتی رویائے
صادقہ رسولون کے ایسے ہوا کرتے ہین کہ مبتدا کی خبر نہ نکلی - یہہ حدیث مصنوعی ہے
اور رسول خدا پر تہمت - ابوہریرہ کو عثمان سے بھی کاوش تھی ان سے صرف
آدہا ہی ڈول کھنچوا دیا ہوتا اور حضرت علیؑ کو ان لوگون کے ساتھہ ہی بیان کیا ہوتا
تاکہ ترتیب پوری رہتی - لاحول ولا قوۃ الا باللہ جب بیداری کی حدیثون نے خلافت
کی بنیاد اکھیڑ دی تو یہہ حدیث خواب کیا مفید ہوگی -

چلیے خلافت کی حدیثون کا خاتمہ ہو گیا - اب آپ آیات قرآنی پیش کرتے
ہین بقول شخصے ؎

تو کار زمین را نکو ساختی ۔۔۔ کہ بر آسمان نیز پرداختی

چونکہ خلافت جمہور اہل سنت آپ نے خلافت ابوبکر کو نص حدیث نبویؐ سے قرار
دیا ہے جو ایک نئی بات ہے اس لیے ہم آپ سے مخاطب ہوئے ہین ورنہ آپ کی
بے سر و پا کہانیان لن ترانیان فضول گوئیان کج بحثیان اس قابل نہین ہین
کہ کوئی عاقل ایسی مجنونانہ بڑ و مجذوبانہ لفاظیون پر توجہ کرے جبکہ آپ کو بھی
معلوم ہے نہین کہ اہل سنت کا اتفاق اجماع و شورہ پر ہے اور خلافت کی اصل اجماع
ہی سے قرار دیتے ہین - منجانب خدا اور رسول ہونا ص ورنہین سمجھتے نصب خلافت

نہ خدا پر فرض نہ رسول پر واجب مسلمان لوگ جسے چاہیں انتخاب کریں وہی سردار ہوگا۔ نیک و بد کی شناخت و تمیز کی ضرورت نہیں جیسا آپ نے صفحہ تیس ۲۲ —

اسرار الہدے میں جناب امیر کا قول فصیل سے فی نہج البلاغت۔ دربارہ اثبات شورہ واجماع درج کیا ہے۔ ترجمہ چارہ نہیں ہے آدمیوں کے واسطے امیر سے نیک ہو یا بد (عربی میں بر او فاجر ہے) کہ عمل کرے اُس کی حکومت میں مومن اور بہرہ پاوے اُس میں کافر اور پہونچ جاوے اُس حکومت میں تا زیست اور امن ہوں اُس حکومت میں راہیں اور بدلہ لیا جاوے واسطے ضعیف کے حق قوی سے یا آرام پاوے نیکبخت بدبخت سے اور راحت پائی جاوے دور کرنے بدبختی سے بلفظہ۔ پھر کیوں نص حدیث و قرآن پر جان دیئے دیتے ہو۔ ناظرین ذرہ اس قول مرتضوی پر خیال کریں جو شورہ کے استحکام کی غرض سے پیش کیا گیا ہے کہ فاجر بھی امیر مسلمانوں کا ہو سکتا ہے فاجر کے معنی لغت میں تلاش کرو تو معلوم ہو جاینگے مگر بد کے معنے بھی جو تم نے ترجمہ کیا ہے بُرے نہیں ہیں۔ اس قول مرتضوی کے چار پانچ سطر اوپر ایک اور قول جناب امیر کا اسی صفحہ میں درج ہے۔ ترجمہ جناب امیر نے فرمایا کہ وہ شخص بالتحقیق امام شورے سے ہے اور اُس کی بیعت مہاجرین اور انصار نے کی جیسے بیعت کی خلفا نے۔ فی نہج البلاغت یہ اقوال جناب امیر ثبوت خلافت ابوبکر و اثبات شورہ میں جو مہر صاحب نے پیش کیے ہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جیسا جناب امیر نے امام شورے ہوتا فرمایا ہے بہت صحیح و درست ہے اور مہاجرین و انصار کا بیعت کرنا بھی بجا ہے بیعت خلفا میں عمر نے بیشک سب سے پہلے سبقت کی پھر عثمان نے بھی کی ہو گی یہ سبقت بیعت سے

مراد ہے مگر استغفر اللہ کہ جناب امیرؑ نے بیعت کی ہو۔

تم نے صفحہ اٹھائیس ۲۸ اسرار الہدےٰ میں بروایت مصنف روضۃ الصفا صفحہ ایکسو نوے ۱۹۰ کا حوالہ دے کر بیعت جناب امیرؑ جو تسلیم کی ہے وہ محض غلط ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ تم کو کتب حدیث پر بالکل عبور نہیں ہے اسی لیئے اپنی تصنیف میں ہر جگہ روضۃ الصفا کا حوالہ دیتے ہو کیونکہ وہ ایک سنی متعصب کی تاریخ ہے جسے تم نے براہ تعصب شیعہ قرار دیا ہے اور اپنے مطلب کی کہانیاں و بے سروپا افسانے انھیں دیکھکر کو دتے اچھلتے ہو کہ یہ شیعہ کی کتاب ہے۔ جاہل شیعہ بھی تو ایسی لغو کتابیں نہ لکھے گا جیسا مصنف روضۃ الصفا۔ پس حق پسند فوراً ہی شناخت کر لیں گے کہ اخوند شاہ متعصب سنی تھا یا شیعہ۔ ہمیں چوگان ہمیں میدان ہمیں گوئے۔

روایت روضۃ الصفا و ہو ہذا ۔ بعضے گفتہ اند کہ بعد از چہل روز بیعت کرد و جمعے برانند کہ بعد از وفات فاطمہؑ زہراؑ او فرقہ بعد از شش ماہ گفتہ اند و در تاریخ مستند مذکور است کہ چون علیؑ استماع نمود کہ مسلمانان بر بیعت ابوبکر اتفاق نمودند بہ تعجیل از خانہ بیرون آمد چنانچہ ہیچ در بر نداشت بغیر از پیراہن و ازار و نہ ردا ہمچنان نزد صدیق رفتہ با او بیعت نمود بعد ازان کس فرستاد تا جامہ بہ مسجد آوردند بلفظہٖ۔

حدیث بخاری میں عروہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؑ زہراؑ رسولؐ اللہ کی صاحبزادی نے کسی شخص کو ابوبکر کے پاس بھیجا کہ رسولؐ اللہ کے مال میں سے جو اللہ صاحب نے فدک اور مدینہ میں بدون جنگ کے رسولؐ اللہ کے واسطے ارزانی فرمایا تھا اور جو خیبر کے خمس میں آپ کا مال باقی رہا تھا میراث کا دینا چاہیئے ابوبکر نے کہلا بھیجا کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے ہمارا کوئی وارث نہیں جو

مال ہم نے چھوڑا صدقہ ہے - یعنی وقف - ہاں اس مال میں سے آلِ محمد کا کفاف
جاری رہے گا - بخدا میں رسول اللہ کا صدقہ اُسی حال پر رہنے دونگا جس طرح آپ کے
زمانہ میں تھا - ذرہ بھر تغیر نہ کرونگا غرضکہ ابوبکر نے انکار کیا اور فاطمہ زہرا کو اس مال
میں سے کچھ نہ دیا - حضرت فاطمہ کو ابوبکر پر اس درجہ غصہ آیا کہ گو کامل چھ مہینے بعد رسول
کے زندہ رہیں مگر نہ ابوبکر سے مال کی بابت کلام کیا نہ اُن سے ملیں پس جب حضرت
کا انتقال ہوا تو اُن کو حضرت علی نے بدوں اطلاع ابوبکر کے دفن کر دیا اور خود ہی
نماز پڑہی - حضرت فاطمہ کے انتقال کے بعد لوگوں کا آپ سے روکنا اور انکار کرنا بُرا
معلوم ہوا - ابوبکر سے مصالحت اور بیعت کی جستجو کی کیونکہ بیعت کے وقت نہ تو آپ
موجود تھے نہ ان ایام میں حضرت فاطمہ کے اشتغال سے آپ کو فرصت ہوئی پس آپنے
ابوبکر کو بلوایا اور کہلا بھیجا کہ آپکے ساتھ دوسرا شخص نہ آوے کیونکہ آپ کو خوف تھا
کہ اگر عمر تشریف لائینگے تو عتاب زیادہ کرینگے اسی وجہ سے عمر کے حضور کو مکروہ
جانتے تھے یہاں حضرت عمر نے فرمایا ای ابوبکر بخدا آپ وہاں تنہا نجاوین ابوبکر
نے کہا کیا تمھیں گمان ہے کہ وہ میرے ساتھ کچھ برائی کرینگے بخدا میں اکیلا ہی جاؤنگا
پس ابوبکر علی کے پاس آ گئے - آپنے خطبہ پڑہ کر فرمایا ہم آپ کی فضیلت کے
قائل ہیں - اور بغض و حسد ہم میں نہیں ہے - مگر چونکہ ہم قرابت رسول اللہ کی وجہ سے
شورہ خلافت میں شریک ہونے کے مستحق تھے اور آپنے ہمیں علحدہ کر دیا اس
سے خیال تھا یہ سنکر ابوبکر کی آنکھیں بہہ نکلیں اور فرمایا خدا کی قسم اپنے قربا
کے صلہ رحمی سے زیادہ رسول اللہ کے اہل قرابت مجھے محبوب ہیں ہاں مجھ میں اور
تم میں تنازع و اختلاف اس مال میں ہوا سو میں کبھی بھلائی میں تقصیر نہ کرونگا اور جو

رسول اللہ کو کرتے دیکھا ہے ویسی ہی کرونگا اور ترک نہ کرونگا حضرت علیؓ نے ابوبکر سے کہا بیعت
کا وعدہ کل زوال کے بعد ہے۔ حضرت ابوبکر چلے گئے اور ظہر کی نماز کے بعد
ممبر پر چڑھ کر خطبہ فرمایا۔ اور پھر حضرت علیؓ کا تذکرہ آپ کا بیعت سے تخلف
اور وہ عذر جو ابوبکر سے کیا تھا سب بیان کیا پھر حضرت علیؓ نے ممبر پر چڑھ کر
خطبہ پڑھا اور حضرت ابوبکر کی بڑائی اور استحقاق بیان کر کے فرمایا جو تخلف بیعت
ہوا یہ حسد کی راہ سے نہ تھا لیکن ہم اس مشورہ میں اپنا بہت بڑا حصہ خیال کرتے
تھے اُس کی علحدگی نے البتہ ہم کو رنج پہونچایا۔ اس گفتگو سے تمام مسلمان
خوش ہو گئے اور اصبت (یعنی آپ سیدھی راہ پر ہیں) کے نعرے مارنے لگے
پس جسوقت حضرت علیؓ نے امر معروف (یعنی تمام صحابہ کی موافقت کی طرف
مراجعت فرمائی تو تمام اصحاب کے نزدیک آپ قریب اور محبوب تھے ترجمہ بلفظہ۔
اب معلوم نہیں کہ آپ صدق و کذب پر کیا فتوے دیتے ہیں مگر عام اہل سنت تو بخاری
ہی کو صادق سمجھینگے کیونکہ صدیقہ کا کلام ہے اور اخوند شاہ مورخ و داستان گو کو
کاذب۔ پس اخوند شاہ کی شیعہ گری تحقیق ہو گئی اور ظاہر ہو گیا کہ آپ دھوکے باز آدمی ہیں تم
مطلب کیواسطے لوگوں کو شیعہ سے سنی اور سنی سے شیعہ بناتے ہیں بلکہ خود بھی کسی غرض
خاص سے شیعہ سے سنی ہو گئے ہیں۔ اب فرمایئے آپ کی باتوں کا کیا اعتبار رہا اور جو
تفسیر و اقوال و روایتیں آپنے لکھی ہیں اُن پر کیونکر وثوق ہو سکتا ہے۔ ہاں خوب یاد آیا
آپنے طبری کو بھی تو شیعہ سمجھا ہے پس معلوم ہوا آپ کو ایسے ہی لوچ و لغو خیالات نے
شیعہ سے سنی بنایا ہے اور اُستاد ملے مولوی جہانگیر خان شکوہ آبادی جنھوں نے
اظہار الہدے اپنی تصنیف میں ایسی ہی بے سروپا باتیں و روایتیں لکھی ہیں جناب امیرؑ کی اعلمیت

کی نسبت سخت و ناسزا الفاظ لکھے ہیں اور عمر خطاب کے اسلام کا زور اٹھارہ ہزار آدمیوں کا
مسلمان ہونا شوکت فاروقی کی وجہ سے لکھدیا ہے۔ مگر آپ اُن سے بھی بڑھ گئے
ع اگر پدر نتواند پسر تمام کند۔ صفحہ چھتیس ۳۶ اسرار الہدے میں تحریر فرماتے ہیں وھو ھذا
بالخصوص خلفائے ثلاثہ اگر تمام کافران عرب و گبران عجم کو مسلمان نہ کر دیتے اور اسلام
کو شرق سے غرب تک نہ پھیلا دیتے تو آپ کو رسول اللہ کون کہتا بلکہ بعثت بھی
آپکی عبث سمجھی جاتی اور وعدہ صادق خدا کا بھی کذب سے بدل جاتا بلکہ تمام روئے زمین
پر خدا کا نام لیوا بھی نہ ہوتا۔

صفحہ چوالیس ۴۴ اسرار الہدے میں لکھتے ہو وھو ھذا۔ اگر شروع سے جناب امامت
دستگاہ خلیفہ بلافصل بنائے جاتے تو ترقی تو درکنار کلمہ اسلام کا نام و نشان بھی دنیا
سے مٹ جاتا۔ صفحہ ساٹھ ۶۰ اسرار الہدے میں وھو ھذا البتہ رسالتماب نے جناب امیر کا آرام
فرمانا مصلحت خاص سے تھا کوئی کمال کی بات نہیں تھی۔

صفحہ ستاون ۵۷ اسرار الہدے وھو ھذا نہ وہ کہ صرف آدہ بازیاں میں چھپا جو پرائے خفیہ چلائی
پر ذوالفقار کھینچی۔

صفحہ پچاس جب جناب امیر علیہ السلام نے مذہب کفر سے توبہ کی اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے
صفحہ چھتیس ۳۶ اسرار الہدے وھو ھذا ہمیشہ مغلوب رہے یہانتک کہ جناب نے
اپنے دین کو غلبہ دشمنوں سے برباد کر دیا۔ صفحہ چھتیس ۳۶ اسرار الہدے علان صاحب
کو خلافت جناب امیر علیہ پر کیوں ناز ہے حضرت کی ذوالفقار تو کبھی کسی کافر کے گرد بھی
نہیں پھری۔ صفحہ ۱۳۴ اسرار الہدے وھو ھذا اگر حسنین علیہما و نیز دیگر ائمہ بھی کفار
عرب کو فی النار کرتے اور اشرار عجم کی جوروؤں اور بچوں کو لونڈی غلام عرب کا بناتے

تو البتہ قابلیت امامت کی رکھتے جب یہ صفت حضرات موصوف میں نہ تھی تو دائرہ امامت
سے قطعی خارج سمجھے گئے۔ صفحہ اکتیس ۳۱ اسرار الہدیٰ و ہو ہذا اس درجہ جبر میں
تھی کہ آنجناب بروز بیعت حضرت صدیق اکبر حضرت زہراؑ کو دراز گوش پہ سوار کرکے ایک
ہاتھ میں حضرت امام حسنؑ کا ہاتھ اور دوسرے ہاتھ میں امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑ کے ایجان
پریشان کس نادوبہ صورت دیوانگان کس ہیر سا و ہر ایک مہاجرین و انصار کے دروازوں
پر جاکے بے حفظ پاس و ننگ و ناموس استعانت کی درخواست کرتے پھرتے تھے۔
صفحہ چودہ ۱۴ اسرار الہدیٰ و ہو ہذا مصداق ان آیتوں کے وہی لوگ ہیں جنہوں نے
بفضل خدا کفار عرب و اشرار عجم سے روئے زمین کو پاک کیا اور جن کے زمانہ میں اسلام کامل
رہا نہ وہ کہ جنہوں نے بہ طمع خلافت اپنے ہاتھ سے اغتیاب کا خون کیا۔ صفحہ چودہ ۱۴
اسرار الہدیٰ و ہو ہذا جناب امیرؑ بقول علامہ حلی ۲ الجبان لا یستحق الامامۃ۔
یعنی جبن جس کے معنے بے ہمت بے جرات جیسے ہندوستان میں نامرد کہتے ہیں خلافت
کا مستحق نہیں ہے۔ جوہر صاحب جناب امیرؑ کو جبن منسوب کرکے خلافت کا مستحق نہیں
بتاتے۔ اور بھی ایسی ہی ناسزا کلمات بدتر از کفر تمام رسالہ میں لکھے ہیں ہم نے صرف چند بطور
نمونہ از خروارے ناظرین کے روبرو پیش کیے ہیں۔

پس اب اہل انصاف خود ہی غور کرلیں اور دیکھیں کہ اس عقیدے کا بھی آدمی اہل سنت
کی جماعت میں داخل ہو سکتا ہے شاید بجز وہابیہ جو رسول اللہؐ کی شان و منزلت گھٹاتے
ہیں۔ بدیگراں چہ رسد۔ پسند کریں مگر چونکہ وہ بھی خلیفہ چہارم رسول اللہؐ کی نسبت ایسے
کلمات کفر کیونکر سن سکیں گے۔ باقی رہا گروہ نواصب و خوارج سو اس میں داخل
ہونا ہم پہلے ہی تصدیق کرچکے ہیں۔ پس میاں جوہر صاحب اور جو آپ کے دل میں

ہوکھ ڈالیئے جواب الجواب کا انتظار نہ کیجیئے قیل ان الالٰہ ذو ولد قیل ان الرسول
قد کہنا۔ زمانہ سلف سے یہ فعل تمہارے یہاں محمود سمجھا گیا ہے۔ کفار قریش نے
رسول صلعم اللہ کی نسبت کیا نہیں کہا معاذ اللہ کاہن ساحر مجنون ابتر وغیرہ۔ بعدہٗ جناب
عمر نے رسول صلعم اللہ کی نسبت ہذیان کا لفظ مرض الموت میں استعمال کیا کہ معاذ اللہ
یہ شخص ہذیان بک رہا ہے۔ حدیبیہ میں صلح کے بعد انہیں صاحب نے فرمایا کہ آج کا سا
شک نبوت میں کبھی نہیں ہوا۔ دونوں روایتیں بخاری و مسلم میں دیکھو۔ جناب
عائشہ نے عثمان بن عفان کی نسبت حاضرین سے کہا اقتلوا ہذا النعثل یعنی اس لمبی
ڈاڑہی والے یہودی کو قتل کرو۔ محمد ابن ابوبکر اپنے باپ کو ناسزا و غاصب کہتے
رہے۔ اور معاویہ شامی بھی ابوبکر و عمر کو غاصب اور ظالم کہتا ہی رہا جسکا مفصل
حال ایک جواب خط سے معلوم ہوگا جو اپنے موقع پر درج کیا گیا ہے۔ بنی امیہ و
مروانیہ نے صدہا سال تک حضرت علیؑ کو بر سر منبر ناسزا و برا کہا خطبوں میں لعن
و تبرا پڑہا جاتا۔ بیچارے عمر ابن عبدالعزیز نے خطبے سے وہ الفاظ نکلوا کر
بجائے اُس کے آیت کلام اللہ داخل کی۔ واضح ہو کہ جو الفاظ جوہر صاحب نے جناب
امیرؑ کی نسبت استعمال کیئے ہیں۔ بنی اُمیہ و مروانیہ علیہم اللعنۃ والعذاب نے اسی قسم
کے الفاظ خطبہ میں داخل کیئے تھے کیونکہ لعن و تبرا سے بیزاری مراد ہے پس ان
فقرات سے بھی بیزار ہونا ثابت ہے یہانتک کہ (دین بھی برباد کردیا)۔ اب اس
سے زیادہ لعن و تبرا کیا ہوگا بنی اُمیہ و مروانیہ تو یہی کہتے تھے۔ قال اللہ تعالیٰ
ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لہم عذابا مہینا
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ اللہ و رسول صلعم کو ایذا دیتے ہیں انپر اللہ لعنت کرتا ہے اور انکے

لیے بڑا عذاب تیار کیا ہے۔ صاحب کشاف مفسر مقبول اہل سنت نے یہ تفسیر کی ہے کہ یہہ آیت مروان کے حق مین نازل ہوئی کیونکہ اُس نے حضرت علی کو سخت ایذا دی پس مروان علیہ اللعین کی ایذا مرف جناب امیر علیہ السلام کی برائی اور طعن تشنیع کرنے کی تھی جس سے آپ کو سخت ایذا پہونچتی تھی۔ اب یہان مروان اور اُس کے باپ کے بارہ مین ایک دو حدیثین جناب رسول صلعم مقبول کی سنلو تاکہ تفسیر مین جائے کلام نہ ہو۔ طبرانی کبیر مین ابن عمر سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے مروان کے باپ کے حق مین فرمایا ہے قریب ہے کہ کتاب اللہ مین وہ مخالفت پیدا کرے گا اور پیغمبر صلعم خدا کے طریقہ مین مفسدہ ڈالے گا۔ اس کی پشت سے ایک فتان یعنی فتنہ انگیز شخص پیدا ہوگا جس سے صحابہ کو سخت تکلیف پہونچے گی آسمان و زمین پر گرد و غبار پیدا ہوگا وہ تمہارے گروہ مین سے نہ ہوگا۔ ابن عساکر نافع بن جبیر بن مطعم سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ ہم آنحضرت صلعم کے یارون کی جماعت مین حاضر تھے۔ مروان کا باپ رسول اللہ صلعم کے آگے سے گزرا آپ نے فرمایا کہ میرے یارون کو اس شخص سے از حد تکلیف پہونچے گی جو اس شخص کی پشت مین ہے۔ واقدی عمرو بن مرہ سے روایت کرتے ہین مروان کے باپ حاکم نے ایک دن رسول اللہ صلعم کی خدمت مین آنے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا اُسے یہان نہ آنے دو خدا اُس پر لعنت کرے اُس کی پشت سے بدترین شخص پیدا ہوگا اُس کی اولاد مین مومن پیدا نہ ہونگے۔ یہہ حدیثین اہل سنت کی کتب معتبر کی ہین۔ پس یہہ تین حدیثین نجم صادق کی کافی ہین۔ ہائے کیا غضب ہے کہ یہی مروان مردود و مطرود خدا اور رسول جناب عثمان کا جامع القرآن نے انہیں کو شیعون نے محرق القرآن کا خطاب دے

رکھا ہے اسی مروان کی صلاح و مشورہ سے قرآن موجودہ کو جمع کروایا اور جسقدر قرآن خلفائے اوّل و ثانی کے وقت میں زیر استعمال اور ارکان دینی کے مرکز و منبع تھے سب کو ایک جا کرکے جلوادیا۔ پس بقول حدیث مخبر صادق کتاب اللہ میں اس نے مخالفت پیدا کی اور منبر خدا کے طریقہ میں مفسدہ انداز ہوا۔ اس کی اولاد کا حال سنئے تاریخ ابی الحسن ذہبی مسعودی سنی المذہب میں لکھا ہے۔ حجاج بن یوسف نے بحکم عبدالملک بن مروان عبداللہ بن زبیر پر چڑھائی کی ابن زبیر کعبہ میں پناہ گیر ہوا۔ شروع ذیقعد ۷۲ھ ہجری میں اکیاون دن یا بچاس رات محصور رہا۔ آخر حجاج بن یوسف مردود نے عبداللہ بن زبیر کو کعبے کے اندر ذبح کیا۔ اسماء بنت ابوبکر مادر ابن زبیر نے اپنے بیٹے کی نعش دفن کرنا چاہی حجاج نے لٹکوادیا۔ حجاج نے جو جو ظلم مکہ و مدینہ و حجاز و یمن میں کیئے وہ کتابوں میں مذکور و مشہور ہیں۔ حجاج نہایت ظالم و سفاک خونریز تھا ڈیڑھ لاکھ بزرگ و اولاد بندگان مقبول کو اس نے قتل کیا۔ ایک دن حجاج مذکور اپنے دوست عبداللہ ابن ہانی سے ملا اور کہا ہم نے دو سرداروں کی بیٹیاں تجھے دلادیں اس سے زیادہ کیا سلوک ہوگا عبداللہ نے کہا جناب عالی یہ تو نہ فرمائیے کیونکہ میرے وہ اوصاف جمیل ہیں کہ عرب میں کسی کے بھی نہیں اس نے کہا آپ میں کیا کمال وصفات ہیں عبداللہ بولا جنگ صفین میں امیر معاویہ کے ساتھ ہمارے شتر آدمی تھے اور ابوتراب کے ساتھ فقط ایک دن ایک تھا۔ حجاج نے کہا یہ بڑی صفت ہے۔ عبداللہ نے کہا ہمارے قبیلہ میں سے کسی نے محبان ابی طالب کے ساتھ شادی نہیں کی۔ حجاج نے کہا۔

بیشک یہ بھی بڑی تعریف کی بات ہے عبد اللہ نے کہا ہم میں سے کوئی عورت باقی نہیں رہی جس نے حسینؑ ابن علیؑ کے قتل کی خوشی میں دس دس اونٹ قربانی نہ کیئے ہوں حجاج نے قسم کھا کر تحسین و آفرین کی۔ عبد اللہ بولا ہم میں سے کوئی عورت عورت ایسا نہیں کہ جس نے لعن و تبرا ابو تراب پر کھوایا گیا ہو اور اُس نے نہ کہا ہو مگر میں حسنؑ و حسینؑ اور اُن کی والدہ پر زیادہ کرتا ہوں حجاج شقی و ملعون نے کہا خدا کی قسم یہ بڑی بزرگی ہے بلفظہٖ۔ اس سے پیشتر بنی امیہ نے کتاب اللہ و خانہ خدا اور رسولؐ کی نسبت جو عمل کیا وہ بھی ظاہر ہے۔ جنگ صفین میں معاویہ نے صدہا قرآن نیزوں پر بلند کروا کر عہد کیا اور حضرت علیؑ سے پناہ چاہی۔ مگر عہد پر قائم نہ رہا اور خود امیر بن بیٹھا۔ کتاب اہل سنت میں مذکور ہے معاویہ کے بیٹے نے قرآن مجید کو ہدف یعنی نشانہ بنایا۔ مدینہ منورہ کی تخریب کی مسجد نبویؐ و روضہ مقدسہ رسول اللہؐ میں گھوڑے و اونٹ بندھوائے کوڑا کچڑا غلیظ کا ڈھیر ہو گیا۔ عرصہ کے بعد حضرت امام زین العابدینؑ نے اپنے ہاتھوں سے صاف کیا۔ اہل بیت رسول مختارؐ کی بیحرمتی کی۔ خانہ خدا کی بیحرمتی ہی نہیں بلکہ قسم قسم کی بے ادبیاں اور گستاخیاں کیں صحابہ کبار سید ابرار کو ناحق شہید کر ڈالا۔ زنا و لواطت شرب خمر اور جملہ معاصی کو مباح کر دیا بھائی بھنوں ماں بیٹیوں میں باپ بیٹی میں نکاح جائز کر دیا۔ ہر شخص سے اپنی عبودیت کی بیعت لی۔ کئی ہزار بچے حرام سے پیدا ہوئے۔ غرض کہاں تک ظلم و جور فسق و فجور لہو لعب بنی امیہ و مروانیہ کے لکھے جاویں کتابیں بھری پڑی ہیں تاریخ مذکورہ بالا میں ولید بن یزید بن عبد الملک بن مروان کا حال لکھا ہے

ایک روز اُس نے قرآن مجید میں یہہ آیت پڑھی) واستفتحوا وخاب کل
جبار عنید من ورائہ جہنم ؛ یعنی فتح چاہی اُنھوں نے حالانکہ ہر ایک ظالم
عناد رکھنے والا بھی ہے۔ اِس کم بخت نے یہہ آیت پڑھکر قرآن شریف منگوایا
اور اُسے نشانہ بنا کر تیر مارنے شروع کیئے اور یہہ کہتا جاتا تھا کہ تو ظالموں اور جابروں
کو ڈراتا ہے پس دیکھہ یہہ شخص جابر و ظالم ہے۔ جب تو اے قرآن حشر میں آوے
تو کہدینا کہ مجھے ولید بن یزید نے نشانہ بنایا اور جلایا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ اسی
تاریخ مذکورہ بالا سے ایک خط محمد بن ابی بکر کا بنام معاویہ و اُس کا جواب بلفظہ
درج کرتے ہیں۔ جو ناظرین کو دلچسپ و پسندیدہ معلوم ہوگا وھو ھذا یہہ خط محمد
ابن ابی بکر کی طرف سے گمراہ معاویہ بن صخر کو بعدہ یہہ کہ اللہ نے اپنی عظمت اور غلبہ سے
خلقت کو بے عبث اور بے غرض اپنی قوت کے ساتھ پیدا کیا لیکن اکثر کو اُن میں
سے عالم اور گمراہ اور غافل پیدا کیا۔ بہت کو بدبخت اور اکثر کو نیک کیا پھر اہل علم کو
مقبول کیا اور اُن میں سے محمد صلعم کو انتخاب کیا اُنھیں اپنے علم اور رسالت کے
ساتھہ منتخب اور برگزیدہ کیا اور رسول کر کے بھیجا اور اپنی وحی کا امین کیا اور بشیر و نذیر
و وکیل فرمایا۔ پہلے جس نے اُنکا کہنا مانا اور ایمان لایا اور سچ بولا اور راہ اسلام
و تسلیم قبول کیا اُن کا بھائی چچازاد علی ابن ابیطالب تھے جنھوں نے حاضر و غائب
نبوت کی تصدیق کی اور آنحضرت صلعم کو ہر ایک بھاری چیز پر مقدم رکھا اور ہر ایک دہشت کے
وقت اُن کی حمایت و حفاظت کی اُن کے دشمن سے لڑے اُن کے دوست
سے صلح رکھی اور ہمیشہ خوف اور بھوک اور سختی میں راتوں کو بھی اپنی جان اُن پر
قربان کرتے رہے اور مصیبت میں اُن کے سپر ہوئے اُنکی نظیر کوئی بعد کو نہوا

اور کوئی اُس کا چشم زخم نیک افعال میں اُس کی برابری نہ کر سکا اب میں دیکھتا ہوں کہ تو
اُس کی برابری کرتا ہے بھلا تو تو ہی ہے اور وہ وہی ہے ع چہ نسبت خاک را با عالم
پاک ۔ وہ تمام آدمیوں میں از روئے نیت یکتا راست گو ہے اور اُس کی اولاد سب
لوگوں سے افضل ہے اُس کی بیوی سب عورتوں میں بہتر ہے اُس کا سا پسر عم
کہاں اُس کے بھائی جعفر طیّار نے رسولؐ خدا پر جان قربان کر کے فرشتوں کے
ساتھ پرواز کیا اُس کا چچا امیر حمزہ سردار شہیدان ہوا اُس کے باپ ابوطالب نے آنحضرتؐ
سے کینہ ور دشمنوں کو دور رکھا اور بلاؤں سے محفوظ رکھکر پناہ دی تو تو ملعون ابن ملعون
ہے تو اور تیرا باپ ہمیشہ رسولؐ اللہ کو بُری راہ بتلایا کرتے اور نور خدا بجھانے میں
کوشش رکھتے تھے آنحضرتؐ کے مقابلہ میں جماعتیں جمع کرتے اور مال خرچ کر کے
رسولؐ اللہ پر دشمنوں کو چڑھاتے تھے اور بہت قبیلوں اور قوموں کو تم نے آنحضرتؐ
پر برانگیختہ کیا اسی حال میں تیرا باپ مر گیا اور اسی حال پر تجھے چھوڑ گیا قریب اور بعید تمام گروہ
و رؤسائے نفاق تیری برائی کی گواہی دیتے ہیں اور علیؑ کی قدیم بزرگی کے سب شاہد ہیں
اُس کے ساتھی وہ انصار و مہاجر ہیں کہ اللہ نے جنکا ذکر قرآن شریف میں بزرگی کے ساتھ کیا
گیا وہ گروہ در گروہ تجھکو حقیر جانتے ہیں اور حضرت علیؑ کی خلاف کو نفاق و شقاق مانتے
ہیں بھلا تجھکو کب زیبا ہے کہ حضرت علیؑ کی برابری کرے وہ وصی و وارث رسولؐ مقبول
ہے وہ فرزندان رسولؐ کا باپ ہے اطاعت رسولؐ میں سب سے اوّل ہے اور سب سے
زیادہ قریب تر رشتہ دار ہے آنحضرتؐ اُس سے اپنا بھید کہتے اور اپنی بات کی
اطلاع دیتے تھے تو دشمن رسولؐ اور عدو خدا اور عدو رسولؐ کا بیٹا ہے جس قدر
ہو سکے باطل طور پر دنیا کمالی اور پسر عاصی بد باتوں میں تیری مدد کرے ۔ تیرا وعدہ

ہوگی اور تیرا مہمت ہو چکا - اب بعد تیرے وہ ہوگا جس کی عاقبت بخیر ہو -
واضح ہو کہ تو خدا کو فریب دیتا ہو جس کے بہچ سے تو اپنے تئین اس مین جانتا ہو مگر تو
رحمت خدا سے مایوس ہے اور اللہ تعالےٰ تیری گھات مین ہے تو اُس کی جانب سے دہوکہ
مین ہو - پس تابعین ہدایت پر سلام - اس کے جواب مین معاویہ نے یہ لکھا -
کہ معاویہ بن صخر کی جانب سے یہ نامہ اُس شخص کے نام ہے جو اپنے باپ کو
عیب لگاتا ہے - بعد ازان تیرا خط میرے پاس پہونچا کہ اُس مین تو خدا اور رسولؐ کی
عظمت و قدرت بیان کرتا ہے اور اُس کے ساتھ کلام ضعیف کہتا ہے جو
تیرے باپ ہی پر پڑتا ہے - یعنی تیرے باپ کو معیوب اور قصوروار ٹھہراتا ہے
تو نے جو علیؑ ابن ابی طالب کی بزرگیان اور قدیم احسانات اور قرابت رسولؐ
اور ہر ایک خوف و دہشت مین انکی جان نثاری بیان کی ہے اور مجھ پر
حجت لایا ہے اور عیب لگایا ہے کہ مجھ پر اپنی بزرگی نظاہر کی غیر کی بزرگی
پر ناز کرتا ہے تو نے اپنی فضیلت تو چھوڑ دی اور غیر شخص کی تعریف کرنے لگا
ہم اور تیرا باپ سب علیؑ کی فضیلت جانتے ہین اور اُس کا حق لازم مانتے
ہین - جس وقت اللہ نے اپنے نبیؐ کے لیے اپنی نعمت مہیا کی اور اپنے وعدہ کو تمام
کیا اور دعوت اسلام ظاہر فرمائی اور حجت قایم کی اور آنحضرتؐ کی وفات
ہوئی تو تیرا باپ اور فاروق سب سے اوّل غاصب حق علیؑ ہوا اور اُس کے حکم کے
خلاف کیا اسی بات پر وہ دونون متفق و مساوی رہے اُنھون نے علیؑ سے
بیعت طلب کی علیؑ نے بیعت مین تامل و توقف کیا تب اُنھون نے اُس کے
ساتھ ہم عظیم کا ارادہ کیا تب اُس نے نبوت کی اور خلافت سپرد کر دی وہ دونون

خلافت کے والی ہوئے ۔ علیؑ کو امورِ خلافت مین اُنھون نے اپنا شریک نہ کیا اور اپنی باتون کی اُن کو خبر نہ دی یہانتک کہ وہ دونون جہان سے روانہ ہوگئے پھر تیسیرا عثمان اُن کی جگہہ قایم ہوا اور بعینہٖ اُنھین کی راہ پر چلا ۔ محمدؒ تو نے اور تیرے آقا علیؑ نے اُسے عیب لگایا اور ادنے و اعلے سب نے اُسے معزول کرنا چاہا تم نے اُس کے لیئے بُری باتین سوچین اور اپنی عداوت ظاہر کی تا اینکہ تم اپنی آرزو اور طمع کو پہونچے ۔ ای پسر ابی بکر سوچ اور سمجھ اور اندیشہ کر کہ یہ تیری سب باتین نامناسب ہین ۔ کیونکہ تیرے باپ نے بستر بچھایا اور اپنی سلطنت کے لیے مسند مقرر کی ۔

اگر ہم جنگ علیؑ مین غیر صائب اور خاطی ہین تو پہلے تیرے باپ ہی نے یہ راہ نکالی اور ہم اُس کے ساتھ شریک ہوئے ورنہ تیرا باپ اگر یہ نہ کرتا تو ہم کیون علیؑ سے مخالفت کرتے اور ضرور اُسے خلافت دیتے اور اُس کا حکم تسلیم کرتے لیکن ہم نے تیرے باپ کو دیکھا کہ اُس نے پہلے یہ کچھ علیؑ کے ساتھ کیا ویسے ہی ہم ہوگئے پہلے اپنے باپ کو عیب لگا ورنہ اپنے کلام سے باز آ ۔ سلام اُس کو جو توبہ و رجوع کرے ۔ بلفظہٖ ۔

میان جوہر تم سے ہم کو کوئی شکایت نہین ہے شاباش ایسا ہی چاہیے حقوق آبا و اجداد ادا کرنا فرض ہے جو تم سے کار نمایان ہوا باعث خوشنودی ارواح بزرگان ہے ۔ مگر ہان یہ دوغلاپن اچھا نہین ۔ کہ زبان سے حضرت علیؑ کو فی وقت من الاوقات خلیفہ برحق کہتے ہو اور دل سے بے دین اور غیر مستحق خلافت وغیرہ وغیرہ پس لازم ہے کہ زبان اور دل کو ایک کرو اور رکابہ مذہب

کو چھوڑ دو۔

پھر زمانہ آزادی کا ہے اگر خدا و رسول صلعم کو بھی علانیہ ناسزا اور برا کہو تو کون تمہاری زبان روک سکتا ہے جیسا بنی اُمیہ و مروانیہ نے کیا حضرت علی علیہ السلام کو بر سر منبر برا کہتے اور فخر کرتے تصدیق خلافت کیسی۔ قرآن مجید کو نشانہ میں باندھ کر سیکڑوں تیر لگائی پھر اُس پر عمل کیا۔ خانہ خدا و رسول صلعم کو محاصرہ کر کے سیکڑوں بے ادبیاں گستاخیاں کیں غلیظ کا انبار لگا دیا بےحرمت کیا۔ صدہا ہزارہا کتاب اللہ کو ڈھیر لگا کر جلا دیا پھر بزرگی کہاں غرضکہ جو بات کی پوری کی اور مسلمان بنے ہی رہے۔ امیر المومنین کا خطبہ اُن کے نام مسجدوں میں پڑھا ہی جاتا رہا اور خلیفہ اُمت کہلاتی ہی رہی۔ پس ہم کو بھی یکرنگ ہونا چاہئیے اس ذیل فصل کی باتوں پر لوگ چونکیں گے اور اعتبار نہ کریں گے۔

اب ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ جو اسلام خلفاء ثلثہ نے مغرب سے لیکر مشرق تک پھیلایا تھا۔ یہی تھا۔ جو بنی اُمیہ و مروانیہ کے وقت میں جاری تھا یا اور کوئی نیا اسلام تھا جس میں رسول اللہ کہنے والے اور خدا کے نام لینے والے اور بعثت کے عبث نہ سمجھنے والے اور خدا کے وعدہ کو صدق سے بہ کذب نہ بدلنے والے اپنے ایمان پر قائم رہے ہوں اور کسی نے ان جبار و قہار و ظالم خلیفوں کو ان حرکات سے روکا ہو و فقات تاریخی سے تو کوئی معلوم نہیں ہوتا ہاں شل مصنف روضۃ الصفا اگر کسی نے جھوٹی روایت لکھدی ہو تو خیر۔

ع اسلام گر ہمیں ہے تو اسلام کو سلام + اگر اسلام اسی کا نام ہے کہ قتل کرتے لوٹتے مارتے جبراً لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہلاتے عورتوں و بچوں کو لونڈی غلام

بناتے مغرب سے مشرق تک نکل گئے اور مال غنیمت سے جھولیان بھرلین تو چنگیز خان
ہلاکو نادرشاہ تیمور وغیرہ کے فتوحات دیکھو خلفاے ثلثہ سے بدرجہا بڑھے ہوے
ہین الیساہی خالد سیف اللہ وغیرہ کا حال تواریخ مین دیکھو جدہر رخ کیا قتل وغارت
مار دھاڑ کرکے پس ماندون کو با مسلمان برائے نام ہونا پڑا یا جزیہ دیکر پیچھا چھوڑایا
اسی لئیے تو عیسائی اسلام پر بزور شمشیر اسلام قبول کرانیکا داغ بدنما لگاتے ہین
جسکا جواب اکثر محقق وانصاف پسند نے یہہ دیا تھا کہ آنحضرت کے عہد مین جس قدر جہاد
ہوئے تحفظ اسلام کی غرض سے یعنی جب کفار نے خود ہی مدینہ پر حملہ کیا یا تخریب اسلام
پر کمر باندہی اُسوقت حفاظت وحراست اسلام کے واسطے لڑنا بھڑنا ضرور ہوا اُس جنگ
وجدال مین جو مال لڑانے والون کو تقسیم ہوا اور فتوحات محمدیؐ کے دیکھنے سے
واقعی الیساہی پایا جاتا ہے۔ آنحضرتؐ کے وقت مین بھی بہت سے طامع وحریص
صرف مال لوٹنے اور حصہ لینے کی غرض سے بظاہر اسلام قبول کرلیتے تھے مگر دل اُن کا
وہی کافر تھا چنانچہ سورہ منافقون ہی کلام اللہ مین موجود ہے اور آنحضرتؐ کی
حدیثین بھی۔ چنانچہ اسی رسالہ مین ایک حدیث مشورہ رسول اللہ با علیؑ غزوہ طایف
مین لکھی گئی ہے جس سے منافقین صحابہ کا ہمیشہ غزوات مین ہمراہ رہنا ثابت ہوتا ہے
اور حضرت علیؑ سے دشمنی رکھنا۔ رسول اللہ جب مال غنیمت تقسیم فرماتے تو بعض بندہ
زر وغلام نفس بر رو کہدیتے کہ یا محمدؐ تقسیم مین آپ انصاف کرین۔ اور آپ فرماتے
وائے ہو تم پر اگر مین ہی ناانصافی کرونگا تو انصاف کی اُمید کس سے
ہوگی۔

اکثر ان منافقون کے اقوال وافعال سے آپ درگزر کرتے اور فرماتے کہ

کفار کہنے لگے کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو سزا دیتے ہیں مگر امر بالمعروف و نہی عن المنکر
میں در گزر نہیں تھا۔ پس معلوم ہوا کہ جب آنحضرتؐ ہی کے روبرو منافق لوگ
جنگ و جدال میں بہ طمع نفسانی شامل رہتے تو بہ عہد خلفائے ثلثہ جس میں جہاد
خاص اہر لونگ تھا ہزار در ہزار منافق لوٹ کے مال اور لونڈی غلاموں کی خواہش
میں دوڑ پڑے ہونگے اور جنگ و جدال میں شرکت کی ہوگی مفلس قلاش بیکار لوگوں
کا یہی طریقہ ہوتا ہے۔ لیجیئے لاکھوں کی فوج تیار ہوگئی اور سپاہ سالار خالد سپہ
سالار بنگئے جدہر گئے قتل و غارت لوٹ کھسوٹ نہ رائے نہ دہائے جس کی عورت
پسند آئی مرد قتل کیا گیا عورت پر تصرف ہیجا خلاف حکم خدا و رسولؐ دیکھو مالک
بن نویرہ کا حال جسے خالد نے باوصف اُسکے مسلمان ہونے کے صرف باغواے نفس
شیطانی قتل کر کے بیچاری عورت پر تصرف یعنی زنا کیا۔
پس جن لشکروں کے ایسے نامی سالار قلعہ شکن ہونگے اُس کا کیا ٹھکانا اور
تماشا تو یہ ہے کہ ابوبکر صدیق کو باوجودیکہ خبریں صحیح پہونچیں اور فاروق اعظم
بیچارے حد جاری کرنے کو بہت کچھ چیخے پکارے مگر خالد نے جو کید اران دربار
دولت صدیقی کو رشوت دیکر گانٹھ لیا تھا صاف بچ نکلا اور بال بھی
بیکا نہ ہوا۔
مؤرخ لکھتے ہیں کہ اسلام میں یہ پہلی رشوت اور اس ناشدنی کی ابتدا ہے
اوائل خلافت میں ابوسفیان نے پہلے حضرت علیؑ کو ورغلانا کہ تم خلافت لو ہم مدد کو
موجود ہیں۔ مگر حضرت اس مکار کے کید عظیم میں کب آنے والے تھے۔ اُس نے
خلیفہ صاحب کو دھمکایا کہ تم خلافت کے مستحق نہیں ہو چنین و چنان۔ خیر مصلحت

یہہ ہوئی کہ شام کی حکومت معاویہ کو دیکر پیچھا چھوڑا او۔ یہہ بنیاد معاویہ شامی کی ہے جو پانچواں خلیفہ اہلِ سنت کی رائے مین سمجھا جاتا ہے اور چھپا زید اسطرح بارہ خلیفہ کی تعداد پوری کی گئی ہے۔

واضح ہو جو لوگ بعد فتح مکہ مسلمان ہوئے ہین وہ مولفۃ القلوب کہلاتے ہین جو بنظر تالیف قلوب و رونق اسلام مسلمانون مین شامل کیئے گئے مگر مثل منافقون کے اُن کے ایمانون کا ٹھکانا نہین۔ اُنھین مین ابوسفیان و معاویہ ہے ایک حدیث نبوی مروان کے حق مین بیشتر ہم لکھ چکے ہین کہ یہہ مروان کتاب اللہ مین مخالفت پیدا کرے گا اور پیغمبر خدا کے طریقہ مین مفسدہ ڈالے گا۔ اب دوسری حدیث خاص خلیفہ اول کی شان والامین سنیئے۔ صحاح ستہ موطا بن ابی انس مولے العمر بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے اُحد کے شہیدون کے حق مین فرمایا مین قیامت کے دن اُن کی گواہی دونگا ابوبکر صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم اُن کے بھائی نہین ہین اُن جیسے ہم بھی مسلمان ہین جیسے اُنھون نے جہاد کیا ہم نے بھی اپنی جانفشانی کر دین رسول اللہ نے فرمایا یہہ بات ٹھیک ہے لیکن خبر نہین کہ تم میرے بعد کیا کیا دین مین ایجاد کرو گے یہہ سنکر ابوبکر روئے اور بہت رونے کے بعد کہا کیا ہم بعد آپکے زندہ رہینگے۔ ترجمہ بلفظہٖ

ایک اور حدیث سنیئے اور داد دیجیئے اہلِ سنت کی صحاح دارمی مین جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ عمر خطاب رسول اللہ کے پاس ایک توراۃ کا نسخہ لائے آنحضرت خاموش ہو گئے۔ عمر نے اُسے پڑھنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ کا چہرہ مبارک متغیر ہونے لگا ابوبکر بے تاب ہو گئے

اور عمرؓ سے خطاب کرکے فرمایا روئیں تجھے رونے والیاں کیا تو چہرہ رسول اللہؐ کو نہیں دیکھتا۔

عمرؓ آپ کے چہرہ کو دیکھکر کہنے لگے میں اللہ سے اُس کے غصہ اور اُس کے رسولؐ کی خفگی سے پناہ مانگتا ہوں ہم راضی ہیں اللہ سے اور رسولؐ سے اور اسلام سے۔ بعدہ رسول اللہؐ نے فرمایا خدا کی قسم اگر تمہارے سامنے موسیٰ علیہ السلام ہوتے تو تم مجھے چھوڑکر اُن کی پیروی کرتے اور ضرور سیدھی راہ سے بہک جاتے لیکن اگر موسےٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے ضرور میری پیروی کرتے۔ بلفظہ۔

پس اب اہل انصاف غور کریں۔ اسلام برائے نام تو ضرور مشرق سے مغرب تک پھیلا۔ اور فتوحات عظیم حاصل ہوئیں مگر اُس کے ساتھ لقبول مخبر صادق یہہ بھی ضرور ہوا کہ اسلام میں صدہا ایجادیں کی گئیں اور کتاب اللہ کی مخالفت اور طریقہ رسول اللہؐ میں مفاسد و منافقت جو ظاہر ہوئی اُسے آنکھ سے دیکھ لو۔ عیان راچہ بیان۔ بہتر فرقہ اسلامیہ تو ابتدا سے موجود ہی ہوگئے بعدہٗ وہابیہ و نیچریہ و مہدویہ واحمدیہ وغیرہ لیعنی ایک قادیانی صاحب نے اپنا سب سے نرالا مذہب نکالا ہی۔ اب اِن فرقوں کے اصول و فروع میں دیکھو تو زمین اور آسمان کا فرق ہے اور لطف یہہ کہ سب ہی قرآن و حدیث کی سند لیتے ہیں سا ایک کہتا ہے قرآن مخلوق ہے مثل داؤد ابن علی اصبہانی دوسرا کہتا ہے خدا مجسم ہے مثل ابن تمیہ ظاہری۔ تیسرا کہتا ہے فرشتوں و شیطان کا وجود نہیں حضرت عیسےٰ بغیر باپ کے نہیں پیدا ہوئے۔ قرآن

اعجاز نہین مثل سید احمد خان نیچری - چوتھا کہتا ہے مین مسیح موعود ہون مجھ پر وحی
آتی ہے مثل غلام احمد قادیانی - پانچوان کہتا ہے خالق خیر و شر کا خدا ہے
اُسی کی جانب سے سب نیکیان و بدیان ہوتی ہین تقدیر مین جو لکھدیا گیا ہے وہ
اٹیٹ ہے مثل جوہر مصنف اسرار الہدے - چھٹا کہتا ہے کہ رسول اللہؐ
کا مزار مقدس معاذ اللہ صنم اکبر ہے مکہ و مدینہ پر جہاد واجب اُس کا قتل و قمع
رسول اللہ کا روضہ انور قابل انہدام یعنی نیست و نابود کرنا فرض مثل عبد الوہاب
نجدی - ساتوان کہتا ہے نعوذ باللہ منہا رسول اللہ کا مرتبہ خدا کے روبرو
مثل ایک چمار کے تھا مثل مولوی اسمٰعیل دہلوی - آٹھوان کہتا ہے کان
محمد رسول اللہ یعنے تھے محمد - اب کلمہ مین کان کا لفظ زیادہ کرنا چاہیے مثل مولوی
نذیر حسین دہلوی - غرضکہ جملہ فرقہائے اسلامیہ کے اعتقادات بہ نسبت
خدا اور رسولؐ و قرآن مجید مفصل کتابون مین درج ہین - مشتے نمونہ از خروارے
ہم نے لکھدیا ہے - مگر عبد الوہاب نجدی کا مختصر حال لکھتے ہین - کتاب جواہر الا
یقان اہل سنت سے عبد الوہاب نجدی گوکہ دعوے حنبلی مذہب کا رکھتا مگر حکومت
کے زعم مین بے ادبی و گستاخیان بہ نسبت جناب رسالت مآبؐ و اہل بیت
اطہار و دیگر صلحائے مومنین کی کرنی شروع کر دی اور گستاخی و بے حرمتی
سنہ ۱۲۱۸ حرمین یعنی مکہ و مدینہ و قتل سادات و غارت گری اموال پر کمر باندھی -
ایک لشکر جمع کیا لوگون نے سلطان روم کا نام خطبہ سے نکال کر اسی کے
نام کا خطبہ جاری کر دیا ایک کتاب التوحید تصنیف کر کے اطراف و جوانب مین
مشتہر کیا اہل اسلام جوق جوق بہ قصد جہاد مکہ و مدینہ پر متفق ہو گئے -

سنہ ۱۲۲۱ھ میں سعود نامی اُس کا نائب کعبہ کو روانہ ہوا اور قرن المنازل پر پہنچکر طائف
پہونچا اور ایک جماعت کثیر کو بہ بہانہ ملاقات بلا کر قتل کر ڈالا اور شہر کو
لوٹ لیا بعدہ سیف زنان اور غارت کنان مکہ معظمہ میں آیا اور جو حق غارتگری
و قتل کا تھا خاص بیت اللہ میں کیا تمام شریف سادات کو متہہ تیغ کر کے
مال اسباب جو ملا سب لوٹ لیا۔ مساجد و مقابر و آثار صحابہ منہدم کر ڈالے
وہاں سے مدینہ پہونچا وہاں بھی قتل و غارت کر کے روضہ مقدسہ نبوی ؐ کے
انہدام پر عازم ہوا مگر ایک اژدہائے خونخوار کے نکلنے سے روضہ مقدسہ
کو منہدم نہ کر سکا۔ مدینہ میں اپنا نائب چھوڑ کر پھر مکہ کی طرف لوٹا اور تمام اطراف
ملک حجاز و عراق و نجد میں قتل عام شروع کیا کربلائے معلے کو بھی خوب لوٹا
اور قتل کیا۔ بلفظہٖ۔ ہیچ کافر نکند آنچہ مسلمان کردند۔ و میکنند۔

پس معلوم ہوا کہ یہی اسلام خلفاء ثلثہ نے مشرق سے مغرب تک پھیلایا۔
اور وہ ایجادیں اور تحریفات بیجا قرآن مجید و حدیث نبوی ؐ میں واقع ہوئے
کہ اسلام کا نام ہی نام باقی رہا خدا اور رسول ؐ کے احکام پر نہ ابتدا سے عمل ہوا نہ ہوتا ہے
خدا نے جو رضیت لکم الاسلام دینا فرمایا وہ اور ہی اسلام ہے۔

خدائے قادر کا وعدہ تھا کہ اس رسول خاتم النبیین ؐ کی بعثت کا نجم غیر زوال تا قیام
قیامت مگر ایسے اسلام پر جسکا مختصر ذکر اوپر ہوا نہ خدا کے وعدہ نہ رسول اللہ ؐ کی
بعثت کا اثر ہوا کیونکہ جب ایک ملت ایک دین ایک خدا ایک رسول ؐ پھر
یہ انقلابات عظیم اور صدہا فرقوں کا جدا ہو جانا اور خدا و رسول ؐ کے احکام
صاف صریح میں شاخیں لگانا اور تاویلات لایعنی و توجیہات بے معنی لینے

قیاس سے پیدا کرنا چہ معنی دارد۔ اگر خدا اور رسولؐ کے حکموں کے سیدھے اور معانی
سمجھی و مطالب قبول کیئے جاتے اور جو حکم خدا اور رسولؐ نے دیئے تھے اُن پر پورا
پورا عمل کیا جاتا تو اسلام مین کیون رخنے اور خرابیان پیدا ہوتین مگر نفسانیت
و طمع حطامِ دنیوی سے انسان مجبور ہے۔ اب سنیئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
نے نہ کبھی تلوار اُٹھائی نہ کسی کو مارا صرف جہادِ لسانی کرتے رہے تمام عمر مین
صرف گیارہ یا بارہ یا کچھ زیادہ بہرکیف سو سے کم اُنپر ایمان لائے اور وہ
حضرت جو تھے آسمان پر تشریف لیگئے پھر کیا اُن کی بعثت عبث ہو گئی ہرگز نہین
بلکہ صاحبِ شریعت رسولؐ برحق تھے اُن کے بعد اُن اُمت کی تعداد دیکھو کر اُن کی
جہادِ لسانی نے کیا فوائد بخشے۔ ایسا ہی ہمارے حضرتؐ سید الانبیا خاتم المرسلین
دس گیارہ برس تک اپنے وطن مکہ مین رونق افروز رہے اور لسانی جہاد فرمایا گئے
ایک تعداد کثیر صرف مواعظ و نصائح سنکر مسلمان ہوئے جب مدینہ والون نے
بعد قبول اسلام اپنے مہمان بلایا خدا کی مصلحت یہی ہوئی کہ ہجرت کرین مدینہ مین تشریف
لائے کفار مکہ نے گروہ مسلمانون کی تخریب مین سبقت کی خدا نے حکم جہاد بہ شمشیر دیا
تحفظِ اسلام اور خیر اندیشی قوم کے لیئے آپ کفار سے لڑے بفضل خدا اشاعتِ حال
تھا فتحیاب ہوئے اس بات پر تو سب کو اتفاق ہے کہ ہر قوم و ملت مین بہ نسبت
عام کے خاص ممتاز و برگزیدہ ہوتے ہین چنانچہ اللہ جل شانہ نے خود ہی اتعدادِ قلیل
کی ہے وقلیلاً من عبادی الشکور قرآن مجید مین اور اکثر مقام پر قلیل کی تعریف
فرمائی ہے چنانچہ نقل و عقل اس بات کے شاہد عادل ہین۔ ابتدائے آدم سے
تا امروز عام اور خاص مین تمیز ہوتی آئی ہے۔ رسول اللہؐ کے عہد مین بھی

جو لوگ تصدیق بالقلب واقرار باللسان کرکے ایمان لائے انھین کو مومنین کہا گیا۔

عام کو منافقین کیونکہ قلیلاً من عبادی الشکور خدا کا فرمان ہے۔

پس خاص بہ نسبت عام کے ہمیشہ ہر حال مین تھوڑے رہے ہونگے۔ بعدہ خلافت اول و ثانی و ثالث مین بھی یہی عملدرآمد ہوا کیونکہ اہل سنت افضل البشر بعد رسول اللہ ابوبکر ثم عمر ثم عثمان کہتے ہین ہمیں عشرہ مبشرہ کو انتخاب کرتے ہین باقی عوام۔ شیعہ حضرت علیؑ کو بعد رسول خدا افضل بشر و چند اصحاب مثل ابوذر و عمار و مقداد و سلیمان وغیرہ و عباس و عبد اللہ و فضل وغیرہ بنی ہاشم کو مختص شمار کرتے ہین۔ اب اگر انصاف اور ایمان سے ہم دیکھتے ہین تو حضرت علیؑ کا پلہ بہت ہی بھاری نظر آتا ہے یعنی اون کو خدا کے حکم سے رسول اللہ نے خم غدیر مین باضابطہ خلیفہ و جانشین بنایا جس کی تفصیل و تشریح باب خلافت رسالہ ہذا مین درج ہے۔ ابوبکر صدیق کی نسبت جو حدیثین جوہر صاحب نے لکھین امامت نماز و خلافت کی بابتہ انکی کچھ اصل بنائی گئی نہ اُن کی تعمیل حیات رسول خدا مین ہوئی۔

ہان امام شورہ مین جس کی تصدیق حضرت علیؑ نے بھی کی ہے پس اب دیکھنا چاہئیے شورہ کسطرح کا تھا آیا چند معزز خاص لوگ ایک جگہ جمع ہوئے اور اپنی اپنی رائے ظاہر کین یا عوام کا مجمع ہوا۔ بخاری و مسلم مین جناب عائشہ سے ایک حدیث طولانی شورہ خلافت کی بابتہ لکھی ہے۔ جملہ انصار و مہاجر سقیفہ بنی ساعدہ مین جمع ہوئے انصار کہتے ہم مین سے مہاجر کہتے ہم مین سے امیر ہو۔

ابوبکر عمر ابو عبیدہ جراح بھی پہونچے حضرت عمر غصہ والے تھے بولنے لگے ابوبکر

نے اُن کو روکا خود بولے ہم میں سے امیر ہو تم میں سے وزیر ہو جناب عمر کہتے ہیں میرے
بولنے کی یہہ وجہہ تھی کہ میں نے عمدہ عمدہ الفاظ جو مجھے نہایت درجہ مرغوب تھے انتخاب
کے لیئے سوچے تھے اور اس کا بھی خوف تھا کہ ابوبکر نہ بول سکینگے مگر ابوبکر نے
خوب ہی کلام کیا جناب ابن منذر نے کہا ہم کبھی راضی نہونگے جبتک ایک ہم سے
ایک تم میں سے والی نہ ہو آخر ابوبکر نے کہا کہ عمر خطاب و ابوعبیدہ جراح موجود ہیں
اُنسے بیعت کرو مگر جناب عمر نے کہا یہہ آپ کیا کہتے ہیں آپ ہمارے سردار ہیں ہم سے
بہتر ہیں رسولؐ خدا کے محبوب ہیں ہاتھ بڑھاؤ بلکہ ہاتھ پکڑکر بیعت کرلی ہم سب راضی
ہوگئے ایک شخص بولا تم نے سعد بن عبادہ کو مار ڈالا عمر نے کہا منظور خدا یہی تھا یعنی
وہ بگر ہشت ہوا کہ سعد بن عبادہ پامال ہوگیا اور سخت چوٹ آئی ۔
عمر خطاب کی خواہش اور آرزو پہلے ہی سے عمدہ عمدہ الفاظ خوب خوب جو سوچ کر منتخب
کر رکھے تھے کہنے اور بولنے کے تھے پس معلوم ہوا کہ جب خم غدیر میں حضرت علیؑ کو آپنے
کل مومنین و مومنات کے مولے ہونے کی مبارکباد دی اُسیوقت سے یہہ عمدہ و چیدہ
الفاظ منتخب کر لیئے تھے کہ وقت پر استعمال کرونگا

پس ظاہر ہے کہ جیسا نماز جماعت کی امامت میں جناب عمر نے ابوبکر کو امام بنا
دیا ویسا ہی یہاں بھی مدعی سست گواہ چست جبراً ہاتھ پکڑ کے بیعت کرلی
اور نہ مشورہ ہوا نہ اجماع ۔ عمر خطاب کی یہہ پولیٹکل چال تھی کہ یہہ حضرت تو ۶۰ سالہ
ہو ہی چکے ہیں برس دو برس برائے نام اگو آگے کر لو پھر ہم ہی ہم ہیں چنانچہ ایسا ہی
ہوا بھی کہ ابوبکر کی خلافت میں بھی حضرت مختار عام بلکہ اعلے رکن اسلام رہے
جب وفات ابوبکر کا زمانہ قریب ہوا تو انھوں نے مصداق اس تراجی بلگو ہم

تو ہم احتی بگو۔ نہ شورہ پر خلافت چھوڑی نہ اجماع پر اپنی حیات ہی مین سند
خلافت بنام جناب عمر لکھادی اور یہہ خیال کیا گمان بھی نہ ہوا کہ رسول اللہ نے
تو کسی کو خلیفہ کیا ہی نہین مسلمانون پر انتخاب منحصر کر دیا ہے پھر ہم خلاف فعل
رسول اللہ کیون اپنا آبائی مال سمجھکر سند خلافت و ولیعہدی لکھے دیتے مین
صدقت یا رسول اللہ سچ آپ نے فرمایا کہ بعد میرے دین مین کیا کیا ایجاد
کروگے

اب جناب عمر جو مرنے لگے تو فرمایا کہ مین اگر کسی کو خلیفہ کر جاؤن تو مجھ سے بہتر شخص یعنے
ابوبکر نے ایسا کیا اور نہ کر جاؤن تو مجھ سے افضل تر رسول اللہ نے اُمت کو بے خلیفہ
کے چھوڑا۔ پس آپ نے یہہ دونون طریقے ناپسند کر کے چھہ اصحاب خاص پر جن مین
عثمان بن عفان کے طرفدار زیادہ تھے امر خلافت کو چھوڑا اور ایک ایجاد اپنی جانب
سے زیادہ کی۔ عثمان بن عفان کی بے اعتدالیان خلاف شریعت صحاح و
تواریخ اہل سنت مین مرقوم ہین جن کے باعث سے اُن کی جان عزیز برباد ہوگئے
مگر پہلے ایجاد مروان بن حکم مردود و مطرود رسول خدا و خلفائے ماسبق کو اپنا
وزیر و مشیر و مہمات مالی و ملکی کا مدار المہام بنایا۔ قرآن مروجہ سابق کو جو رسول خدا کے
عہد و ابوبکر و عمر کے زمانہ خلافت مین عملدرآمد ہوا کیا سبکو منگوا کر جلا دیا۔ اور اپنا
جمع کیا ہوا قرآن جاری کر دیا جو اب تک موجود و زیر قرأت ہے۔ یہہ دوسری
ایجاد ہوئی۔ ہمکو اس قرآن مین کمی الفاظ و آیات کا و غیر ترتیب ہونے کا اعتراض
ہے جس سے بقول مخبر صادق کتاب اللہ مین مخالفت پیدا ہوگئی ورنہ منزل من اللہ
ہونے مین شک و شبہہ نہین ہے۔

ان خلافتوں میں حضرت علیؑ و انکا گروہ نا پرسان حالت میں رہا مگر ہمیشہ ورثہ کار آپ
امر بالمعروف و نہی عن المنکر بتلاتے رہے اور حق بات کہنے سے باز نہیں آئے
بہت سی مثالیں کتابوں میں مذکور ہیں چنانچہ عمر خطاب سے آتش مزاج اور
غصہ ور کے عہد میں بھی آپ نے احکام دینی میں اصلاح فرمائی۔ امام احمد و ابو طیبان سے
روایت کرتے ہیں کہ عمر نے ایک زانیہ کو رجم یعنی سزائے شرعی دینے کا حکم دیا لوگ
سزا کے واسطے لیچلے حضرت علیؑ راہ میں ملے حقیقت پوچھی اور فرمایا یہہ مجنونہ مرفوع
القلم ہے اسے سزا نہ ہونی چاہئیے چنانچہ وہ رجم سے بچی اور جناب عمر نے ازراہ انصاف
فرمایا لولا علی لہلک عمر اگر نہوتے علیؑ ہلاک ہوگیا تھا عمر۔ اسیطرح
دوسری روایت ہے ایک حکم شرعی دینے میں عمر خطاب سے غلطی ہوئی حضرت علیؑ نے
تصحیح کی عمر نے کہا اس وقت سے میں پناہ مانگتا ہوں جبکہ علیؑ موجود
نہ ہوں۔

جبکہ عموماً اہل سنت اور خصوصاً جوہر صاحب اپنی نادانی و کج بحثی سے یہہ بہت
بڑا اعتراض اور سوال کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ اسد اللہ الغالب اشجع الناس کفار
کش وغیرہ اگر تھے تو غصب خلافت پر کیوں راضی ہوئے اور بزور ذوالفقار
شرربار خلفاء ثلاثہ سے کیوں نہ خلافت چھین لی نہ کہ ہمیشہ مغلوب و محکوم
رہے۔

اس کا جواب مختصر یہہ ہے کہ قصص الانبیاء و اوصیا اگر دیکھی جاویں تو ظاہر
ہوجائے کہ خدا کی حکمت و مصلحت و حلم و برداشت اپنے بندوں کے اعمال و
افعال قبیحہ پر باوصف قدرت و جبروت و عظمت و قہاری و جباری کے

کس درجہ بڑہی ہوئی ہی ہمو ما کل انبیا کا حال باستثنا ے حضرت سلیمان جنکو
نبوت و بادشاہی جن وانس ملی دیکھا جاتا ہی تو اپنے عہد کے بادشاہان جابر وظالم
سے مغلوب ہی رہنا اور ان کی حکومت مین بسر کرنا ظاہر ہوتا ہی مگر تبلیغ رسالت و
احکام خدا کا پہونچانا جو خدمات وقتاً فوقتاً ان کے سپرد ہوئین ان کی بجا آوری مین
سرِمو فرق نہین کیا کیسے ظلم و شدائد و عذاب و عقاب ظالمون نے
انپر کیئے مگر وہ اپنی رسالت و خدائی یکتائی کی وحدانیت ظاہر کرتے رہے اور بندگان
خدا کو وحدہ لاشریک لہٗ کی پرستش و بندگی کی دعوت عام فرماتے ۔ جن لوگون نے
ان کو رسول اور خدا کو واحد و یکتا مانا وہ خاص مین محسوب ہوئے باقی عام خلقت
کافر کی کافر رہی حضرت داؤد و حضرت موسےٰ وغیرہ بعض پیغمبرون کو جہاد
بحرب و ضرب کا حکم ہوا اس کی بھی تعمیل کی مگر نہ البتہ کہ مغرب سے مشرق تک عالمگیری
کی ہوس مین قتل و قمع کرتے پھرین غرضکہ جہاد بھی محدود اور خاص قوم کے واسطے تھا
اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر نبی کے ساتھ اسکا وصی بھی ضرور ہوتا جو امور نبوت و
رسالت مین اس کے ہمراہ رہکر مدد کرتا جیسا حضرت موسےٰ کے بھائی حضرت
ہارون ۔ اور وہ بھی بحکم خدا انتخاب ہوتا مقبول و برگزیدہ شخص کیونکہ خدائے
قادر مطلق اپنی مخلوق پر تصرف کامل رکھتا ہی اور اپنے بندون کی رہنمائی و ہدایت
و پند نصائح کو ایسے ہی خاص الخاص اشخاص کو منتخب کرتا ہے جو اس زمانہ مین وحید
عصر و یگانہ روزگار ہون اور خدا کے حکمون کی تعمیل مین کامل اور عامل ہمہ صفت
موصوف اور ان کو خدا کی جانب سے ایک دستور العمل ملتا ہے جیسے صحیفہ یا وحی
یا الہام جو چاہیے سمجھ لوجسپر وقتاً فوقتاً عمل کیا جاتا ہے اگر وصی ہوا تو رسول کے ذریعہ

سے بھر کیف خدا کی جانب سب مدارج طے کر دیئے جاتے ہیں حضرت موسےؑ اور ہمارے
حضرتؐ سے مشابہت تام ہے اور خود ہی آنحضرتؐ نے اُمتِ موسوی سے اپنی اُمت
کو مشابہ ہونا فرمایا ہے۔ بعد خطاب نبی بھی آپ نے یہی فرمایا کہ اگر حضرت موسےؑ
زندہ ہوتے تو مجھے چھوڑ کر تم اُن کی پیروی کرتے اس پر خدا کی قسم بھی آپ نے
مزید کی

پس دیکھو حضرت موسےؑ چالیس برس کی عمر میں مبعوث ہوئے فرعونیوں کے
ہاتھ سے کیا کیا اذیت ہی کیسی کیسی مصیبتیں جھیلیں جب معجزہ دکھاتے ساحر و
کاہن وغیرہ الفاظ سے یاد کیئے جاتے ایک عرصہ دراز کے بعد قوم کا چھوٹا سا
گروہ فراہم ہوا اور فرعون سے مقابلہ کرنے کو حکم ملا حضرت جبریل مدد کے
لیئے ساتھ ہوئے حضرت ہارون وصی و شریک فی النبوت قرار پائے دریائے
نیل سے آپ نے عبور کیا فرعون ملعون مع سپاہ و لشکر غرق ہوا۔ آپ نے اپنی اُمت
کو حضرت ہارون اپنے بھائی کے سپرد کر کے کوہ طور پر تشریف لیگئے۔ یہاں ان
سامری مردود نے اور ہی کرشمہ کیا سب کو گئو سالہ پرست کر دیا حضرت
ہارون سمجھاتے رہے ایک نے نہ سنی جب حضرت موسےؑ واپس آئے پھر قوم کو
جمع کیا اور راہ راست پر لائے اپنے بعد یوشع بن نون کو خلیفہ مقرر کیا زوجہ
حضرت موسےؑ نے اُن سے جدال و قتال کیا۔

ہمارے حضرت خاتم النبیینؐ سید المرسلینؐ ہیں سب انبیاؑ کے کمالات آپ کو
ملے۔ اور آپ بھی اسی عمر میں رسالت پر مامور ہوئے سب سے پہلے حضرت
خدیجہؑ اور حضرت علیؑ نے تصدیق رسالت کی کفار قریش قوم و قبیلہ والے مخالف بن

دینی شروع کین اللہ اکبر تبولے بعثت مین جو اذیت مصیبتین آپنے برداشت کین اور جو طعن و تشنیع استہزا ہنسی قہقہہ توہین تذلیل قوم کیجانب سے آپ کی جناب مین ہوئین اُن کے مفصل لکھنے سے روح کانپتی ہے کوئی اونٹ کی اوجھڑی گلے مین ڈالتا ہی کوئی راہ مین کانٹے بچھاتا ہی کوئی کاہن و ساحر و مجنون کہتا ہے کوئی کہتا ہے کوئی ناسزا باتین کہتا ہی یہانتک کہ عقبہ بن معیط مردود ملعون نے حالت نماز مین آپکے گلے مین چادر ڈالکر اس زور سے کھینچا کہ آپ کا گلا گھٹ گیا۔ ابوجہل مردود علانیہ آپ کو برا کہتا ایکروز امیر حمزہ نے سن لیا اور اُسے ایسا سیدھا کیا کہ علانیہ بدگوئی سے باز آیا۔ مگر آنحضرتؐ نے کبھی پروا نکی اور کلمہ حق زبان پر جاری رہا حضرت ابوطالب آپکے چچا جنھون نے بعد وفات جناب عبداللہ پدر بزرگوار آپکو پرورش کیا اور ہر حال مین آپکے ممد و معاون رہے جب یہ حال سنتے سخت صدمہ گزرتا اور حتی الوسع اُن نااہلون سے انتقام لیتے۔

آپکے چند اصحاب مثل حضرت یاسر وغیرہ و انکی زوجہ بکریہ کو کفار نے ہر روز یہہ اذیت دینی شروع کی کہ بطحا کی ریتلی زمین مین گرم ریت پر اُن کو لٹاتے اور پتھرون کی سلین اُن کی چھاتیون پر رکھ دیتے عرصہ تک یہی ظلم و ستم جاری رہا مگر آپ ہر حال مین صابر و شاکر رہتے اور تبلیغ رسالت فرماتے۔

ایک دن آپ تنہا طائف کو تشریف لیگئے اس اُمید پر کہ وہان کے باشندے کلمہ حق سنکر راہ راست پر آوین مگر اُن ناعاقبت اندیشون نے جو مجسم شیطان تھے آپ کو مجنون و دیوانہ کہکر نکالدیا اور دور تک مجنون و دیوانہ کہتے پتھر مارتے پیچھے چلے آئے نعوذ باللہ من ذالک۔ پھر آپ مکہ مین تشریف لائے

ایک روز اپنے قبیلے کے آدمیوں کو جمع کیا اور دعوت کی فرمایا میں خدا کو وحدہ لاشریک ہے اُس کی پرستش کرو بتوں کو چھوڑ دیہ لکڑی و پتھر ہیں اور دیکھوں انمیں سے کون شخص میرا مددگار و جان نثار خدا کے کاموں میں اعانت کرنے والا ہوتا ہے سب لوگ خاموش رہے مگر حضرت علیؓ کو کم عمر تھے مگر اُٹھے اور عرض کی اے رسول اللہ میں آپ پر جان قربان کرونگا آپ کی مدد کرونگا خدا کے کاموں میں میں آپکا شریک ہونگا آنحضرت خوش ہوئے اور فرمایا دیکھو یہ میرا وزیر اور جانشین و خلیفہ ہے۔ سب لوگ ہنسنے لگے کہ ایک چالیس سالہ جوان اور ایک لڑکا چاہتے ہیں کہ تمام جہان میں حکومت کریں غرض وہ لوگ ہنس ہنسا کر منتشر ہوگئے۔

اللہ جل شانہ نے آپکے کلام میں وہ برکت اور عظمت دی تھی کہ لوگ غش غش کرتے اور بجز استہزا وغیرہ کے جواب نہ دیسکتے۔

غرض ایک چھوٹا سا گروہ مسلمانوں کا ہوگیا اور کفار کی آتش غضب روز بروز مشتعل ہونے لگی آپ کو اور آپ کی اصحاب کو سخت ایذا دینے لگے۔ آپ نے بہ سرداری حضرت جعفر ابن ابطالب حقیقی بھائی حضرت علیؓ کے ستر یا اسی اصحاب کو حبش کی جانب ہجرت کرنے کو فرمایا اور وہ گروہ حبش کو گیا وہاں بھی کفار قریش نے پیچھا نہ چھوڑا اور بادشاہ حبش سے درخواست کی کہ ہماری قوم کے کچھ لوگ ہمارے خداؤں سے انحراف کرکے آئے ہیں اُن کو ہمارے سپرد کردو بادشاہ نے حضرت جعفر کو معہ اصحاب کے بلایا اور واقعات پوچھے حضرت جعفر نے خدا کی یکتائی اور وحدانیت اور رسول اللہ کی نبوت و رسالت کی نسبت وہ مدلل تقریر کی کہ

بادشاہ حبش کو بہت پسند آئی اور کفار قریش کو بے نیل مرام اپنے دربار سے نکلوا دیا۔

اکثر محققین اسلام نے اسی کو ہجرت اولے قرار دیا ہے اور قرینہ بھی اسی پر دال ہے۔

یہان بعد اسلام لانے عمر خطاب کے کفار نے وہ شورش اور کاوش کی کہ رسول اللہ کو شعب ابوطالب مین پناہ لینے کی ضرورت ہوئی یعنی گھر بار چھوڑ کر پہاڑ کی کھوہ مین جو اس نام سے مشہور تھا تشریف لیجانا پڑا۔ ابوطالب ایک اور دشمن قوم کی قوم کیا کرین۔ مکہ والون نے خرید و فروخت داد و ستد رسم معاملہ برادری سب ترک کر دی اور ابوطالب سے درخواست کی کہ اپنے بھتیجے کو ہمین دیدو اور ہم مین سے جس کا لڑکا خوبصورت لائق ہنرمند جسے تم پسند کرو لے لو ابوطالب نے فرمایا استغفر اللہ میرے بھتیجے کے مقابل مین تمام جہان پاسنگ ہے۔

پھر ابوطالب کے رعب و داب افہام تفہیم سے صلح ہو گئی مگر کفار ہمیشہ آپ کی تاک مین رہتے اسی عرصہ مین مدینہ والے جو ہر سال مکہ مین آتے جاتے تھے آپکے کلام معجز نظام پر فریفتہ ہو کر اس بات کے آرزومند ہوئے کہ آپ ہمارے یہان تشریف لائین۔

یہان کفار قریش نے جب یہہ قول و قرار سنا تو اور بھی جل مرے ابوجہل مردود و ابوسفیان مطرود نے اوباشون کو جمع کر کے شورہ کیا کہ آج رات کو محمد کا کام تمام کر دو سب لوگ اس بات پر متفق ہو گئے اور صلاح ہوئی کہ ہر قبیلہ سے چند آدمی حملہ کرین تاکہ کوئی خاص قبیلہ قتل کا مجرم نہ تصور ہو۔ آنحضرت کو بذریعہ جبرئیل امین یہہ خبر پہونچی اور حکم ربی صادر ہوا کہ رات کو اپنے فرش مقدس و معلے ہمپایہ عرش پر علی اپنے بھائی کو سلا کر آپ غار مین پوشیدہ ہو جائین اور یہان سے ہجرت فرمائین کیونکہ یہہ مقام خطرناک و آزاردہ ہے۔

آنحضرتؐ نے اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو سلایا اور تشریف لیچلے ابوبکرؓ کو بحکم خدا یا راہ میں ملجانے کے باعث جیسا شیعہ سنی میں جھگڑا ہے ساتھ لیا اور غار ثور میں پوشیدہ ہوکے تین شبانہ روز غار میں رونق افروز رہے ۔ بعدہٗ مدینہ میں نزول اجلال فرمایا ۔

یہ خلاصہ جملہ تواریخ اہل سنت کا ہے جس کا دل چاہے دیکھ لے ۔ چالیس سال کی عمر میں آپ کی بعثت ہے ۔ اور اکیاون سال میں ہجرت پس دس گیارہ برس بعثت آپ مکہ میں رہ کر صرف لسانی جہاد فرمایا کیئے ۔ مدینہ پہونچنے کے بعد بھی جب کفار قریش نے آپ کا پیچھا کیا اور فوج جمع کرکے جدال و قتال پر آمادہ ہوئے تب جہاد کا حکم نافذ ہوا کیونکہ اس وقت اصحاب کی جماعت میں کثرت ہوگئی تھی جس میں بہ نسبت مہاجر کے انصار زیادہ تھے ۔

مگر بعد نفاذ حکم جہاد و کثرت مہاجر و انصار بھی آنحضرتؐ نے حدیبیہ میں جو باوجود زیادتی و سرکشی کفار مکہ کے صلح کی اور جدال و قتال نہ کیا مصلحت سے خالی نہ تھی خلاصہ حال صلح حدیبیہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے بقصد حج بیت اللہ شریف کا کیا اور حدیبیہ تک پہونچکر کفار مکہ مزاحم ہوئے اور آپ کو روکا آخر صلح پر دار و مدار ہوا کفار نے جو شرطیں بے سفید و خاطر خواہ پیش کیں وہ سب منظور کیں جس میں اسلام کا ضعف اور کفار کا غلبہ صریح تھا یہانتک کہ تحریر صلحنامہ میں محمد رسول اللہ کے الفاظ پر بحث ہوئی کفار نے کہا کہ اگر ہم آپ کو رسول اللہ جانتے تو کیوں یہ جھگڑا ہوتا صلحنامہ میں محمد ابن عبد اللہ درج ہونا چاہیئے چونکہ رسول اللہ کا لفظ تحریر ہوچکا تھا آنحضرتؐ نے علیؓ سے فرمایا رسول کا لفظ کاٹ کر ابن عبد اللہ بنادو حضرت علیؓ پاس کمال ادب و ایمان عرض کی کہ

میرے ہاتھ میں یہ قدرت و جرأت نہیں کہ رسول اللہ کے لفظ کو مٹا دوں آنحضرت نے خود اپنے ہاتھ سے لفظ رسول اللہ کاٹ کر ابن عبد اللہ بنا دیا صحیح بخاری میں مفصل واقعہ درج ہے عمر خطاب کا اِس صلح کی بابت یہ کہنا کہ مجھ کو ایسا شک نبوت آنحضرت میں کبھی اور نہیں ہوا جیسا آج۔

دیکھو تاریخ خمیس اور اسد الغابہ اور اصابہ فی معرفت الصحابہ اہل سنت ابن حجر عسقلانی جناب عائشہ سے ناقل ہیں کہ اسلام نے جدائی ڈالدی تھی درمیان زینب دختر رسول خدا اور ابو العاص شوہر اُس کے مگر رسول خدا قادر نہ ہوئے کہ دونوں میں جدائی کر دیں کیونکہ وہ حضرت مکہ میں مغلوب تھے اور حلال و حرام میں فرق نہ کر سکتے تھے لشکر اسلام نے ابو العاص کو گرفتار کیا اور آنحضرت نے رہا کر دیا مگر اِس تفریق پر قادر نہ ہوئے یعنی لا تنکحوا المشرکین پر۔ اور جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا اے عائشہ اگر تیری قوم کا مجھے خوف نہ ہوتا تو میں خانہ کعبہ کو از سر نو تعمیر کرتا۔

دیکھو آنحضرت خوف کی وجہ سے خانہ خدا تعمیر نہ کر سکے ابتدائے بعثت رسول مقبول میں سورہ قل یا ایہا الکافرون نازل ہوا تھا جس کے معنی یہ ہیں نہ ہم تمہارے معبودوں کی پرستش کریں نہ تم ہمارے معبود کی پرستش کرو تم اپنے دین پر رہو ہم اپنے دین پر رہیں۔

جو ہر صاحب نے قول جناب علی مرتضے صفحہ ۲۳ اسرار الہدے میں جو استحکام خلافت ابوبکر میں لکھا ہے ہم اوپر بحث خلافت میں لکھ آئے ہیں کہ آپ نے نہج البلاغت میں فرمایا ہے انہ قال لابد للناس من امام بر او فاجر یعمل فی امرتہ المومن

لیستمع فیہا الکافر ویبلغ فیہا الرّ اجل ویامن فیہا السبل ویوخذ بہ للضعیف

من القوے حتی لیستریح بر ویستراح من فاجر۔

ترجمہ چارہ نہین آدمیون کے واسطے امیر سے نیک ہو یا بد کہ عمل کرے اُس کی حکومت

مین مومن اور بہرہ پاوے اُس مین کافر اور پہونچ جاوے اُس حکومت مین ٹائم

اور مامون ہون اُس حکومت مین راہین اور ضعیف کا حق قوی سے دلایا جاوے اور

آرام پاوے نیک بخت بد بخت سے اور راحت پائی جاوے اُس فاجر سے۔

پس انصاف کی نظر سے دیکھنا چاہیے حضرت علیؑ کو اہل حق شیعہ اثنا عشری خدا نہین

کہتے رسول اللہ نہین کہتے بلکہ بندہ خدا۔

رسول اللہ کے بھائی وصی جانشین خلیفہ لہذا جیسا عموماً کل انبیاے مرسل کا طریقہ

معاشرت دنیا مین رہنے اور لسبر کرنے کا تھا خصوصاً جناب سیدنا محمد رسول اللہ

کا ویسا ہی اُن کے خلیفہ برحق علیؑ ابن ابی طالب کا۔

آنحضرت بھی دنش گیارہ برس تک اپنے وطن مکہ مین کفار اشرار سے مغلوب رہے

اُن کی حکومت مین لسبر کی اُن کی ایذائین سہین مصیبتین جھیلین انواع اقسام کی توہین تذلیل

بدگوئیان گوارا کین ویسا ہی آپ نے پچیس چھبیس برس تک یہ سب صدمے اٹھائے

وہان رسالت تھی یہان خلافت جیسا اُس وقت رسول اللہ کو حکم جدال و قتال

نتھا صبر و شکر ضبط و تحمل برداشت کرنے کی خدا کی جانب سے ہدایت تھی ویسا ہی آپ

کو صبر و سکوت کی رسول اللہ کی طرف سے وصیت۔ جیسا آنحضرت کو تبدریج حکم

جہاد ملا ویسا ہی آپ نے بھی اپنی خلافت حقہ مین نواصب و خوارج بصرہ و شام و

نہروان وغیرہ پر جہاد کیا۔ جیسا رسول اللہ نے اپنے وطن سے ہجرت کی ویسا ہی

آپ نے مدینہ سے کوفہ کو ہجرت کی جیسا آنحضرت باوصف ایذا رسانی کفار کلمہ
حق ادا کرنے اپنے کو رسول اللہ کہنے سے باز نہ آئے ویسا ہی آپ بھی اپنے
استحقاق خلافت علانیہ ظاہر کیے گئے۔ جیسا رسول اللہؐ نے حدیبیہ میں کفار سے
دب کر بقول عمر خطاب مگر نہیں مصلحتاً صلح کر لی اور اپنے نام سے رسول اللہ کا
لفظ خود کاٹ دیا۔ ویسا ہی آپنے ابوبکر سے صلح کر لی۔

اور بقول جناب عائشہ خطبہ میں فرمادیا کہ ابوبکر مستحق خلافت ہیں دیکھو حدیث
بیعت مندرجہ رسالہ ہٰذا جس میں بیعت کا وجود مقصود ہے اور جبکہ اس حدیث
صدیقہ میں بیعت کا نہ کرنا ثابت ہے تو اور حدیثیں بمقابلہ قول صدیقہ مکذوب وضعی
ہیں۔ جیسا جناب رسالت پناہ کے اعوان و انصار روز بروز بڑھتے گئے
ویسا ہی جناب امامت دستگاہ کے یاران جان نثار و سر فروشان و فاشعار
روز بہ ترقی کرتے رہے جنگ جمل و صفین میں بقول ابن الحسن ذہبی مسعودی سنی المذہب
نوے ہزار کا شمار تھا۔ دیکھو تشبیہ ہارونی کا بقیہ جیسا حضرت موسےٰ کے پہاڑ پر جانے
سے اُمت موسوی گمراہ ہوئی سامری ملعون کے اغوا سے ویسا ہی بعد وفات
رسولؐ خدا اُمتِ محمدیؐ راہ حق سے پھر گئی بعض مخرب دین کی ترغیب و تحریص سے
مماثلت یوشع بن نون با حضرت علیؑ صفرا بنت شعیب زوجہ حضرت موسےٰ نے
حضرت یوشع سے جنگ کی یوشع تیس سال تک زندہ رہے۔ ایک بادشاہ
کافر سے صلح کر لی ویسا ہی حضرت علیؑ سے عائشہ زوجہ رسولؐ خدا نے جدال و
قتال کیا۔ آپ بھی اسی عرصہ تک زندہ رہے اور ابوبکر و معاویہ سے صلح مصلحتاً
بہ تقلید رسولؐ خدا کر لی۔ اب اس سے زیادہ صاف و صریح تشبیہات حضرت

ہارون وبوشع کیا ہو سکتے ہیں۔
جیسا آنحضرتؐ کے اصحاب خاص مثل حضرت یاسر وغیرہ کو کفار مکہ نے مار تکلیفین
دین ویسا ہی امامت دستگاہ کے یاران باوفا خلیفہ بلافصل تصدیق کرنے والے
حضرت عمار و ابوذر و مالک اشتر وغیرہ کو خلفائے ثلثہ کی حکومتون مین ایذائین و
سختیان جھیلنی پڑین دیکھو تاریخ اعثم کوفی سنی المذہب عمار یاسر کو خلیفہ ثالث نے
حق کلمہ کہنے پر اپنے غلامون سے پٹوایا اور خود بھی انکے پیٹ و پیٹھ پر اس قدر
لاتین مارین کہ وہ بیہوش ہو گئے اور نماز ظہر ان سے قضا ہو گئی حضرت ابوذر
غفاری شام مین تھے اور حق باتین کہا کرتے معاویہ نے خلیفہ صاحب سے شکایت
کی اس پر حکم ہوا۔ ابوذر کو ایک شتر برہنہ و لاغر پر سوار کرا کے مدینہ روانہ کرو
اور اُس کے ساتھ ایک شخص وحشی و بدمزاج کرسیہ منظر بد صورت کو بھیجو جو
راتدن اونٹ ہانکتا رہے ابوذر کو آرام نہ لینے دے چنانچہ اسی حیثیت سے
ابوذر مدینہ پہونچے شتر کی برہنہ پیٹھ اور کج رفتاری سے زانون کا چمڑا الگ آیا
اور قریب المرگ ہو گئے خلیفہ صاحب کے روبرو لائے گئے خلیفہ نے کلمات
ناملایم کہے ابوذر نے جواب ترکی بترکی دیا خلیفہ نے سزا دینی چاہی حضرت
علیؑ موجود تھے مانع ہوئے خلیفہ نے کہا خاک ہو تیرے منھ مین ای ابن
ابیطالب غرضکہ بڑی بحث و تکرار کے بعد ابوذر کو جلاوطنی کی سزا ملی اور ابوذر
زبدہ کو چلے گئے۔ اسیطرح مالک اشتر کو ولید میخوار حاکم کوفہ کے جھوٹی شکایتون
پر جلاوطن ہونا پڑا۔ خلاصہ یہ کہ حضرت علیؑ کو خلیفہ بلافصل سمجھنے والے خلفا کے
عہد مین مخذول و مغلوب و مصیبت کش رہے جیسا رسول اللہ کہنے والے

گو مین رجیسا آنحضرت کے گلوے مبارک مین عقبہ بن معیط مردود نے چادر کا پھندا
ڈالکر خانہ کعبہ مین کھینچا جس سے حضرت کا گلا گھٹ گیا ویسا ہی حضرت علی کے گلے مین ریسمان
ڈالکر منافقون نے کھینچا مکان جلانے کو آگ و لکڑیان دروازہ پر جمع کین بضعۃ الرسول
کے پہلو پر دروازہ گرا دیا گھر کے اندر جو یاران باسدق و صفا جمع تھے اُن کے قتل پر
آمادہ ہوئے صحیح بخاری دیکھو عمر خطاب ان سب مین پیش رو تھے جیسا آنحضرت اپنی
رسالت و نبوت ظاہر کرنے طائف کو تشریف لیگئے اور شیاطین طائف آپ کو مجنون
و دیوانہ وغیرہ کہکر دور تک توہین و استہزا کرتے پیچھے چلے آئے ویسا ہی حضرت
علی بھی شب کو جناب فاطمہ زہرا کو دراز گوش پر سوار کرکے اپنی خلافت بلا فصل جو خم
غدیر مین ہوئی تھی استحقاقاً ظاہر کرنے کو مہاجر و انصار کے دروازون پر پھرے
اور فرمایا اے نا اہلو کور باطنو منافقوں کی بات بھول گئے اور رسول اللہ
کی وفات ہوتی ہی خدا اور رسول کے حکمون سے انحراف کرتے ہو مین وہی علی
ہون جسکا ہاتھ تھام کر اپنے برابر منبر پر بلند کرکے خم غدیر مین رسول اللہ نے بحکم خدا
فرمایا تھا من کنت مولاہ فعلی مولاہ - اور یہ تمہارے نبی کی نور نظر
لخت جگر فاطمہ بنت رسول اللہ ہین جنکو گمراہان وادی ضلالت و شقاوت ایذا دین
دیتے ہین اُن کا ازقہ چھینتے ہین جو میراث پدری ہے اُن کو اُن کے پدر عالی مقدار نے
بحکم خدا دیا تھا - یہ حسن و حسین رسول اللہ کے فرزند دلبند ہین جو اپنے جد بزرگوار
کے انتقال پر ملال و اپنے باپ و مان کی مصیبتین دیکھکر روتے بلبلاتے ہین
اور کوئی نہین پوچھتا جیسا طائف والون نے آنحضرت کو دیوانہ و مجنون کہا اُس وقت
ان بھی شاید حضرت علی کی نسبت یہ کلمات استعمال ہوئے ہون - مگر جو بر عکس جسے

شیاطین طائف کی سنت ادا کر رہے ہیں (بصورت دلوا لنگان کس میر پساد)
اور بے حفظ پاس ننگ و ناموس کا بھی فقرہ جو پیر صاحب کی ایجاد ہے
خیر میہان تو شب کا پردہ حائل تھا اور مظلومیت کی حالت مگر جنگ جمل میں جناب
عائشہ اونٹ پر سوار روز روشن میں ہزارہا نواصب و خوارج کی صف میں حاضر ہوکر
زبان مبارک سے اقتلو العلی والفاجر کا نعرہ مارتی تھیں - اور معاذ اللہ بروایت
بخاری رسول اللہ کے کاندھے پر چڑھ کر رقاصوں کا ناچ دیکھتیں - وہاں ننگ و ناموس
کا محافظ کون تھا - نعوذ باللہ من ذالک - جیسا آنحضرت نے باوجود ظلم و جور
کفار ننگ و توہین و تذلیل ہوا حالانکہ صدیق اکبر و فاروق اعظم ذوالنورین ایسے مغرب
سے مشرق تک اسلام پھیلانے والے اشد علی الکفار وغیرہ مصاحب
خاص موجود تھے کسی کافر پر تلوار نہ اٹھائی نہ انکی تلوار کسی کافر کے گرد پھری یہانتک
کہ کفار کے خوف سے غار میں پوشیدہ ہوئے ویسا ہی حضرت علیؑ کی بھی تلوار
زمانہ معین تک کسی مرتد و منافق کے گرد نہ پھری اور صبر و شکر جسکا حکم تھا فرماتے
رہے مگر ہاں جیسا رسول اللہ کو بعد عرصہ دراز سرکشی و زیادتی کفار کی وجہ سے
حکم جہاد ملا تو ویسا ہی حضرت علیؑ کو بھی جنگ جمل و صفین و نہروان میں نواصب
خوارج کو فی النار کرنے کا حکم ملا جو اسلام کی تاریخ میں بے نظیر اور عدیم المثال ہے
تاریخ ذہبی مسعودی سنی المذہب دیکھو جنگ جمل میں تیرہ ۱۳ ہزار نواصب و خوارج قتل ہوئے
اور آپ کے ہمراہیان باایمان میں سے صرف پانچ نفر نے شہادت پائی اللہ اکبر
دیکھو حق و باطل میں یہ فرق ہوتا ہے - ایسا ہی رسول اللہ کی حرب و ضرب میں
ہوا ہے کہ اکثر فی ہزار ایک نیفے کافر اگر ہزار جہنم واصل ہوئے تو مومن ایک داخل جنت

جنگ صفین کا حال تاریخ مذکورہ میں دیکھو ستائیس ۲۷ لڑائیاں ہوئیں شامیوں کے
کشتوں کے پشتے اور انبار ہو گئے مگر یہاں وہی معدودے چند نہروان میں
بھی یہی حال ہوا واقعات تاریخی دیکھنے سے لطف آتا ہے۔
پس اب غور سے دیکھو رسول اللہؐ کا دس گیارہ برس مکہ میں اُس طرز و طریقہ سے
رہنا جا وپر مذکور ہوا۔ قل یا ایھا الکافرون کا نازل ہونا۔ بعد علیہ السلام
بھی حدیبیہ میں شرائط کفار کو غلبہ سمجھ کر صلح کرنا اپنا رسولؐ اللہ نہ لکھنا بلکہ اس لفظ
کو خود محو کر دینا۔ غار میں پوشیدہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔ لیجٔہ حضرت علیؑ کا یہ فرمانا
کہ انسان کو چارہ نہیں امیر سے نیک ہو یا بد مومن کو اُس کی حکومت میں بسر کرنا
چاہیئے۔ پھر اب کیا اعتراض باقی رہا جیسا خدا نے اور اُس کے رسولؐ نے
کیا بعینہ وہی حضرت علیؑ نے اگر خدائے قادر مطلق کفار مکہ کا تختہ مثل قوم لوطؑ الٹ
دیتا۔ رسولؐ اللہ ابوجہل و ابوسفیان کی سرداری بزور شمشیر چھین لیتے اور خود امیر
مکہ بنجاتے شروع ہی سے جہاد شروع کر دیتے تو حضرت علیؑ بھی سب ہی کچھ
کر دکھاتے مگر یہاں تو اطاعت خدا و رسولؐ کا طوق گران گلوگیر تھا کیونکر خلاف
حکم دم مارتے۔ اگر کوئی کہے ابوبکر وغیرہ کی بیعت کی اُن کی اطاعت میں رہے
شورہ خلافت میں شریک رہے اُن کے پیچھے نماز پڑھا کئے۔ ہم کہتے ہیں بیعت
کرنا بقول عائشہ صدیقہ سے ثابت نہیں۔ خلافت میں نہ شریک ہونا خط معاویہ
بنام محمد ابی بکر سے ثابت ہے (علیؑ کو امر خلافت میں اُنھوں نے یعنی ابوبکر و عمر
نے اپنا شریک نہ کیا اپنی باتوں کی اُن کو خبر نہ دی) نماز کا پڑھنا بھی تحقیق نہیں
ہو فرضا اگر بقول اہل سنت رسولؐ اللہ نے عبد الرحمن بن عوف کے پیچھے نماز

پڑہی ویسا ہی حضرت علیؑ نے بھی پڑہ لی ہوگی۔ اور جب مسئلہ حضرات شیعہ اعادہ کر لیا ہوگا اطاعت خدا و رسولؐ مین تہی نہ خلفا کی اطاعت کیسی وہ انہی خلافت مین مصروف ہم اپنے گہر قرآن جمع کرنے مین دیکہو خلفا کے عہد مین صد ہا لڑائیان ہوئی ہونگی کسی مین بھی حضرت علیؑ شریک ہوئے ہرگز نہین۔ پس جیسا اور لیسا وخود رسول اللہؐ غیرون کی حکومتون مین بسر کرتے رہے ویسا ہی آپ بھی غرضکہ جیسا رسول اللہ کو حالت قیام مکہ و صلح حدیبیہ وغیرہ مین حکم تہا ویسا ہی حضرت علیؑ کو سمجھ لینا چاہیے سر مو فرق نہین ہے۔

اب سنیے اسلام برائے نام ہو بعد انتقال جناب رسولؐ خدا خلفائے ثلثہ نے جاری کیا اور ابتک کثرت کے ساتھ باقی ہے اگر نظر انصاف سے دیکھا جاوے تو ایمان حقیقی کے ساتھ ہرگز مناسبت نہین رکھتا جس سے تصدیق بالقلب واقرار باللسان کہتے ہین کیونکہ جب کتاب اللہ مین مخالفت و طریقہ رسول اللہؐ مین منافقت بقول مخبر صادق پیدا ہو گئی تو اُن کی تبعیت و بجا آوری احکام مین بُعد المشرقین کا فاصلہ رہا اور جبکہ اسلام حقیقی مین طرح طرح کی ایجادین اور اختراعات جب تصدیق رسول اللہؐ کی گئی تو وہ اسلام کہا جو رسولؐ خدا کے عہد مبارک مین تہا لیس ظاہر ہے کہ اسلام حقیقی جس سے خدا اور رسولؐ کی اطاعت مشتق ہے ہرگز نہ رہا ہان سیرت شیخین وسنت جماعت یعنی جن امور پر عام نے اجماع و اتفاق کر لیا ہے وہی سنت واجب التعمیل قرار پا گئی خدا و رسولؐ کے حکمون کی ضرورت نہ رہی۔ دیکھو بعد وفات عمر خطاب حضرت علیؑ اور عثمان خلافت کے لیئے جب منتخب کیئے گئے تو پہلا سوال اُن سے یہی ہوا کہ سیرت شیخین پر عملدرآمد کرنا ہوگا حضرت علیؑ

نے انکار کیا وہ محروم رہے - عثمان بن عفان نے اقرار کیا اُن کو منصب خلافت
مل گیا - دیکھو صحیح بخاری و تاریخ اہل سنت - جملہ بنی ہاشم نے بیعت
نہ کی اور علیحدہ رہے -

پس ابتداء سے جو اسلام کی بنیاد بگڑی یعنی جس کی لاٹھی اُس کی بھینس ابتک
نہ سنبھلی - جس نے کچھ دنیا کے شعبدے و کرشمے دکھائے لقمہ تر کی چاٹ
دی ہزاروں لاکھوں شہد کی سی مکھی ٹوٹ پڑے نہ خانہ خدا کو چھوڑا نہ مدینہ رسول
کو کتاب اللہ میں مخالفت طریقہ رسول اللہ میں مفاسد عظیم ہو ہی چکے تھے -

پھر اب کیا خوف تھا اسلام کے پردہ میں ہر مجدد و مقلد خود رائے و قیاس کو س
لمن الملک بجانے لگا اور اسلام کو جس طریقہ پر چاہا دم گھسیٹا ہزار منہ ہزار باتیں
بیچارا اسلام عجب کش مکش میں پڑا ہے کس کی سنے اور کس کی مانے جس نے
علم خلافت و امامت بلند کیا اُسکے سایہ میں موجود - گزشتہ انقلابات کو جانے
دو اسی زمانہ کے اسلام پر غور کرو - ہندوستان ہی میں اسلام کی کیا کیفیت
ہے - شیعہ اہل حق کو اِس اسلام کو دور ہی سے سلام کرتے ہیں اہل سنت
میں باہم خلفشار جو ہو رہا ہے تماشے کے لائق ہے -

جس کا کچھ مختصر سا ذکر اوپر اِس رسالہ کے کیا گیا ہے اور لطف یہہ ہے کہ ہر
فرقہ اپنے کو ناجی اوروں کو ناری بناتا ہے اور رسول خدا کی حدیث بھی
صرف ایک فرقے کے ناجی ہونے کی مصدق ہے پس اِس حساب سے بھی بجز فرقہ
مخصوص کے کل فرقہائے اسلامی ناری ہونگے اور اسلام بدتر از کفر سمجھا جائیگا
اب دیکھو ناجی ہونے کی بھی تخصیص خاص ہے پر قرار باقی نہ عام پر اور وہ

اسلام جو مشرق سے مغرب تک پھیلا محض بے کار و بے سود رہا۔ نہ گھر کا نہ گھاٹ کا
انصاف اور ایمان ہے اگر دیکھا جاوے تو یہ انقلابات و مفاسد و مخالفت
و منافقت اسلام میں جو ظاہر ہوئے اُن کی بنیاد ابتدائی صرف حب جاہ و مناصب
دنیاوی تھے جس نے خدا و رسولؐ کے احکام صاف و صریح سے روگردان
کر کے اختراعات و ایجادوں پر آمادہ کیا۔ آیات بینات میں تاویلیں عجب
توجیہیں رکیک الفاظ کے معنوں میں اُلٹ پھیر زیر زبر پیش اعراب کے زور سے
اپنے خاطر خواہ معنے نکال لینا غرضکہ کیا کچھ نہیں ہوا۔ دیکھو ایک مختصر آیہ کریمہ
وضو کا ہے۔ (فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا
برؤسکم وارجلکم الی الکعبین۔ صاف معنے یہ ہیں۔ غسل دو اپنے منہ
کو اور ہاتھونکو کہنی تک اور مسح کرو اپنے سر کو اور پیرون کو ہڈیون کے جوڑ
تک۔ پس اس ارجلکم پر وہ چڑہائی ہوئی ——— او زیر زبر پیش کے زور سے
وہ تاویلیں اور توجیہیں نکالی گئیں کہ پیرون کو دہونا جز قایم کر دیا گیا ہزارون دلیلیں
لاکھون توجیہیں بنائی گئیں حالانکہ دہونا منہہ اور ہاتھونکا اور مسح کرنا سر اور
پیرونکا بالکل علحدہ ہے نہ سیاق نہ ربط نہ ضبط مگر وہی مرغے کی ایک
ٹانگ۔

رسول اللہؐ کے عہد مبارک میں اعراب زیر زبر پیش کہاں تہا سب لوگ سیدہی طرح سے
پڑہتے پڑہاتے رہے نہ اختلاف ہوا نہ بحث اور جب قرأت میں کسی کو شبہہ
ہوا آنحضرت نے اصلاح فرمائی۔ اسی طرح عملدرآمد مدت تک ہوتا رہا۔ یہ تو
ظاہر ہے کہ وقتاً فوقتاً جو سورہ و آیت نازل ہوئی وہ تحریر کی گئی لوگ پڑہتے

پڑہاتے رہے ہاں جمع ہوکر مجلد نہ کیا تھا۔ متفرق تھا۔
دیکھو حدیث ترمذی اسلام عمر خطاب ابن سعد اور ابو العلے اور حاکم اور بیہقی انس سے روایت کرتے ہین۔ عمر خطاب بارادہ قتل رسول اللہ تلوار کمر سے نکال کر گھر سے باہر نکلے راہ مین بنی زہرہ مین سے ایک مرد ملا اور پوچھا کہان جاتے ہو عمر نے کہا محمد کو قتل کرنا چاہتا ہون اُس نے کہا بنی ہاشم سے کیونکر امن ملے گا عمر نے کہا شاید تو بھی بے دین ہو گیا وہ بولا اس سے زیادہ تعجب کی بات تم کو سناؤن تم کو خبر نہین تمہاری بہن اور بہنوئی دونون بے دین ہو گئے۔ عمر یہ سنکر اپنی بہن کے گھر آئے اُسوقت ایک انصاری خباب بن الارت سورہ طٰہٰ پڑہ رہے تھے عمر کی آہٹ پاکر خاموش ہو رہے اور کسی گوشہ مین چھپ گئے۔ عمر نے بہن اور بہنوئی سے پوچھا یہ نرم آواز کس کی تھی دونون نے کہا آپس مین باتین کر رہے تھے۔ عمر نے کہا تم دونون بے دین ہو گئے ہو۔ بہنوئی نے کلمہ حق کہا عمر نے اُسے زمین پر پٹک کر خوب مارا بہن چھڑانے آئی اُسے بھی ایک طمانچہ رسید کیا تب اُس نے غصہ مین آکر کہا کہ خدا وحدہ لاشریک ہے اور محمد اُس کے رسول۔ عمر نے کہا وہ صحیفہ جو تم پڑہ رہے تھے مجھے دکھاؤ۔ بہن نے کہا تو ناپاک ہے ایسی کتاب بجز پاک لوگون کے دوسرا نہین چھو سکتا۔ جا غسل کر۔ عمر نے غسل کیا بہن نے صحیفہ دیا پڑھنے لگے اور معقول ہو کر آنحضرت کی خدمت مین آکر مسلمان ہو گئے۔

پس ثابت ہو گیا کہ ابتدائے بعثت سے قرآن کا لکھا جانا شروع ہو گیا تھا اور مسلمان دیکھ کر پڑہا کرتے تھے۔ حضرت علی نے قرآن مرتب جمع کیا اور پیش کر کے چاہا مسلمان لوگ اسے استعمال کرین مگر پسند نہ ہوا انکی نسبت حضرت رسول خدا کی حدیث مقبولہ فریقین

موجود تھی (قرآن علیؑ کے ساتھ اور علیؑ قرآن کے ساتھ) پس آپ سے زیادہ قرآن کے رموز و نکات و معنی و مطالب کو کون جان سکتا ہے۔ رسول خدا کی پیشین گوئی پوری ہونی چاہئے سو ہوئی یعنی کتاب اللہ میں مخالفت پیدا ہو گئی اور جب کہ مثل خلافت کے عام کا رجحان اس قرآن مروجہ پر ہو گیا تو پھر کوئی کوشش مفید و کارگر نہ ہوئی ہاں جو لوگ مصدق حکم خدا و رسولؐ تھے یا اب ہیں وہ مخالفت و منافقت سے دور رہکر آیات بینات کے معنی و مقاصد شان نزول صاف اور سیدھے طریقہ پر سمجھتے ہیں نہ تاویل کرتے ہیں نہ توجیہ نہ وہم نہ قیاس۔

قرآن موجودہ بیشک منزل من اللہ ہے کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہے۔

بعض محقق علمائے حضرات شیعہ نے جو کمی الفاظ ہونا کتب اہل سنت سے ثابت کیا ہے وہ بہت صحیح ہے کیونکہ مثل عبداللہ بن مسعود وغیرہ صحابی آنحضرت نے قبول کیا ہے کہ عہد مبارک رسول اللہ میں ہم اسی طرح پڑھتے تھے جیسا آیہ کریمہ یا ایہا الرسول بلغ۔ میں ملا کاشانی کی تفسیر سے ان علیا مولی المومنین ۔ امام فخر الدین رازی نے بہ نقل سیوطی بیان کیا ہے کہ ابن مسعود سورہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کو داخل قرآن نہ جانتے تھے یہ روایت اکثر کتب اہل سنت میں مذکور ہے امام رازی کہتے ہیں کہ اس سے لازم آتا ہے یا قرآن صحابہ کے زمانہ میں متواتر نہ ہو یا ان صحابیوں کو کافر قرار دیں کیونکہ منکر حرف واحد قرآن کا فر ہے اور دونوں صورتوں میں بدیہی فساد لازم آتا ہے پس دیکھو ابن مسعود کیسے صحابی ہیں ان کے بیان کی کہاں تک وقعت رہی کہ فخر رازی سا امام اہل سنت ان کے رد قول میں فساد ظاہر کرتا ہے اور بعض آیات بھی تسلیم کرتا ہے پس اہل سنت ہی کے یہاں کمی و بیشی

قرآن میں جھگڑا ہے۔
بہرکیف مبنی الفاظ پر علمائے شیعہ نے رائے نہیں دی بس جو کچھ موجود رہا اور ہے
واجب التسلیم و تعمیل۔ ہمکو نہایت تعجب ہے کہ جو قرآن عہد خلافت اول میں زید بن ثابت
صحابی نے بحکم خلیفہ اول جمع کر کے مجلد کیا اور زمانہ خلافت ثانی تک استعمال آمد
ہوا وہ کیوں غیر مفید و بیکار تصور ہوا اور تمام جلدیں اطراف و جوانب سے طلب ہو کر
جلادی گئیں۔ مروان کی وزارت میں یہ قرآن بطرز جدید جمع کیا گیا جس کی ترتیب
شان نزول میں فرق رہا آیات مکی و مدنی کا کچھ خیال نہ کیا۔ اگر خدا نے لوح محفوظ پر وعدہ
حفاظت کیا تھا تو یہ حفاظت کیسی عہد رسول اللہ سے زمانہ خلافت ثانی تک جو قرآن رائج اوقات
و در خزن دین و دنیا تھا وہ کیوں غلط سمجھا گیا اگر صحیح تھا تو کیوں جلایا گیا۔ اصل بات یہ ہے
کہ مخبر صادق کا قول کیونکر نہ صادق ہو مخالفت کتاب اللہ کا بانی و موجد مروان مطرود
وزیر اعظم خلیفہ ثالث کو فرمایا تھا وہی ہوا بیچارے خلیفہ ثالث پر یہ دھبہ تا قیام
قیامت باقی رہا اور انھیں کے نامہ اعمال میں قرآن سوزی لکھی گئی اگر براہ نادانی
یہ اعتراض کیا جاوے کہ حضرت علیؑ نے اپنی خلافت میں اپنا قرآن جمع کیا ہوا کیوں نہ
جاری کیا اور مخالفت کتاب اللہ کو نہ مٹایا۔ جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض معاذ اللہ
رسول خدا پر بھی ہو سکتا ہے۔ آنحضرت نے قرآن کو جمع کیوں نہ کیا اور کیوں اسطرح چھوڑ
گئے کہ ہر خلافت میں بطرز جدید جمع کرنے کی نوبت پہونچی اور مخالفت پیدا ہو گئی۔
مگر نہیں آنحضرت۔ قرآن جسطرح نازل ہوتا رہا کاتب وحی سے لکھوا دیا کرتے جمع کر کے
مجلد کرنے کی ضرورت نہ سمجھی کیونکہ خود ہی قرآن ناطق تھے مگر ہاں یہ ضرور فرما دیا
کہ کتاب اللہ میں مخالفت اور طریقہ رسول خدا میں پیدا کرنے والا فلان مردود و مطرود

ہے اُس سے ہوشیار رہنا اُس کے مکر و فریب میں نہ آنا دین میں ایجادیں نہ کرنا مگر بجز خاص قدسی صفات کے عام نے نہ سنا اور وہی ہوا جو آنحضرتؐ نے فرما دیا تھا۔

حضرت علیؑ کو اتنی فرصت ہی کہاں ملی کہ اپنا قرآن جاری کرتے ادہر خلافت ظاہری کی بسم اللہ ہوئی اُدہر جناب عائشہ بصرہ میں آکودین اور علم بغاوت و مخالفت بلند کر کے جدال و قتال پر آمادہ ہوئیں مجبور اُنکا شر دور کرنا ضرور ہوا آپ اُس طرف متوجہ ہوگئے اور بڑا بھڑا اُنکا قصہ تمام کیا تھا کہ معاویہ شامی مدعی خلافت ہو کر صفین میں صف آرا ہوا اُس سے بہتر لڑائیاں پے درپے ہوئیں۔ دیکھو تاریخ ذہبی مسعودی ابن اعثم حضرت علیؑ نے قبل شروع ہونے لڑائی کے معاویہ کو پیغام بھیجا کہ میں نے کلام اللہ سے تم پر حجت ختم کی اور کتاب اللہ سے دعوت کی اور میں نے تمہارے لیئے صاف رستہ چھوڑ دیا بتحقیق اللہ مکاروں کو نہیں ہدایت کرتا۔ شامیوں نے ایک نہ سنی اور جنگ پر تل گئے عمار یاسر صاحب خاص رسولؐ خدا و علیؑ مرتضیٰ صف جنگ میں پہونچکر للکارے اے آدمیو کوئی خدا کی طرف چلنے والا ہے جو بڑا مرتبہ پاوے خدا کی قسم ہم قرآن کی تاویل پر تم سے لڑینگے جیسا کہ اُس کے نزول پر لڑے ہم نے تم کو پہلے قرآن کی حقیقت پر مار مار کر مقر بنایا آج ہم اُس کی تاویل کا اقرار مار مار کر تم سے لیتے ہیں تاکہ حق جاری ہو۔ جب معاویہ مغلوب ہوا اور جنگ سے مجبور تو پانچسو قرآن نیزوں میں باندہ کر بلند کیئے اور براہ فریب ہمراہیان حضرت علیؑ میں تفرقہ ڈالدیا چنانچہ اشعث بن قیس وغیرہ نے کہا کہ ہم تو کتاب خدا قبول کرتے ہیں اُس سے نہیں پھرتے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا زوف ہو تم پر اُنھوں نے یہ قرآن اس لیئے نہیں اُٹھائے

کر دو اُن کو جانتے اور مانتے ہیں فقط مکر و فریب و جعلسازی سے مصحف قرآن
نیزوں پر بلند کیے ہیں اور میں اسی واسطے تو ان سے لڑتا ہوں کہ وہ قرآن کا حکم مانیں
انھوں نے تو اللہ کی نافرمانی کی اور قرآن کو پیچھے چھوڑ دیا۔ میں قرآن ناطق
ہوں میرا کہنا مانو اور سچ پر قایم رہو میں خوب جانتا ہوں معاویہ اور عمرو عاص اور پسر ابی معیط
حبیب بن مسلمہ و بنی تابعہ وغیرہ دیندار اور قرآن کے عامل نہیں ہیں اور میں اُن کو
خوب پہچانتا ہوں اور اُنکے چھوٹے بڑوں کو جانتا ہوں کہ نہایت بدترین اطفال و
مردان ہیں۔

آخر اس قرآن کی ضمانت وکفالت پر معاویہ نے جو عہد وفا کیا وہ ظاہر ہے
دیکھو کارروائی عمرو عاص والو موسیٰ اشعری ؎

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے دام تزویر مکن چون دگران قرآن را

بعد خوارج نہروان کو بزور ذوالفقار شرربار فی النار کیا اور کوفہ میں واپس تشریف
لا کر جام شہادت نوش فرمایا۔ پس قرآن کا رایج کرنا ایسے انقلابات عظیم میں کیونکر ممکن
تھا اور اگر فرصت بھی ملتی تب بھی بتدریج اسی قرآن مروجہ کو مکمل فرما دیتے اور جو اختلافات
و منافقت معنی و مطالب و مقاصد میں ہوئے ہیں اُن کو دور کر دیتے۔ نہ یہ کہ تمام دیار
و امصار سے جلدیں قرآن کی منگا کر جلا دیتے نعوذ باللہ منھا پس جیسا جناب رسول
خدا باوجود خواہش دلی و عزم قلبی خوف قوم عایشہ سے خانہ خدا کی تعمیر نہ کر سکے
ویسا ہی حضرت علی ع اپنا جمع کیا ہوا قرآن نہ جاری کر سکے دیکھو کیسی مناسبت
نکلی ہے۔

اب حدیثوں کا طومار وانبار دیکھو نہ حصر ہے نہ انتہا ہر فرقہ اسلامی ان حدیثوں سے اپنا

مطلب نکال لیتا ہے اور ہر ایک جدا مذہب قایم کرتا ہے قریب آدھی فرقے کے نوشہ ہوگئے ہین خبر نہین اور کس قدر ہونگے اور انھین حدیثون کے وسائل و ذرائع سے ہزار دو ہزار اور مذاہب قرب قیامت تک ظاہر ہو جاوینگے۔ حدیثین کیا ہین ایک بڑے دوا فروش کی دوکان کی دوائین ہین جو ہر مرض کے لیئے مل سکتی ہین خود علماء اہل سنت نے اقرار کر لیا ہے کہ لاکھون حدیثین مصنوعی و موضوعات ہین اہل سنت کی مسند ابو حنیفہ خوارزمی مین لکھا ہے کہ کہا یحیٰی بن معین نے کہ واقدی نے بیس ہزار حدیثین بنائین اور رسول خدا کی طرف ان کی نسبت کی شافعی نے کہا کہ واقدی کی کتابین سراسر کذب و لغو ہین۔ انھین واقدی صاحب کو امیر المومنین فی الحدیث کا لقب ملا ہے پس اہل سنت کے ایک عالم کا یہہ حال ہے کہ بیس ہزار حدیثین بنا کر رسول خدا پر تہمت لگائی اور وہ حدیثین مشہور اور شائع ہوں تو کیا ٹھکانا۔ ابو جعفر اسکافی نے بجواب حافظ عثمانی کیا خوب تقریر کی ہے یہہ سب جانتے ہین دولت و سلطنت انھین کے موافق ہوتی ہے جو ارباب سلطنت کے ہم آواز ہون اور قدر و منزلت انھین علماء و شیوخ کی ہوتی تھی جو فضائل ابو بکر بیان کرتے بنی اُمیہ کی اسباب میں کس قدر تاکید و سختی ہے کہ بدون اس کے کسی طرح دنیا سے تمتع ممکن نہین پس محدثین نے کوئی دقیقہ ایسی روایات کے بنانے مین اٹھا نہ رکھا اور چونکہ یہہ امر بدون اخفاے مناقب علیؑ ابن ابیطالب ممکن نہ تھا ہر طرح در پے ہوئے کہ ذکر علی و اولاد علیؑ کو محو کرین اور ان کے فضائل و مناقب و سوابق کو مٹائین چنانچہ اسی لئے سب کو برانگیختہ کیا کہ آنحضرت کو سب و شتم کرین اور فقیہ و محدث و قاضی و متکلم سب سب لوگون کو عقوبت سلطانی سے ڈراتے ہین کہ ان کے فضائل نہ بیان کرین

خدشین حضرت علی کا ذکر ہی نہیں کرتے نہ نام لے سکتے ہیں اور اہل مذاہب جس قدر ہیں وہ سب اسی بات پر تلے بیٹھے ہیں کہ فضائل و مناقب اہل بیت اطہار باطل کردیں تاویلات بعیدہ اور حیلہ و مکر سے کام لیں ۔ خارجی ہوں یا ناصبی عثمانی ہوں یا معتزلی یا جو فرقے ان فرقوں سے نکلے سب کی یہی خواہش ہے کہ فضائل اہل بیت کو مخفی کریں ۔ زمانہ معاویہ و یزید سے مابعد سلاطین بنی امیہ تک جو اسی حال تک رہا کوئی دقیقہ سب و شتم لعن و تبرا کا اٹھا نہ رکھا اور یہ امر ظاہر ہے کہ سلاطین و ملوک کوئی دین و مذہب یا بدعت جاری کرتے ہیں تو اپنی رعایا کو اس کی تعمیل پر ایسے مجبور کرتے ہیں کہ اس دین و مذہب کے سوا دوسرے سے واقف تک نہیں ہوں دیکھو حجاج بن یوسف نے جو خال عبد الملک بن مروان تھا علاوہ ان ظلم و ستم کے جو اہل بیت اطہار پر خانہ خدا و مدینہ رسول میں کیے لوگوں کو اس بات پر مجبور کیا کہ قرآن کو بقراءت عثمان پڑھیں اور قراءت ابن مسعود و ابی بن کعب کو ترک کریں جو رسول خدا کے عہد مبارک سے جاری و ساری تھی بیس برس تک سلطنت رہی مگر اس کی زندگی ہی میں تمام ملک عراق قراءت عثمانی پر متفق ہو گیا اگر ابن مسعود و ابی بن کعب کی قراءت پر کوئی پڑھتا تو اسے وہ لوگ قرآن ہی نہ سمجھتے بلکہ موضوعات سے خیال کرتے ۔

وضع حدیث کے مرض میں ایک بڑی جماعت مبتلا ہو گئی جن کے مقاصد و مطالب جداگانہ تھے بعض ان میں زنادقہ تھے مثل مغیرہ بن سعد کوفی و محمد بن سعید شامی جنہوں نے صرف شک پیدا کرنے کی غرض سے حدیثیں بنائیں ۔ ابو العیناء خود مقر ہے کہ ہم نے اور جاحظ نے حدیث فدک بنائی اور شیوخ بغداد کے روبرو پیش کی سب نے

قبول کریں مگر ابن شیبہ ہلالی نے کہ وہ جان گیا کہ اہل حدیث آنحضرت سے مدینہ میں بیٹھے بے ربط ہے سلیمن بن حرب کہتا ہے کہ ایک شیخ مجہول الاسم کی خدمت میں گیا دیکھا وہ رو رہا ہے وجہہ پوچھی اُس نے بیان کیا کہ چارسو حدیثیں وضع کرکے کتاب میں داخل کردیں اب کیا کروں اکثروں نے صرف ورد دین وتحفظ قرآن مجید کے لیئے حدیثیں بنائیں تاکہ لوگ فضائل اعمال کیطرف رغبت کریں مثل ابی عصمہ ونوح بن مریم مروزی ومحمد بن عکاشہ کرمانی واحمد بن عبداللہ جویباری وغیرہ چنانچہ کسی نے ابی عصمہ سے پوچھا کہ تم اس قدر حدیثیں ہر سورہ کی فضیلت میں ابن عباس سے بذریعہ عکرمہ روایت کرتے ہو مگر شاگردان عکرمہ ایسے واقف نہیں ہیں تو ابی عصمہ نے کہا کیا کروں میں نے دیکھا کہ لوگ فقہ ابو حنیفہ ومغازی ابن اسحاق میں مشغول ہیں اور قرآن سے بالکل روگرداں ہورہے ہیں اسلیئے میں نے قربۃً الی اللہ یہہ احادیث وضع کیں۔ بہرکیف جب واضعین حدیث کی یہہ کثرت اور اُن کے مقاصد کی یہہ حالت ہو سلطنت کا وہ تقاضا ہو مذہب کے وہ اغراض تو ایسی صورت میں مدح خلفائے ثلثہ اور توہین حضرت علی واہل بیت اطہار میں موضوعات کا بننا اور مشہور ہونا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

مگر ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ نور خدا ہمیشہ غالب ہوتا رہا اور حضرت علیؑ واہل بیت اطہار کے فضائل ومناقب بڑھتے رہے اور اُن کے اعوان وانصار جن کو جناب رسول خداؐ نے بلقب مکرم ومعظم شیعان علیؑ مخاطب فرمایا ہے ابتداء سے علیحدہ اور ان انقلابات اسلامی سے دور رہکر اطاعت خدا ورسولؐ وخلیفہ برحق میں ثابت قدم وراسخ دم رہے۔ مگر وہ ہی قلیل مِنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْر۔

دیکھو ازالۃ الخفا در روایت بخاری جب خلیفہ دوم عمر خطاب پر ابولولو وار کاری لگا
تو عبد اللہ ابن عباس سے خلیفہ صاحب نے کہا کہ کیا یہ امر تم لوگوں کے مشورہ سے ہوا
اور جب وقت موت اضطراب و قلق و بے چینی شروع کی تو ابن عباس نے تسکین
دی کہ تم صحبت رسول خدا و ابوبکر میں رہے چنین و چنان اسپر آپ بولے کہ جو کچھ ہمکو
خوف و الم ہے وہ سب بدولت تمہارے و تمہارے اصحاب کے ہے ۔ پس ثابت
ہوا کہ بنی ہاشم و اُن کے یاران با صدق و صفا ہمیشہ الگ رہے ۔ اور حضرت علی کو خلیفہ
برحق بلا فصل سمجھا کئے ہر ایک عہد ہر ایک سلطنت میں شیعان علی کی کثرت و جمعیت
علی الاعلان ہوتی رہی اور بہ نسبت عام کے خاص لوگ خدا کے نزدیک عزیز اور
برگزیدہ تھے حسب قاعدہ کلیہ ابتدائے آدم تا ایندم ۔ دیکھو معرکہ کربلا میں بالاکھ
ناشناسیان ناہنجار کے مقابلہ میں صرف بہتر نفر مقبول بارگاہ ایزد جل و علیٰ قربان ہوئے مگر
بعد انتقام خون شہیدان راہ خدا کے لئے لاکھوں حق پرست کامل الایمان ظاہر ہو گئے
بنی امیہ کے ظلم و جور تخریب خانہ خدا و رسول بیعت عبودیت کے زمانہ میں خدا کی شان
اُس کا فضل شامل حال تھا خود یزید علیہ اللعن نے حضرت زین العابدین علیہ السلام کو پیغام
بھیجا کہ آپ اس فتنہ و فساد سے علیحدہ ہو جائیں چنانچہ آپ معہ اہل بیت و اصحاب
خاص مدینہ سے نکلکر ایک دیہہ میں سکونت پذیر ہوئے ۔ مدینہ میں جو ہونا تھا ہو گیا ۔
اسیطرح ہر زمانہ میں آئمہ معصومین علیہم السلام و اُنکے شیعہ با ایمان و ایقان وہی قلیلاً
من عبادی الشکور موجود رہ کر نور ہدایت سے اسلام حقیقی کو چمکاتے رہے اور خدا
کی وحدانیت رسول اللہ کی رسالت وصی رسول کی بلا فصل خلافت پر منافقین امت
کو رغبت دلاتے رہے تا اینکہ آج کروڑوں قدسی الانفاس خدا کے نام لیوا رسول اللہ

سے کہنے والے بہشت کے جنت نہ بخشنے والے خدا کے وعدہ پر ایمان رکھنے والے از خلاف
بلا فصل کے قائل ہو جو مذہب اللہم زد فزد جو خدا کو واحد یکتا قادر مطلق بے زوال اور
محمد کو رسول مقبول خاتم الانبیا محبوب رب دوسرا بشیر و نذیر بنص صریح بعد از خدا
بزرگ تو قصہ مختصر۔ اور علی ابن ابیطالب کو ولی اللہ وصی و جانشین
و خلیفہ بلا فصل رسول اللہ اور ان کی اولاد امجاد کو یکے بعد دیگرے امام و پیشوائے دین و
امت جانتے اور اس اعتقاد کو اپنا ایمان مانتے ہیں یہی اسلام حقیقی جس کی نسبت
خداوند جل و علی نے رضیت لکم الاسلام دینا فرمایا ہے یہی ہے۔ باقی ہوس۔
دیکھو علامہ تفتازانی نے تصریح کی ہے کہ شیعہ مذہب علی سے مناسبت کلی رکھتے
ہیں اور شاہ عبد العزیز نے بھی شیعوں کو محب اہل بیت ہونے کا اقرار کیا ہے
بلکہ مولوی عبد الحلیم پدر فاضل معاصر مولوی عبد الحی لکھنوی فرنگی محل نے
تو اس اقرار متابعت و ولائے شیعہ کے ساتھ چار و ناچار حقیقت مذہب شیعہ کا بھی
اقرار کیا ہے چنانچہ اپنی کتاب حل المعاقد فی شرح العقائد حاشیہ شرح العقائد
میں جہاں ملا جلال الدین دوانی نے حقیقت مذہب اشاعرہ اور بطلان سایر مذاہب کا دعوی کیا ہے اور دلیل میں کہا
کہ اہل شیعہ جو تمسک کرتے ہیں اس چیز سے جو مروی ہے انکے ائمہ سے بسبب اعتقاد کرنے انھیں شیعوں
کی عصمت کو انھیں ائمہ میں فرماتے ہیں کہ اس کلام میں اختلاج ہے کیونکہ اگر مقصود دوانی یہ ہے کہ ائمہ اہلبیت
علیہم السلام کی متابعت شیعہ اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ان ائمہ کو مجدد دین انبیا دین بنانے والا جانتے
ہیں اور انکو ناقل دین ختم المرسلین جانتے تو ایسا دعوے شیعوں پر محض افترا ہے اور بہتان
اگر مقصود اس کا یہ ہے کہ شیعہ اس وجہ سے ائمہ اہلبیت کی متابعت کرتے
ہیں کہ وہ حضرات جناب رسالتمآب سے احکام دین کے ناقل ہیں اور عادل تر ہیں

امت مین ہر یانتک کہ انکو معدوم جانتے ہین تو اب شیعون پر طعن یا اس بنیاد پر
ہے (معاذ اللہ) کہ ائمہ اہل بیت عادل نہین ہین اور اُن کی عدالت وعصمت
کا دعوے غلط ہی تو ایسا گمان اور دعوے کرنا موجب تزلزل ایمان ہے یا اس
بنیاد پر شیعہ مورد طعن ہین کہ ائمہ اہل بیت کی متابعت جائز نہین ہے گو وہ لوگ
عدول الامت سے ہون پس ایسا دعوے محض ترجیح بلا مرجح ہے کیونکہ فرقہ ہائے
جو متابعت اشعری و شافعی کرتے ہین تو اسی وجہ سے کہ اُن کو عادل اور ناقل دین جانتے
ہین پس اب کوئی فرق نہ رہا درمیان شیعہ و اشاعرہ کے انتہے کلامہ جزاک اللہ خیر الجزا
اس تقریر سے علاوہ اشرفیت شیعہ و متابعت ائمہ ہدے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کمال
حقیت مذہب شیعہ ثابت ہوئی (عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد) اب معلوم نہین جو ہم
صاحب نے ان فرقہائے اسلامیہ مین سے کس فرقہ کو اسلام مین منتخب کیا ہو کیونکہ
کل فرقے تو داخل اسلام ہو ہی نہین سکتے صرف ایک ناجی باقی کلہم فی النار
پس شاید امام ابو حنیفہ کے فرقہ کو پسند کرین کیونکہ ہندوستان مین اسیکی کثرت ہے
پس ابو حنیفہ کو دیکھنا چاہیے اُن کی نسبت علمائے متقدمین اسلام کا کیا
لکھتے ہین۔

علامہ خطیب بغدادی اپنی تاریخ مین خود ابو حنیفہ سے بسند متصل ناقل ہین کہ کہا ابو حنیفہ نے
جب مجھے شوق تحصیل علم ہوا تو ہر علم کے فوائد و منافع کو دریافت کیا کسی نے کہا علم
قرآن سیکھو۔ ہم نے فائدہ پوچھا لوگون نے کہا قرآن سیکھوگے تو مسجدون مین بیٹھکر
لڑکون کو تعلیم کرنا کچھ دنون بعد کوئی لڑکا تم سے زیادہ یا تمہاری برابر حافظ ہو گا
ساری ریاست تمہاری جاتی رہے گی۔ تب ہم نے چاہا علم حدیث حاصل کرین اور

ایسے محدث نہین کہ دنیا مین ہماری برابر حافظ حدیث ہو مگر انھو لوگون نے کہا بڑہاپے
مین مبتلائے اغلاط ہوگے آخر تم کو لوگ کاذب وخائن ٹھہرا کر بدر کر دین گے۔ مین نے کہا
ایسے علم کی مجھے حاجت نہین۔ پھر کہا کہ علم نحو سیکھین لوگون نے کہا کہ تم معلم ہوگے تمہاری
آمدنی دو تین دینار ہوگی۔ ہم نے شعر کے فن مین مہارت پیدا کرنے کو کہا لوگون نے
کہا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر تم نے کسی کی مدح کی اُس نے تم کو کچھ نہ دیا تو ضرور ہجو کہو گے اور پارسا
عورتون پر تہمت لگاؤ گے۔ تب ہم نے کہا علم کلام مین کمال پیدا کرین لوگون نے کہا
نتیجہ یہ ہوگا کہ کفر وزندقہ کا تم پر الزام لگایا جاوے اور قتل کیے جاؤ۔ اگر بچ گئے تو
ہمیشہ مذموم وملوم رہوگے۔ آخر علم فقہ سیکھنے پر سب کا اتفاق ہوا کہ عام لوگ قدر کرینگے
فتوے لین گے قاضی بنا دینگے۔ پس ہم نے فقہ سیکھنا شروع کیا اور آخر سیکھ
لیا۔ اس تاریخ کی نسبت صرف یہی سند صدق کی کافی ہے کہ شاہ عبد العزیز دہلوی
نے بستان المحدثین مین لکھا ہے کہ اس کی سماعت کو خود جناب رسالتمآب تشریف لایا کرتے
ابو حنیفہ نے پیشہ تجارت پر علم فقہ کے فوائد ومنافع کو ترجیح دی کہ اِسمین فایدہ زائد ہے
اور اُس مین وہ فائز المرام ہوئے اہل سنت کے یہان علم کلام کے تین اُستاد مسلم الثبوت ہین
ابو الحسن اشعری منصور ماتریدی حنابلہ۔ ابو حنیفہ کو کسی نے اس فن کا اُستاد نہین
مانا۔ علم حدیث سے ابو حنیفہ کو کلیۃً نفرت تھی دیکھو معیار الحق صفحہ سات لاہور
بقول صاحب تذکرۃ الموضوعات وتہذیب الاسماء جابر صحابی رسول خدا کے
ان کے زمانہ مین تھے مگر کسی سے کوئی حدیث روایت نہین کی حال مین مولوی شبلی
صاحب بھی سیرۃ النعمان مین اس بات کے مُقر ہین پس حدیث سے کنارہ کشی اِنکی
سمجھ کر کیا ہوگی۔ لسان المیزان مین امام احمد سے منقول ہے کہ محمد بن الحسن اور اُس کا اُستاد

ابو حنیفہ مخالف ہیں حدیث کے اور امام شافعی سے سبکی نے طبقات کبرے میں نقل کیا ہے
کہ حنفیوں کی کتابیں مثل فروج کی مشک کے ہیں کہ ظاہر تو نام کتاب اللہ و سنت
رسول اللہ کا لیتے ہیں مگر در اصل سب مسائل ان کے خلاف ہیں۔ عمارۃ المساجد مولوی
محمد سعید میں لکھا ہے کہ یہ امام اہل سنت اکثر احادیث نبوی کے بارے میں
حکم دیتے کہ اس کو ختریر یعنی سور کی دم سے چھیل ڈالو اور خلیفہ دویم کے بعض حکم
کو ہذیان و مجنون بناتے تھے کما فی مختار مختصر تاریخ بغداد علامہ ذہبی نے
جن کو شاہ عبد العزیز امام اہل حدیث کہتے ہیں اپنی میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ نعمان
بن ثابت بن زوطی ابو حنیفہ کوفی امام اہل الرائے کو امام نسائی نے ضعیف کہا ہے
اسی طرح ابن عدی وغیرہ نے بلکہ اسی میزان میں ہی اسمٰعیل بن حماد بن نعمان بن
ثابت (ابو حنیفہ) کو کہا ابن عدی نے کہ تینوں ضعیف ہیں پشتی پس ضعف
اسی کو کہتے ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ کل روایتیں ان کی غلطی اور تصحیف و زیادت
سے مملو ہیں اور عبد اللہ بن علی نے عبد اللہ مدینی سے نقل کیا کہ ابو حنیفہ کی روایتیں
از حد ضعیف ہیں کیونکہ اس نے کل پچاس حدیثیں روایت کیں مگر سبھوں میں غلطی کی
اور امام بخاری حمیدی سے ناقل ہیں کہ کہا ابو حنیفہ نے جب میں مکہ معظمہ کو گیا تو حجام
سے تین سنتیں سیکھیں کیونکہ جب میں حجامت کے لیے بیٹھا تو حجام نے کہا قبلہ رو بیٹھو و
دہنی طرف سے حجامت شروع کی اور دونوں ہڈیوں تک حجامت بنائی۔ کہا حمیدی نے
کہ جو شخص ایسا ہو کہ سنت رسول و اصحاب رسول سے واقف نہ ہو بلکہ حجام سے
سیکھے اس کی تقلید احکام حد میراث و فرائض و زکواۃ و دیگر امور اسلام میں کیونکر کی جا سکتی
ہے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ کی نہ رائے ہے نہ حدیث بلکہ

تاریخ صغیر بخاری میں ہے بروایت نعیم بن حماد کہ کہا فزاری نے ہم سفیان کے پاس
بیٹھے تھے کہ خبر مرگ ابوحنیفہ آئی اُس پر سفیان نے کہا شکر خدا یہ شخص اسلام کو ٹکڑے
ٹکڑے کرتا تھا اِس سے زیادہ شوم کوئی مولود اسلام میں پیدا نہیں ہوا
ایک حکایت سننے کے قابل ہے۔ ابوحنیفہ کو دعوے تھا اور اُن کے چیلون کا گروہ
بھی اس بات پر فخر کرتا ہے کہ امام اعظم کوفی حضرت امام باقر علیہ السلام کے شاگرد ہیں مگر
باوجود شاگردی ہمیشہ اُن کے اور اولاد امجاد کے مخالف اور منافق رہے۔
قاضی القضات ابوالموید محمد بن محمود خوارزمی جامع مسانید ابوحنیفہ میں لکھتے ہیں
کہا ابوحنیفہ نے کہ ابوجعفر منصور خلیفہ عباسی نے مجھے بلا بھیجا اور کہا کہ لوگ
جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے علم و فضل پر فریفتہ و گرویدہ ہو رہے ہیں
تم ایسے چند مسائل انتخاب کرو جو نہایت سخت و دشوار ہوں تاکہ امام علیہ السلام اُن کے
جواب سے عاجز ہوں پس میں نے حسب الحکم خلیفہ چالیس مسئلہ نہایت سخت منتخب
کیے اور خلیفہ کے پاس لے گیا دیکھا کہ منصور سریر خلافت پر بیٹھا ہے اور امام علیہ السلام
پہلوئے خلیفہ میں جلوہ افروز ہیں۔ مجھے وہ ہیبت و رعب معلوم ہوا کہ کبھی خلیفہ کے
دربار میں نہ ہوا تھا آخر خلیفہ کے حکم سے میں بیٹھ گیا منصور خلیفہ نے امام علیہ السلام سے
مخاطب ہو کر کہا کہ یا ابا عبداللہ یہ ابوحنیفہ ہے حضرت نے فرمایا ہاں میں پہچانتا ہوں
خلیفہ نے مجھ سے مسئلہ دریافت کرنے کو اشارہ کیا پس میں نے وہ مسائل پوچھنے
شروع کیے امام علیہ السلام ہر مسئلہ کا وہ جواب مسکت فرماتے کہ میں لاجواب
ہو جاتا آخر چالیسوں مسئلہ کا جواب دیا اِس وجہ سے میں کہتا ہوں کہ حضرت امام
جعفر صادق اعلم الناس ہیں اور سب سے زیادہ فقیہ۔

پس یہ سلوک ابوحنیفہ کا اپنے محسن زادہ کے ساتھ یادگار ہے کہ بطمع حطام دنیاوی انکو عاجز و حقیر کرنا چاہا - ایک لطیفہ بھی مومنین کی تفریح طبع کو درج کیا جاتا ہے - ایک روز ابوحنیفہ و مومن الطاق علیہ الرحمہ سے مسئلہ رجعت مین گفتگو ہوئی ابوحنیفہ نے طنزاً کہا تم لوگون کے عقیدے کے مطابق مومن و منافق پھر زندہ کیئے جائینگے اور اُنپر قصاص جاری ہوگا پس دوسو اشرفیان ہمکو قرض دو رجعت مین لے لینا مومن الطاق علیہ الرحمہ نے فرمایا ہان لو مگر ہمکو یہ کیونکر معلوم ہوگا کہ تم کس صورت مین مسخ ہو کر زندہ ہوگے جو ہم تم سے اپنا قرض وصول کرین اگر اسکا اطمینان ہم کو کر دو تو قرض دینے مین کیا عذر - ابوحنیفہ شرمندہ ہو کر ساکت ہو گئے -

ہزارون موقع ایسے ہوئے ہین کہ ابوحنیفہ کا خاندان رسالت کے ساتھ بغض و عناد و فساد ظاہر ہوا ہے کتابین دیکھنا شرط ہے -

امام اعظم کا خطاب آپ کو اس وجہ سے ملا کہ خلاف ائمہ اربع اھل سنت اپنی رائے و قیاس سے مخالفت قرآن و حدیث و اہلبیت کر کے حسب خواہش سلاطین وقت احکام جاری کر دیئے - معاویہ و یزید و ہارون رشید وغیرہ جو اپنی مان بہن پھوپی کے ساتھ مرتکب فعل شنیع ہوئے اُن کے لیئے یہ مسئلہ بنایا کہ اگر اپنی محرمات شرعیہ کے ساتھ بہ لف حریر مرتکب حرام ہو تو جائز ہے اور اپنی مان و بہن کے ساتھ نکاح کرے تو کسی طرح اُس پر حد جاری نہو گی - اور عینی شرح ہدایہ مین لکھتے ہین کہ اگر وطی کرے اپنے غلام و لونڈی و عورت کی دبر مین تو اُس پر حد نہین اور اُس مین کسیکو اختلاف نہین ہے - قاضی یحییٰ بن اکثم جو بڑا

ہدایہ جلد اول صفحہ ۲۹۰

بحر الرائق صفحہ ۳۰۴

فتاوی عالمگیری صفحہ ۱۵۲

عالم اہل سنت کا ہے ہارون رشید کو شراب پلایا کرتا اُس کی خوشامد مین ابوحنیفہ
نے یہ مسئلہ بنایا کہ اگر نو پیالے تک شراب پیئے اور نشہ نہ ہو تو اُس پر حد نہین ۔
اسی طرح نماز کی یہ گت بنائی کہ نبیذ سے جو ایک قسم کی شراب ہے اُٹھا وضو کرے
اور کتّے کی کھال دباغت شدہ پہنے اُس پر بھی چوتھائی کپڑا نجاست سے آلودہ
کرے اور اللہ بزرگ است اور دو برگ سبز کہکر مرغون کی طرح دو چار ٹھونگین لگاکر
بجائے سلام آخری گوز کردے تو درست ہی ۔ جیسی تفصیل اس کی ظفر المبین جلد
دوئم صفحہ [illegible] مین مذکور ہے ۔ اُن سلاطین کو جن کو ایمان سے کوئی واسطہ نہ رہا تھا ابوحنیفہ
نے کہدیا ایمان وہ چیز ہے جو نہ گھٹتی ہے نہ بڑھتی ہے چنانچہ یہ بھی کہا کہ ایمان
ابوبکر و ابلیس واحد ہے اسیطرح اگر بغرض تقرب خدا نعلین و کفش کی پرستش کرے
تو جائز ہو ۔ پس یہی وجہ خاص ہوئی کہ اہل سنت کو ابوحنیفہ کا مذہب نہایت دل
مرغوب ہوا ع ہر عیب کہ سلطان بہ پسندد ہنر است ۔ نہایت مضبوط اصول
اہل سنت کا ہے چنانچہ ابتدا سے اس مذہب کی بنیاد اسی اصول پر قایم ہے کہ
سلطان وقت جو فعل کرے وہ قابل اعتراض نہین بلکہ محمود ہے پس اصول کو
تابع ان سلاطین کا بنادیا نہ یہ کہ خلفاء و سلاطین کو تابع کسی اصول کا قرار دیا ۔
چونکہ ظالم کا ظلم مکار کی مکاری بے ظاہر ہوئے نہین رہتی لہذا ابوحنیفہ نے بھی
اس کا مزہ چکھا اپنے کیفر کردار کو پہونچگئے جن سلاطین کے واسطے دین و ایمان کھو دیا پہلے
اُنھون نے دو مرتبہ کفر و زندقہ سے توبہ کرائی آخر من یزید بن عمرو بن ہبیرہ نے جو
مروان کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا حکم دیا کہ ابوحنیفہ کو ہر روز دس دُرّے لگائے
جائین چند روز تک کوڑے کھایا کیئے ۔

زوال سلطنت مروانی و عروج سلطنت عباسی مین وہی منصور خلیفہ جس کی خاطر سے
ابوحنیفہ نے امام بحق ناطق جعفر صادق علیہ السلام سے چالیس ہم مسئلہ پوچھا اُن کو زچ
وحقیر کرنا چاہا تھا امام اعظم کو جیل خانہ مین ڈلوا کر زہر دلوا دیا کہ اپنے مقام مخصوص کو
پھونچ گئے اب رجعت مین نہ معلوم کس قالب مین تشریف لاوین۔ مگر اُنکا مذہب
فروغ ہوا اور لوگون نے اُن کی پیروی نہ چھوڑی۔ کسی مولوی صاحب کسی شیخ صاحب
کسی خانصاحب سے پوچھا آپ کا کیا مذہب ہے فرماینگے حنفی۔ مگر نہین جانتے امام اعظم
صاحب کی رائے وقیاس نے اسلام کو بدتر از کفر بنا دیا ہے لکیر کے فقیر بنے ہین اور انھین
کے گُن گا رہے ہین۔ حالانکہ امام بخاری کے اُستاد شیخ حمیدی نے صاف صاف
کفر کا فتوے دیا اور امام غزالی کا فتوے ہے کہ ابوحنیفہ نے شریعت کو اُلٹ دیا ہے اگرچہ امام
غزالی کے نزدیک یزید پر لعن کرنا جایز نہوا وہ ائمہ سلف سے اپنے امر اہل سنت
کی نسبت لعن نقل کرتے ہین اور علامہ خطیب کا حکم کہ ابوحنیفہ دجال ہے اور خود غوث
الاعظم عبدالقادر جیلانی کی شہادت ابوحنیفہ کی کفر وگمراہی و جہنمی ہونے پر حصہ اول
ذوالفقار حیدر مصنفہ سید اظہر علی صاحب مین بشرح درج ہے۔
مولوی شبلی سیرۃ النعمان کے صفحہ دو سو سولہ ۲۱۶ مین لکھتے ہین کہ لوگونکا خیال ہے
امام ابوحنیفہ نے فقہ کی تدوین مین رومن لا یعنی رومیون کے قانون سے بہت مدد لی
اور اُس کے بہت سے مسائل اپنے فقہ مین داخل کر لیئے۔ اس عبارت کو مصنف
نے ابوحنیفہ کی تحریف مین ذکر کیا ہے یعنی مثل قانون انگریز و نصارا اب فرمایئے شریعت
کجا و احکام خدا و رسولؐ کی تبعیت کجا۔ ع

این چہ شوریست کہ در دور قمر مے بینم ہمہ اسلام پُر از فتنہ و شر مے بینم

خلفائے ثلٰثہ کے اسلام مشرق سے مغرب تک پھیلائے ہوئے کی کچھ مختصر کیفیت آپ نے سنی اگر اور مفصل و مشرح حالات دریافت کرنے منظور ہون تو کتابین دیکھو ہم کو

ع کافر عشقم مسلمانی مرا در کار نیست۔

اگر براے نام اسلام کی کثرت پر ناز ہے تو سراسر بیجا اور خیال فاسد کثرت خدا و رسولؐ کے نزدیک ممدوح نہیں بلکہ علی دین و مذہب کثرت پر منحصر کیا گیا ہے ہندوستان ہی کی مردم شماری دیکھو اٹھائیس کروڑ بہتر لاکھہ تیئیس ہزار چار سو اکتیس مین ۲۰ کروڑ ستر لاکھہ ہندو پانچ کروڑ ستر لاکھہ مسلمان بیس لاکھہ عیسائی پندرہ لاکھہ جینی ستر لاکھہ بودہ ایسا ہی اور ممالک پر قیاس کرو مگر یقین بہ نسبت بودہ و عیسائی کے مسلمان کبھی حصہ کم ہونگے۔ علاوہ اس کے جب مسلمانون کا ایک ہی فرقہ کامل الایمان ناجی قرار پایا باقی ناری تو پھر وہی قلت کی قلت پس کثرت کسی طرح قابل ناز نہیں ع

کجا بودم اکنون کجا آمدم ز رفتار تشم امانہ بجا آمدم

اب جوہر صاحب کی فقرات شکنی منظور ہے تاکہ شکایت باقی نہ ہے۔ خلفائے ثلٰثہ نے جو مشرق سے مغرب تک اسلام پھیلایا اس کی دہجیان تو یون اڑین کہ بدتر از کفر ہوگیا ع گئے دونون جہان کے کام سے تم نہ ادہر کے رہے نہ اُدہر کے رہے۔

دوسرا فقرہ۔ اگر امامت دستگاہ کو پہلے ہی سے خلافت ملتی تو اسلام کا نام ہی نہ رہ جاتا۔

جواب۔ تعجب ہے کہ جو تھی خلافت ملنے سے تو کروڑون ملکی صفات اسلام حقیقی کی قابل ایمان و ایقان کے عامل خدا اور رسولؐ کو رسولؐ اور علیؑ کو بلافصل

خلیفہ برحق کہنے والے موجود ہیں اگر اول ہی سے اُمت گمراہ ضلالت پسند خدا و رسولؐ کے حکم کو مانتی علیؑ کو خلیفہ بلافصل جانتی تو تمام روئے زمین پر آج اسلام ہی اسلام ہوتا کفر و شرک کا کوئی نام بھی نہ لیتا خلق خدا حق پرست ہو جاتی اسلام بدنام کفر نہ ہوتا کتاب اللہ خانہ خدا و رسولؐ پر وہ ظلم و جور نہ ہوتے جو اسلام کے ہاتھ سے (تبت ید ا) ہوئے۔ دجال شریعت اُٹھنے والے مولود شوم و بدبخت کا فر مطلق امام اسلام نہ بنجاتے حدیث نبویؐ کو معاذ اللہ سور کی دم سے چھینے کو نہ حکم دیتے۔

اب ہم پوچھتے ہیں ابتدائے آفرینش خلق سے خدائے قادر مطلق نے باوصف جباری و قہاری سب خلقت کو حق پرست کیوں نہ بنا لیا انکے اعمال و افعال پر کیوں چھوڑ دیا از آدمؑ تا ایندم خدا کو وحدہ لاشریک جاننے و ماننے والے کتنے ہیں اور کفار شرک کس قدر بلکہ کروڑوں آدمی خداہی کے قائل نہیں مثل دہریہ وغیرہ۔ اور رسول اللہؐ نے ابتدائے بعثت سے قلع و قمع کفار عرب کیوں نہ جاری کر دیا اور اپنی رسالت کا اقرار اُنسے کیوں نہ لیا۔

اُن کے ہاتھ سے تذلیل و توہین و تحقیر اپنی کیوں گوارا کی اُن سے مغلوب کیوں رہے حضرت کے عہد مبارک میں صدق دل سے رسول اللہ کہنے والے کتنے تھے اور اب کسقدر ہیں۔ سوائے فرقہ ناجیہ اثنا عشریہ اگر تا دو تو ہم ہانیں۔

اصل یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے اسلام حقیقی کی آبرو رکھ لی اور خدا و رسول کے نام لیوا تمام عالم میں پھیل گئے۔ ورنہ ابو حنیفہ وغیرہ امام نے تو اسلام کو خیر باد کہکر آخری سلام کر لیا تھا۔

اگر خدا کا وعدہ سچا اور رسول اللہ کی اجتہاد بحق اور حضرت علی کی خلافت مطلق نہ ہوتی تو آج اسلام حقیقی کا نام بھی کوئی نہ جانتا اور نہ خدا اور رسول کو پہچانتا۔ حنفی۔ مالکی حنبلی۔ شافعی۔ اشاعرہ۔ معتزلہ۔ نواصب۔ خوارج وغیرہ کوس لمن الملک بجاتے۔

تیسرا فقرہ۔ بستر رسالتماب پر آرام فرمانا مصلحت خاص سے تھا کوئی کمال کی بات نہیں۔

جواب۔ یہہ کمال خدا اور رسولؐ و جبریلؑ ہی کو معلوم ہے اور جواہل ہیں ہان جاہلون اور نادانو نکو اس کمال کا مزہ کیونکر آئے۔ مصرع۔ چہ داند بوزنہ لذات ادرک۔ اللہ اکبر دنیا سے انصاف ہی جاتا رہا کیا غضب ہے ابوبکر ظل حمایت و حفاظت دم آن رسولؐ خدا میں غار میں چھپے ہوئے کفار سے جان بچائیں اور بجائے رسولؐ خدا کی حفاظت پر بہر و نہ کرکے روئیں پیٹیں چلائیں اور رسولؐ خدا تسلی دیں کہ مت گھبراو خدا ہمارے ساتھ ہے اسپر بھی اُنکا اضطرار و اضطراب کم نہ ہوا اُنکا تو کمال و جلال صاحبت و جان نثاری بار غار ہونا خلافت کا استحقاق غرضکہ تمام دنیا کا فضل و کمال ظاہر کیا جاوے۔

حضرت علیؑ اپنی جان رسول اللہ پر قربان کرکے ایسے نازک وقت خطرناک میں جس میں جان جانے کا قطعی الیقین تھا (مگر خدا کا فضل کہ بچگئے) بستر رسالت پر رضینا بالقضا آرام فرمائیں اور کفار اشرار کے حملہ و شورش کا ذرہ بھی خوف و اندیشہ نکریں اُن کا یہہ فعل معمولی اور مصلحت وقتیہ سمجھا جاوے۔

کیون صاحب جب کفار قریش نے مصمم ارادہ کرلیا کہ آج شب کو رسول اللہ پر سب قبیلے کے لوگ متفق ہوکر حملہ کریں اور شہید کرڈالیں اور رسولؐ خدا جبرئیلؑ کے درکیے سے

خبر پا کر عازم غار ہوئے تو کیا ضرورت تھی کہ حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دیں وجہ یہی تھی کہ
کفار قریش کے مخبر ہر وقت و ہر لحظہ دیکھ جایا کرتے کہ رسول خدا اپنے بستر پر آرام فرما ہیں اور وقت
کے منتظر تھے اگر ذرہ دیر بھی بستر خالی دیکھتے تو تمام گلی و کوچہ میں فوراً دوڑ پڑتے اور ناکہ
بندی وغیرہ کر کے رسول خدا کو غار تک نہ جانے دیتے اور جو قصد تھا اُس میں کامیاب ہوتے
پس اسی لیئے رسول خدا نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ تم بجائے میرے میرے بستر پر آرام کرو تا کہ
کفار کی توجہ اسی طرف بنی رہے اور میں باطمینان غار تک پہونچ جاؤں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ
کفار بستر ہی پر رسول خدا کا آرام فرمانا سمجھے اور رسول خدا باطمینان غار تک پہونچکر پوشیدہ
ہوگئے جب حملہ کا وقت ہوا تو سب متفق ہو کر آئے اور حملہ کیا مگر حضرت علیؑ شیر خدا کی طرح اٹھکر للکار کر جو کیا مجال تھی کوئی رو برو
آتا غرض تین روز تک آپ کفار سے لڑتے جھگڑتے رہے اور رسول اللہ کی وصیت مثل ادائے
قرض وغیرہ بجا لا کر مدینہ کی راہ میں شریک سفر رسول خدا ہوگئے۔

جوہر صاحب نے صفحہ ایکسو اکسٹھ اسرار الہدے میں (ثانی اثنین فی الغار) کو ابوبکر کی نسبت
خطاب معلےٰ عطا ہونا بلا شرکت اغیار بڑے طمطراق سے لکھا ہے جس کے معنے یہ ہیں ایک دو کا
تھا غار میں۔ مگر (لا تحزن) کے القاب مستطاب سے محروم رکھا ہے جس کے معنے
ہیں مت رو او پیٹ اور شور کر (پس ایسی سمجھ کے آدمی کو کیا کہیئے مصرع جواب
جاہلان باشد خموشی۔

ایک طفل مکتب سے بھی پوچھیئے کہ ایسے صاحب غار کو کیا کہے گا جو باوجودیکہ رسول اللہ
کے ساتھ غار میں پوشیدہ ہے اور حصار سنگین میں محفوظ و نظر بند مگر کفار کے خوف سے جان
نکلی جاتی ہے روتا ہے چلاتا ہے شور کرتا ہے رسول اللہ منع کرتے ہیں مت رو مت شور
کر ہمارے ساتھ خدا ہے اس پر بھی اضطراب کم نہیں ہوتا سعدی شیرازی نے کیا خوب

کہا ہے ؎

ترا اژدہا گر بود یار غار ازان بہ کہ جاہل بود غمگسار

ہمیشہ جاہلون کی صحبت سے ایسے ہی رنج والم پہونچتے ہین جیسا رسول خدا کو ابوبکر کی صحبت سے ملال ہوا مگر کیا کرتے کفار بر سر غار موجود تھے ورنہ ضرور ہی بدر کر دیتے جب رسول خدا غار سے نکل کر مدینہ کی طرف تشریف لیچلے تو ایک سوار کفار کا تعاقب مین چلا جب قریب پہونچا اور ابوبکر نے دیکھا تب بھی رو دیئے اور کہا ہمارا قاتل آپہونچا مگر خیریت ہوئی کہ سوار کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گر کر بیکار یا نادم ہوا اب دیکھئے رسول خدا کے ساتھ مین یہہ دو اور وہ سوار اکیلا پھر بھی روئے دیتے ہین اور جان نکلی جاتی ہے۔

کیون جوہر صاحب یہی آپکے یعسوب الدین ہین۔ عبد الرحمن پسر ابوبکر کی خدمتین غار مین پوشیدہ رہنے کے وقت جو سر لیے جاتے ہین وہ لیے صرف اپنے بوڑھے باپ کے لئے تھین نہ رسول خدا کی خاطر۔ اگر ان کے باپ نہوتے اور رسول خدا تنہا یا اور کسی کے ساتھ ہوتے تو اس خدمت کی کچھ وقعت ہوتی اور اطیعوا الرسول مین شمار کیجے جاتے۔

جوہر صاحب صفحہ باون و ترپن اسرار الہدیٰ مین کہتے ہین کہ حضرت صدیق اکبر اسلام مین سبقت نکرتے تو رسالت رسول اللہ کی حقیقت ہرگز کسی پر ظاہر نہ ہوتی جب آپ حامی دین ویعسوب مومنین ہوئے تب ہی تو آپ کی شوکت فاروقی دیکھ کر رعب سے کفار عرب کی کمر ٹوٹ گئی اگر صدیق اکبر اپنی صدیقیت کا نمونہ نہ دکھاتے اور ایک جماعت کثیرہ صنادید عرب کو در پردہ کلمہ توحید نہ پڑھواتے اور پوری پوری دین محمدی و شریعت محمدی کی استعانت وحمایت نکرتے تو کفار عرب حضرت رسول خدا اور انکے تبعے سے بکالی

کو کب زندہ چھوڑتے اسی لیے تمہارے سبب سے تو کسی کا حوصلہ نہیں پڑتا تھا کہ کوئی حضرت رسولِ خدا سے آنکھ بھی ملا سکے۔

جب کفار اشرار نے باغواے ابوجہل حضرت رسالت پناہ کے قتل کا ارادہ مصمم کیا تو حضرت نے صدیق اکبر و فاروق اعظم و یعسوب مومنین ہی کو اپنا یار غار و مصاحب جان نثار بنایا۔

ہم کہتے ہیں جب بقول ابوحنیفہ ایمان ابوبکر و ابلیس برابر ہے تو سبقت ہو یا عالم ارواح میں بیعت ایسا اسلام جس کا ایمان شیطان کے مشابہ ہو بدتر از ہزار کفر و ضلالت۔

تاریخ اسلام دیکھو ابوبکر نے سفر شام میں ایک راہب یا کاہن سے سنا تھا کہ مکہ میں ایک نبی ہوگا اُس کی وزارت تم کو ملے گی اس لیے آپ نے سبقت کی اور یہی سبب ہے کہ شب ہجرت رسول خدا کا راستہ روک کر باِنتظار ہم راہی کھڑے رہے اور حضرت کو چار و ناچار ساتھ لیجانا ہی پڑا۔ اگر تمہارے دعوے کے مطابق ابوبکر میں یہ سب کمال تھے تو غار میں پوشیدہ ہونے ہجرت کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی ایسے یعسوب مومنین ہو کر خود رسول خدا ہی کی مدد و اعانت نکریں اور اُن کے جوتیوں کے صدقے میں اپنی جان بچائیں۔ کفار قریش کا آنکھ ملانا کیسا اُنھوں نے تو رسول خدا پر ایسے ظلم کیئے اور ایذائیں دیں کہ گلے میں چادر ڈالکر کھینچا جس سے گلا گھٹ گیا ساحر و کاہن و مجنون ابتر و غیرہ الفاظ سے مخاطب کرتے راہ میں کانٹے بچھاتے اونٹ کی اوجھڑی گلے میں ڈالدیتے یہانتک کہ گھربار چھوڑ کر شب کے وقت غار میں پوشیدہ ہونا پڑا تمہارے یعسوب دین کو کچھ شرم نہیں تھی کہ اپنے ہادی و پیشوا رسول اللہ کا یہہ حال دیکھتے اور کچھ نہ کرتے نہ اپنی یعسوبیت دکھاتے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

معلوم نہین ایسے وقت مین مشرق سے مغرب تک اسلام پھیلانے والے شل ابوبکر کس غار مین چھپے تھے اور کس ادھیڑبن مین کہ رسول اللہؐ پر ایسی مصیبتین پڑین مگر ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔ حضرت علیؑ تو ننھے بچے تھے مگر خلفائے ثلٰثہ اچھے خاصے جغادری اور مرد کار تھے پھر ایسے خدا کے رسولؐ کی کیون نہ مدد ہو سکی اور نہ ان کی تکلیفون و ایذاؤن پر کسی کا دل کڑھا افسوس ہزار افسوس رسول اللہؐ کے عہد مین تو یہ حجبن اور نامردی کم تھی ہی و پیغمبرؐ کی کہ غلبہ میں بھی بعض جنگ کے لوگ دم بھاگے تین تین روز پتہ نہ چلتا جب سن لیتے کہ لشکر اسلام فتحیاب ہوا کامی چور نوالے حاضر۔ آموجود ہوتے۔ احد مین حنین مین خیبر مین جن کے افسانے طشت از بام ہین اس پر بھی یعسوب دین کا خطاب ملے تو اختیار۔ تم ابوحنیفہ ہی کو اپنا امام اعظم نے ہوئے ہو جن کی ساری قلعی علمائے اہل سنت نے کھول دی ہے اور کوئی کرم اتمہ سے نہین رہا تو ہم مجبور مین ایسا ہی یزید کو بھی امام المسلمین و خلیفہ برحق کا لقب مل رہا ہے تو اپنی اپنی سمجھ کسی کا کیا قصور:

چوتھا فقرہ نہ وہ کہ آدہ یاد یا تین چھٹانک جو اپنے حقیقی بھائی پر ذوالفقار کھینچین یہ فقرہ رحماء بینہم پر چسپان کیا گیا ہے کہ مومنین کافرون پر اشد مین اور آپس مین رحیم۔ ایک خطبہ روضۃ الصفا کا شروع خلافت ابوبکر مین جو اونھون نے پڑھا اس کی نقل ہے آخر فقرہ یہ ہے۔

و من تا در متابعت آفرینندگار جہان و جہانیان با شما انقیاد و اطاعت من بجا آرید و اگر خلاف حکم ایزدی امرے از من صادر گردد شما نیز از متابعت و مطاوعت من تجنب نمائید۔ دیکھو اسکا نام رحماء بینہم ہے نہ وہ کہ آدہ یاد ارے آخر۔

اس کلام ابوبکر سے اور رحم سے کیا تعلق وہ ایک واقعی امر بیان کر رہے ہین کہ

جہاں خلاف حکم خدا کوئی حکم دون تو میری اطاعت نہ کرو - جوہر صاحب کو معلوم نہین یہہ ایک پولٹیکل چال ہے کہ ابوبکر نے یہہ فقرہ سنا کر سب کو اپنی طرف گرویدہ کر لیا اور وہ جاہل قوم نہ سمجھی کہ جب اول تم نے خلاف حکم خدا خلافت لے لی اور رسول اللہ کی حدیث غدیر پر عمل نہ کیا تو آیندہ تم سے خدائی احکام کی کیا امید ہے مگر وہان تو دنیا کی چاٹ تھی کون پوچھتا خیر آدہ پاؤ یا تین چھٹانک جو کا یہہ ذکر ہے کہ حضرت عقیل کی حصہ مین کسی قدر جو زیادہ لگ گئے تھے اُس پر حضرت علی نے کچھہ عتاب وخطاب فرمایا - جس کو جوہر صاحب نے ذوالفقار کھینچنے پر تعبیر کیا -

ہان یہہ امر سچ ہے وہ تو تین چھٹانک جو تھے اگر ایک دانہ جو بھی تقسیم بیت المال مین کوئی زیادہ لیتا تو ممکن نہ تھا یہی سبب تو ہوا کہ قوم طامع وحریص دانہ زد نے حضرت علی کو اپنی گو نکا نہ سمجھا اور نفع دنیاوی کی اُمید آپ سے منقطع کر کے دوسرون کو خلافت کے لیے منتخب کیا جن سے پوری پوری تمتع دنیا کی اُمید تھی چنانچہ اُن لوگون نے بھی مال مفت دل بیرحم سمجھ کر انتخاب کا صلہ خاطر خواہ دیا -

خلیفہ ثالث کی چند نظیرین ہم لکھتے ہین اور خلافتون کا حال اگر دریافت کرنا ہو تو کتابون مین دیکھو ہزارہا بے اعتدالیان نظر آئینگی - کتاب الفتوح خواجہ بن محمد کوفی المعروف باعثم کوفی اپنی تاریخ مین لکھتا ہے کہ جب خلیفہ صاحب کو پوری طاقت خلافت پر ملی تو خلیفہ دوئم کے عمال وکارکنان کو یکقلم موقوف کر کے تمام حکومتون پر اپنے اعزا واقربا کو مقرر کیا عبد اللہ بن عامر کو امیر بصرہ ولید بن عقبہ شراب خوار کو حاکم کوفہ عبد اللہ بن سعد کو حکومت مصر عمرو عاص کو حاکم فلسطین معاویہ کو مخلص ہونے کی وجہ سے بدستور حاکم شام تمام شہر وممالک دستبرد بنی امیہ مین آ گئے - بیت المال شیر مادر ہو گیا سبحان اللہ

عبد اللہ ابن خالد کو ایک لاکھ دینار حکم بن عاص کو ایک لاکھ دینار حارث بن حکم کو خلعت گران بہا وغیرہ وغیرہ مروان طرید رسول اللہ کو خمس خلافت غرضکہ عثمان غنی کی داد و دہش یادگار ہے اور اسی لیئے آپ کو غنی کا خطاب ملا ہے اب حضرت علیؑ کا حال سنئے بخاری و مسلم میں روایت ہے عمر بن یحییٰ سے کہ حضرت علیؑ کے لیئے چند مشکین شہد اور روغن کی آئین اور بیت المال میں رکھی گئین - حضرت ام کلثوم نے تھوڑا اپنے صرف کیواسطے لے لیا کیونکہ اُن کے پدر عالی مقدار کا مال تھا مگر جب آپنے شہد وغیرہ کی تعداد کم دیکھی اور دریافت سے معلوم ہوا کہ آپ کی صاحبزادی نے لیا ہے تو پانچ درم قیمت اُن سے وصول کر کے پورا کر دیا اور فرمایا کہ یہ تمام مسلمانوں کا مال ہے - اسیطرح حضرت قنبر سے روایت ہے کہ چند مشکین شہد کی بیت المال میں آئین حضرت امام حسینؑ نے قنبر سے کہ مہمان کی خاطر ہم کو ضرورت ہے ہمارے حصہ کا شہد لادو قنبر بقدر ضرورت لے گئے - حضرتؑ نے یہ حال دریافت کر کے ناراضی ظاہر فرمائی - اور حضرت امام حسینؑ سے اُسی قدر شہد منگوا کر شامل کر دیا - علامہ ذہبی اپنی تاریخ مین لکھتے ہین بعد خاتمہ جنگ جمل حضرت علیؑ کوفہ مین داخل ہوئے بیت المال کو ملاحظہ فرمایا بہت کچھ نقد وجنس تھا اُس کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد کیا کہ اے سونے چاندی تو اور کسی کو فریب دینا مین تمھارے مکر و فریب مین نہ آؤنگا بعدہ حکم دیا سب مال مسلمانون کو تقسیم کر دیا جاوے - وہ تقسیم ہو گیا - آپ نے اور آپ کی اولاد نے بھی بقدر ایک سپاہی کے حصہ لے لیا - بعد تقسیم ایک شخص نے آکر کہا کہ مجھے حصہ نہین ملا - آپ نے اپنا حصہ اُسے دیدیا -

اسیطرح ہزارون نظیرین و مثالین ہین -

پس جب آپ کے عدل و زہد کا یہ حال ہو کہ اپنے فرزندوں کو بھی بیت المال لینا گوارا نہ فرمائیں اور واپس لے کر بیت المال میں جمع کر دیں تو بھائی کیا گو کہ حقیقی ہو۔

آپ نے فرمایا ہو کہ خلیفہ کو بیت المال سے صرف دو پیالہ لینے کا استحقاق ہے۔ ایک اپنے و اپنے عیال کے لیئے دوسرا مہمان کے واسطے۔

پس ایسے عادل و زاہد ترین آدم کو آپ کیوں کر جماعت منہم میں تصور کرینگے۔ اس صفت سے موصوف تو آپ کے عنی صاحب ہونگے۔

پانچواں فقرہ جب جناب امیر نے مذہب کفر سے توبہ کی اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

جواب۔ اہل سنت حضرت رسول خدا کے والدین معظم کو معاذ اللہ کافر بتاتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت نے اُن کی مغفرت کے لیئے دعا کی مگر اجابت نہ ہوئی۔

پس بقول و اعتقاد اہل سنت حضرت رسول خدا بھی نعوذ باللہ منہا۔ اسی طریقہ پر رہے اور بعد چالیس سال کے جب آپ کو نبوت ہوئی تو اسلام کے دائرہ میں قدم رکھا۔ پس حضرت علی تو آٹھ سال سے بھی کم عمر بچے تھے انکا کفر کیونکر ثابت ہوا کیونکہ اجماعی مسئلہ یہ ہے کہ ہر بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے اور غیر مکلف تک اسی حالت پر رہتا ہے پھر ماں باپ جیسی تعلیم دیتے ہیں وہ مذہب قبول کرتا ہے۔

صفحہ اکیاون (۵۱) اسرار الہدیٰ پر یوں لکھتے ہیں کہ جناب امیر بہت ہی کم عمر تھے بلکہ آپ سن تمیز کو بھی نہ پہونچے تھے کہ تکلیف شرعی کے آپ مصداق ٹھہرتے پھر آپ کی شان میں یہ الفاظ موقوف بالا کیونکر راست آسکتے ہیں الیٰ آخرہٖ والسابقون الاولون من المہاجرین کی تفسیر ملا کاشانی کی ہے۔

اول کسے از مردمان مہاجر کہ تصدیق نبوت کرد امیر المؤمنین بود۔ واز زنان خدیجہ کبریٰ۔

ابوطلحہ گفت من در پیش ابوذر رفتم دیدم چو گفتم در میان مردمان اختلافے پدید آمد من
اتفاق باکہ کنم گفت متمسک بکتاب خدا و بعلیؑ ابن ابی طالب و بلازم این ہر دو شو بدرستیکہ
من گواہی میدہم کہ رسولؐ خدا فرمودہ کہ علیؑ ابن ابی طالب اول کسے است کہ مرا تصدیق
کردہ و او کسے باشد کہ روز قیامت با من صافحہ کند و او صدیق اکبر است و فاروق اعظم میان
حق و باطل و یعسوب مومنین — پس یہہ فقرات حضرت علیؑ کی نسبت دیکھکر آپ جل بھرے اور
تن بدن مین آگ لگ گئی سچ کہتے ہین کیونکر یہہ الفاظ جناب امیرؑ کی شان مین صادق
آسکتے ہین وہ تو طفل ہشت سالہ تھے — جوہر صاحب کا یہی طریقہ ہے ملا کاشانی کی تفسیر منہج الصادقین
کی تحریر لکھے جاتے ہین جہان مہاجرین و انصار کا نام آیا جھٹ ابوبکر عمر عثمان کو سب کا سرتاج
بنا دیا اور کہا دیکھو شیعہ تمہارے ملا صاحب اور اخوند صاحب یہہ لکھتے ہین حالانکہ اُن مین نشان
تک ان حضرات کا نہین ہے نام تو محالات سے ہے — مگر ملا کاشانی نے حضرت علیؑ کا نام سب
اور آپ بگڑ بیٹھے ملا صاحب کو صلواتین سنانی شروع کر دین — ابوطلحہ سا صحابی حضرت ابوذر
غفاری سے راست گو صادق الایمان سے جس کی صدق گفتاری پر رسولؐ خدا کی شہادت
موجود ہے یہہ روایت بیان کرے کہ رسولؐ خدا نے صدیق اکبر و فاروق اعظم و یعسوب
مومنین کے خطاب معظم و معلّے سے حضرت علیؑ کو سرفراز فرمایا مگر آپ اُس کی ضد مین صرف
قیاس پر ان القاب کو ابوبکر سے نسبت دین یہہ کیا انصاف ہے کوئی جھوٹی ہی روایت
اپنے دعوے کے ثبوت مین لکھدی ہوتی کہ رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے یہہ خطاب
مسترد کرکے ابوبکر کو دیدیا — غضب تو یہہ ہے کہ ابوبکر کے جوش الفت مین عمر خطاب
کو بھی بھول گئے کیونکہ اہل سنت انھین کو فاروق اعظم کہتے ہین پس انھین پر رحم کرو کیون
انکی روح کو بیزار کرتے ہو — تم کو یہہ بھی معلوم نہین کہ ہجرت اونے حبش کی طرف حضرت

جعفر طیار وغیرہ کے جانے کو اہل سنت نے اقرار کر لیا ہے اور السابقون میں وہ گروہ منتخب ہوا ہے۔

دیکھو خطبہ جناب علی مرتضےٰ وقت تقرر خلافت عثمان مندرجہ کتاب الفتوح تاریخ اعثم کوفی سنی المذہب۔

اے عزیزان و برادران اسلام اے صحابہ رسول ملک علام تم سب کو معلوم ہے کہ ہم کیا ہیں اور ہمارے مدارج کیسے ہیں۔ ہم اہل بیت نبوت ہیں ہم سبب نجات امت ہیں مورد مراحم رب جلیل ہیں مہبط جبرئیل امین ہیں وحی ہمارے ہی گھر میں نازل ہوئی بنائے دین ہم سے ہی کامل ہوئی رسول خدا سے قرب و حق سب پر ظاہر ہے خرد و بزرگ اس امر کا ماہر ہے پس اگر ہمارا حق ہمکو ملے تو حق بحقدار رسید کا معاملہ صادق آوے اور اگر امر ناحق مد نظر ہے اور غصب حق میں بدستور امر ہے تو میں صبر کرتا ہوں۔ خدائے پاک کی قسم ہے کہ اگر اس کے پیغمبر برحق احمد محمود نے مجھ سے عہد نہ لیا ہوتا اور پایان کار خلافت کی خبر مجھ سے نہ کہی ہوتی تو میں حق کو کبھی نہ چھوڑتا اور ہرگز روا نہ رکھتا کہ زید و بکر اس پر قابض ہوں۔

اے عزیزو تم کو خوب معلوم ہے کہ سابق اسلام میں ہوں قبول رسالت میں میرا پہلا درجہ ہے معین رسول میں ہوں کعبہ میں پہلے رسول خدا کے ساتھ میں نے نماز پڑھی میں نے ایام صبا میں بھی کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا خیبر و خندق احد و حنین وغیرہ میں جنگ سے منہ نہیں موڑا۔ پس میرے خلاف اگر امر خلافت قرار پایا تو جیسا صبر کرتا چلا آیا ہوں ویسا ہی اب بھی کرونگا کیونکہ مجھے خرابی و بربادی اسلام کا اندیشہ ہے مگر تم کو چاہیے کہ حق پر لحاظ کرو اور خدا سے ڈرو نفسانیت و جنبہ داری کو چھوڑو آئین اختیار۔

پس معلوم نہیں اب بھی جوہر صاحب اپنی یاوہ گوئی اور بیہودہ سرائی سے باز آجائینگے اور توبہ کرینگے یا نہیں مگر شرم کجا بے غیرتی و بے حیائی تو رگ و پے میں مثل خون فاسد سرایت کر رہی ہے۔

چھٹا فقرہ ہمیشہ مغلوب رہے یہانتک کہ جناب نے اپنے دین کو بھی غاصبوں سے برباد کرا دیا۔

جواب۔ یہ فقرہ جوہر صاحب نے غالب علیؑ کل غالب کے الفاظ پر جو اثر کی نسبت کہا ہے۔

ہم کہتے ہیں نعوذ باللہ ہزار بار توبہ کرکے کہ خدائے قادر مطلق با وصف عظمت و جلالت جباری و قہاری بر جمیع مخلوق و اشیاء خالق ہے ابتدائے آدم سے تا ایندم غلبہ کفار اشرار و مشرکان نابکار کس درجہ مغلوب ہے کہ اُسی کی پیدا کی ہوئی مخلوق ذات خدا کو بھی نہ اُس کی اطاعت کرتی ہے نہ اُس کے حکم کو مانتی ہے نہ اُس کے رسولوں کو بھی مانتی ہے بلکہ انواع و اقسام کی تذلیل و توہین و تحقیر کرکے قتل کرتی ہے اور صد ہا طرح کی ایذائیں دیتی ہے اور خدا مجبور و معطل ہے کچھ نہیں کر سکتا انبیائے مرسل تا حیات اپنے ہر حال و قال میں ظالموں اور خودسر لوگوں سے مغلوب ان کے ظلم شدید سے مضطر و پریشان کوئی آگ کے حوالے ہوتا ہے کوئی تلوار سے کوئی آرہ سے کوئی دار پر مگر دم نہیں مار سکتے۔ دیکھو حضرت لوطؑ نے غلبہ کفار نابکار سے حالت اضطرار میں با وصف مشاہدہ قوت و طاقت جبرئیل امین جو اعانت کو موجود تھے اپنی دختران پاکیزہ پیش کرکے کفار اشرار سے فرمایا یہ میری بیٹیاں پاکیزہ ہیں اگر ہو کرنے والے جس کی خبر قرآن مجید سے ملتی ہے

حضرت موسیٰ نے حالت قلق و انتظار میں اپنی بی بی صفورہ کو اپنی ہمیں ظاہر کیا۔
مومن آل فرعون ہمیشہ اپنا ایمان چھپاتے رہے۔ حضرت رسول خدا بر حالت مغلوبی
مکہ میں کیا کیا ایذائیں و مصیبتیں ہیں جو نہیں سہا رکھیں کہ باوجود نزول آیۂ لا تنکحوا المشرکین ابو العاص
مشرک و زینب دختر تک اخر خود میں جدائی نہ کر سکے۔ باوجود غلبۂ اسلام صلح حدیبیہ
میں اپنا لقب بخداداد رسول اللہ خود اپنے ہاتھ سے محو کر ڈالا۔ وقت وفات تک قوم
عاشرہ سے خوف ظاہر کرکے خانۂ خدا حسب خواہش دلی و تمنائے قلبی نہ تعمیر کر سکے
وغیرہ وغیرہ۔

پس اگر کانت مغلوبی خدا کی خدائی و انبیائے مرسل کا دین مسلم ہے تو جناب امیر کا بھی
دین مسلم ورنہ خیر۔ وہ شیعہ اس اسلام برائے نام کے ابوبکر خدا ابوحنیفہ رسول تم ان کے
حواری جیو فیصلہ ہوا تم خوش ہو گئے۔

سوم نہیں حضرت علی کے کس فعل سے تم نے دین کا برباد کرنا خیال کیا ہے۔
اگر کہو ابوبکر وغیرہ کی حکومت رہی پس باشد جناب امیر خود فرمانے میں چارہ نہیں امیر
کی حکومت سے نیک ہو یا بد کہ اس میں مومن بسر کرے پھر اگر امیر بد مجبر جو واقعی ایسی
ہے آپ نے ان کی حکومت میں بسر کی تو کیا قباحت جب کل انبیاء و رسول اللہ کا حال ویسا ہی
جناب امیر کا۔ اگر کہو ان کے پیچھے نماز پڑھی تو فرضاً پڑھی خدا کی نماز پڑھی نہ ابوبکر کی
اور جبکہ خود رسول خدا نے اکثر کے پیچھے نماز پڑھی ویسا ہی جناب امیر نے۔ اگر کہو
ان کو مستحق خلافت جان کر بیعت کی لا نسلم کیونکہ حدیث عائشہ صدیقہ سے صرف
ظاہر ہے کہ آپ نے خطبہ میں فرمادیا کہ ابوبکر کو استحقاق ہے جیسا صلح میں رسول خدا
نے رسول اللہ کا لفظ خود محو کر دیا اس میں دین کی بربادی چہ معنی۔

بیعت رسول اللہ کا طریقہ وسنت نہین دیکھو ابتدائے اسلام مین صرف یہہ کہدینا کافی تھا کہ
مین خدا اور اُس کے رسول محمدؐ پر ایمان لایا نہ ہاتھ پر ہاتھ رکھا جاتا نہ مصافحہ ہوتا -
ہان بیعت تحت شجرہ مشہور ہے کہ رسول اللہ نے مرنے مارنے پر عہد لیا مگر اُس پر بھی کچھ
باصدق وصفا قایم نرہے اور جنگ حنین سے بھاگ نکلے پس یہہ بیعت بطور عہد عدم فرار
بھی اسلام سے اور بیعت پیری ومریدی سے کیا مناسبت مگر ہان یہہ ایجاد نو ابوبکر ہی
کا ہے جسکی خبر رسول خدا نے دی ہے

اب ہم سے بے دینی کی تفصیل سنو - بے دین وہ ہین جنھون نے بقول مخبر صادق دین
مین خلاف طریقہ رسول اللہ ایجادین کین بے دین وہ ہین جو کہتے جب مجھ پر شیطان لپٹ
ہو اور خلاف حکم خدا کوئی بات کہون تم نمانو - بے دین بلکہ اخوان الشیاطین وہ ہین جنکا
ایمان بقول ابوحنیفہ ابلیس کے برابر ہو - بے دین وہ ہین جن کی نسبت رسول خدا
نے بحلف بیان کیا کہ میرے وقت مین اگر حضرت موسےٰ زندہ ہوتے تو تم انھین
کی پیروی کرتے - بے دین وہ ہین جو ہمیشہ رسالت محمدی مین شک کرتے رہے
بلکہ صلح حدیبیہ مین صاف اقرار کر لیا کہ آجکا سا شک نبوت مین کبھی نہین ہوا -
بے دین وہ ہین جنھون نے بضعۃ الرسول کو ایذائین دین اور موذی خدا اور رسول ہوئے
بے دین وہ ہین جنھون نے خلافت پاکر ارتداد کیا اور توبہ کرکے کل صحابہ کو توبہ نامہ
لکھ دیا - اور اپنے مرتد ہونے کا صاف صاف اقرار کیا پھر بھی قایم نرہے اور وہی
بحالت ارتداد مین قتل ہوئے دیکھو تاریخ اعثم کوفی کتاب الفتوح جب تمام صحابی رسول
نے عثمان کو خلاف حکم خدا ورسول عمل کرتے دیکھا تو درخواست کی یا خلع خلافت
کرو یا اپنی کردار سے توبہ - چنانچہ عثمان نے یہہ تحریر پیش کی بسم اللہ الرحمن الرحیم مین

امیر المومنین عثمان بن عفان برضا و رغبت اقرار تحریری روبرو اہالیان اسلام و معارف و اکابر ساکنان بصرہ و کوفہ و شام کرتا ہوں کہ آج سے مین کتاب اللہ پر عمل کرونگا اور سنت و شریعت محمد مصطفے سے عدول نہ کرونگا خلاف شریعت کوئی فعل مجھ سے نہ ہوگا جملہ اہل اسلام کی رعایت کرونگا مضطر و پریشان کو امن و امان مین رکھونگا مستحقین کا حق ادا کرونگا غیر مستحق کو مجھ سے کچھ سود نہ ہوگا جن کو جلاوطن کر دیا ہے اُن کی نسبت پھر داخلہ وطن کا حکم دونگا جس کا مال و اسباب ضبط کیا ہے واپس دونگا عبد اللہ ابن ابی شرح کو حکومت مصر سے معزول کرتا ہوں مصری جب خواہش جسے چاہین اپنا والی مقرر کرین۔ المرقوم ۵ ذیقعدہ سنہ ۳۵۔ جب اقرار نامہ ہو چکا علی مرتضی کو ضامن لکھکر زبیر طلحہ سعد بن مالک عبد اللہ بن عمر زید بن ثابت سہیل بن حنیف ابو ایوب بن زید کی گواہیان لکھوا دین۔ بعدہ جب مصریون نے محمدؐ ابن ابوبکر کو اپنا والی تجویز کیا تو خلیفہ صاحب نے حاکم بصرہ کے نام خط خفیہ بھیجا اور لکھا اقتلوا محمد ابن ابی بکر یعنی اسے قتل کر ڈالو۔ پس یہ ایفائے عہد ہوا اور انہین کرتوت سے آپ کی جان عزیز گئی۔

ساتوان فقرہ۔ ملا صاحب کو خلافت جناب امیر پر کیون ناز ہے حضرت کی ذوالفقار تو کبھی کسی کافر کے گرد بھی نہین پھری۔

جواب۔ ابوبکر نے تو تلوار اپنے باپ کافر کے گرد پھرائی تھی جو گلو بستہ قید تھا جس پر آپ نے اشد علی الکفار۔ کا خلعت فاخرہ انکو پہنا رکھا ہے مگر یہ لکھیے آنحضرت نے اس فعل شنیع سے ابوبکر کو روکا اور باپ کو نہ ذبح کرنے دیا از وف باین اشد علی الکفاری کہ باپ رسن بستہ مجبور وبے بس محصور و بے کس پر تلوار اٹھائین اور اس فعل مکروہ سے رسول خدا باز رکھین خیر اگر باپ کو حلال بھی کر ڈالتے تو کچھ شدت پائی جاتی مگر جبکہ ارادہ ہی تھا تو خدا کو علم ہے مار سکتے یا نہ بھی دشمنون مین مارتے خان شہور ہونے کو ارادہ کیا مگر بہر کیف کامیاب نہ ہوئے

اور مسموم ہوا یہ فعل ہرگز محمود و لائق پسند رسول اللہؐ نہ تھا کیونکہ آپ نے منع کیا کہ باپ پر اُس کے
حقوق پرورش پر نظر کرو اور اپنی تلوار غلاف میں کر لو۔ جوہر صاحب تم کو اشدّ علی الکفار
میں مجھ لین گے جو تمہارا مقصد و مدعا ہے۔ بجز اس ارادہ قتل پدر کافر کے ابوبکر و عمر و
عثمان تینوں کو سمیٹ لپیٹ کر کسی روایت سے تبلا دو کہ فلان جنگ میں فلان کافر کے
مقابل تلوار پھرانا تو درکنار وہ تو زنگ و بدرنگ ہونے کے باعث اپنا فالتو جمع خرچ
ہے نہ تھی کچھ نزاع لفظی ہی سے پیش آئے ہوں اور دور ہی سے ڈانٹ ڈپٹ بتلائی
ہو کیا بعہد مبارک رسولؐ مقبول کیا بزمانہ خلافت منصوبہ بازتے خان کے پیچھے بھاگتے خان
کے آگے ہمیشہ ان کی یہی روش رہی۔ کیون صاحب خندق کی لڑائی میں جب نہنگ
قریش عمر بن عبد ود جس کے مقابل ہزار مرد جرار بھی نہ ہو سکتے تھے صف جنگ میں مبارز
طلب ہوا اور رسولؐ اللہ نے اپنے اصحاب خصوص ارباب ثلثہ کی طرف دیکھا سب نے
گردنیں نیچی کر لیں اور اوپر منہ اُٹھایا جب آپ نے نام بنام پکار کر فرمایا کہ اس کے مقابلہ
میں جاؤ تو عمر خطاب نے عرض کیا کہ مجھے معاف رکھیے ایسا ہی اور لوگون نے جواب دیا
ہو گئے عمر ابن عبدود کا غرور بڑھا اور لاف و گزاف بکنے لگا آخر شیر بیشۂ رسالت و نبوت
سرفروش و جانباز علیؑ ابن ابی طالب نے اجازت حرب حاصل کی اور پیادہ اُس نہنگ ہیجا کے
مقابل ہوئے۔ چند دو بدل کے بعد ذوالفقار شرربار صاعقہ کردار کا وہ وار رسید کیا کہ خندق
تن شقی کے لیے قبر ہو گئی۔ کفار قریش کی کمر ٹوٹ گئی اور بھاگ نکلے کیونکہ اِسی پہلوان
نامی پر جنگ کا دارومدار تھا۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا ایک ضرب علیؑ کی یوم خندق بہتر
ہے دونون جہان کی عبادت سے یہ حدیث مشہور متفق علیہ ہے۔ مجال انکار نہین
جنگ خیبر مین اول روز ابوبکر کو نشانِ محمدی ملا اور امیر لشکر ہو کر یہودیون کے مقابلہ کو گئے

اور مغلوب ہو کر بے نیل مرام واپس آئے مگر غیرت ہوئی نشان کو نہین چھوڑا۔ دوسرے روز عمر خطاب کو نشان عطا ہوا آپ سردار لشکر ہو کر تشریف لیگئے چونکہ ترتیب خلافت کا خیال تھا لہذا قدم بقدم اپنے پیش رو کے انھین بھی واپس آنا ضرور ہوا۔ تیسرے روز کے لئے آنحضرت نے اعلان فرمایا کہ کل یہہ نشان اُسے ملے گا جو کرار ہو غیر فرار ہو اور جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور اُسے خدا و رسولؐ دوست رکھتے ہین۔

تمام اصحاب مین کھلبلی پڑگئی اور ہر شخص متمنی تھا کہ خدا کرے کل مجھی کو نشان ملے۔ عمر خطاب فرماتے ہین اُس رات مجھے نہایت بے چینی تھی کہ کاش کل بھی مجھی کو یہ منصب ملے عطا ہو تو کیا کہنا۔ مگر فرار کا فقرہ آپ نسیاً منسیا کیے ہوئے تھے۔

حضرت علیؑ کو آشوب چشم تھا اور نہایت تکلیف۔ خیر صبح ہوئی رسول اللہؐ نے حکم دیا علیؑ کو لاؤ لوگ اُسی حالت مین لے گئے آنحضرت نے آنکھون مین لعاب دہن اپنا مل دیا آنکھین بفضل خدا و بہ فیض رسولؐ روشن و صاف ہوگئین۔ لواے احمدی علیؑ ابن ابی طالب کو ملا اور قلعہ خیبر فتح کرنے کا ارشاد ہوا۔ آپ ظل لواے سید لولاک مین تازیر قلعہ پہونچے۔ حارث و مرحب پہلوانان روئین تن معف شکن کہ جنکو زور و طاقت پر غیر اونکو ناز تھا صف آرا ہوئے اسد اللہ غالب علیؑ کل غالب نے دونون کو واصل بجہنم کیا اور خندق سے مع فوج عبور کرکے دروازۂ قلعہ کو جالیا۔

کیواڑ آہنی جسے ستر آدمی ملکر کھولتے و بند کرتے اندر جانے کو حائل تھے انکو بزور ید اللّٰہی توڑ پھوڑ قلعہ مین داخل ہوگئے اور نشان محمدی کا پھریرا بالاے قلعہ بلند کردیا۔

آنحضرت کو جبرئیل امین نے مبارکباد دی اور علیٰ رؤس الاشہاد باآواز بلند فرمایا لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار اور سب نے یہہ آواز سنی۔

حدیث خیبر ہم اوپر لکھہ آئے ہین دیکھو صحیح مسلم و بخاری سے۔

جنگ اُحد مین تمام لشکر اسلام بھاگ گیا۔ ابوبکر و عثمان پتھر دلی آزمین چھپے دیکھے گئے۔ عمر خطاب پہاڑ پر چڑھ بھاگے۔ وہ خود کہتے ہین مین اُس روز بزکوہی کی مانند پہاڑ پر اُچھلتا کودتا پھرا۔ رسول اللہ کے دندان مبارک شہید ہو گئے۔ شیطان نے خبر اُڑادی محمد قتل ہو گئے۔ حضرت علیؑ صف جنگ سے آنحضرت کے پاس آئے آپ نے فرمایا اے علی تم بھی اپنے بھائیون کے ساتھہ کیون نہ بھاگ گئے آپ نے عرض کی لا اخوۃ بین الکرار والفرار۔ مین بھاگنے کے لئے آپ پر ایمان نہین لایا۔ پھر صف دشمن مین جاکر صدہا کافر فی النار کر دیئے۔

تاریخون کا اتفاق ہے کہ اُسروز بجز حضرت علیؑ و ابودجانہ اور کوئی ثابت قدم نہ رہا ابودجانہ رسول اللہ کے پاس تھے اور حضرت علیؑ کافرون کو پسپا و فنا فی الدار البوار فرماتے تھے یہانتک کہ اسلام کو فتح نصیب ہوئی اور سب بھاگی ہوئی خلقت جمع ہو گئی۔

خیر اور کتابین تو تم کرو ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ صاحب پدر بزرگوار شاہ عبد العزیز کو دیکھو صفحہ ۲۱ اما ماثر امیر المومنین و امام الاشجعین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب۔ صفحہ ۲۵۵ فنادی منادیوم احد لا سیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علی الکرار یہہ دوسری شہادت حضرت جبرئیلؑ کی ہے۔

جنگ حنین مین بھی سب لوگ بھاگے اور حضرت علیؑ و چند بنی ہاشم جان نثار ثابت قدم رہے اور لڑائیون کا حال کتابون مین دیکھنا چاہئے کہ حضرت علیؑ نے کیا کیا کار نمایان کئے

آپ خود ہی فرماتے ہیں مصرع؏ دین نبیؐ کو دی ہے مری تیغ نے جلا ٭ ہر کہ شک آرد کافر گردد۔

اب معلوم نہیں جوہر صاحب ان کافران مقتول کو کیون کافر نہیں سمجھتے۔ اچھا صاحب انکو نہ سمجھیے۔ جنگ جمل میں تیرہ ۱۳ ہزار۔ جنگ صفین میں ستر ہزار۔ جنگ نہروان میں بیس ۲۰ بائیس ۲۲ ہزار جو حضرت علی نے فی النار کیئے وہ کافر نہیں جسے تم سمجھو۔

آٹھوان فقرہ۔ اگر حضرت حسنینؑ وغیرہ دیگر ائمہ بھی کفار عرب کو فی النار کرتے اور اثر عجم کی جورو بچون کو لونڈی غلام عرب کا بناتے تو البتہ قابلیت امامت کی رکھتے جب یہ صفت حضرات موصوف میں نہ تھی تو دائرہ امامت سے قطعی خارج سمجھے گئے۔

جواب۔ تم کو روایت روضۃ الصفا پر بڑا ناز ہے جسے ہر جگہ اپنے رسالہ میں بطور دلیل قطعی و ثبوت یقینی پیش کرتے ہو۔ دیکھو اسی تاریخ میں باب سید الساجدین جناب زین العابدین علیہم السلام مین صاف لکھا ہے کہ ملک عجم عہد مبارک جناب امیرؑ مین فتح ہوا جس لشکر کے حضرت امام حسنؑ سردار تھے۔ حضرت شہربانو اور ان کی دونون بہنین بنت یزدجرد بادشاہ عجم کو نہایت اعزاز و احترام سے آپ اپنے ہمراہ لائے جن مین حضرت شہربانو کا حضرت امام حسینؑ روحی لہ الفدا سے عقد ہوا عہد خلفائے ثلثہ مین عجم کا فتح ہونا محض دروغ بے فروغ ہے اکثر شیعون نے بھی سنیون کی روایات بے سروپا سے دھوکا کھایا ہے اور عمر شریف حضرت امام چہارم سے بھی جو کربلا کے سفر کے وقت تھی ثابت ہوتا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی نسبت ہم پہلے لکھ چکے ہین خدا کی جانب سے جو نبی و وصی یا امام ہوتے ہین وہ اس دستور العمل کے مطابق کاربند ہوتے ہین جو خدا کی جانب سے انکو ملتا ہے۔

حضرات حسنین علیہم السلام نے معرکہ جمل صفین نہروان مین خوب ہی جہاد کیئے اور کشتونکو

پشتے لگا دے۔

تاریخین اِن محاربات کی دیکھو معلوم ہو جائے گا۔ بعد خلافت خود حضرت امام حسن علیہ السلام نے بوجہ منہو نے اعوان و انصار و بہ لحاظ کشت و خون بندگان خدا اپنے جد امجد سید الانبیا کی تقلید صلح حدیبیہ کی اور معاویہ سے صلح کر لی۔ حضرت امام سیوم کا جہاد فی سبیل اللہ تاریخ عالم مین اپنا آپ ہی نظیر ہے دیکھو تاریخ چین جسکا مصنف ایک عالم محقق مورخ عیسائی ہے لکھتا ہے کہ رستم و غیرہ کو شجاع و جری وہ لوگ سمجھتے ہین جو تاریخ عالم اور واقعات نبی آدم سے واقف نہین اور بالکل بے خبر ہین۔ اگر نوع انسان مین کوئی شجاع و بہادر جرار و کرار پیدا ہوا ہے تو وہ حسینؑ ابن علیؑ ابن ابیطالب قریشی ہے۔ یہہ قول ضرب المثل ہے کہ ایک پر بھاری ہوتے ہین مگر حسینؑ کو چند قسم کے دشمنون سے سامنا تھا۔ اول بھوک و پیاس سہ روزہ جس کے مثل انسان کا دشمن صعب و سخت دوسرا نہین۔

دوسرے عرب کے ریت گرم سنی جون کا مہینہ آفتاب کی حدت و حرارت نصف النہار باد سموم کے جھونکے جیسے شرار و چنگاریان نکل رہی تھین حالت اضطرار و اضطراب تیس ہزار فوج دشمن سے مقابلہ جو ہر ایک لہو کا پیاسا تھا پس ایسے دشمنون کے مقابلہ مین جو شخص مستقل اور ثابت قدم و راسخ دم صرف اللہ پر بھروسہ و توکل کر کے دشمن کے مقابل ہو وہ شجاع ترین عالم و آدم ہے۔

مولوی امیر علی صاحب جج ہائی کورٹ کلکتہ تنقید الکلام فی احوال شارع اسلام مین بمقابلہ عیسائیون کے جو قایل ہین کہ حضرت عیسےٰ گناہون کے فدیہ ہین۔ لکھتے ہین کہ اگر معاصی عالم کا فدیہ یعنی ذریعہ نجات و تقرب خدا کا وسیلہ درکار ہے تو امام حسینؑ کی شہادت کاملہ نے اس کی تکمیل کر دی اور اسلام تعلقات ارجاس و انجاس سے پاک ہو گیا۔

کیون جوہر صاحب محقق عیسائی کا شجاعت امام حسینؑ مین وہ قول اور مولوی اکبر علی صاحب کا شہادت امام حسینؑ پر یہ افتخار اور باوصف ادعائے اسلام آپکا یہ کلام کچھ تو خدا سے شرم کرو ؎

یک حسینے نیست کو گردد شہید ورنہ بسیارند در عالم یزید

عرب و عجم کی عورتون بچون کو لونڈی غلام بنانا اس فعل وحشیانہ وظالمانہ کو کون مہذب قوم پسند کرے گی۔ کہ بندگان خدا کو خرید و فروخت کیا جاوے اور اُن کو اسیر و مقید رکھا جاوے یہ طریقہ آنحضرت کا ہرگز نہ تھا۔ آپ کو اللہ جل شانہ نے مجسم خلق عظیم بنایا تھا آپکے مکارم اخلاق و محاسن اشفاق اس بات کو ہمیشہ مکروہ و معیوب سمجھتے رہے۔

دیکھو جب بنت حاتم طائی مقید ہو کر آپکے روبرو آئی آپنے بہ لحاظ سخاوت و فیاضی کے باپ کے اُس کی بیٹی کو اپنی ردا بچھادی اور رہا کر دیا ایسا ہی اور اُسرائے مغلوب کے ساتھ ایکا سلوک رہا کیا۔

بھائیجان ظلم بنیاد آپکے خلفا کی ہے کہ بیگناہ مردونکو تہ تیغ کیا عورتون اور بچون بے بس و بےکس کو اسیر کر کے فروخت کر ڈالا۔ لا و اللہ لا اس جبر و تعدی سے نہ خدا خوش نہ رسولؐ۔

عیسائیون کے اعتراض پر اہل سنت نے صرف فعل صحابہ کے جائز رکھنے کو اسلام مین یہ بھی ایک شاخ لگا رکھی ہے اور بیجا توجیہین و تاویلین کرتے ہین مگر جو داغ اسلام کی قسمت مین تھا وہ کیونکر مٹتے۔

اور ائمہ علیہم السلام کو حکم جہاد نہ تھا مثل عیسےٰؑ و دیگر صدہا انبیا و رسل کے جو ہمیشہ تا حیات جہاد لسانی فرماتے رہے اور شجاعت و شہامت ظاہر نہ کی جیسا اُنکا حال و طرز معاشرت ویسا ہی اِن کا سمجھو فرق نہین جو جسے حکم ملا اُسپر عامل ہوا بیت

ہر کسے را بہر کارے ساختند میل آن اندر دلش انداختند

اب دیکھنا مشرق سے مغرب تک اسلام پھیلنا ایک دین ایک مذہب ایک ملت ایک خدا ایک رسول ایک خلیفہ برحق بعد اس کے گیارہ اماموں کی امامت اور رجعت و قصاص منافقان بدکردار حشر و نشر بہشت و دوزخ میں داخلہ ۵

یا منتقم ظہور امام زمان دکھا — اب دم لبوں پہ ہے در امن و امان دکھا
آنکھیں ہیں منتظر رخ آرام جان دکھا — پھر برق ذوالفقار کو آتش فشان دکھا
دشمن رہے نہ ایک شہ مشرقین کا — یارب مٹا دے نام عدوی حسین کا

نواں فقرہ اس کا جواب مفصل ہم لکھ چکے ہیں دیکھو صفحہ ۱۰۲ و ۱۰۴ رسالہ ہذا

دسواں فقرہ مصداق ان آیتوں کے وہی لوگ ہیں جنھوں نے بفضل خدا کفار عرب واشرار عجم سے روئے زمین کو پاک کیا اور جن کے زمانہ میں امن کامل رہا اور عدم خوف خلق خدا کو حاصل رہا نہ وہ کہ جنھوں نے بہ طمع خلافت اپنے ہاتھ سے اہلبیت کا خون کیا۔

جواب آیہ۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا

آیہ میں فقرہ ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا ہے جس کی تفسیر بدل دہد البتہ شان را از پس ترس ایشان از شر دشمنان ایمنی) ہے پس اس کے معنے تو یہہ ہوئے کہ مومنین صالحین کو بدل خوف کا امن میں رہنے کا ملا یعنی جیسا شر دشمنان سے انکو خوف تھا وہ خوف مبدل بہ امن ہو گیا۔ اور یہہ آیہ بعد ہجرت آنحضرت مدینہ میں نازل ہوا کہ مومنین با ایمان و یقین ہی کسو کہ جو تم کو کفار مکہ سے ایذائیں پہونچیں اور ہر وقت تم کو انکا خوف بنا رہتا تھا اب ان کے شر سے تم امن میں رہوگے (اور وعدہ کرتا ہے خدا انہیں مومنین صالحین سے

کہ جیسا پیشتر ہم نے انبیاء و اُن کی اُمت کو زمین کا سردار بنایا ویسا ہی تم کو بھی اُنکا قایم مقام اور دیا ہم نے تم کو ایک دین برگزیدہ و پاکیزہ ۔ دوسری آیت ثم جعلنٰکم خلائف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون ۔ کیا ہم نے تم کو قایم مقام پچھلون کا۔ یعنی زمین کے بعد اُنکے پس ہم انتظار کرینگے کہ تمہارے عمل کیسے ہونگے ۔ پس دونون آیتون کا یہہ مطلب ہے کہ مثل انبیائے سابق و اُن کی اُمت کے تم کو بھی اُنھین کا قایم مقام بنایا اور کفار کے شر سے تم کو امین کیا اب دیکھیئے تم کسطرح کے عمل کرتے ہو۔

اس مین نہ کہین ذکر روئے زمین کو کفار عرب و اشرار عجم سے پاک کرنے کا ہی نہ امن کامل و عدم خوف خلق خدا۔

تم تفسیر کو اُلٹ پلٹ کر اپنے خاطر خواہ معنے بنا لیتے ہو۔ مگر جب آیات کے صاف و صریح معنے موجود ہین تو ہم کو تفسیر کی ضرورت نہین صرف جو مفسر کی رائے ہو نہ آیات کے اصلی معنے ۔

پس اب دیکھو ان آیات کریمہ نے تم کو جھوٹا کر دیا یا نہین صاف ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا مومنین صالحین کی نسبت ہے کہ شر و نفاق دشمنون سے مامون رہینگے نہ امن کامل و عدم خوف خلق خدا۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ ہر آیہ مین جہان اللہ پاک نے امنوا فرمایا ہے روئے مخاطب آنحضرت ہی کی جانب ہے یعنی آپ مومنین کے سردار و افسر ہین بعد ازان علیؑ ابن ابیطالب ہین کو بارہا حضرت رسول خدا نے صالح المومنین فرمایا ہے بعدہ اور مومنین صالحین پس ان آیات مین مشرق سے مغرب تک اسلام پھیلانے کا ذکر نہین ہے بجز اس کے کہ جیسا ہم نے پہلی اُمتون کو زمین کا مالک کیا ویسا ہی تم کو۔

اب دیکھو خدا کا وعدہ سچا اور بے زوال و لا نجم جس کی تکمیل آیہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک سے ہو گئی یعنی جب وعدہ خدا حضرت علیؑ خلیفہ مطلق کر گئے ورنہ اور خلافتوں سے انکا کیا تعلق کیونکہ عموماً اہل سنت خصوصاً تم خدا کی جانب خلافت کا ہونا ناروا و ناجائز کہتے ہو پھر یہ آیات تمہارے خلفا پر کسطرح صادق آ گئیں ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اب پہلی اُمتوں سے اس امت کو مشابہ کر لو دیکھو کیسا جوڑ و پیوند ملتا ہے یہہ امر تو ظاہر ہے کہ زمانہ جنگ و جدال میں امن قایم نہیں رہتا لیس جیسا رسول اللہؐ کے عہد مبارک میں کفار قریش و یہودیان خیبر وغیرہ کا امن خاک میں ملا ویسا ہی حضرت علیؑ کے جنگ و جدال کے زمانہ میں نواصب و خوارج جمل و صفین و نہروان کا امن خاک میں ملا اور جس طرح رسول اللہؐ نے اپنے ہاتھ سے بطمع رسالت دین خدا جاری کرنے کو کفار اشرار کو نیست و نابود کیا اُسی طرح حضرت علیؑ نے اپنے ہاتھوں سے بطمع خلافت کتاب اللہ پر عمل کرنے کے لیئے نواصب و خوارج ناہنجار کو فنا فی الدار البوار کیا۔

اپنی چیز پر سب کو طمع ہوتی ہے خصوص اُس وقت کہ جب کتاب اللہ میں مخالفت و طریقہ رسول اللہؐ میں منافقت ہو کر دین خدا برباد ہو رہا ہو۔

امن و امان کا خون عہد خلفائے ثلثہ میں ہوا جبکہ بجز قطع و قمع بندگان خدا اُن کے مال کی لوٹ کھسوٹ انکی عورتوں بچوں کی اسیری بے خانمان ہونا خرید و فروخت معصوم و مظلوم اطفال ہزارہا خاندان کی تباہی و بربادی طوائف الملوکی کے اور کچھ کام ہی نہ تھا جس کو آپ نے صفحہ ۶۳ رسالہ میں بڑے فخر و ناز سے لکھا ہے حضرت عمر خلیفہ دس برس رہے۔ اُن کے وقت میں اسلام خوب ہی ظاہر ہوا

شام و مصر و ایران و عراق و اکثر روم فتح ہوا۔ چار ہزار بڑے بڑے شہر مع پرگنات فتح ہوئے چار ہزار مسجد تیار ہوئیں چار ہزار بتخانہ توڑے گئے بیشمار خزانے مسلمانوں میں تقسیم ہوئے لوگ آسودہ و غنی ہو گئے انتہے۔

بس اسی پر خلق خدا کو بہ امن و امان ہونا قیاس کرلو اور بے شمار خزانے مسلمانوں کو تقسیم ہونا جس کے سبب لوگ آسودہ و غنی ہو گئے۔ یہی تو خلقت کے رجحان کا سبب تھا۔ حضرت علیؑ کو وہ لوگ کیوں پسند کرتے یہاں بجز حصہ رسد ملنے کے اور کیا امید تھی۔

صفحہ ۱۴۲۔ اسرار الہدے میں جوہر صاحب نے ایک عبارت تنزیہ الانبیاء والائمہ مصنفہ جناب سید مرتضے علم الہدے کے لکھی ہے اور اسے جناب موصوف کیطرف منسوب کرتے ہیں (باآنکہ حضرت امیر و شیعہ او ہمیشہ دین خود را اخفا فرسودہ اند و در پردۂ دین مخالفین گزرانیدہ اند و امن کامل و عدم خوف نیز در زمان ایشان حاصل نبود چہ حصل امامت ایشان ز ابلاد کثیرہ و اقطار طویلہ مثل شام و مصر و مغرب منکر بلند چہ جائے قبول احکام ایشان الخ

جواب۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ ہرگز عبارت جناب علم الہدے کی نہیں ہے بلکہ قول اہل سنت نقل کر کے بعدہٗ جواب شافی دیتے ہیں جس کو تم نے الی آخرہ لکھ کر طاق نسیان پر رکھ دیا ہے۔ تمہارا ابتدا سے یہی قاعدہ ہے کہ حدیث و اقوال و روایات و عبارات کو کاٹ چھانٹ کر اپنے خاطر خواہ الفاظ منتخب کر کے لکھ دیتے ہو جیسا حدیث شورہ خلافت میں عمر خطاب نے عمدہ الفاظ وقت پر استعمال کرنے کو منتخب کیے تھے جس کے وہ قائل ہیں بھلا لم فریبی اور روباہ بازی اچھی نہیں اسد اللہ الغالب کے بیرو محصور کر کے دام الحبس کر دیتے ہیں۔ بھلا اس فقرہ کو دیکھیے ہمیشہ دین خود را اخفا فرسودند و در پردہ دین مخالفین

گزاند نداو جناب علم الہدیٰ سے محی الدین کو جنکی ذات جامع خیر و برکات نے مخالفون کی دھجیان اڑا دین اور لوائے شریعت و تبعیت احکام خدا و رسولؐ اقصائے و اکناف عالم مین بلند کردیا وہ جناب امیر کی نسبت ایسا فرمائین کہ دین خود اخفا و در پیچ دین مخالفین لا و اللہ لا یہ قول انکا نہین ہے بلکہ کسی متعصب ناہی کا ہو۔

اور ہمیشہ کے لفظ نے اور بھی اِس قول کو رد کردیا کیونکہ ہمیشہ کا اطلاق روز ولادت سے آخر دم حیات تک ہوتا ہے پس ایسا کلمہ بجز کور باطنون کے اور کون کہہ سکتا ہے۔

حضرت علی نے نہ کبھی اپنا دین اخفا کیا نہ پردہ دین مخالفین مین رہے صریح کذب و بہتان نہ اُن کے شیعہ ملکی صفات۔ دیکھو آپنے ابتدا سے انتہا تک اپنا کو مستحق خلافت غیرون کو غاصب و خائن فرمایا اور سیرت شیخین اختیار کرنی ہرگز قبول نہ کی جس پر عثمان کو خلافت ملگئی اور آپ صابر و شاکر رہے سیرت شیخین دین مین داخل نہ تھی ورنہ اُس کے منظور کرنے مین کیا قباحت تھی مگر آپنے صاف جواب دیا کہ یہ مجھ سے نہ ہوگا حضرت ابوذر نے بلا تقیہ ابو طلحہ سے صاف کہدیا کہ متمسک بکتاب اللہ بہ علیؑ ابن ابیطالب شو۔ ایسا ہی شام مین جب تک آپ رہے دین خدا ظاہر کرتے رہے جس پر معاویہ نے عثمان کو شکایت لکھی کہ ابوذر میری حکومت مین خلل انداز ہوتے ہین اور عثمان نے بکمال شدائد و تکلیف مدینہ مین بلا کر جلاء وطن کی سزا دی ایسا ہی عمار یاسر و مالک اشتر وغیرہ نے دین حق کے اظہار مین عثمان کے ہاتھ سے کیا کیا ایذائین اُٹھائین۔

خود حضرت علی نے خلافت مغصوبہ مین بارہا معاملات دینی مین اصلاح فرمائی جیسا سزائے موت جسے عمر خطاب نے خلاف شریعت حد جاری ہونے کو حکم دیا مگر آپکے رد کردیا اور سزا نہ ہونے دی جس پر لولا علی لہلک عمر مشہور دنیاوی سے کہا گیا وغیرہ وغیرہ۔

پس ایسے دین ظاہر کرنا کیسے ہین یا اخفا فرمودند کہین گے۔

بہرکیف حضرت علیؑ و اُن کے شیعہ ملک خصال ہمیشہ و ہر حال مین اپنا دین اپنا ایمان اپنے خدا و رسولؐ کے احکام علی الاعلان ظاہر کرکے گمراہون کو دین حق کی طرف بلاتے رہے ایسا ہی جملہ آئمہ معصومین و اُن کے شیعہ والاصفات کبھی کسی حال و قال مین ان حضرات نے دین کو اخفا نہین کیا۔ دیکھو دین پناہی و شریعت محمدی کی آبرو بچانی آسے کہتے ہین کہ حضرت خامس آل عبا روحی لہ الفدانے ع بیجان ہوکے دین نبیؐ کو جلا لیا ۵

سر داد ونداد دست بر دست یزید حقا کہ لوائے دین پناہست حسینؑ

انہین حضرات کے دین حق و شریعت مطلق جاری کرنے سے اسلام حقیقی محفوظ و مامون رہا اور روز بترقی کرکے آج تمام دنیا مین مثل آفتاب عالمتاب چمک رہا ہے ہزارون کالی گھٹا شامیون کی اٹھین گرد ہوان دیار ہوئین مگر اس کی تابندگی و درخشندگی بڑھتی رہی الہم زد فزد۔

گیارہوان فقرہ۔ اسی عبارت مکذوبہ و مصنوعہ پر جوہر صاحب نے اُصل کو ذکر کیا ہے کہ بقول علامہ حلی الجبان لایستحق الامامۃ جناب امیرؑ مستحق خلافت مطلق نہ تھے۔

ثم نشر الجواب آدمی ہو کبھی فی وقت من الاوقات خلیفہ برحق تھے کبھی مستحق خلافت مطلق نہ تھے کبھی کچھ کبھی کچھ ایک رنگ پر قایم رہتے تو مناسب تھا۔

اب ہم سے سنیئے جبن کے معنے ہین۔ نامرد بے ہمت سحر کہ مرد آزما سے منہہ پھیرنے والا صف جنگ کو پشت دینے والا کڑی پڑنے پر نوک دم بھاگ نکلنے والا۔

علامہ حلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسا ہو وہ مستحق امامت و خلافت کا نہین آپ کو خدا کی قسم اور اپنے عمر عزیز کی سوگند سچ کہیئے کہ آپ کے خلفائے ثلثہ جنگ احد

عنین خیبر سے بھاگ گئے۔
ابوبکر کو ابن ربیعہ وغیرہ نے صحن کعبہ میں مارا جس کے صدمہ سے تمام منھ سوج گیا تھا مگر خیر یہ تو ابتدائی حالت تھی اسے جانے دو۔ آپکے خلفا نے سوائے اپنے باپ قیدی پر تلوار اٹھانے کے کسی حرکہ میں دوسرے کے مدمقابل ہو کر اُسے قتل کیا یا زخمی کیا یا دور ہی سے للکارا۔ یا خود اُس کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور نوبت بہ علاج جراح پہونچی۔ تم نے بھی ابوبکر و عمر کے فتوحات کا خلاصہ لکھا ہے کسی حرکہ میں خود سردار لشکر ہو کر گئے اور خود لڑے یا خالد وغیرہ کے برتے پر مانا یانی۔
آنحضرتؐ کے وقت میں ابوبکر کا سردار لشکر ہو کر جانا بمقابلہ ابوسفیان بعد جنگ لد اور سوکراع اسیم اور خیبر و بنی کلاب و قوم بنی فرازہ اور وادی الرمل میں جو تم نے لکھا پھر وہ تین اہل سنت کی ہیں اور خیر لو فرضا گئے بھی مگر کسی سے مقابل ہونا اور اُن کے ہاتھ سے کسی کافر کا مارا جانا ظاہر نہیں ہوتا لشکر کے ساتھ رہے ہونگے کلام تو مارنے مرنے پر ہے۔ ایک اسیری حج کی آپنے اور لکھی ہے اور سورہ برات کا قصہ بھول گئے ہو وہ ہم سے سنو۔ آنحضرتؐ نے سورہ برارت ابوبکر کو دے کر مکہ کو روانہ کیا بایں غرض کہ لوگوں کو سنادو ابوبکر کعبہ کی جانب چلے۔ جبریل امین نازل ہوئے اور حکم خدا پہونچایا کہ خدا کے احکام تم اپنی ذات سے پہونچاؤ یا علی جو تمہارا نائب برحق ہے۔ غیر شخص ایسے احکام پہونچانے کا مجاز نہیں۔ آنحضرتؐ نے فوراً حضرت علی کو حکم دیا کہ تم جا کر ابوبکر سے سورہ برارت لے لو اور بہ نفس نفیس احکام خدا کی تبلیغ کرو چنانچہ آپنے راہ میں سورہ کریمہ ابوبکر سے لے لیا اور خود امیر حج ہو کر کعبہ میں پہونچے اور تبلیغ رسالت کی۔ ابوبکر اگر آپکے ساتھ رہے ہوں تو باشد مطلب تو سورہ براءت کی تبلیغ

کا تھا سو وہ منصب حضرت علیؑ کو ملا بھی تو ہم کہتے ہیں کہ تم صرف اپنے مطلب کے لائق عبارت لے لیتے ہو اور اصل مقصد کو چھوڑ دیتے ہو۔

اب اس روایت میں ابوبکر کی امیری کہاں ہے۔ البتہ ہی جابجا کی سرداری لشکر تم نے گڑھ بیونت کر ابوبکر پر جامہ امیری راست کر دیا ہے ورنہ وہ بیچارے نہ کسی لشکر کے امیر ہوئے نہ کسی سے الجھ لڑنے بھڑنے کا موقع ہوا خیبر میں البتہ آپ نے نشان دے کر بھیجا تھا سو اس کا حال سن ہی چکے کہ بے نیل مرام زیر قلعہ سے بھاگ آئے بھاگنے کا ثبوت آنحضرتؐ نے فرما دیا تھا کہ کرار ہوگا نہ فرار یعنی بھاگنے والا پس بھاگنے کے لیے یہ فقرہ مصدقہ مخبر صادق کافی ہے کہ جیسا اور لوگ نشان لے کر بھاگ آئے ویسا وہ نہ ہوگا جسے کل نشان ملے گا۔ اس فرار میں عمر خطاب بھی دوسرے نمبر پر ہیں جیسا خلافت میں۔ حنین کا فرار قرآن مجید سے ثابت ہے اور خود قول عمر خطاب مندرجہ صحیح بخاری و مسلم بز کوہی کی مانند اچھلنا کودنا۔ حنین کا فرار بعد بیعت تحت شجرہ غزوۂ تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم۔

پس علامہ حلی نے ان فرار کہائے مرد آزمائے و نیز دیگر واقعات تاریخی سے جن کی تحریر میں تہذیب مانع ہے خلفا کو جبن فرمایا ہے اور لائق امامت و خلافت نہیں سمجھا آپ کو جناب امیرؑ پر غصہ آ گیا اور ایک روایت صریح موضوعی و بے ربط و خبط لکھ کر جبن قرار دیدیا۔ خیر اگر اس روایت کو ہم مان بھی لیں تو اس سے یہ اوصاف جبن کہاں نکلتے ہیں بجز اسکے کہ مثل مومن آل فرعون جس کی صداقت قرآن سے ہوتی ہے بحکم ایمانیہ اپنا ایمان دشمنوں کے خوف و غلبہ سے چھپاتے تھے مگر جبن کا اطلاق تو اسی حالت میں صادق آئیگا کہ مثل خلفائے ثلثہ رسول اللہ کو سر جنگ میں چھوڑیں اور بھاگ کر اپنی جان بچائیں۔

اگر مغلوبی و محکومی اُمرائے بد باعث حبین تم سمجھتے ہو تو ابتدائے آدم تا خاتم جملہ انبیائے مرسل نعوذ باللہ من ذالک اس الزام سے بری نہین بلکہ حضرت علیؑ کی مغلوبی و محکومی و توہین و تحقیر سے اُن کی مغلوبی و محکومی توہین و تحقیر و تذلیل و ظلم و جور کفار بہت ہی زیادہ ہے ع جو صاحب و الاہین وہ ہین مورد بلا ہاے جوہر صاحب نے حدیث ثقلین مشہور و معروفہ لکھ کر تمسک بہ قرآن مجید و عترت رسول رب وحید کی نسبت بہ اہل سنت دعوی کیا ہے کہ بجز فرقہ ناجیہ اہل سنت ان دونون جلیل القدر کی متابعت احکام دینی و شرعی مین ہرگز نہین کرتے اور مخالف کتاب اللہ و عترت ہین چنانچہ جناب میرن صاحب قبلہ اعلے اللہ مقامہ تحریر بحوالہ صوارم لکھتے ہین دربارہ عدم تمسک قرآن گویند تغیر و نقصان در قرآن ہم در چہار چیز است یکے تبدیل لفظے بہ لفظے آخر مثلا اینکہ گفتہ شود بجائے کنتم خیر امۃ خیر ایمۃ بودہ لکن بعضے از اعدائے اہل بیت آنرا تبدیل نمودہ اند مگر وجہ اول بعید است پس یہانتک جناب موصوف کی عبارت تحریر کر کے اب اپنی چرب بیانی سے لفظ امۃ غلط ہے بلکہ صحیح ایمۃ ہے اور خاص صاحب جتہادون سے یہہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ درحقیقت قرآن ناقص ہے پس شیعون کو دعوے تمسک قرآن کرنا محض اُن کے اُصول کے مخالف ہی لکھنے چلے جاتے ہین نہ روایت کا نتیجہ لکھتے ہین نہ آغاز نہ انجام جناب ممدوح فرماتے ہین تغیر در قرآن چار چیزون مین ہے ایک تبدیل الفاظ مثلا کہا جاوے بجائے کنتم خیر امۃ خیر ائمۃ تھا لیکن بعض دشمنون نے تبدیل کر دیا مگر وجہ اول بعید ہے یعنے نادرست پس کیونکر ظاہر ہوا کہ جناب موصوف نے نقصان قرآن تسلیم کر لیا جبکہ وجہ اول بعید است کا فقرہ موجود ہے یہ تو تحریر کا طریقہ ہی کہ فلان فلان باتین معلوم ہوتی ہین مگر وجہ اول درست نہین وجہ ثانی قرین قیاس ہے ۔ اگر تم سچے تھے تو

پوری روایت اور چارون چیزون کی تفصیل پر جناب موصوف کی رائے لکھتے تو معلوم ہوتا آپ کے نزدیک کیا درست ہے کیا نادرست پس جبکہ تم نے روایت لکھنے مین خیانت کی ہے اور جناب موصوف کا فیصلہ آخر نہین لکھا تو کسی طرح ثابت نہین ہو سکتا کہ قرآن ناقص ہے اور شیعہ متمسک بہ قرآن نہین صاف تمہاری بناوٹ اور عوام کو دہوکا دینا ہے۔ شیعہ ایسی بے سر وپا باتون کا جواب دینا تضیع اوقات سمجھتے ہین کیونکہ جب سوال کا سر ہی پیر ندارد ہے تو جواب کیا دیا جاوے۔ اب اگر پوری روایت وفیصلہ آخر لکھوگے تو جواب ملجائے گا۔ قرآن کی مخالفت وموافقت اُس کی تعظیم وتوقیر کا حال جو اہل سنت کے پیشوائے دین نے کیا ہے اسکا مختصر سا حال ہم پہلے لکھ چکے ہین اُسے دیکھو اور دعوائے تمسک قرآن سے باز آؤ۔

اس زمانہ کا حال سنو جوہر الایقان فی حفظ الایمان مصنفہ مولانا مفتی حکیم عبد الکریم دہلوی سنی المذہب کے شروع دیباچہ مین لکھا ہے چونکہ سلطنت اسلامیہ نرہی اس لئے بعض لوگون نے موقع پاکر باغوائے شیطان عقائد مذہب باطلہ خوارج ونواصب ونجدیہ کراہانت سلف وانبیا انکا شعار ہے تقریر پلٹ کر بصورت دیگر ظاہر کی کہ عوام کو تمیز تہوڑے رکیا جوہر صاحب آپ بہی اُنہین مین سے ہین۔) شدہ شدہ ایک فریق کا عقیدہ ہے موافق اِن مذاہب باطلہ کے ہوکر گمراہ ہوگئے اور اُسی عین توحید اور اتباع سنت جاننے لگے۔ اور علم دین یہان سے کم ہوگیا۔ مدار وعظ کا ترجمہ اُردو بعض حدیث اور آیات قرآن اور چند مسائل فقہ پر رہ گیا انکو یہہ خبر نہین کہ اہل سنت کے نزدیک اِس آیت وحدیث کے کیا معنے ہین اور اہل مذاہب باطلہ نے کیا سمجھے ہین اور ہم عقیدہ کن لوگونکا اختیار کرتے مین آیا ہمارا ایمان درست رہا یا نہین۔

اکثر واعظین اس زمانہ کا یہہ حال ہے کہ اُردو بھی اچھی طرح نہین پڑہ سکتے اگر پوچھو تو فرائض وسنن نماز اور وضو بھی بیان نہین کر سکتے آیات ناسخ ومنسوخ کا تو کیا ذکر ہے مگر دیہات مین وعظ کہتے پہرتے ہین اور نشان اُن کے دروغ گوئی وغلط بیانی کا یہہ ہے کہ کوئی آیت یا حدیث پڑہ کر اپنے قیاس واجتہاد سے جو سمجھ مین آیا اور جی چاہا کہہ ڈالتے ہین حوالہ کسی تفسیر کا نہین دیتے کہ فلان تفسیر مین اس آیت کے یہہ معنے لکھے ہین یا فلان مجتہد نے اس حدیث سے یہہ مسئلہ بیان کیا ہے تاکہ صحت اُس کی معلوم ہو پس خدا پناہ مین رکھے ایسے مذاہب اور وعظ سے کہ جس سے حلال خدا حرام اور عبادت خدا ضلالت ہو۔ غرض یہہ طریقہ وعظ کا مثل پیرزادون کے معاش کا ذریعہ مقرر کر لیا ہے کہ جو کوئی دعوت کرے یا نذرانہ دے وعظ کہتے ہین اپنی استعداد کو نہین دیکھتے ہم کیسے ہین مسائل توحید اور عقائد جو بیان کرتے ہین کہان سے کہان بہک جاتے ہین غرض اصلی دعوت کھانے اور نذرانہ لینے سے ہے الحاصل اس زمانہ کے واعظون نے اپنی معاش طلب کرنے کو وعظ کا ذریعہ نکال لیا ہے اور بعض نے مسجد یا مدرسون مین بیٹھکر فتوے لکھنے کا پیشہ ذریعہ معاش ٹھہرایا ہے اور مال زکوٰة وخیرات باوجود قدرت حصول معاش اپنے کسب ومحنت سے کھاتے ہین۔

اور یہہ نہین جانتے طلب حلال فرض ہے اور آیات الٰہی کو بعوض ثمن قلیل دنیا پر بیچنا حرام ہے اور داخل ہوتے ہین اس آیہ کریمہ کے حکم مین ولیشترون بآیات اللہ ثمنا قلیلاً۔

اِن سب سے حافظون کا گروہ زیادہ ہے جہان ماہ رمضان قریب آیا تڈی دل

نکل پڑا کوئی شہر کوئی قریہ کوئی مقام ایسا نہ ہوگا جہاں یہ لوگ نہ پہونچیں دو چار مسلمان برائے نام جمع ہوگئے اور تراویح شروع ہوگئے ہیں جسقدر ختم زیادہ ہونگے حافظجی کو نذرانہ زیادہ ملے گا بعد افطار جو تراویح پر تل گئے تو ایک رکعت میں دو تین پارہ آئیں بائیں شائیں بے اڑے نہ تلفظ نہ قرارت نہ مخارج نہ رکن راندھ کا چرخہ سا چلا جاتا ہے لوگ پیچھے کھڑے کوس رہے ہیں کہ خدا حافظ کو موت دے کوئی گرا کوئی بیٹھ گیا کوئی نیت توڑ کر چلا گیا کیا کرے روزہ نمیکشد تراویح میکشد بہرکیف حافظجی سال بھر کی روزی حاصل کرکے اپنے گھر آئے اور اگلے رمضان میں چھاپہ مارنے کی فکر ہوئی پس اگر اس کو تمسک کتاب اللہ کہو تو ہم تصدیق کرتے ہیں ورنہ اسپر عمل لا واللہ اجب قرآن میں مخالفت اور طریقہ رسول اللہ میں منافقت ہی ہوگئی تو اُسی مخالفت و منافقت پر عمل ہوا نہ اصلی کتاب اللہ پر۔ رہا تمسک بہ عترت رسول اللہ ع این خیال است و محال است و جنون۔ عترت رسول کی ایذا ئیں انکا قتل قمع ان کی غارتگری ان کی اسیری ان کی توہین ان کی تذلیل انپر ظلم و جور انکی تباہی و بربادی انپر دروازہ کا گرانا ان کے گھر جلانے کو آگ جمع کرنا صدہا سال تک انپر سب و شتم کرنا۔ غصب خلافت غصب فدک اب تک انکو مستحق امامت نہ سمجھنا انکو جبن کہنا انکو دین سے خارج کرنا انکو عرلیس کہنا وغیرہ وغیرہ طشت ازبام ہے ابتدا سے آجتک۔

اہل سنت کی تمام کتابیں اور تاریخیں و روایتیں و حدیثیں پکار پکار کر شہادت دے رہی ہیں ہم کس کس کا نام لیں۔ تم اپنے رسالہ اسرار الہدیٰ ہی کو دیکھ لو دور کیوں جاؤ تمسک عترت کا حال معلوم ہوجائے گا۔

جوہر صاحب کہتے ہیں شیعہ بعض عترت رسول اللہؐ کو چنین و چنان کہتے ہیں اور اُن کو نہیں مانتے ہیں۔

ایک قول جناب امیرؑ کا لکھا ہے اُس کے معنوں پر ناظرین خوب غور کریں اور دیکھیں کہ جوہر کی دیانت و امانت و خیانت کا کیا حال ہے علامہ طبرسی نے جناب امیرؑ سے کتاب احتجاج مطبوعہ بمبئی میں یہ روایت کی ہے ذَهَبَ مَن كُنتُ اَعتَضِدُ بِهِم علی دین اللہ من اھل بیتی و بقیت من الحاضرین قریبة العھد بالجاھلیة عقیلؑ و عباسؑ آپ نے معنے لکھے ہیں یعنے وہ لوگ میرے اہل بیت کے جاتے رہے جن کی قوت کا حذلکے دین میں مجھکو بھروسہ تھا اب صرف دو خوار و ذلیل قریب زمانہ جاہلیت کے باقی رہے ہیں وہ عقیل و عباس ہیں انتہےٰ۔

اب دیکھیئے خوار و ذلیل کا ترجمہ کن عربی الفاظ کا ہے۔ معنے تو یہ ہیں کہ وہ لوگ میرے اہل بیت کے جاتے رہے جنسے دین خدا میں مدد ملنے کی امید تھی اور باقی رہے حاضرین میں سے جو ایام جاہلیت سے قریب تھے عقیل و عباس۔ خوار و ذلیل اس عبارت میں کہاں ہے ؟ من الحاضرین جو حاضر ہیں۔ اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ۔ اسپر بھی اگر جوہر صاحب کا کوئی اعتبار کرے تو اُس کی برابر دنیا میں احمق نہ ہوگا۔

جناب امیرؑ کا فرمان قرین ترجمان بجا ہے یعنے اگر حضرت امیر حمزہؑ و جعفر طیارؑ وغیرہ اس زمانہ میں بقید حیات ہوتے تو زید و بکر کو خلافت نہ ملتی اور غصب فدک نہ ہوتا وہ جرار غیر فرار دین خدا میں میری اعانت کرتے اور مدعیان خلافت کو دھتا بتاتے مگر مجبوری کہ صرف عقیل و عباس باقی ہیں وہ اُن ایسے مدد و اعانت نہیں کر سکتے اِن دو شیر بیشہ شجاعت

وشناعت وجہالت کے حالات تاریخی دیکھو کہ ترقی دین خدا مین کیا کیا نمایان اثر نے ظاہر ہوا
ابوجہل سے سردار قوم و سرکش کی موجھین اکھاڑین جبکہ وہ آنحضرت کو ناسزا کہہ رہا تھا اور
جنگ بدر و احد مین جانبازیان و سرفروشیان - بادشاہ حبش کے روبرو خدا کی وحدانیت
و رسول اللہ کی رسالت مین خوش بیانیان جو نقش بر تاریخ اسلام مین بے نظیر شمار کی جاتی ہین
پس ایسے اہلبیت کے نہ موجود ہونے کا حضرت کو افسوس رہا - اب جوہر صاحب لکھتے ہین
اولاد عباس کی نسبت حیات القلوب مین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے
ایسے کلمات واہیات لکھے ہین جنکے تحریر کرنے سے روح کانپتی ہے - تمہاری روح کانپا
کرے مہی تو مشکل ہے کہ نیک و بد ظالم و مظلوم عاصی و معصوم کو تم برابر سمجھتے ہو سب دعا
بارد پیغمبری جسکے جیسے اعمال ہونگے دنیا مین اچھا و برا عاقبت مین جزا و سزا - خلفائے عباسیہ
کا حال تاریخون مین دیکھو انھون نے ائمہ معصومین آل طہٰ و یٰسٓ اُن کی اولاد امجاد کے ساتھ
کیسی بدسلوکیان کیسے ظلم کیسے کیسے شدائد کیے ہین اُن کے عہد مین کسی امام معصوم نے
چین نہ پایا بے خانمان ہوئے قید رہے زہر سے شہید کیے گئے انکی آل و اولاد زندہ
دیوارون مین چنا دئے گئے لاکھون سادات علوی و فاطمی قتل ہوئے - بغداد مین نشان
اُس دیوار کا اب تک موجود ہے جس مین ہزارون لاکھون بے گناہ و مظلوم بلا سبب زندہ
چن دئے گئے - پس ایسی ظالم قوم کو گو وہ عباسی ہون یا علوی کیونکر ممدوح تصور ہوگی
شیعہ اُن کو قیامت تک برا کہین گے تم ہی اپنی اپنی روح کو سنبھالے رہو -
اب جوہر صاحب نے بہت سے نام علوی و فاطمی کے لکھ کر حوالہ کتاب الانساب و تاریخ
السادات و اصول الکلینی کا دیا ہے جن کو شیعہ برا کہتے ہین -
بیشک جو خلاف دوازدہ امام علیہم السلام مقبولہ مذہب حقہ اثنا عشریہ دعوے امامت درقابت

کرے انکو امام نہ سمجھے انپر خروج کرے ان کے دشمنون سے ملے ان کو برا کہے وہ ضرور مرتد ہے کسی خاندان کا ہو دیکھو ؎

پسر نوح با بدان بنشست خاندان نبوتش گم شد

یہ تو نوح نبی اللہ کا لڑکا تھا انجام کیا ہوا چہ جائیکہ امام زادہ۔

اب جوہر صاحب نے بکمال سفاہت و شقاوت مرثیہ گویون کی ہجو مین تو ایجاد ایک نقل لکھی ہے اور اپنے مشرب بھانڈون پر گوے سبقت لیگئے ہین وہ ہذا یہ بات تو ظاہر ہے کہ کوئی مرثیہ ایسا نہین ہے کہ اہانت اہل بیت سے خالی ہو۔

لطیفہ ایک مرثیہ خوان جو مثل بیان دبیر و انیس کے اپنے زمانہ مین انگشت نما تھے بلکہ فصاحت و بلاغت مین مانند میر مونس و میر دلگیر کے اپنے وقت کا یکتا تھا۔ ایک روز طبیعت جو زور پر آئی چند بند دلپسند قلمبند کرکے کسی امیر کی خدمت مین لے گیا اور بعد مجرا بجالانے کے فخریہ عرض کی کہ قبلہ حضور کی تفریح طبع کے لیے ایک نئی بندش کا مرثیہ لکھکر لایا ہون قسم حضرت عباس علمبردار کی بطفیل سوے مشکلکشا علی اہانت اہل بیت رسول اللہ و مصائب جگر گوشگان اسد اللہ کا وہ جدید مضمون تحریر کیا ہے جس کو سنکر چشم ہمہ گریان و دل ماہ مہر بریان۔ امیر نے مرثیہ خوان کی مزاج پرسی کی جواب دیا کہ ببرکت امام زمان تا حال اچھا ہے امیر نے دریافت کیا کہ آپ کی والدہ عفیفہ کا مزاج کیسا ہے جواب ندیا پھر ہمشیرہ پارسا کا مزاج پوچھا۔ مرثیہ خوانکا دم بند ہوا۔ پھر دختر صالحہ کے مزاج پوچھنے پر کہنے لگا کہ قسم ذو الفقار حیدر کرار اگر اسدم میرے پاس تلوار ہوتی تو تیرا سر دھڑ سے الگ کر دیتا کیا کرون جناب امیر کی طرح مجبور ہون سوائے سکوت کچھ نہین کر سکتا۔ امیر نے کہا آپ تو صرف ہمشیرہ و والدہ و دختر کے الفاظ سنکر اپنے سے باہر ہوگئے حالانکہ انکا نام مین نے

نہین لیا۔ آپ یہہ تو فرمائے کہ جس وقت آپ لوگ برسر منبر بیٹھکر اہلبیت رسول اللہ کے اسمائے مبارک سے کر توہین کرتے ہو اسوقت روح پر فتوح رسالتمآب کس قدر تم سے بیزار ہوتی ہوگی نفرین ایسے مشرب پر جو عترت رسول اللہ کی توہین کرے انتہیٰ۔

جواب۔ لعنت خدا و جمیع ملائکہ و انبیائے مرسل و مخلوق انس و جن و وحش و طیور وغیرہ اُس قوم و ملت پر جس نے اہلبیت اطہار رسول مختار کو شہید کیا۔ اُن کی عزت اور رسول اللہ کی نواسیون کو سر و پا برہنہ کربلا سے کوفہ کوفے سے شام اسیر کر کے لیگئے اُن کی توہین و تحقیر و تذلیل مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ نواسہ رسول اللہ کا سر مبارک ولد الزنا فاسق و فاجر بدترین بنی آدم کے دربار مین پیش کیا۔ اُس مردود ازلی و لعین ابدی نے لب و دندان مبارک پر چھڑی ماری اور استہزا کیا جس نے رسول اللہ کے خویش و بھائی و وصی و خلیفہ بلافصل پر لعن و تبرا جائز رکھا اُس کی اولاد و پیروان نے اس فعل کو مستحسن خیال کیا اسپر عامل ہوئے۔ خود رسول اللہ کی نسبت ہذیان کا لفظ استعمال کیا نبوت بر حق مین شک کیا غصب خلافت و فدک کیا رسول کے جگر پارہ و نور نظر کو ایذائین دین اُن کے پہلوئے مبارک پر دروازہ گرایا جس سے طفل شکم سقط ہوگیا اُن کے گھر جلانے کا ارادہ کیا خلیفہ برحق سے جنگ و جدال کیا اُن کے گلوئے مبارک مین رسی ڈالکر بیعت کے لئے کھینچا تبت یدا ہر امام معصوم کو ظلم و جور سے مجبور کیا انکو زہر دیا انکو قید کیا وغیرہ وغیرہ ع ہیچ کافر نہ کند انچہ مسلمان کردند

مین ایک نصارا سے یون ازرہ نادانی پوچھا کہ مسلمان ہے بولا یہ وہ نصرانی

قبلے کے نواسے کو گر عید کی قربانی
کرتے تو ہمیں پھبتا دعویٰ مسلمانی

لعنت خدا ایسے اسلام و دین و ایمان پر۔ یہ واقعات و حالات مشرح و مفصل اہل سنت کی کتابوں میں لکھے ہیں تو بقول جوہر کے یہ لکھنے والے نقل کرنے والے وعظ و میلاد پر برسر عام سنانے والے سب کے سب نفرین کے مستحق ہونگے بلکہ تمام قوم لعنت کی سزاوار ہو گی۔

مرثیوں میں یہی حالات ہوتے ہیں جو کتابوں میں درج ہیں انہیں روایتوں کو نظم میں بیان کیا جاتا ہے لوگ اسے سنکر روتے ہیں اور ثواب دارین حاصل کرتے ہیں۔ اہل سنت بھی مجلس وعظ و میلاد میں یہ تمام واقعات جور و ظلم کفار اشرار و صبر و شکر حضرت رسول مختار پر غضب اور عتاب ہوتے ہیں مگر چونکہ جوہر کے اسلاف آباؤ اجداد کی قلعی کھلتی ہے اور لوگ ان مظالم و شدائد جانکاہ دلسوز رنج افزا کو جو شامیان نامنجار بدتر از کفار نے خاصان خدا و برگزیدگان دوسرا پر کیے ہیں سنکر شب و روز قوم ظالم پر لعنت و ملامت کیا کرتے ہیں اس لیے آپ کا دل کڑھتا ہے۔

انبیائے مرسل کی ازواج مطہرہ و دختران نیک اختر کا نام کتابوں میں مرقوم ہے بلکہ کتاب اللہ میں بھی۔ تو پھر نام لینے میں کیا قباحت دیکھو قصص الانبیا۔ حضرت حوا ام البشر کو شیطان نے ورغلایا انہوں نے حضرت آدم ابو البشر کو گندم کھانے پر مجبور کیا۔ قابیل نے اقلیما اپنی بہن کے ساتھ نکاح کی خواہش کی اور ہابیل کو مار ڈالا حضرت ابرہیم کو خواہش اولاد ہوئی حضرت سارہ نے حضرت ہاجرہ کو صحبت ابراہیم کی اجازت دی تب ہاجرہ نے شرف صحبت حاصل کیا جب حضرت اسمٰعیل پیدا ہوئے حضرت سارہ کو رشک ہوا اور کہا کہ ہاجرہ کو مع اس کے لڑکے کے بیابان لق و دق میں ڈال آؤ۔ حضرت لوط

نے اپنی لڑکیون کو کفار کے روبرو پیش کیا بغرض حفاظت مہمان خود۔ حضرت یوسفؑ
کی ہمشیرہ معظمہ دنیا بحالت پریشان دور تک اپنے بھائی کے پیچھے روتی پیٹتی
چلی گئین اور آہ وزاری کرتی رہین۔ بی بی رحمت زوجہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اُس
حالت مین کہ حضرت کو بستی والون نے نکالدیا تھا کہ آپکے تمام بدن مین کیڑے پڑگئے اپنے
خاوند کی تیمارداری مین مزدوری کرکے انکو کھلایا روز آپ مزدوری کیا کرتین شیطان
ملعون سر راہ کھڑا ہوکر انکو بہکاتا اور کہتا کہ تو ایسے شخص کو ترک کر جس پر غضب الٰہی کی نظر ہے
اگر تو میرا کہنا قبول کرے تو تیرا نکاح سردار مصر سے کردون۔ مگر آپ نہ سنتین۔ ایک روز شیطان
بہ لباس حکیم اُن سے ملا اور کہا کہ اس مرض کا علاج گوشت خوک اور شراب انگور ہے۔
بجز اس علاج کے شفا نہ ہوگی آپ نے مزدوری کرکے دونون چیزین بہم پہونچائین۔
اور حضرت ایوبؑ کے پاس لاکر حکیم کی تشخیص بیان کی حضرت ایوبؑ نے فرمایا وہ ابلیس ہے
اُس کے فریب مین مت آ۔ ایک روز مزدوری نہ ملی ملعون ابلیس نے کہا اگر تو اپنے
سر کے بال مجھے دے تو اُس کی قیمت دیتا ہون آپ نے سر کے بال کاٹ دیئے اور
قیمت لے کر کھانا بہم پہونچایا۔ حضرت شعیب کی لڑکیان بکری چرایا کرتین۔ حضرت
موسےٰ نے کنوئین سے پانی نکال کر بکریون کو پلایا جو باعث رسائی حضرت شعیب تک
ہوا اور بی بی صفورا سے حضرت موسےٰ کا نکاح ہوا۔ حضرت آسیہ زوجہ فرعون نے
حضرت موسےٰ کی پرورش کی۔ بلقیس کا حال حضرت سلیمان کے عہد مین۔ حضرت
مریم کا حمل حضرت ذکریا کے قتل ہونے کا سبب ہوا کیفیت حمل کی یون ہے کہ ایک روز
حضرت مریم اپنی خالا کے گھر غسل حیض کرنے گئین اور چاہتی تھین غسل کرین جبرئیل ایک
بے ریش جوان خوبرو کی صورت مین ظاہر ہوئے حضرت مریم کو اضطراب ہوا جبرئیل

نے تسلی دی اور کہا کہ مجھے ایک پاکیزہ بیٹا بخشنے آیا ہون حضرت مریم نے کہا کہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہین میرے بیٹا کیونکر ہوگا ۔ جبریل نے کہا خدا ہر چیز پر قادر ہے بعد ازان جبریل نے مریم کے جیب و گریبان مین حضرت عیسےٰ کی روح پھونکدی اور حضرت مریم حاملہ ہوگئین ۔ یوسف نجار برادر مامون زاد نے حمل کے اسباب پوچھے حضرت مریم نے خدا کی قدرت کاملہ بیان کی ۔ مریم یوسف نجار کے ساتھ برہبری جبریل بیت المقدس کی طرف چلین ایک گاؤن کے قریب تھک کر بیٹھ گئین اور فرمایا ای کاش مین اس حال سے پہلے ہی مرجاتی اور نسیاً منسیاً ہوجاتی ۔

حضرت عیسےٰ پیدا ہوئے بنی اسرائیل پیچھے آئے جب حضرت مریم کے قریب پہونچے اور لڑکا نوزائیدہ دیکھا کہا یہ کیا کار بد تو نے کیا تیری مان بھی تو بدکار نہ تھی پھر حضرت عیسےٰ نے اپنے معجزہ سے اُن کو ساکت کیا ۔

اب ان واقعات کو کون احمق کہے گا کہ توہین و تحقیر مین جیسا حال گزرا ہے بجنسہ کتابون مین درج کیا گیا او ہم بچے پڑہاتے ہین ۔

ایک لطیفہ سنیئے کہ مورخین نے اس پر اتفاق کیا ہے ۔ خلیفہ ہارون رشید بوجہ مداومت شراب اور عشق و محبت اپنی خواہر عباسہ و جعفر بن یحیےٰ برمکی وزیر کے چاہتا تھا کہ جلسہ شراب مین ان سب کا مجمع رہے لیکن خیال پردہ شرعی سے رنگ اس محفل کا نہین جم سکتا تھا آخر اپنی بہن عباسہ کا وزیر جعفر برمکی کے ساتھ عقد کردیا باین شرط کہ صرف شریک جلسہ شراب رہا کرین دونون مین تخلیہ نہ ہونے پائے جعفر وزیر تو بخوف خلیفہ بچتا رہا مگر عباسہ کی فریفتگی اپنے شوہر پر بڑھتی گئی ۔ تاانیکہ بحیلہ و مکر اپنے شوہر کے وصل سے کامیاب ہوئی

اور حاملہ ہو گئی یہی وجہ تباہی خاندان برامکہ ہوئی

عالیشہ صدیقہ سے روایت ہے رسول خدا کی ازواج کے دو گروہ تھے ایک میں عالیشہ حفصہ صفیہ سودہ تھیں دوسرے میں ام سلمہ اور سب بی بیان ۔ مسلمانوں کو معلوم تھا رسول خدا سب سے زائد عالیشہ سے محبت رکھتے ہیں جب کوئی تحفہ یا ہدیہ رسول خدا کے لیئے بھیجتے تو عالیشہ کی باری کے دن ۔ اور اس دن کا انتظار کرتے ۔ دیگر ازواج نے ام سلمہ کو کہا آپ رسول خدا سے ظاہر کیجیئے انہوں نے عرض کیا مگر خاموش رہے پھر رسول خدا نے فرمایا اے ام سلمہ عالیشہ کے باب میں مجھے ایذا مت دو کیونکہ سوائے عالیشہ کے اور کسی بی بی کے لحاف وغیرہ میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی ۔ یعنی عالیشہ کے بچھونے پر وحی خدا کا نزول منحصر ہے ۔ حضرت فاطمہ نے بھی عورتوں کے کہنے سے رسول خدا سے عرض کی کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ زینب بنت جحش آئیں اور بہت سختی سے کہا کہ آپ کی بی بیان ابوبکر کی بیٹی کے باب میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے انصاف طلب میں پھر کہکر زینب بہت ہی جھنجھلائیں اور عالیشہ کے پیچھے پڑ گئیں اور بری بری باتیں سنائیں رسول خدا عالیشہ کو دیکھ رہے تھے عالیشہ نے وہ کلام کیے کہ زینب کو خاموش کر دیا رسول خدا نے فرمایا کیوں نہ ہو یہ ابوبکر کی بیٹی ۔ ترمذی میں ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ جب ہم لوگوں پر کوئی مشکل حدیث آپڑتی تو عالیشہ سے پوچھتے تو ان کے پاس اس کا ایک علم ہوتا معلوم نہیں شورہ خلافت میں کیوں نہ پوچھا گیا ۔ مسلم میں عالیشہ سے روایت ہے رسول خدا نے عالیشہ سے فرمایا تو مجھے تین روز تک برابر خواب میں دکھائی گئی ۔ تیری تصویر کو فرشتہ ایک ریشمی حریر کے ٹکڑے پر لاتا تھا اور کہتا تھا دیکھو یہ تمہاری بی بی ہے میں نے جو تیرے منہ سے کپڑا کھولا تو تو ہی تھی ۔

۲؎ اب ہم سے سنئے توہین عزت تو درکنار تحقیر رسالت و تذلیل نبوت اسے کہتے ہیں جو اہل سنت نے عالیشہ کو فضیلت ثابت کرنے کو رسول اللہ کی نسبت کن فعل و اقوال و اشغال سے صریح اہانت کی ہے یہ سب حدیثیں بخاری و مسلم مسلم الثبوت کتابوں کی ہیں جسے شک ہو دیکھ لے ۔

معاذ اللہ خدا فوٹوگرافر ٹھہرا کہ تصویریں بنا کر اپنے انبیاء کے پاس بھیجا کرتا۔ ترمذی میں یحییٰ بن طلحہ سے روایت ہے میں نے عائشہ سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں دیکھا۔ کیا رسول اللہ کو بھی نہیں اور قرآن کو بھی نہیں۔ بخاری میں عائشہ سے روایت ہے مجھ سے رسول خدا نے فرمایا اے عائشہ یہ تجھے جبرئیل سلام کرتے ہیں میں نے کہا میرا بھی سلام مگر میں نہیں دیکھتی۔ حضرت جبرئیل کو لازم تھا روبرو ہو کر مجرا و کورنش بجا لاتے۔ بخاری میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے رسول خدا نے فرمایا مردوں میں بہت لوگ کامل گزرے ہیں اور عورتوں میں مریم و آسیہ کے سوا کوئی کامل نہیں ہوا۔ عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔ اب تو مریم و آسیہ پر بھی کمال حاصل ہو گیا۔ بخاری میں ہشام سے روایت ہے کہ وہ اپنے باپ سے کہتے ہیں کہ رسول خدا اپنی بیماری کی حالت میں اپنی ازواج میں پھرتے اور فرماتے میں کل کہاں رہونگا میں کل کہاں رہونگا اس کہنے سے آپ کی غرض یہ تھی کہ عائشہ کے گھر ہوں۔ معاذ اللہ منہا۔ بخاری و مسلم میں عائشہ سے روایت ہے جب سودہ زوجہ رسول اللہ بوڑھی ہو گئیں تو رسول خدا سے عرض کی کہ میں نے اپنی نوبت باری عائشہ کو ہبہ کر دی سو رسول خدا عائشہ کے ہاں دو نوبت کرتے تھے ایک دن انکی باری کا ایک دن سودہ کی باری کا۔ بجنسہ الیاہی ترجمہ لکھا ہے ہم مجبور ہیں نعوذ باللہ ذالک بخاری و مسلم میں عائشہ سے روایت ہے کہ ہم اپنے ہمجولیوں کے ساتھ گڑیاں کھیلا کرتے جب رسول خدا آتے میری ہمجولیاں چھپ رہتیں مگر رسول خدا انکو میرے پاس بھیجدیتے کہ گڑیاں کھیلو۔ اعوذ باللہ رسول اللہ اور ایسا فعل۔ بخاری و مسلم میں عائشہ سے روایت ہے۔ رسول خدا نے اپنے کندھے پر چڑھا کر

حبشیون کا ناچ دکھایا اور مجھ سے فرمایا سیر ہوئی میں کہتی نہیں آپ اُن سے کہتے ناچے جاؤ۔ پناہ بخدا خداوندا الہی ایسی بیہودہ روایتوں کی نقل میں تجھ سے عفو کا طالب ہون نقل کفر کفر نباشد۔ ابوداؤد میں عائشہ سے روایت ہے۔ رسولِ خدا جنگ تبوک سے واپس آئے میرے حجرہ میں پردہ کے اندر گڑیان تھین۔ ہوا سے پردہ اُڑا رسولِ خدا نے گڑیان دیکھین اُنمین ایک گھوڑا تھا جس کے اوپر دو پر لگے تھے پوچھا یہ کیا ہے میں نے کہا گھوڑا ہے فرمایا پر کیسے میں نے کہا آپ نے نہیں سنا حضرت سلیمان کے گھوڑے کے پر تھے رسولِ خدا ایسا ہنسے کہ کچلیان ظاہر ہوگئین۔ بخاری و مسلم میں عائشہ سے روایت ہے رسولِ خدا زینب بنت حجش کے پاس زیادہ ٹھہرتے اور اُن کے یہان شہد پیا کرتے میں نے اور حفصہ نے مشورہ کیا کہ ہم مین سے جس کے پاس رسولِ خدا آئین وہ کہے آپ کے منھ سے معافیر کی بو آتی ہے۔ معافیر ایک بدبودار گوند کا نام ہے۔ چنانچہ میں نے یا حفصہ نے رسولِ خدا سے یہی کہا فرمایا میں نے شہد پیا ہے اب کبھی نہیں پیونگا اُس کے پینے کی قسم کھالی تم اور کسی سے مت ظاہر کرنا۔ بعض علماء کا قول ہے حضرت نے عائشہ کی باری کے دن ماریہ سے خلوت کی حفصہ کو معلوم ہوگیا آپ نے فرمایا یہ امر پوشیدہ رکھنا میں نے اپنا نفس ماریہ پر حرام کیا میں تجھے خوشی سناتا ہون ابوبکر و عمر بعد میرے خلیفہ ہونگے مگر حفصہ نے یہ راز عائشہ سے کہدیا کیونکہ دونون ہم صلاح تھین۔ بعض نے کہا حفصہ کی باری کے دن ماریہ سے خلوت ہوئی اور حضرت اس چھپانے کے طالب ہوئے مگر راز کھل گیا۔ حضرت نے اور بی بیون سے قطع تعلق کیا اور انتیس دن ماریہ کے گھر رہے وغیرہ۔

رسولِ خدا پر جھوٹا الزام بدبو کا لگانا اُن کے راز کو باوصف ہدایت اخفا طشت ازبام کردینا

واللہ اعلم کس قسم کی بی بیان تھین - بخاری مین انس سے روایت ہے آپ نے ایک مہینے
کے لیئے اپنی بی بیون سے مفارقت کے لیئے عہد کر لیا اور کیا کرتے - مسلم مین عائشہ
سے روایت ہے کہ جب میرا نکاح ہوا سات برس کی تھی اور جب رسول خدا مجھ سے ہمبستر
ہوئے نو برس کی تھی - اسمین کیا فخر ہوا - ابن ماجہ مین عائشہ سے روایت ہے
مین نے رسول خدا کی شرمگاہ کبھی نہین دیکھی - کیا آپ کو حسرت رہ گئی -
مسلم مین عائشہ سے روایت ہے رسول خدا نے شوال کے مہینے مین مجھ سے نکاح
کیا اور اسی مہینے مین اپنے گھر لائے مجھ سے زیادہ نصیبہ ور اور کون بی بی ہے -
درین چہ شک آپ کی وجہ سے عورتون مین خالی کا مہینہ مشہور ہوا جسمین وہ
شادی وغیرہ کو مکروہ جانتی ہین - بخاری مین انس سے روایت ہے جنگ احد مین رسول
کو چھوڑ کر بھاگ گئے مین نے دیکھا عائشہ و ام سلمہ پائینچے چڑھائے جس سے ان کی
پنڈلیون کی چمک ظاہر ہوتی اپنی پیٹھ پر مشک لادے لوگون کو پانی پلا رہی تھین
جس ہر کو سے ان کے باپ بھاگ گئے وہان انکا گزر کیونکر ہوا تعجب ہے -
مسلم مین ابو موسے اشعری سے روایت ہے ابوبکر و عمر حضرت کے گھر مین آئے اس وقت
سب بی بیان رسول خدا کے گرد بیٹھی تھین اور خرچ مانگتی تھین ابوبکر نے عائشہ کو عمر نے
حفصہ کو خوب مارا کہ تم رسول خدا سے وہ چیز مانگتی ہو جو ان کے امکان مین نہین - سب
نے عہد کیا کہ آیندہ نہ مانگین گے - ازواج نبی کی یہ کیفیت رسول خدا پر یہ چیرہ دستی -
و سختی - ابوبکر و عمر کا وہ رعب خدا کی پناہ ایسی بیہودہ باتون سے -
منقول ہے ابن عباس عائشہ کی بیماری مین عیادت کو گئے جبکہ وہ اللہ کے پاس جانے
سے خوف کر رہی تھین - ابن عباس نے تسلی دی اور آیہ الطیبات للطیبین پڑھی عائشہ

مارے خوشی کے بیہوش ہوگئین - اور کہا مجھ مین نو چیزین ہین جو اورون مین نہین ہین شب نکاح میری تصویر جبرئیل رسول خدا کے پاس لائے - میرے سوا رسول خدا کی کوئی بی بی باکرہ نہ تھی - رسول خدا پر میرے لحاف مین وحی اترتی - خلیفہ کی بیٹی ہون رسول خدا کا میری گود مین انتقال ہوا اُن کی قبر میرے مکان مین بنائی گئی وغیرہ - تصویر اُترنے اور باکرہ ہونے کا فخر کیون نہ ہو - شاباش -

قصۂ افک یعنی بہتان والزام بر عائشہ غزوہ بنی مصطلق سے واپس آتے وقت بہنگام کوچ لشکر بی بی عائشہ رفع حاجت کو گئین وہان گلے کا ہار سلیمانی گر گیا جب واپس آئین ہار نہ تھا پھر تلاش کو نکلین اس عرصہ مین لشکر کا کوچ ہو گیا آپ جب ہار پا کر واپس آئین کوئی نہ تھا وہین لیٹ رہین صفوان بن معطل سلمی ذکوانی صبح کو بارے ماندے کی خبر لیا کرتا اُس کے ساتھ قافلہ مین پہونچین اکثر لوگون نے الزام لگایا جس کا بانی عبداللہ ابن ابی سلول ہوا اور مسطح جو ابوبکر کی خالہ کا لڑکا تھا - عائشہ بیمار ہو گئین رسول خدا نے ترک تعلق کر دیا اور اُن کے باپ کے گھر بھیجدیا وحی کے نزول مین تاخیر ہوئی علی ابن ابی طالب نے رسول خدا کو ترک کی صلاح دی مگر اسامہ بن زید نے اُن کی برأت و نیک چلنی ہونا بیان کیا آخر بعد رد و قدح بسیار و نہایت انتشار و اضطرار کی خدا کی جانب سے وہ بے قصور ثابت ہوئین بعدہ تہمت کرنے والون کی حد جاری ہونے پر مجلس وعظ رسول اللہ مین بہت کچھ شور و شر ہوا - مختصر یہہ حالات ہین مشرح کتابون مین درج ہین -

کیون میان جو ذہر یہہ صحیح حدیثین آپ کی تفریح طبع و تفنن خاطر کے واسطے کافی ہین یا اور لکھی جاوین یہہ روایتین و افسانے بے سروپا مجالس وعظ و میلاد شریف مین فخر یہ پڑھے جاتے ہین اور لوگ سنکر نعرہ آفرین و صدائے تحسین بلند کرتے ہین - آپ نے غلام امام شہید

الہ آبادی کا تصنیف مولود نظم سنا ہوگا بلکہ اُن کو اور دوسروں کو مجلس میلاد میں پڑھتے دیکھا ہوگا۔ ایک شعر ہم لکھتے ہیں ؎

آمنہ کے پوت علی جی کے بھتیا — عائیشہ بی بی کے کنور کنھیا

کس خوبی و ذوق شوق سے برسر تخت بیٹھکر پڑھا جاتا ہے سامعین کو وجد آتا ہے اب فرمائے رسول اللہ و اُن کی ازواج کی یہ توہین و تحقیر جو تذلیل جو برسر عام ہوا کرتی ہے یہ کسی مذہب و ملت میں روا ہے اور مرثیہ جن میں حالات و واقعات ظالم و مظلوم بیان کیے جاتے ہیں وہ کس مردود کے نزدیک توہین تصور ہونگے ہاں تم یا عمار الامیر سعود ولہ جس نے مداح اہلبیت کی ہجو کی اُن کے سامنے تمسخر کیا البتہ بہ تقلید اپنے آبا و اجداد شامیان ظالم کی ہجو میں لئے کہو مگر جسے کچھ بھی لگاؤ اسلام اور ایمان سے ہوگا وہ بیان مصائب اہلبیت و مظالم دشمنان خدا و رسول کو سنا رونا رولانا اور لعنے دین پر لعنت کرنا سعادت کونین سمجھے گا۔

بیان جو ہر انسان سے کے مرثیوں پر معترض ہیں اور جنوں کے نوحہ و مرثیہ سے بے خبر دیکھو سعادت الکونین مصنفہ مفتی محمد اکرام الدین نمبرہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی و دیگر کتب علمائے اہل سنت سر الشہادتین وغیرہ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے جنوں کو گریہ کرتے سنا جو امام حسین پر نوحہ کر رہے تھے۔ جنوں کا نوحہ اُس دن بہت لوگوں نے سنا کذا اخرجہ ابو نعیم فی دلائل النبوت شیخ نصر اللہ مجلی جو ثقات اخیار سے ہیں نہایت وثوق سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے علی ابن ابیطالب کو خواب میں دیکھا عرض کی اے امیر المومنین آپ روز فتح مکہ فرماتے تھے من دخل دار ابی سفیان فھو امن پھر آپکے فرزند حسین پر جو کچھ گزرا ظاہر ہے فرمایا تو نے ابن الصیفی اس باب میں سنی ہیں میں نے عرض کیا نہیں فرمایا اُس کے پاس جا اور سن میں نیند سے

جاکا اور ابن المعنی کے مکان پر گیا) یہ وہی جن ہیں شاعر تھا جس کا لقب شہاب الدین ہے
میں نے دروازہ کھٹکھٹایا وہ باہر نکلے اور ابن قتیبہ کو دیکھ کر چیخ مار کر رونے لگے اور کہا
بخدا وہ اشعار میں نے اب تک کسی کو نہیں سنائے اور آج ہی رات کو سلک نظم میں
پروئے ہیں۔ بعدہ وہ ابیات سنائے جن میں امام حسینؑ کی شہادت
اہل بیت کی مصیبت بیان کی تھی۔ ابن الاخضر ابن خباب الکلبی سے روایت کرتے ہیں
میں نے قبیلہ طی میں سے ایک شخص سے ملاقات کی اور کہا سنتا ہوں تو نے
جنوں کا نوحہ جو انھوں نے امام حسینؑ پر کیا تھا سنا ہے۔ اُس نے جواب دیا میں نے
کیا میرے سارے قبیلے کے لوگوں نے سنا میں نے اُس نوحہ کے سننے کی آرزو ظاہر
کی اُس نے یہ شعر پڑھے ۔ مسح النبی جبینہ ۔ فلہ بریق فی الخدود ۔ ابواہ من علیا قریش
وجدہ خیر الجدود ۔ ابوسعید خدری فرماتے ہیں جنوں کے یہ کلمے حضرت ام سلمہ نے
سنے اور روتے روتے بیہوش ہو گئیں۔ ابن خالد کہتے ہیں مجھ کو عمار بن خالد بن عبد الواحد خزری کے شہر بن
حوشب کہتے ہیں میں حضرت ام سلمہ زوجہ نبیؐ کی روز کی آواز سن کر انکی خدمت میں گیا اور عرض کی جناب خیر ہے فرمایا
آج امام حسینؑ ظالموں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اے خدا ان کے قاتل انکی قبر کو
آگ سے پر کیجیو یہ کہتے کہتے بیہوش ہو گئیں حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے نوحہ جنوں کا
سنا انکا گریہ عین المشاہدہ ہوا۔ عمرو بن حبیب بن ابی ثابت حضرت ام سلمہ سے روایت
کرتے ہیں میں نے رسول خداؐ کے انتقال کے بعد کبھی جنوں کی آواز نہیں سنی مگر امام
حسینؑ کی شہادت کے روز ان کے نوحہ سے فوراً مجھے امام حسین کی شہادت
کی خبر ملی یہ حضرت ام سلمہ روتی تھیں اور ان اشعار کو پڑھ کر نوحہ کرتی تھیں ۔ الا یا
عین فاحتفلی بجہد ومن یبکی علی الشہداء بعدی ۔ علی رہط تقودہم المنایا الی متجبر فی الملک العبد

صاحب تہذیب فرماتے ہین کہ امام حسین علیہ السلام کی خبر شہادت جب مدینہ منورہ مین آئی تو عموماً لوگون کو عجب طرح کا صدمہ و ملال ہوا ہان جس قدر بنی امیہ کی قوم مین سے وہان تھے وہ بہت خوش ہوئے ۔ غنیۃ الطالبین مین روایت ہے جعفر بن محمد رضی سے کہ امام حسین علیہ السلام کی قبر پر ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے اور اُس دن سے قیامت تک برابر گریہ کرتے رہینگے اِسی کتاب مین حمزہ نامی فرماتے ہین کہ مین نے رسول خدا اور ابراہیم علیہ السلام کو خواب مین دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کی قبر پر نماز پڑہ رہے ہین اور رو رہے ہین ۔ اور ہزارون روایتین مرثیہ و نوحہ کے جواز مین لکھی ہین جن کو مداح اہل بیت نظم کرکے مجلسون مین سناتے اور سامعین کو رولاتے ہین صاحب کشاف حدیث نقل کرتے ہین کہ رسول اللہ نے فرمایا جو شخص میرے اہل بیت پر ظلم کرے یا انکی ایذا کا درپے ہو اُسپر جنت حرام ہے ۔ مصابیح مین مرقوم ہے آنحضرت نے فرمایا فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑہ ہے جو اُسے غصہ مین لایا اُس نے مجھے ایذا دی اس حدیث سے معلوم ہوا اہل بیت کو ستانا خاص کر امام حسنین علیہم السلام کو تکلیف دینا رسول اللہ کو ایذا دینا ہے اور کفر لعنت کا مستحق ۔ پس اہل سنت وجماعت کے نزدیک بالاتفاق قاتل حسین و قتل کا حکم دینے والا کافر و ملعون ہے کذا فی التشریح ۔ علمائے حرمین شریفین کا فتویٰ ہے کہ اولاد رسول اللہ کی اہانت و ایذا اُنپر ظلم کرنا کفر ہی اُنکا فاعل کافر و مبتدع ہی

مولانا ضیاء الدین رزمی فرماتے ہین کہ اولاد رسول مقبول کی اہانت و اُنکی ذلت صریح کفر ہے کیونکہ کلیہ قاعدہ ہے کہ ولد کی ایذا والد کو ایذا دینا ہے پس اس سے ثابت ہوا قاتلان و حاکمان و اہانت و ذلت کنندگان کافر مطلق ہین اور اُنپر لعنت

کرنا درست ہے۔ امارۃ التنزیل میں وارد ہے کہ یزید کو کہ معرکۂ قتال میں حاضر نہ تھا مگر وہ
مشغلہ تھا اور قتل امام حسینؓ پر دل سے راضی تھا چنانچہ جب امام حسینؓ شہید ہوئے
تو ابن عباسؓ نے یزید کو خط لکھا کہ اے یزید میں امید کرتا ہوں کہ حق سبحانہ تعالیٰ تجھے
یہ ملک و سلطنت مبارک نہ کرے گا اس کے بعد کہ تو نے امام حسینؓ کو شہید کر دیا
خدائے تعالیٰ تجھے ایسے عذاب سخت میں گرفتار کرے جس کا ذائقہ قیامت تک نہ بھولے
اور آخرت کے مخلد عذاب سخت میں گرفتار کرے جانتا رہے بیل مرام اٹھے۔
پس ابن عباس ایسے فقیہ کا نسبت دینا یزید کو قتل امام حسینؓ پر کافی ہے۔ اخبار متواترہ
سے ثابت ہے بار بار رسول اللہؐ نے فرمایا نسل معاویہ سے ایک شخص یزید نام پیدا ہوگا
جس کے ہاتھ سے میرا فرزند حسین شہید ہوگا۔ بخاری میں مذکور ہے کہ جب یزید نے
سر مبارک امام حسینؓ کے ساتھ انواع انواع کی اہانت کی تو یہ خبر سنکر بعض صحابہ
رسولؐ مختار روتے پیٹتے اس ملعون کے پاس گئے اور کہا اے ملعون تو فرزند رسولؐ
اللہ کے ساتھ اس قسم کی اہانت جائز رکھتا ہے یزید نے ان بیچاروں کو ناحق شہید
کر ڈالا جو سات صحابی جلیل القدر تھے۔ امام شعبی سے روایت ہے امام حسینؓ کے قتل
کے بعد یزید ملعون نے آپ کی منکوحہ اور بچوں اور بہنوں کو دمشق کے گلی کوچوں میں
پھرایا۔ کتاب مناہج میں لکھا ہے یزید نے قرآن مجید کو ہدف بنایا۔ تہذیب کاملہ
میں مرقوم ہے یزید لعین نے امام حسینؓ کے سر مبارک میں میخ گاڑی اور طرح طرح کی
اہانت قسم قسم کی ذلت سے پیش آیا۔ فصص سلوبیہ میں مرقوم ہے یزید ملعون نے سر
مبارک امام حسینؓ کی اول اہانت کی پھر مدینہ میں بھیجا اس کے بعد تخریب مدینہ کے
لئے لشکر بھیجا اہالیان مدینہ کو غارت کیا پانسو صحابہ کبار کو شہید کیا مسجد نبوی میں

تین روز تک آب و دو کی لوگون کو نماز نہ پڑہنے دے بعد المومنین ام سلمہ کا تمام مال اسباب لوٹ لیا بقیہ آل رسول کو قیدیون کی طرح گرفتار کیا مشکواۃ میں مرقوم ہے امام حسین کے سر مبارک کو دستمیل سے رنگا ہوا یزید کے تخت کے روبرو رکھا مسلم و بخاری میں روایت ہے امام حسین کا سر مبارک طشت میں رکھ کر کوفہ کے عبداللہ بن زیاد کے روبرو پیش کیا وہ مردود آپ کی ناک اور دانتوں پر مارتا اور تمسخر اور استہزا کرتا اور بطریق بے حرمتی بیہودہ باتین کہتا۔ اہل سنت و جماعت کے گروہ محققین نے صرف قتل امام حسین کیوجہ سے یزید کو قطعی کافر کہا ہے۔ قطع نظر ان مساعی کے جو اپنے زمانہ میں اس نے مباح اور جائز کردئے تھے فی الجملہ یزید مبغوض ترین مردم اور مغبوض ترین خلایق علماے اہل سنت و جماعت کے نزدیک ہے خدا اور فرشتے اور تمام مومن مرد و مومنہ عورت کی لعنت ہر لحظہ و ہر لمحہ اس پر اس کے پیروان پر اس کے یار و مددگار اس کے لشکر اس کے خادموں پر ہو جیو لفیتے کلامہ فی سعادت الکونین جزاہ اللہ خیرا۔

اب جوہر صاحب ایک خطبہ مندرجہ تاریخ روضۃ الصفا جسے وہ بزعم خود شیعون کی کتاب نادانی سے سمجھے ہوئے ہین جو آنحضرت نے مرض الموت مین فرمایا لکھتے ہین۔ اس خطبہ کا خلاصہ یہ ہے۔ یا ایہا الناس وصیت من بشما آنکہ بہ مہاجرین اولین احسان کنید و وصیت میکنم مہاجرین را کہ باہم طریقہ نیکوئی سلوک دارید۔ بعدہ سورہ والعصر خواندہ فرمود ہر کس کہ باخداے تعالے خداع نماید خود فریفتہ و منکوب شود آیہ کریمہ فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم۔ بخواند ترجمہ مقبولہ جوہر یعنی از شما می آید کہ چون منصب امارت و حکومت یابید بسبب تکبر و تعظیم

وبہ کثرت جاہ در زمین فساد کنید وقطع رحم نمائید چنانکہ در زمان جاہلیت میکردند۔ وباین معنے است کہ اگر از دین اسلام برگردید وطریقہ زمان جاہلیت را پیش گیرید کہ این فساد امت وریختن خون ناحق وقطع رحم وغارت اسلام۔ فی خلاصۃ المنہج۔ بعدہ فرمود اے معاشر مہاجرین شما را وصیت میکنم دربارہ انصار کہ بجہا احسان کردند۔ ہر کس از شما بر ایشان حاکم شود با نیکوکاران ایشان نیکوئی کند۔ بعد ازان فرمود اے گروہ انصار پس از من جماعتے را بر شما ترجیح خواہند داشت انصار گفتند یا رسول اللہ با ایشان بچہ کیفیت سلوک کنیم فرمود صبر کنید تا لب حوض کوثر بمن واصل شوید عباس التماس نمودہ گفت یا رسول اللہ در شان قریش نیز وصیتے فرمائی آنحضرت فرمود کہ وصیت میکنم باین امر یعنی خلافت کہ قریش متصدی آن شوند وخلق پیرو قریش باشند

حاشیہ جوہر۔

جناب امیر پر فرض تھا خطبہ خم غدیر کو صندوق تقیہ سے نکالکر بدیدہ گریان وسینہ بریان التماس کرتے کہ مجھے آپ نے محجوب الارث کردیا چنین وچنان کلمات تمسخر وتوہین۔

جواب۔ اب اہل سنت منصف مزاج بنظر تعمق غور کریں کہ خطبہ کے مضامین کیا ہیں اور رسول اللہ کی وصیت آخر وقت میں کس طرز پر وارد ہوئی اور کیسا صاف صاف آپ نے بیان فرمادیا مہاجرین اولین کے ساتھ احسان کرنا مہاجرین کو باہم سلوک سے رہنا۔ انصار کے ساتھ نیکیاں کرنا اگر مہاجرین سے حاکم ہو۔ انصار کو صبر وسکوت کرنا تا لب حوض کوثر جبکہ کوئی جماعت کو اُن پر ترجیح دیجاوے۔ پھر آیہ کریمہ کی تلاوت جس کے معنے ہیں کہ تکبر وتعظیم وکثرت جاہ سے زمین پر فساد برپا کرنا قطع رحم کرکے اسلام کو غارت کرنا آخر میں قریش کا متصدی خلافت ہونا تمام خلق کو اُن کی پیروی کرنا یہ خطبہ کا خلاصہ ہے۔ اب فرمائیے اس وصیت پر کیا عمل ہوا۔ ابوبکر خاندان قریش سے تھے یا بنی تیم۔ عمر قریش کے سلسلہ

مین تھے یا مجہول النسب۔ ہم کہتے ہین مان لیا کہ آپ نے عموماً قریش کو مستحق خلافت قرار دیا تو دیکھنا چاہیئے قریش مین سب سے بہتر و برتر جملہ امور مین کس کے مدارج و مناقب بڑھے ہوئے تھے آیا حضرت علیؑ کے یا اور قریشیون کے یہہ تشخیص مشکل نہ تھی مثل آفتاب روشن تھا کہ بعد آنحضرتؐ حضرت علیؑ سردار قریش تھے۔

قریش بنی ہاشم اولاد عبد المطلب محسن و مربی زادہ رسولؐ ابن عم زوج بتولؑ الفضا مین داخل بمنزلت ہارونی پر فائض من کنت مولاہ فعلی مولاہ مین شامل حالت جنب مین مثل رسول اللہ خانہ خدا مین رسائی عابد و زاہد ترین بنی آدم اشجع الناس اعلم الناس غرضکہ بعد رسول اللہ ہمہ صفت موصوف ع آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری۔

اب اگر ابوبکر کو خاندان قریش مین جو بربا ہم براہ تعصب و کج بحثی شامل ہی کیئے جاوین تو تکمیل الایمان شیخ عبد الحق دہلوی کا صفحہ ۱۰ دیکھیئے و اذل بطن قریش اشارت بہ ابوبکر صدیق کرد کہ از بنی تیم بود خاندان بنی عدی خلیفہ ثانی کا مشہور ہے۔ خالد بن ولید ہمیشہ ابن عمر بن حنتمہ کہتے تھے مہاجرین خالد ہمیشہ تشنیع کرتے عمرو عاص باآنہمہ بلند نشینی جو کچھ اُن کے حق مین فرماتے تھے نہایہ اور ازالۃ الخفا مین موجود ہی ہے۔ خولہ بنت حکیم صحابیہ نے جس کا قول خدا نے بالائے سبع سموات سنا جو کما معلوم ہے۔ کہ عمیر لے عمر ہوا عمر سے امیر المومنین اب خدا سے ڈرو۔ عباس عم اشرف الناس نے جو ارشاد فرمایا اعضاث اللہ منبظر امیث کجھانی کنز العمال خود خلیفہ دوم نے جو لاعلمی اپنے نسب سے ظاہر کی ازالۃ الخفا مین مذکور ہے اور تفصیل اس بیچ شرافت نسبی کی تین پشت تک روض الانف سہیلی اور تاریخ ادر کتاب المعارف و تاریخ ابن کثیر شامی اور مثالب کلبی مین مسطور ہے۔

کنز العمال مین ہے جب ابوہریرہ نے یہ حدیث بیان کی ولد الزنا بدترین ثلثہ ہے

یعنی زانی و زانیہ سے بدتر ہے تو فوراً عبد اللہ ابن عمر خلیفہ زادہ نے اُس حدیث نبوی کی جو ابو ہریرہ نے بیان کی تردید کرکے کہا ولد الزنا خیر الثلاثۃ یعنی زانی و زانیہ سے بہتر ہے۔ مسلمانو! خواب غفلت سے چونکو اور آنکھیں کھول کر دیکھو ولد الزنا کس قوم و ملت میں اچھا سمجھا گیا ہے چہ جائیکہ کہ اسلام جو اشرف ادیان ہے۔

ہم پوچھتے ہیں در آنحالیکہ رسول اللہ نے مہاجرین کو اس خطبہ میں عموماً مخاطب فرمایا تو ائمہ قریش بھی تھے کیونکہ خطاب عام مہاجرین سے ہے پس حضرت عباس کا یہ التماس کرنا کہ در شان قریش نیز وصیت فرمائی آنحضرت فرمود وصیت میکنم باین امر یعنی خلافت کہ قریش متصدی آن شوند و خلق پیرو قریش۔ تو اس التماس عباس و وصیت رسول اللہ کا کیا مطلب ہوا۔ صاف ظاہر ہے کہ پہلے آپ نے عام خطاب کیا اور عباس کے عرض کرنے پر خاص قریش کو متصدی خلافت فرمایا تو یہ تخصیص سوائے بنی ہاشم کے اور کس پر صادق آسکتی جسمیں حضرت علی منتخب و برگزیدہ خدا و رسول تھے۔

پس اس سے صاف و صریح وصیت خلافت بحق علی ابن ابی طالب اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور اس فقرہ کہ بعد از من جماعتے را بر شما مرجح خواہند داشت صبر کنید تا لب حوض کوثر بمن واصل شوید یہ اشارہ ہے اسی جماعت پر کہ ابوبکر و عمر خاندان قریش سے نہ تھے بلکہ غیر جماعت ورنہ جماعتے فرمانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور تلاوت آیہ کریمہ فہل عسیتم الی آخرہ سے یہی مراد ہے کہ یہ لوگ زمین میں مفسدہ کرینگے حب جاہ و ثروت کرینگے اسلام کو غارت کرینگے جیسا آنحضرت نے ابوبکر سے فرمایا کہ خبر نہیں تم دین میں کیا کیا ایجاد دین کروگے پس یہ آیہ کریمہ آخر وقت میں اسکی ثبوت ہے۔ اور فقرہ قریش متصدی خلافت شوند حدیث غدیر کا موید ہے پس حضرت علی کو خطبہ غدیر کی یاد دہانی ضرور نہ تھی مگر ابوبکر کو فرض عین تھا جن کا خزینہ خلافت دو ہی چار قدم کے فاصلہ پر پردہ کی آڑ میں موجود تھا رسول اللہ کے قدموں پر سر رکھکر با چشم گریان و سینہ بریان عرض کیا تو

کہ یا حضرت گو کہ میں اذل البطن قوم قریش ہوں مگر حضور نے براہ غریب نوازی و کمینہ پروری میری بیٹی صدیقہ سے میری خلافت کی نسبت ارشاد فرمایا اور تاج و تخت خلافت سے ممتاز کیا اگر حکم ہو صدیقہ کے سینہ صاف تر از آئینہ سے جسکو میں صندوق سکینہ سمجھتا ہوں نکال کر پیش کردوں یا حضور ہی پکار کر دریافت فرمالیں اب عام قریش کو متصدی خلافت فرمانا میری حق تلفی میری آبروریزی میری ہجر بستی میری ذلت کا باعث ہے اور جس کا میں در اب سے میں نے آپ کی وزارت پانے کی خوش خبری سنی تھی وہ بھی جھوٹا ہوتا ہے پس جیسا آپ نے میری رذالت پر خیال نہ فرماکر میری نور نظر لخت جگر صدیقہ سے خلافت کا وعدہ فرمایا ہے اب اس مجمع میں بھی صاف صاف فرما دیجئے ورنہ بعد آپ کے صدیقہ کو مکذوبہ کہیں گے اور اُس کی باتوں پر لوگ اعتبار نہ کریں گے تو حضرت کو حدیث سابق و حال یاد آجاتیں اور برسر عام اُن کا اعادہ فرما دیتے چلو قصہ طے ہوا نہ شورہ کی ضرورت ہوتی نہ پنچایت کی ۔

۴

دوسرا سوال سائل کا جو ہر نافہم سے یہ ہے کہ اگر حدیث صحیح دربارہ خلافت موجود ہے تو شورہ کی کیا ضرورت تھی اور یہ شورہ مخالف حدیث ہے یا اُس کی مطابق ۔

جوہر نے جواب میں ایک حدیث لکھی ہے ۔ ترجمہ بخاری میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اگر زید مارا جاوے تو جعفر طیار سردار ہو اگر جعفر بھی مارا جاوے تو عبد اللہ بن رواحہ سردار ہو ۔ یہ حضرت نے اُس وقت فرمایا جبکہ جنگ موتہ میں زید بن حارث کو سردار کیا تھا ۔ چنانچہ تینوں سردار جب مارے گئے مسلمانوں نے خالد بن ولید کو سردار بنایا اور خدا نے اُن کی تدبیر سے فتح نصیب کی ۔

پس ایک لشکر میں درجہ بدرجہ کئی سردار مقرر کرنا درست ہے جیسا بالفعل انگریزوں کا قاعدہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اجماع مسلمین حجت ہے جس کو مسلمان اپنا سردار بنا دیں وہ خدا و رسولؐ کو پسند ہے جیسا خالد کو لوگوں نے سردار بنایا اور حضرتؐ نے پسند فرمایا کچھ انکار نہ کیا ایسا ہی صدیق اکبر کی خلافت شورہ سے ہوئی تو صاف معلوم ہوا کہ مرضی خدا اور رسولؐ کے مطابق یہ کام ہوا۔

ہم کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے یکے بعد دیگرے تین شخصوں کو سردار ہونے کا حکم دیا اگر شورہ مستحسن و ممدوح ہوتا تو ایک سردار کو مقرر کرکے فرمادیتے کہ بعد شہادت اُس کے مسلمان شورہ کرکے سردار تجویز کرلیں مگر ایسا نہیں ہوا۔ خالد کا سردار ہوجانا۔ اور فتح پانا اتفاقیہ امور ہیں۔ جب خالد سرداری کے واسطے منتخب ہوا تھا تو آنحضرتؐ وہاں موجود نہ تھے کہ پسند و ناپسند اقرار و انکار فرماتے۔ جب بعد فتح لشکر واپس آیا تو پھر ناپسندی و انکار کا کیا موقع تھا انگریزوں کا قاعدہ یہ نہیں ہے کہ سپاہی و سوار کسی سردار کو منتخب کرلیں اُن کی فوج میں نمبروار سردار ہوتے ہیں جن کا استحقاق یکے بعد دیگرے سرداری کے واسطے پہلے ہی سے انتخاب ہوجاتا ہے عوام سپاہی و سوار کو کچھ دخل نہیں ہوتا نہ اُن کی رائے لیجاتی ہے۔

جوہری نافہم قواعد انگریزی سے ناواقف ہیں۔

اب جوہری نے اقوال جناب امیرؑ دربارہ شورہ لکھے ہیں جن کو ہم پہلے ہی اس رسالہ میں لکھ چکے ہیں اُن سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ امام شورہ سے ہے۔ سو ہم بھی منظور کرتے ہیں کہ شورہ سے ہوتے ہیں نہ رسول اللہ کے خلیفہ جنکو خدا و رسول نے مقرر کیا۔ جوہری نے آیہ وشاورھم فی الامر لکھ کر آنحضرتؐ کا اصحاب سے شورہ کرنا شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے بیشک

خدا کا حکم ہی مشورہ کرو اپنے امور مین - اس کا کون منکر ہے اور آنحضرتؐ نے بھی
بعض اوقات اصحاب سے مشورہ کیا ہوگا مگر تقرر خلافت مین مشورہ کر کے خلیفہ بنا لینا کسی
آیت وحدیث سے ثابت کرو تب ہم مانین ورنہ خانگی امور مین صلاح ومشورہ کون منع کرتا ہی
اور درست بھی ہی -

اب ایک آیت لکھی ہی - والذین استجابوا لربهم واقاموا الصلوٰة وامرهم شوریٰ بینهم -
معنی - اجابت کیا اپنے خدا کو اور قایم کیا نماز کو اور شورے کیا اپنے امور مین پھر اس سے کس
کو انکار ہے مشورہ اپنے کامون مین جایز ہوا - اب ایک حدیث لکھی ہی بخاری ومسلم مین
عبد اللہ ابن مسعود سے روایت ہی آنحضرتؐ نے فرمایا سب لوگون سے بہتر میرے زمانہ کے
لوگ ہین پھر وہ جو اونسے ملے ہوئے ان کے صحبت یافتہ پھر تبع تابعین بعدہ ایسے لوگ
ہونگے جو جھوٹی گواہیان دینگے اور دروغ بنانے کا پیشہ ہوگا - حاشیہ جوہر -
اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کے بعد حضرت کی صحبت کی برکت سے تین
زمانوں تک خیریت غالب رہیگی بعد ازان کم ہو جائے گی - ہر زمانہ مین کچھ اہل حق قایم رہینگے اگرچہ
اہل باطل بہ کثرت ہون - اسکی تویید منہج الصادقین کی ایک
حدیث نقل کی ہی -

اہل سنت کو ان تین زمانون کا مقلد قرار دیا ہی باقی بدعات وغیرہ -
ہم کو بھی اقرار ہے کہ ہر زمانہ مین خاص وعام کی تمیز رہی - آنحضرتؐ نے اپنے زمانہ کے
لوگون کو سب سے بہتر فرمایا بیشک خاص اور برگزیدہ لوگ ایسے ہی تھے نہ عوام منافق
ومخالف خدا ورسولؐ کیونکہ اگر عام کیواسطے یہہ بہتری قبول کیجائے تو منافق جو آنحضرتؐ
کے زمانہ مین بہ کثرت موجود تھے ان کی گنجایش کہان اسی طرح ہر عہد مین اہل حق تھوڑے

اور اہل باطل بہت تھے چنانچہ اسی زمانہ مین دیکھلو۔ جھوٹی شہادت کی ابتدا جنگ جمل سے اسلام مین قایم ہوئی جبکہ باغوائے طلحہ و زبیر وغیرہ جناب عائیشہ سے لوگون نے بحلف بیان کیا کہ یہ مقام حواب نہین ہے جسکی خبر رسول اللہ نے دی تھی مگر تعجب ہے کہ سوقت تک آپ کی صحبت سے فیضیاب بہت سے اصحاب مثل زبیر وغیرہ موجود تھے مگر صحبت نبوی کا کچھ اثر نہ ہوا ؎

ہر کرا روئے بہ بہبود نبود
دیدن روئے نبی سود نبود

آپ جو ہر خودفروش کہتے ہین کہ خدا نے تمام کتب سماویہ مین کسی جگہہ خلافت یا امامت کو منصوص من اللہ یا اصول دین نہین فرمایا ہے۔ تین آیات قرآنی لکھکر کہتے ہین کہ ان جملہ آیات بینات سے خلافت و امامت منصوص من اللہ نہین سمجھے جاتے۔ اول آیت وجعلکم ملوکاً و اتکم مالم یؤت احد من العلمین یعنی بنایا ہم نے تم کو بادشاہ اور دین وہ نعمتین جو کسی کو عالم مین سے نہین ملین دوسری آیت ھوالذی جعلکم خلائف فی الارض یعنی تم کو خلیفہ ہائے زمین ہم نے بنایا۔ تیسری آیت۔ ونجعلھم ایمۃ ونجعلھم الوارثین۔ یعنی بنایا تم کو پیشوایان دین اور بنایا وارث اموال و امتعہ و املاک۔

ناظرین نے دیکھا ہوگا جوہر خودغرض نے آیہ وعد اللہ الذین ونجعلھم الخ یہ۔ یعنی خلفائے ثلثہ کو مصداق آیات کریمہ کا قرار دیا ہے اب یہان کل آیات سماویہ سے انکار لینے خلافت و امامت منصوص من اللہ نہین پس ایسے مضطرب الحواس سے کیا بحث کیجاوے۔ تف باین بے شرمی۔ ناظرین ملاحظہ فرمائین کہ آیات موصوفہ مین کس صراحت کے ساتھ بادشاہ و خلیفہ و پیشوایان دین مقرر کرنا۔ خدائے جل وعلٰے فرمارہا ہے مگر اندہون کو نہین سوجھتا وہی ایام جاہلیت کی جہالت کہ خدا و رسول کچھہ ہی فرمائین ہم نہین سنتے۔ سچ ہے جب دلون پر

آنکھون پر کانون پر گاڑھے پردے پڑے ہوے ہین تو کیونکر دکھائی دے یہی ہادی دکھا
خلافت پیشوائے دین ہین منصوص من اللہ ہے جناب امیرؑ و ائمۂ اطہار مصداق ٹھہرے اور
آیات وتعز اللہ و ثم جعلنٰکم مین انہین کے مثل و قایم مقام ذالک فضل اللہ یؤتیہ
من یشاء –

اب جوہر نادان کہتے ہین کہ اگر شیعہ یہ سمجھتے ہین کہ جناب امیرؑ افضل و معصوم تھے اُنکا اہل شوریٰ کا
اتفاق کیون نہوا تو اس کی بھی تردید کلام مجید مین موجود ہے قولہ تعالیٰ ان اللہ قد بعث لکم
طالوت ملکا یعنے بتحقیق برانگیخت برائے شما طالوت را بادشاہ فرمان فرمائے و او از فرزندان
بنیامین بن یعقوب بود – دیکھو طالوت مفترض الطاعت تھے معصوم و افضل نہ تھے بلکہ حضرت
شموئیل و حضرت داؤد علیہم السلام بھی اُسیوقت مین موجود تھے یہ دونون نبی برحق تھے
طالوت نبی نہ تھے –

پھر اس سے کیا حاصل ایک زمانہ مین صدہا نبی ہوا کرتے تھے جہان جس کو خدمت سپرد ہوئی احکام
خداوندی کی تبلیغ کرتا – طالوت اگر مفترض الطاعت تھے تو ضرور معصوم تھے کیونکہ اُن کو
خدا نے بادشاہ اور رہبر دین بنایا تھا طاعت و فرمانبرداری اُسی کی دین مین لازم ہے
جو معصوم ہو پس اگر مفترض الطاعت تھے تو بالضرور معصوم ہونگے تم کل انبیاؑ کو معصوم نہین
کہتے تمہاری باتونکا کیا اعتبار –

اب جوہر نے روایت روضۃ الصفاء بیعت جناب امیرؑ با ابوبکر لکھی ہے –

اس کا جواب ہم حدیث عائشہ سے لکھ چکے ہین ملاحظہ ہو حدیث بیعت –

اب جوہر نے روایت روضۃ الصفا دربارہ بیعت جناب امیرؑ بعد قتل عثمان لکھکر مشابہت بیعت
ابوبکر و بیعت جناب امیرؑ کی ہے اور شوریٰ کو بنیاد خلافت قرار دے کر لکھا ہے کہ جناب امیرؑ

کی بھی خلافت شورہ سے ہوئی نہ خطبہ خم غدیر سے۔ شروع روایت مین مصنف تاریخ لکھتا ہے۔ رواۃ اخبار در کیفیت بیعت آنحضرت اختلاف کردہ اند وانچہ بصواب نزدیک تر است آن است چون از واقعہ عثمان سہ روز گزشت سعر یان از امیر المومنین علی التماس نمودند کہ بہ حال رعایا و برایا التفات نمودہ مسند خلافت از زیب و آرائش بخشد شاہ ولایت پناہ فرمود کہ رعایا بعدم رضائے شما در امور خلافت مدخلے ندارد چرا کہ این مہم در مسائل بدر است سعر یان این کلمات بر آن سعادتمندان رسانیدند جمہور اصحاب نبوی ہمراہ ایشان بدولت خانہ حضرت امیر آمدہ عرض کردند کہ عثمان سہ روز است کہ از عالم رفت جہانیان را بے امام چارہ نیست لہذا ترا اولے و احق میدانیم خلافت قبول فرمائی امیر المومنین فرمود بعد از عمر خواہش بود اکنون نمی خواہم کہ قبول سازم ہر کرا شما انتخاب نمائید من متابعت نمایم چون مبالغہ یاران بحد افراط رسید امیر المومنین فرمود بے حضور طلحہ و زبیر این مہم انجام نرسد شخصے بطلب آنہا رفت نیامدند مالک اشتر طوعاً و کرہاً آورد امیر المومنین فرمود از شما دو کس کہ میل خلافت دارد من باو متابعت نمایم ایشان گفتند باوجود تو کرا تمنائے خلافت در خاطر گزرد بعد ازان خلافت علی مرتضےٰ قرار گرفت نخست کہ دست بر دست آنحضرت رسانید و بیعت کرد طلحہ بود۔ یہ خلاصہ روایت کا ہے۔

اب ناظرین ملاحظہ کرین۔ مورخ پہلے ہی لکھتا ہے کہ کیفیت بیعت مین بہت کچھ اختلاف ہے مگر بصواب نزدیک تر آنست لیس یہ اُس کی رائے ہوئی اگرچہ اختلافات لکھ کر اپنی رائے دیتا تو بھی کچھ وزن ہو سکتا تھا اور ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ مصنف روضۃ الصفا متعصب سنی ہے شیعون پر اُس کی روایتین اور افسانے حجت نہین جیسا کہ روایت بیعت جناب امیر بہ ابوبکر کوئی نادان ونا سمجھ بھی ایسی جھوٹی باتین نہ بکے گا جس کی تردید حدیث بیعت مقبولہ جناب عائشہ سے بخوبی

ہو گئی۔

پس اس روایت بیعت پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ اور پھر اس روایت میں بھی تو شورہ ہونا ثابت نہیں صرف سقیفہ میں سے امراء سے لوگ جمع ہو گئے اور ہاں میں ہاں ملا دیا دیکھو زبیر وطلحہ کا رد و انکار کہ بلانے پر بھی آنے سے اغماض کیا اور طوعاً و کرہاً آئے کیا اسی کو شورہ کہتے ہیں اصحاب رسول کا تین روز تک خبر نہ ہونا کہ کون خلیفہ ہوا اور کسے خلافت دینی چاہیئے۔

اصل یہ ہے کہ عہد خلافت عثمان میں دین بالکل برباد ہو گیا تھا ظاہری اسلام بھی نیست و نابود ہو گیا تھا بنی امیہ کی جبر تعدی فسق و فجور شراب خواری زناکاری سے انقلاب عظیم واقع ہوا اور وہی جاہلیت کا زمانہ پھر رو براہ ہوا۔ اس لئے خدائے جل و علا نے دین حق کو غلبہ دیا حضرت علی نے زمام خلافت جھٹ اپنے ہاتھ میں لے لی اور ڈوبتی ہوئی کشتی دین کو سنبھال لیا شرع محمدی کو دوبارہ رونق دی اور اسلام حقیقی کی آبرو رکھ لی۔ یہ مصلحت وقت اور احکام خدا و رسول کی تبعیت۔

جیسا جو ہر نے صفحہ ۲۶۴ اسرار الہدیٰ میں لکھا ہے احقاق الحق کے سکہ خاص میں کانوا فی ہذا السکوت مراعیٰ لما وصی بہ النبی علیہا من الصبر و عدم مجادلتہ الثلثۃ

ترجمہ۔ تمام نبی ہاشم رعایت سکوت کی اس بارہ میں کرتے تھے اس لئے کہ رسول خدا نے وصیت صبر و نہ کرنے جنگ خلفائے ثلثہ کے ساتھ کی تھی خاص واسطے وفاداری بر حال مسلمانان ضعیف و حفاظت دین۔

اب خیال کیجئے وصیت صبر و سکوت سے کیا مراد ہے یہی نہ کہ خلفائے ثلثہ غصب خلافت کرینگے مگر تم باوصف الحق و مستحق تر خلافت کے صبر و سکوت کرنا اور جنگ و جدال خلفائے ثلثہ سے نہ کرنا تاکہ مسلمانان ضعیف جو بھول سے خدا اور رسول پر ایمان لائے ہیں محفوظ رہیں

اور اُنسے دین کی حفاظت ہو ورنہ یہ لوگ قتل ہونگے اور دین حقیقی تلف ہو جائیگا۔ خلفاے ثلثہ کی خلافت اگر حق ہوتی تو صبر و سکوت کی وصیت کی کیا ضرورت تھی ۔ صبر و سکوت ایسی حالت میں کہا جاتا ہے جبکہ کوئی ظلم ہو یا امور ناقابل برداشت پیش آئیں اُسپر سکوت کی ہدایت و وصیت ہوا کرتی ہے۔

آنحضرت نے بھی زمانہ قیام مکہ میں ظلم کفار اشرار پر خدا کے حکم سے صبر و سکوت فرمایا اور ہر طرح کی ایذائیں سہتے رہے باعث یہ تھا کہ ضعیف مسلمانوں کی حفاظت رہے اور شیوع تبلیغ اسلام ہوتی رہے اگر شروع ہی سے جنگ و جدال پر تُل جاتے تو جو بیچارے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے انکا خاتمہ ہو کر دین برباد جاتا یا آنحضرت ہی کی شہادت ہو جاتی پھر کون دین خدا کا محافظ تھا۔ ایسا ہی جناب امیرؑ کو ظلم منافقین امت غصب خلافت وغیرہ پر صبر و سکوت کرنے کو رسول اللہؐ نے وصیت فرمائی تاکہ کامل الایمان مسلمان جو بہت ہی کم تھے اور ضعیف و مغلوب وہ محفوظ رہیں اور اُن کے سبب سے دین حقیقی بنا رہے ورنہ انکا اور حضرت علیؑ کا خاتمہ ہو جاتا پھر اسلام حقیقی کہاں اور دین خدا کو ۔ دیکھو اہل سنت کے اعتراض کا جو بوجہ نادانی و کج بحثی کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے ابوبکر سے کیوں نہ خلافت چھین لی اور ذوالفقار سے سب کو کیوں نیست و نابود نہ کر دیا بالکل قلع قمع ہو گیا۔ حضرت علیؑ نے بعینہ رسول اللہؐ کی تقلید کی اور اُن کی وصیت پر عمل کیا ۔ دیکھو حضرت ابوذر و عمار یاسر وغیرہ پاک ایمانوں کا بعد خلافت عثمان کیا حال ہوا کیا ہلاک ہونے میں کچھ شبہ تھا مگر زندگی تھی اور دین خدا کی حفاظت منظور ۔ لہٰذا زندہ و صحیح سالم رہے ۔ یہی لوگ ضعفائے اسلام تھے جن کا اشارہ وصیت رسول اللہؐ میں ہوا ہے شامت بیعت ابوبکر و جناب امیرؑ جو جو ہر کج فہم نے سمجھی ہے بعد المشرقین زمین آسمان کا

غرض۔ دیکھو نبی سقیفہ کا مجمع و شور و شر بارمیٹ دہما چوکڑی برو بیعت ابوبکر۔ ابوبکر خود با چشم گریان و سینہ بریان رسول اللہ کا غسل و کفن و دفن چھوڑ کر خلافت کیواسطے دوڑے گئے عمر کو اپنی حمایت و ہمزبانی کے لیے ساتھ لے گئے وہان جو حرص و آرزوئے خلافت مین گفتگو مین ہوئین طشت از بام ہین چھ مہینے تک بیعت کا سلسلہ جاری رہا بلکہ ایک گروہ نے بیعت ہی نہ کی۔

حضرت علی کے آستانہ ہدایت پر خود خلقت حاضر ہوئی پیرون پر سر رکھکر عجز و الحاح منت زاری کی آپ کو اپنا پیشوا و امام و مقتدا قبول کیا اپنی کردار بد سے توبہ کی حق حق کی آوازین بلند ہوئین باطل جہان سے نابود ہوا ہ

با سلونی سلونی صد ہزاران فرقہاست پیر خر سے را مقابل با غضنفر داشتن

اب جوہر ناصف نے چند غزوات مین ابوبکر کا سردار لشکر ہو کر جانا لکھا ہے از انجملہ امیر حج و نشان با جنگ خیبر و امامت نماز وغیرہ مین جنکا جواب صفحہ ۲۱ لغایت ۲۷ و ۴۵ و ۱۵۵ مین ہم لکھ چکے ہین اعادہ کی ضرورت نہین ۔

اب جوہر ناہم لکھتے ہین یہانتک جو کچھ مذکور ہوا وہ دربارہ شورے ہوا۔

ہم کہتے ہین سائل نے کیا سوال کیا اور تم نے کیا جواب دیا سوال از آسمان جواب از ریسمان اسیکو کہتے ہین۔ سائل پوچھتا ہے کہ اگر حدیث خلافت صحیح ہے تو شورے کی کیا ضرورت تھی اور یہ شورے مخالف حدیث ہے یا مطابق۔ جوہر ناہم نے ابتدائے احادیث خلافت کو بالائے طاق نسیان رکھ دیا اور لگے شورے کا راگ الاپنے کہ ظاہر ہوا کہ جو حدیثین تم نے نص خلافت ابوبکر مین لکھی ہین وہ سب جعلی اور بے اصل ہین تبھی تو انکو چھوڑ چھاڑ شورے کے میدان مین آکودے اور شورے ہی کو بنیاد خلافت قائم کر دی۔ اگر ان حدیثون مین کچھ بھی راستی کا لگاؤ ہوتا

تو ان کو ترک کر کے شورے پر ختم ہو جانا چہ معنی دارد صاف کہی جاتی ہیں شیعہ اپنی خلافت اپنے وجود وصی ہونے میں شورے کی کیا حاجت مگر ختم کیا گر و دروغ گو را حافظہ نباشد بے سر و پا باتیں الٹی سیدھی ہوا کرتی ہیں اور جب کسی بات کی اصل نادر ہوتی ہے تو جواب میں کچھ بن نہیں پڑتی قاعدہ ہے جب سانپ پر مار پڑتی ہے تو ادہر اُدہر سوراخوں میں چھپتا پھرتا ہے اگر کہیں پناہ مل جائے مارنے والے اس کا سر کچل ہی ڈالتے ہیں۔ ہم سب سوال کو مکرر دیکھو اور سوچو ہمیں اگر جواب صاف دو ورنہ یہ طوق گران تمہاری گردن میں تا قیامت رہے گا اور روز حشر جواب دینا ہوگا۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ بحث خلافت میں ہی اور اسی کے بابت سوال و جواب مگر چونکہ جوہر سب مردود ہم کو حضرت علیؑ کے ساتھ بغض دلی و عداوت قلبی ہے لہذا جہاں تک زبان میں گویائی کی طاقت ہے اور بیہودہ سرائی کی لیاقت توہین و تحقیر میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا ایسے خارج از دین و ایمان سے کیا بحث کیجاوے اب چند آیات بینات لکھکر اُن کے معنی و مطالب بن تاویلیں و توجیہیں رکیک کی ہیں اور مثل سگ دیوانہ بھونک بھونک کر اپنی جان دی ہے۔ آیات بینات میں ابتدائے اسلام سے بحثیں ہوتی چلی آئی ہیں ہزاروں کتابیں طبع ہوئیں کی ان کی بحث میں بھری پڑی ہیں مگر نور خدا و حق ہمیشہ غالب رہا اور باطل ہر حال و فعل میں نابود و پست ہو گیا۔ جب جوہر نافہم کا حدیثوں میں یہ حال ہے تو آیات خدا کے معنے و مطالب پر خاک رسائی ہو سکتی ہے سو

تو کار زمین را نکو ساختی — کہ بر آسمان نیز پرداختی

ہر آیت میں ملا کاشانی کی تفسیر کا حوالہ دیا ہے اور جوڑ پیوند ملا کر اپنے خاطر خواہ معنے بنا لیے ہیں اور اصل مطلب سے منزلوں گریز کیا ہے ایسے کج بحث اور ہٹ دھرم کو کیا کہیئے منجملہ آیات بینات کے ہم دو آیہ لکھتے ہیں جن پر زیادہ تر زور دیا جاتا ہے اور تعلق خاص سے ہیں۔

اول آیہ مباہلہ فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین ۔ ترجمہ ۔ پس بگو ایشانرا کہ بیائید تا بخوانیم تا از برائے مباہلہ پسران خود و پسران شما و ما زنان خود را و شما زنان خود را و ما از دیگان خود را و شما از دیگان خود را بخوانید پس تضرع کنیم بر کاذب خود پس بگردانیم لعنت خدا بر دروغ گویان ۔

مطلب یہہ ہے کہ نصرانیان نجرانی نے آنحضرت سے مباہلہ چاہا کون صادق ہے کون کاذب ۔ آنحضرت کو خدائے جل و علی کیجانب سے حکم ہوا کہ کہو ان نصرانیوں سے کہ تم اپنے لڑکوں کو و عورتوں کو و نزدیک تر رشتہ داروں کو لاؤ ہم اپنے لڑکوں عورتوں نزدیک تر کو لاویں اور کاذب پر لعن کریں تاکہ حق و باطل ظاہر ہو جاوے ۔

پس نصرانیان نجران نے جب دیکھا کہ آنحضرت مع حضرات حسنینؑ و حضرت فاطمہؑ و حضرت علیؑ میدان امتحان میں تشریف لائے تو انکی کمر ہمت ٹوٹ گئی اور اپنے اقوال و کردار سے باز رہ کر رسالت محمدیؐ کے قائل ہو گئے ۔ پس انصاف و ایمان سے کہئے کہ حضرت علیؑ رسول اللہؐ کے نفس بحکم خدا قرار پائے اور انفسنا میں شامل ہوئے یا کسی غیر کو یہہ رتبہ ملا ۔ اسمین تو جوہر کج فہم نے بھی سکوت کیا ہے ورنہ کیا عجب کہہ دیتے کہ صحیح اصحابنا و اصحابکم وازواجنا وازواجکم وانصارنا وانصارکم تھا شیعوں نے تصرف کیا ہے ۔

جوہر کہتے ہین ملا کاشانی کی تفسیر ہے ۔ اسقف کہ از جملہ اخبار بود گفت اے قوم اگر دید محمد با ہمہ اصحاب خود بیرون آید ہیچ اندیشہ نکنید و با او مباہلہ نمائید کہ او بر حق نیست و اگر با خواص و اقربائے خود بیرون آید از مباہلہ وے حذر کنید ۔

ملا صاحب کے قول سے یہہ بات ثابت ہوتی ہے کہ معاذ اللہ رسول خدا کوئی چیز نہ تھے بلکہ حضرت کے خواص و اقربائے یعنی امام المشارق و المغارب علی ابن ابیطالب وہ قوت

اسد اللہی و ہیبت و سطوی رکھتے تھے جن کے طفیل میں حضرت رسول خدا نجرانیون پر غالب ہوئے۔

جواب۔ یہ اسقف نجرانی سے پوچھو کہ اُس نے کیون ایسا کہا۔ ملا صاحب اُس کا قول نقل کرتے ہیں خود نہیں کہتے۔ رسول خدا سب کچھ تھے مگر اُس مقام امتحان ظہور حق و باطل میں ضرور ہے۔ امام المشارق والمغارب و حضرت حسنین و حضرت فاطمہ کی شرکت فی النبوت الہی تھی تب ہی تو خدائے دانندہ و بینندہ نے اُن کے ہمراہ لیجانے کو ارشاد فرمایا۔ اگر صرف رسول خدا ہی کی تشریف لیجانے و بذات ولمہ مباہلہ کرنے سے کام نکل جاتا تو ابنائنا و نسائنا و انفسنا نہ فرماتا پس معلوم ہوا کہ بغیر ہمراہی ان حضرات کے مباہلہ غیر ممکن تھا۔ اور سچ ہے قوت اسد اللہی و ہیبت و سطوی ہی کو دیکھ کر نجرانی مباہلہ سے باز رہے ورنہ ہزار جنگ سے فرار کرنے والے ساتھ ہوتے تو کیا ہو سکتا تھا اسی لیئے اسقف نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر محمد با ہمہ اصحاب خود بیرون آید ہیچ اندیشہ مکنید کیونکہ اُنکی اصل سے وہ خوب واقف تھا۔

قولہ اگر جناب امیر رسول خدا کے ہمراہ نہ ہوتے تو توبہ توبہ خدا بھی عرش سے اُتر آتا ہرگز رسول اللہ نجرانیون پر کامیاب نہ ہوتے۔

اقول جب ید اللہ اسد اللہ عین اللہ رسول خدا کے ہمراہ تھے تو خدا کے آنے کی کیا ضرورت تھی انھیں کو انفسنا فرما کر ساتھ کر دیا اور نجرانیون پر کامیابی ہوئی۔

قولہ اگر اپنے اصحاب کو ہمراہ لیجاتے تو حضرت بالکل ہی دائرہ رسالت سے خارج کر دیئے جاتے۔

اقول خلاف حکم خدا اصحاب کو کیون ہمراہ لیجاتے کیا انبیا علیہم السلام خلاف مرضی خدا ایسے امور میں اپنی رائے کو دخل دیتے ہیں۔

قولہ خیر تو یہی گزری کہ جناب ولاشکلکشا ئے دوجہان حضرت کے ساتھ تھے ہر توکہا کسی کی طاقت تھی کہ کوئی بحرانی حضرت سے آنکھ ملائے یا میدان مباہلہ مین آئے

اقول اس مین کیا شک ہے خدا نے ایسے ہی مشکل کے کامون مین مولائے دوجہان کو مشکلکشا کا خطاب عطا فرمایا ہے ۔ تم نے دیکھا کسی بحرانی نے آنکھ ملائی یا میدان مباہلہ مین کوئی آیا نور کے مقابلہ مین ناریون کی کیا بساط ۔

قولہ بچنین ہذیان ۔

اقول تمھارے سلف نے رسول اللہ کو اس لفظ سے یاد کیا تم ملا صاحب کو کہتے ہو کچھ بیجا نہین بیشک سپوت ہو اپنے آبا و اجداد کی سنت ادا کئے جاؤ ۔

قولہ اگر یہی فرض کیا جاوے کہ حضرت رسول خدا جناب امیر ہی کی بدولت غالب ہوئے تو اس سے زیادہ فائدہ حاصل نہین ہو سکتا کہ مباہلہ مین چند نصرانی نجران کے مغلوب ہوے ۔

اقول دین حق جاری کرنے کو اس سے زیادہ فائدہ ممکن ہی نہین اور یہی بنیاد حقیقت اسلام ہے ورنہ مار دہاڑ لوٹ کھسوٹ سے کیا ہوتا ہے انسان کا دل ایسے ہی حقائق و دقائق کو پسند کرتا ہے اور برجوع قلب دین خدا مین داخل ہونے کو اپنی سعادت سمجھتا ہے اصل جہاد یہی ہے خدا کی وحدانیت رسول اللہ کی رسالت کا لطف انھین باتون مین آتا ہے ۔

قولہ تفسیر آیہ مباہلہ مین ملا صاحب تحریر فرماتے ہین پس ازینجا معلوم شد کہ خلیفہ رسول بعد از پیغمبر بغیر از علی کسے نیست بھلا کہان آیہ مباہلہ اور کہان خلافت کا معاملہ ۔

اقول ملا صاحب کا فرمانا بہت درست ہی جو کہ ہم النفس ایسے امور دینی مین رسول اللہ کا نفس و نزدیک تر قرابت دار بحکم خدا قرار پاوے اس کے مقابلہ مین افضل بطن قریش کو کیا منصب خلافت ہے اور کون احمق و جاہل ہو جو اس مین فرق نہ کریگا ۔

قولہ اگر تمام روئے زمین کے شیعہ جمع ہو کر آیہ مباہلہ میں کوئی لفظ ایسا دکھا دیں جس سے جناب امیر مصداق خلافت سمجھے جاویں تو شاید ملا صاحب کے دعوے کی بھی اہل سنت تکذیب نہ کر سکیں۔

اقول الحمد للہ روئے زمین شیعوں کے قدوم فیض لزوم سے مزین و مملو ہے۔ اگر آنکھیں ہیں تو دیکھو لفظ انفسنا اس سے زیادہ استحقاق خلافت کا لفظ نہ پیدا ہوا ہے نہ ہو جب جناب امیر ہمدم و ہمنفس رسول اللہ کے ہوئے پھر خلافت کیسی جملہ امور دینی و دنیاوی پر بعد رسول اللہ کے قابض و متصرف ہو گئے اسی لیے آنحضرتؐ نے فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

دوسری آیت اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ الی اخرہ۔ ترجمہ بیرون کردند او را کافران از مکہ در حالیکہ دوم دو بود پیغمبر یار خود را گفت اندوہ مکن بدرستیکہ خدائے با ماست و نازل شد سکینہ۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ رسول اللہ کو کافروں نے مکے سے نکالا آپ کے ساتھ ایک دوسرا تھا جس سے آپ نے فرمایا مت حزن کر ہمارے ساتھ خدا ہے پس نازل کی خدا نے تسلی اپنے رسولؐ پر۔ اس بات پر عام اتفاق ہے کہ رسولؐ خدا کے ہمراہ ابوبکر غار میں تھے۔ یہی مراد ہے خدا کے فرمان کی کہ تھا دوسرا دو کا۔ ابوبکر نے گریہ و زاری شروع کی رسول اللہ نے فرمایا مت حزن کر ہمارے ساتھ خدا ہے اسی پر سکینہ کا نزول ہے یعنی خدا نے تسلی دی۔ غار کی کیفیت و بستر رسالت پر آرام فرمانے کی حقیقت ہم پہلے لکھ چکے ہیں ناظرین پھر ملاحظہ فرمالیں۔

بہرحال آیہ کریمہ ابوبکر کے یار غار ہونے مصاحب رسول اللہ ہونے خلافت پانے کے لیے

استدلال کیا جاتا ہو۔

لصاحبہ پر بڑا زور لگایا جاتا ہے کہ ابوبکر کو خدا نے صاحب رسول خدا قرار دیا ہو اور فانزل اللہ سکینتہ علیہ پر کہ خدا نے ابوبکر پر سکینہ نازل کیا۔

ہم کہتے ہیں صاحب السجن حضرت یوسف کے ہمراہ جو مصر کے جیلخانہ میں قیدی تھے انکو بھی کہا گیا ہے اور بھی اکثر مقام پر صاحب و صاحبہ ہمراہی کے واسطے استعمال ہوا ہے گو وہ کیسا ہی مسلمان ہو یا کافر وغیرہ پھر اس لفظ پر کیا ناز ہے عربی کا محاورہ ہے کہ ہمراہ رہنے والے پاس بیٹھنے والے وغیرہ کو صاحب یا صاحبہ کہتے ہیں۔ سکینہ کا نزول گو رسول اللہ پر باجماع فریقین ثابت ہو مگر خیر ہم نے قبول کر لیا کہ ابوبکر ہی پر سکینہ نازل ہوا پھر اس میں کیا فخر۔ بہت لوگ روتے پیٹتے اضطراب و قلق ظاہر کرتے ہیں آخر کو خدا انکو تشفی و تسکین کر دیتا ہو ثبوت یہ کہ انکا غم و رنج مبدل بعیش و عشرت ہو جاتا ہے یہی خدا کا سکینہ ہے کہ قلب کو تسکین ہو جاتی ہے۔ پس جب ابوبکر روتے پیٹتے چلاتے اور رسول اللہ کے اس فرمانے پر بھی کہ مت رو خدا ہمارے ساتھ ہے صبر و سکوں کیا تو خدا نے ان کے قلب کو سکون بخشا۔ مگر خرابی تو یہ ہے کہ باوصف ہمراہی رسول اللہ و پوشید گی غار و نزول سکینہ خدا و رسول پھر بھی خوف کم نہ ہوا اور مدینہ جاتے ہوئے سوار کو پیچھے آتے دیکھکر رو دیئے۔ واللہ اعلم کس دل کے انسان تھے کہ ہزار سمجھاؤ اضطراب و قلق جاتا ہی نہیں۔ پس ایسے شخص کو ایسے افعال پر اگر مستحق خلافت قرار دیا جاوے تو بجز کور باطنی و جہالت ایام جاہلیت اور کیا سمجھا جاوے۔

تیسرا سوال سائل اگر ایسی حدیث صحیح نہیں ہے تو اس امر کو آنحضرتؐ نے بہمال کیوں رکھا تھا صاف طور سے کیوں نہیں فرمایا کہ میرے بعد فلاں ان کے بعد فلاں بکے بعد دیگرے

خلیفہ ہونگے جیسا کہ وقوع مین آیا ۔

جو ہم خود فراموش حدیث خلافت و شورہ سے توبہ کرکے اب غیر از رنگ لاتے مین ایک حدیث پیش کرتے ہین کہ خلافت ابوبکر وغیرہ تقدیری امور ہین ۔ ترجمہ حدیث روایت ہے ابی ہریرہ سے کہا فرمایا رسول خدا نے جھگڑے آدمؑ اور موسےؑ نزدیک پروردگار اپنے کے یعنی عالم روحانی مین پھر غالب آئے آدمؑ موسےؑ پر کہا موسےؑ نے تم آدمؑ ہو کہ پیدا کیا تم کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے اور پھونکی بیچ تمہارے روح اپنی یعنی روح پیدا کی ہوئی اپنی اور سجدہ کروایا واسطے تمہارے فرشتون اپنے سے اور رکھا تم کو بیچ جنت اپنے کے پھر اتارا تم نے آدمیون کو ساتھ گناہ اپنے کے طرف زمین کے یعنے اگر گناہ نہ کرتے کیون زمین پر آتے اور اولاد یہان پھیلتی ۔ کہا آدمؑ نے تم وہ موسےؑ ہو کہ برگزیدہ کیا تم کو اللہ نے ساتھ پیغامبری اپنی کے اور ساتھ کلام اپنے کے اور دین تم کو تختیان کہ بیچ اُن کے بیان ہر چیز کا اور نزدیک کیا تم کو سے سرگوشی کرنے کو پس ساتھ کتنی مدت کے پایا تم نے اللہ کو کہ لکھی توارت پہلے پیدا ہونے میرے کے ۔ کہا موسےؑ نے چالیس برس پہلے ۔ کہا آدمؑ نے پس کیا پایا تم نے بیچ اُس کے مضمون اس آیت کا نافرمانی کی آدم نے رب اپنے کی پس بہکا ۔ کہا کہ ہان کہا آدم نے کیا پھر ملامت کرتے ہو تم مجھ کو اس پر کہ کرون مین وہ عمل کہ لکھا ہے اس کو اللہ نے مجھ پر کرنا اُس کا پہلے پیدا کرنے میرے کے چالیس برس فرمایا پیغمبرؐ نے پس غالب آئے آدمؑ موسےؑ پر ۔ روایت کی یہ مسلم نے ۔ دیکھو شیعو نوشتہ تقدیر برحق ہے اُس کے خلاف نہ کوئی نبی کر سکتا ہے نہ کوئی ولی جس طرح سے خلاق اکبر نے حضرت آدمؑ سے پیشتر چالیس برس تقدیر مین لکھ دیا تھا کہ آدمؑ دنیا مین بھیجے جاینگے اُن کی اولاد سے تمام روئے زمین مین بموجب زینت الارض من الناس کے

آباد ان و معمور ہوگی اسی طرح جیسے حضرت صدیق اکبر بعد اُن کے درجہ بدرجہ سلسلہ خلافت قایم رہے گا - دیکھو شیعو تقدیر برحق ہے کہ نہین اگر حق ہے تو نزاع خلافت کیسی -

کیون جوہر صاحب یہہ وہی ابی ہریرہ ہین جن کو خلیفہ ثانی نے منع کیا تھا کہ جناب رسالتمآب کی حدیثین نہ بیان کیا کرو ورنہ جلا وطنی کی سزا ملیگی اور دوس کی پہاڑون پر پہونچا دیے جاؤگے بلکہ شاید اسی کی کسر نکالی کہ تغلب مال بحرین کا حیلہ لگاکر ابوہریرہ کو اتنے کوڑے مارے کہ بیچارے کی پشت خون سے تر ہوگئی - دیکھو تاریخ ابن کثیر شامی ص ۹۵ و کتاب العقد ص ۲۵ - پس ایسے محدث کا کیا اعتبار جسے خلیفہ ثانی نے جھوٹا کردیا اور واقعی یہہ حدیث کیا ہے - انبیا علیہم السلام کا جھگڑا نعوذ باللہ کنجڑے قصابون کی سی لڑائی کہ ایک دوسرے پر خلاف شان و منزلت اتہام والزام قایم کرتا ہے - حضرت موسے اپنی جد امجد آدمؑ ابو البشر پر یہہ الزام لگادین کہ تمہاری ہی جانب سے گناہون کی بنیاد قایم ہوئی اور حضرت آدمؑ کا یہہ عذر کہ جو کچھ ہوا خدا کی جانب سے ہے اس مین کیا قصور نعوذ باللہ انھون نے خدا ہی کو قصوروار ٹھہرایا کہ جو خدا نے چالیس برس پیشتر تقدیر مین لکھہ دیا تھا اُس پر مین نے عمل کیا -

پس معلوم ہوا کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا ہی کے حکم سے لہذا ابتدائے آدمؑ تا ایندم نہ کوئی گنہگار ہے نہ قصوروار - جزا و سزا بہشت و دوزخ برا بھلا نیکی بدی سب ندارد شیطان ہامان شداد نمرود فرعون وغیرہ نے جو کیا خدا نے تقدیر مین لکھہ دیا تھا اُن کا کیا قصور صالح و طالح مسلمان و مشرک سب برابر ہوگئے - ہان خوب یاد آیا اسی تقریر برحق پر ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ ابوبکر و ابلیس کا ایمان برابر ہے

چلو قصہ تمام ہوا نہ کچھ نزاع باقی رہی نہ کوئی جھگڑا - دیکھو شیعہ بھی بے قصور ٹھہرے جس طرح ابوبکر کی تقدیر میں ہزارہا برس پیشتر خلافت لکھی تھی اسیطرح شیعوں کی تقدیر میں بھی لاکھوں برس پہلے لکھ دیا گیا تھا کہ وہ ابوبکر کو خلیفہ نہ سمجھیں گے اور انکو غاصب و خائن و خاسر کہا کرینگے اب ناراضی کی کوئی وجہ نہ رہی -

اور کیوں میاں جو ہر قائل تقدیر برحق جبکہ حضرت آدم نے خدا ہی پر اپنی نافرمانی کا الزام رکھ دیا اور خود بری ہو گئے تو تین سو برس تک گریہ وزاری و توبہ استغفار کیوں کرتے رہے اور ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین - کیوں کہا جس کے معنے یہ ہیں کہ اے رب میرے میں نے ظلم کیا اپنے نفس پر یعنے گنہگار ہوا تو مجھے بخشدے اور رحم کر میں گناہ کرنے والوں سے ہوں -

قولہ اگر مثل دیدار خدا تقدیر سے بھی انکار کرتے ہو تو دوسرا جواب لیجئے -

اقول بیشک ہم دونوں باتوں کا انکار کرتے ہیں اور اُس خدا کو ہم اپنا خدا نہیں جانتے ہیں جو سب کچھ خود ہی کرے پھر انسان کو قصوروار ٹھہراے اور مثل انسان مجسم ہو کر اپنا دیدار دکھائے -

قولہ خدا تعالےٰ نے حضرت رسول خدا کو جن احکام شرعیہ کی تبلیغ پر مامور فرمایا اُن کی تعمیل میں آپنے ڈھیل نہیں کی -

اقول بیشک ایسا ہی ہوا خلافت و جانشینی و تحفظ اسلام و ایمان پہلا رکن شرعیہ ہی اُس کا انتظام و انصرام خدا پر لازمی امر تھا جیسا امر رسالت -

قولہ جن معاملات میں حکم مفصل ہو تا تھا اُن کی تبلیغ مفصل کی جن میں مجمل حکم ہوا اُس کی تبلیغ بھی مجمل کی -

اقول مفصل و مجمل کی شرح لکھنی تھی امور شرعیہ مفصل ہے پہونچائے جاتے ہیں مجمل جس سے دین خدا کا کارخانہ درہم برہم ہونے کا احتمال تھا۔

قولہ بعض مقامات میں حضرت سکوت فرماتے ہیں۔ مثلاً قیامت کا حال۔

اقول بے شبہہ اس کا علم خدا ہی کو ہے مگر آثار قیامت و حشر و نشر و بہشت و دوزخ نکوکار بدکار کی جزا و سزا وغیرہ سب کچھ حضرت نے مفصل بیان کر دیا پس اسی سے قیامت کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔

قولہ پس یہ سوال بھی حضرات شیعہ بسبب انحراف باطنی نسبت ما ینطق عن الھویٰ کی افترا ہے اور طنز کہ حضرت نے کیوں اس امر کو مجمل رکھا مفصل کیوں نہ بیان کیا۔

اقول حضرات شیعہ کا ایمان ہے کہ آنحضرتؐ نے خلافت و جانشینی بعد اپنی بحکم خدا جناب امیرؑ کو بروز خم غدیر بخشی اور مفصل بیان کر دیا ہرگز مجمل نہیں رکھا کیونکہ تبلیغ رسالت اسی پر منحصر تھی۔ تم مجمل کہتے ہو اس لئے پوچھتے ہیں کہ ایسا رکن دین میں کیوں مجمل رکھا گیا اور کیوں نہ مفصل بیان ہوا۔

قولہ چند آیات قرآن پاک کی جو صریحاً خلافت بلا فصل حضرت صدیق اکبر پر بطریق حکم مجمل جن کو دانایان با انصاف مفصل قیاس کریں دکھائی جائیں۔

اقول بسم اللہ مگر وہ ہی مجمل جو ساقط الاعتبار ہے پھر کیا فائدہ بلا فصل کو ہوگا۔

قولہ اول آیت والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار الیٰ آخرہ
دوسری آیت محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار الیٰ آخرہ

آیت سویم اذ اخرجہ الذین الخ آیہ غار۔

اقول پہلی آیت میں مہاجرین و انصار دونوں شریک ہیں کسی کی خصوصیت نہیں کہے باشد پہلے ایمان لایا یا پیچھے سب کی تعریف ہی۔ مگر ہاں یہہ البتہ ہے کہ جنھوں نے ابتدائے زمانہ رسالت میں اسلام قبول کیا اگر آیہ میں سب سے پیشتر ایمان لانا کہا جاتا تو خاص بات پیدا ہوتی۔ مگر جبکہ انصار بھی شامل ہیں جو عرصہ کے بعد ایمان لائے تو کوئی خصوصیت نرہی کیونکہ مہاجر مکہ کے لوگ ہیں اور انصار مدینہ کے۔ جو ہر نافہم کہتے ہیں کہ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ ابوبکر کو جملہ سابقین پر ترجیح صریح ہے کیونکہ آپ سب سے پہلے ایمان لائے۔

ہم کہتے ہیں ایمان لانے کا تو ذکر ہی نہیں پہلے ہو یا بعد اول گروہ مہاجر و انصار کی نسبت آیہ میں صاف صاف بیان ہے جس میں سب شامل ہو گئے ایک دوسرے پر ترجیح صریح نہیں ہو سکتی تم اپنے تخیلات فاسدہ سے جو چاہو بکو۔ پس ایسی عام تعریف سے اور خلافت سے کیا تعلق۔ اگر اس آیہ سے خلافت ہی مراد ہوتی تو خیر ابوبکر کو بوجہ سابق الاسلام ہونے کے خلافت ملی بعد ازان انصار بھی تو مستحق تھے کیونکہ من المہاجرین والانصار خدا نے فرمایا ہے پس دونوں کا پلہ برابر رہا ترجیح و تفضیل کسی کو نہیں ہے۔ اسی لئے تو بیچارے انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں روتے چلاتے رہے کہ ایک مہاجر ایک انصار امیر ہو مگر یاروں کا جوڑ توڑ چرب زبانی لسانی اُن سے کہا گیا کہ قریش کی نسبت امیری کی وصیت ہے وہ سادہ لوح خاموش ہو رہے۔

جوہر نادان نے مجمع البیان میں ابوبکر کا پہلے ایمان لانا اور ملا فتح اللہ کاشانی کے قول سے جناب امیر کو سابق الاسلام ہونا لکھا ہے گو کہ مجمع البیان میں وہ فقرہ نہیں ہے مگر

خیر اگر تسلیم بھی کر لیا جاوے تو امر متنازعہ فیہ مثمر اشتیہ جناب امیرؑ کو سنی ابوبکر کو سابق الاسلام کہتے ہیں مگر آیہ میں تو سبقت عام ہے خاص نہیں جسمین انصار بھی داخل ہیں لہس یہ آیہ کریمہ ابوبکر کو خلیفہ بلافصل یا افضل نہیں بنا سکتا۔

دوسری آیت اشدا علی الکفار یہ بھی مشترک ہے حصہ نصیب سب مہاجر و انصار اس مین شامل ہین کسی کی خصوصیت نہین ہان اگر خاص فعل ابوبکر کا ارادہ قتل پدر کافر و باز رکھنا رسول اللہ کا جسے جوہر نے اشدا علی الکفار سے قرار دیا ہے سمجھا جاوے تو یہ

دوسری بات ہے مگر بمقابلہ اُن کے جنہون نے بدر مین خندق مین حنین مین خیبر مین احد مین اور کل غزوات مین صدہا کافرون کو فی النار کیا اور عمر ابن عبدود و مرحب و حارث سے پہلوانون کو خاک مین ملا دیا معلوم نہین یہ ارادہ قتل پدر ارباب دانش و صاحبان بینش کی نظرون مین کتنا تک وزن رکھے گا۔ ہم تو بیکار کرتے ہین مصرع صحبت خاک را با عالم پاک۔ بہر کیف یہ آیہ کریمہ بھی خلافت کو فائدہ نہین پہونچا سکتا۔ تیسری آیت اُس کا شان نزول ہم پہلے لکھ آئے ہین پھر ایک نظر دیکھ لو۔

اب ان آیات سے بھی جوہر نے قطع تعلق کر کے وہ حدیث خواب جناب رسول مقبول زبانی اُسی ابوہریرہ کے لکھی ہے جس مین کنوئین سے پانی کھینچنا اونٹون کو پلانا ترتیب خلافت مین ہی لئے بھی ہم پہلے لکھ چکے ہین باب خلافت مین۔

اب جوہر نافہم لکھتے ہین مجمع البحرین نہایت ہی معتبر کتاب شیعہ مین مرقوم ہے کہ جناب امیرؑ نے حضرت رسول خدا سے سنا تھا کہ خلافت بلافصل حق حضرت صدیق کا ہے بعد ازان عمر فاروق و عثمان غنی و علی ابن ابی طالب چنانچہ حضرت امام رضاؑ سے کتاب مذکورہ مین مروی ہے اور وہ راوی ہین اپنے آبائے کرام سے اس حدیث سے بخوبی خلافت

علی الترتیب ثابت ہوئی مگر اِس امر کو وہی حق تصدیق کر سکتا ہی جس کو اسلام سے بہرہ کافی حاصل ہی۔ نہ وہ کہ محض تعصب کے سبب سے غافل ہی۔

جواب ۔ کیون جوہر صاحب وہ حدیث حضرت امام رضا کی کہان ہی۔ اگر مجمع البحرین مین ہی تو اُسے تم نے اپنے رسالہ مین نقل کیون نہین کیا اسکا کیا سبب ہے صرف یہہ کہدینا کہ فلان کتاب مین فلان صاحب نے ایسا فرمایا کافی نہین جب تک حدیث یا قول بلفظہ نہ بیان ہو اور بجنسہ نقل اُسکی نہ درج کیجاوے ایسا تو ہم بھی لکھ سکتے ہین کہ مشکوٰۃ مین عبداللہ ابن عمر نے روایت کی ہی کہ ابوبکر و عمر و عثمان غاصب خلافت رسولؐ ہین پھر اِس سے کیا فائدہ ۔

مجمع البحرین ایک کتاب ہی حال کی تصنیف جس مین شیعہ و سنی کی احادیث نقل کی گئی ہین اور اسی لیئے مجمع البحرین اسکا نام رکھا گیا ہے یہہ حدیث حضرت امام رضاؑ سے ہرگز اُسمین درج نہین ہی کہ خلافت بلا فصل حق ابوبکر و عمر و عثمان ہونا آنحضرتؐ نے فرمایا اگر حق خلافت ہوتا تو آنحضرتؐ حضرت علیؑ و جملہ بنی ہاشم کو وصیت صبر و سکوت و نہ کرنے جنگ وجدال با خلفاء ثلثہ کیون کرتے جیسا تم نے نسلہ خامس احقاق الحق سے تسلیم کیا ہے ہان یہہ ضرور ہے کہ آنحضرتؐ کو بے وفائی و بد اطواری و حق پوشی خلفائے ثلثہ کا علم تھا وقت وفات آپ نے وصیت فرمائی کہ یہہ لوگ خلافت غصب کرینگے تم سکوت و صبر کرنا اُن سے جنگ وجدال نہ کرنا ورنہ ضعفائے اسلام حقیقی تلف ہوجاینگے اور دین خدا برباد ہوگا یہہ وصیت صرف حفاظت مسلمانان ضعیف و تحفظ دین خدا کے لیئے تھی ۔ جس پر حضرت علیؑ نے عمل کیا جیسا ہم پہلے لکھ آئے ہین ۔

جو ہر کج فہم نے حاشیہ پر ایک آیہ لکھا ہے خلاصۃ المنہج سے - آمنوا باللہ ورسولہ وھو الذی جعلکم خلائف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجات لیبلوکم فیما آتاکم ان ربک سریع العقاب واللہ لغفور رحیم - ترجمہ - اے مومنان زمان خاتم الانبیا شما را خلیفہ ہائے امم گزشتہ گردانید وبرداشت بعضے از شمار ابر بعضے یعنی فوق درجات وآزمائش کند شمار ادر شکر وصبر وفقر بتحقیق کہ پروردگار زود عقوبت کنندہ است ناسپاسان را وآمرزندہ ومہربان است برشاکران وصابران - یہہ خلاصہ تفسیر ہے

اس پر جوہر نافہم کہتے ہین دیکھو شیعو ملا فتح اللہ کاشانی کا قول فیصل درباب خلافت خلفائے ثلثہ کے کبھی تو بیداد ون کی داد دیا کرو -

جواب - ذرا اپنے خلفائے ثلثہ سے جا ہو جن کی خلافت کے بارے مین اپنی رسالہ اسرار الہدےٰ کے صفحہ ۲۶ مین لکھتے ہو کہ خدا نے تمام کتب سماویہ مین کہین بھی خلافت یا امامت کو منصوص من اللہ یا اصول دین نہین فرمایا ہے بلفظہ -

پس اس آیہ کریمہ مین خلافت خلفائے ثلثہ کہان سے آگئی یہہ کتب سماویہ مین داخل ہے یا کتب ارضیہ مین -

معلوم نہین کیسی عقل کے آدمی کہ صرف تین سوالون مین ہزار ہا رنگ وروپ بھرے ہو اور مطلق نہین سوچتے کہ ہم کہتے کیا ہین آخر کچھ تو شرم کرنی چاہئے - تمہاری نیت کا عجب حال ہے جہان لفظ خلائف الارض دیکھا فوراً رال ٹپک پڑی اور شہد کی سی مکھی خلفائے ثلثہ پر جھک پڑے - یہہ آیہ کریمہ انھین انفاس قدسیہ کی شان مین ہے - وعد اللہ الذین آمنوا ثم جعلناکم خلائف فی الارض کے مصداق ہین تم ناحق داد وبیداد کرتے ہو ایسی بیہودہ فریاد کون سنتا ہے -

اب جوہر کج فہم نے ایک خطبہ جناب امیرؑ کا وقت وفات ابوبکر بہت ہی طول و فضول لکھا ہے جس نے کتاب کے پورے آٹھ صفحے گھیر لئے ہین - کہ جب ابوبکر مرگئے مدینہ مین کھرام مچگیا جناب امیرؑ روتے ہوئے آئے اور نعش کے قریب کھڑے ہو کر یہہ خطبہ طولانی فرمایا جس کا خلاصہ یہہ ہے کہ ابوبکر کے سوا بعد خدا و رسولؐ دوسرا انسان نہ تھا اور دین خدا کی اشاعت و شریعت محمدی کی اصلیت انہین کی ذات خاص پر منحصر تھی ورنہ خدا کی خدائی نہ رسول اللہ کی رسالت کچھ بھی باقی نہ رہتی - اور اسلام کی بنیاد ہی اکھڑ جاتی - ایک ایک لفظ سے اسی طرح کے اوصاف حمیدہ و صفات پسندیدہ ظاہر ہوتے ہین -

جوہر نے اس خطبے کو نہج البلاغت مین مرقوم ہونا لکھا ہے مگر کتاب المواقعہ ابن سمان عالم اہل سنت سے نقل کرنا تصدیق کرتے ہین اور کہتے ہین کہ نہج البلاغت سے ملالو پس ہمکو سخت تعجب ہے کہ جب نہج البلاغت مین یہہ خطبہ موجود ہے تو کتاب المواقع ابن سمان کو درمیان مین لانے کی کیا ضرورت پیش آئی اس سے وہی مثل صادق آتی ہے چور کی داڑھی مین تنکا صاف یہی کیون نہ کہدیا کہ نہج البلاغت کی نقل ہے ہم نے نہج البلاغت سے مطابق کیا ہرگز لفظ کیا عبارت کجا خطبہ ہی ندارد ہے اور اگر کچھہ ہے تو بقول تمہارے صفحہ ۹۲ اسرار الہدے کتب معتبرہ اہلسنت مین روشنی مس کا ذرہ برابر بھی اثر نہین نہ بروایت قوی نہ ضعیف مگر اہل تشیع کی معتبر کتب مین اس قصہ کا مذکور ہے پس اس کا بھی جواب انہین کے ذمہ ہے اگر زبردستی بھی الزام ناحق اہل سنت کو یہ دیا جاوے کہ شواہد ملا جامی کے معجزات مین مرقوم ہے

کہ جناب امیر کے لئے دوبارہ رد شمس ہوا تو اس کا جواب یہہ ہے کہ وہ شیعون کی الحاقی کارروائی ہے کسی مفتری نے موقع پاکر اپنے عقائد پر مکائد کو کتاب موصوف کی پشت پر لگا کر چھپوا دیا ہی۔

کیون جوہر صاحب اگر شیعہ بھی یہہ دعوے کرین کہ اس خطبہ کو جناب امیر کی طرف منسوب کر کے کسی مردود نے نہج البلاغت مین لکھ دیا اور چھپوا دیا تو آپ کے نزدیک مسموع ہوگا یا نہین کیونکہ جب آپ رد شمس کی روایات کو الحاقی کارروائی شیعون کی قبول کرتے ہین تو اس خطبہ کو بھی سنیون کی الحاقی کارروائی قبول کرنا فرض عین ہوگا اور ہر روایت و احادیث کی بابتہ جو شیعون کے اصول کے خلاف ہین یہی کارروائی تسلیم کرنی پڑے گی کہ سنیونکا جوڑ و پیوند ہی۔

اب ہم آپ سے پوچھتے ہین کہ ابوبکر کی نعش پر کس کس نے اون کی مدح وثنا مین خطبے پڑھے کیونکہ اور بھی اصحاب باصفا و یاران باوفا موجود تھے چند گھنٹے پیشتر آپ جانشین و خلیفہ بنا چکے تھے اونھون نے بھی کچھ مدح و سرائی کی اور عطیہ گران بہا کا شکر ادا کیا یا صرف جناب امیر ہی کو باوصف محرومی خلافت ایسا جوش و خروش آیا کہ ابوبکر کو بعد مرنے کے فلک ہفتمین تک پہونچا دیا۔

واقعی نعش متوفی پر خطبہ خوانی و طلاقت لسانی کا یہہ نیا دستور آپ نے جاری فرمایا غضب تو یہہ ہے کہ جسے زندگی مین ہمیشہ غاصب و خائن وغیرہ فرمایا کئے اوسکے مرنے کے بعد بھی کچھ آپ نے لکھ ڈالا کہ اسلام مین جو کچھ تھے آپ ہی تھے باقی ہیچ ہے۔

لیاقت جوہر ہو شمس آ جناب امیر اور ابوبکر غاصب خلافت وغیرہ کی شان مین یہہ

نعش ابوبکر پر خطبہ

خطبہ میں رمائین لا واللہ لا۔ آپ کے خطبات مندرجہ کتب اہل سنت دیکھو آنکھین کھلین۔

اب جوہر خود غرض لکھتے ہین کہ اگر شیعہ اس خطبہ کی تصدیق نہ کرینگے تو گروہ اہل افراط مین داخل ہونگے جیسا نہج البلاغت مین جناب امیرؑ نے فرمایا ہے۔ ترجمہ۔
جناب امیرؑ نے فرمایا کہ دو گروہ میرے لیئے ہلاک ہونگے ایک وہ کہ زیادتی کرے میری محبت مین اس حد تک کہ محبت میری کھینچے ناحق کی طرف دوسرا وہ کہ کمی کرے میری محبت مین اس حد تک کہ کمی محبت میری کھینچے ناحق کی طرف اور بہتر آدمیونکا وہ ہے کہ افراط و تفریط مین برابر ہو۔ الحمد للہ یہی مذہب اہل سنت کا ہے۔
اس قول مین جناب امیرؑ نے تین گروہونکے عقاید بیان فرمائے ہین اہل افراط سے مراد روافض اہل تفریط سے خوارج اہل توسط سے اہل سنت ہین کہ عدد حب علیؑ و سنی کے مساوی ہین۔

جواب۔ عدد مساوی ہونا اگر دیکھنا ہو تو ایک چھوٹی سی مثنوی برق لامع ہے اُسے دیکھو تب معلوم ہو کہ کس کے عدد کس سے مساوی ہین پہلے ابوبکر و عمر عثمان کے عدد اپنی حب سے مساوی کر لو پھر حضرت علیؑ کی حب سے سنی کو مساوی کرنا۔ کیونکہ حب نمبروار چاہیئے اور اگر واقعی حب علیؑ و سنی کے عدد مساوی سمجھ کر ایمان سے بہرہ رکھتے ہو تو غیرونکا تعویز حب گلے سے اُتار پھینکو کیونکہ ایک دل مین دوستی و دشمنی جمع نہین ہوتی۔
ہم سے سنو اہل افراط سے مراد ہین نصیری جو علیؑ کو اللہ کہتے ہین اور اہل تفریط مین اہل سنت ہین جو حضرت علیؑ کی شان و منزلت گھٹا کر چوتھا خلیفہ قرار دیتے ہین۔ متوسط

اہل حق میں جو بعد رسول اللہ حضرت علیؑ کو افضل البشر خیر البشر امام البشر سمجھتے ہیں۔ خدا اور رسولؐ نے جو اُن کے حق میں فرمایا اُس پر ایمان رکھتے ہیں۔ تم نے ایک قول سنا ہوگا جو زبان زد خاص و عام ہے۔ حضرت علیؑ کو ایک فرقہ نے یہانتک بڑہایا کہ خدا الهدیا۔ دوسرے فرقے نے یہانتک گھٹایا کہ خلیفہ چہارم مانا۔ ابوبکر وغیرہ کو ایک فرقے نے ایسا بڑہایا کہ بعد رسول اللہ خلیفہ سمجھا دوسرے فرقے نے ایسا گھٹایا کہ منافق و غاصب و خائن بلکہ کافر کہا پس اسی پر مدارج و مراتب قدر و منزلت کا قیاس کر لو دیکھو کسا پلہ بھاری ہے زمین و آسمان کا فرق دکھائی دیگا۔

اب جو ہرج فہم از اہل ممتو نے لکھا ہے کہ شیعوں کے جملہ سوالات واہیات تین قسم پر منقسم ہوا کرتے ہیں اول جن آیات و احادیث کو اہل سنت درباب فضیلت جناب امیر خلیفہ برحق علی الترتیب بجواب نواصب و خوارج تحریر کرتے ہیں اہل تشیع بلا سمجھے معنی اور مطلب بمقابلہ اہل سنت پیش کر کے حجت لاطائل لاتے ہیں۔ دوئم جو دلائل معقول اہل سنت درباب خلافت حقہ حضرت علی کرم اللہ وجہ بمقابلہ اہل تفریط خوارج و نواصب پیش کرتے ہیں اُنھیں کو اہل تشیع اہل سنت پر حجت لاالعنی لاتے ہیں۔ سوئم اہل تشیع جتنی روایات واہیات مثل کرامات بعیدالعقل و نقل درباره خلافت بلا فصل جناب امیر کے پیش کرنے ہیں وہ جز و کل موضوعات و مخترعات رؤساء علمائے فرقہ سبائیہ سے ہوا کرتے ہیں اہل سنت کی کتب معتبرہ میں اُن کا کچھ ذکر نہیں اہل سنت کو اُن کی کید عظیم سے بچنا چاہیئے۔

جواب ۔ نواصب وخوارج تم ایسے اہل سنت سب ایک ہی گھاٹ کے پانی پیے ہو عوارض خلقی میں کچھ فرق نہیں سگ زرد برادر شغال اخوان الشیاطین ۔ شیعہ اہل حق سب کو برابر سمجھتے ہیں نواصب اور خوارج حضرت علیؑ کو جائز الخطا اور غیر معصوم سمجھتے ہیں اور تم بھی پس تم میں اُن میں کیا فرق رہا لہذا تم سب کے لیے ایک ہی جواب دیا جاتا ہے ۔ آیات سے احادیث سے اقوال مختلفہ سے ۔ ہاں جو اہل سنت تفضیلیہ وغیرہ حق وباطل میں تمیز کرنے والے ہیں وہ علحدہ ہیں نہ تم سے سنی نہ ہم سے شیعہ پس اُن کی جانب ہمارا روئے خطاب نہیں ہے ۔ افسوس ہے تم ابتک اہل سنت کے گروہ میں اپنے کو سمجھتے ہو لا واللہ لا اس قول سابق میں تم نے حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ لکھا ہے یہ صرف تمہارا کید عظیم ہے ورنہ تمام کتاب دیکھو ادنے ادنے صحابی وغیرہ کو حضرت کے لفظ سے مخاطب کیا ہے مگر حضرت علیؑ کو جناب امیرؑ کے سوا کہیں حضرت سے مناسبت نہیں دی ۔ شیعہ اہل حق کی کتب مناظرہ دیکھو جسقدر حدیثیں روایتیں اثبات خلافت بلافصل حضرت علیؑ میں پیش کرتے ہیں کلہم صحاح اہل سنت سے کبھی کوئی حدیث کوئی روایت اپنے یہاں کی کتابوں کی نہیں لکھتے اور لطف یہی ہے کہ دروغ گو را تا بدر باید رسانید اسی مختصر رسالہ کو دیکھو لو کوئی قول کوئی روایت اپنی کتاب کی ہم نے نہیں لکھی برخلاف تمہارے کہ تم نے روضۃ الصفا پر جو ایک مورخ سنی المذہب کی تاریخ ہے اپنی کائنات حصر کی اور اسی کو سرمایہ حیات سمجھکر اول جلول بکتے گئے اتک کسی سنی نے روضۃ الصفا کو شیعہ کی کتاب نہیں کہا نہ اُس کی روایات بے سروپا افسانے پر لحاظ کیا مگر چونکہ تمہارا ظرف اتنا ہی ہے پس اسی تاریخ کو لے بیٹھے اور لگے اناپ

شناپ بکنے۔ بھلا مناظرہ مین تاریخ کی کہان گنجائش اور اُس کا کیا اعتبار مگر خیر اگر فریق ثانی کی بھی تاریخ ہو تو کچھ دقت ہو سکتی ہے نہ کہ اپنے ہی مذہب کی تاریخ پر یہ ناز یہ اچھل کود۔ اب تم کو چاہیئے کہ کسی سے دریافت کرو مصنف روضۃ الصفا سنی ہے یا شیعہ اور اگر تم کو عقل ہو تو خود ہی اُس کی تحریر تعصب آمیز پر خیال کر سکتے ہو کہ کوئی عالم یا مورخ شیعہ کا ایسی روایات و افسانے خلاف عقل و نقل کہے گا۔

معجزات و کرامات حضرت علیؑ و ائمہ ہدا علیہم الصلوٰۃ والسلام اہل سنت کی صدہا کتابون مین ہزارہا درج ہین اُن کو تم ہین موضوعات و مخترعات سمجھو اور اہل سنت کیون منکر ہونگے بجز اسکے بقول تمہارے کار روائی الیحاقی شیعون کی ہو گی۔

کیون صاحب عمر خطاب کی کرامات تو سند رجہ دلائل النبوۃ اور مالک موطا و اخبار مشہورہ تسلیم کیے جاوین اور حضرت علیؑ کے معجزات موضوعات سمجھے جاوین مصرع برین عقل و دانش بباید گریست۔

اصل یہ ہے کہ تم شیعہ سے سنی کیا ہوئے اسلام و ایمان کو رخصت کر دیا اور تمام کتب اہل سنت پر پانی پھیر دیا ؏ بدنام کنندہ نکو نامے چند۔

دیکھو مختصر فتوحات مکیہ شعرانے لکھا ہے محی الدین عربی کی دختر یکسالہ نے اُن مسائل سخت کا جواب دیا جس مین خلیفہ دویم ساعالم و مجتہد حیران رہا طرہ یہ کہ وہ دختر جس زمانہ مین اپنی مادر کے شکم مین تھی اُس کی مان کو چھینک آئی الحمد للہ کہا تو اندرون شکم سے یرحمک اللہ کی آواز آئی حاضرین نے سنا۔ جناب امیر مظہر العجائب والغرائب

کے معجزات و کرامات کا بیجہ انکار اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔

اب جو ہم نے اپنے ہم مشربون نواصب کے ہم زبان ہو کر چند اعتراضات حضرت علیؑ کے حال و مقال پہ کیے ہین اور کسی کتاب سے دیکھکر توڑ پھوڑے جواب بھی اہل سنت کی طرف سے دیئے ہین اور شیعون سے طالب سوال ہوئے ہین۔

خود ہی کہتے ہین کہ شریف مرتضےٰ علیہ الرحمہ نے تنزیہ الانبیا مین ان سوالات کے جواب غراب لکھے ہین۔ یہ خوش تیرہ سو برس بعد ان اعتراضات کے جواب آپ نے لکھے ورنہ کسی سے ان کے جواب کیون دیئے گئے بلکہ غیر ممکن تھے۔

سبحان اللہ یہ اعتراض ایسے ہی ہین جن کے جوابات سوائے آپ کے اتنی مدت تک کسی سے ہوئے ہی نہین۔

کتابین دیکھو ایک ایک سوال کے سو سو جواب دیئے گئے ہین تنزیہ الانبیا مین جو جواب درج ہین اون سے بڑھ کر ممکن ہی نہین۔ جناب علم الہدے نے اعجاز اسد اللہی دکھایا ہے اور نواصب مردود و ملعون کو قعر جہنم تک پہونچایا ہے تم کیا سمجھو کیا بڑی کیا پدی کا شوربا تم کو علمائے فریقین کے کلام کی کیا قدر اور کیا فہم۔ مولوی جہانگیر خان شکوہ آبادی نے لکھا ہے کہ منشی صاحب نے حق تالیف اسرار الہدے مجھے دیا ہے پس اگر تم کو کچھ بھی عزت کا مادہ ہوتا تو منشی کیون کہلاتے خدا کی شان لکھی نہ پڑھی نام محمد فاضل

خلاصہ یہ کہ ان اعتراضات شیطانی کے صدہا جواب ہو چکے ہین جسے دیکھنا منظور ہو تنزیہ الانبیا وغیرہ مین دیکھ لے اور ہم کو معلوم ہے کہ ایک صاحب ذی علم اسرار الہدے کا رد جواب لکھ رہے ہین منتظر باید بود۔

ہماری اس مختصر تحریر مین اسقدر گنجایش نہین اور تحصیل حاصل بھی ہی۔

ہزار ہا برس سے مناظرہ کا میدان وسیع ہو رہا ہے مخالف نے ایک سوال کیا اہل حق کی جانب سے سو جواب دیئے گئے اب تک کوئی کتاب کوئی رسالہ کوئی قول اہلسنت کا ایسا نہین ہے جس کے دس بیس جواب نہ ہو گئے ہون پس ان اعتراضات مردود و سطرود کی کیا بساط ہی۔

دہریے خدا کے وجود کا سوال کرتے ہین۔

نیچریے وجود شیطان و فرشتگان سقر مین کے قائل نہین۔ حضرت عیسےٰ کو بے باپ کا پیدا ہونا نہین خیال کرتے۔

یہودی نعوذ باللہ منہا حضرت عیسےٰ کی شان مین کیا کیا کفر بکتے ہین۔ عیسائی آنحضرت کی رسالت و نبوت مین نعوذ باللہ منہا داغ لگاتے ہین انواع اقسام کے اتہام والزام قایم کرتے ہین۔

وہابی حضرت رسول اللہ کو معاذ اللہ منہا خدا کے مقابلہ مین ایک چمار سے مناسبت و مشابہت دیتے ہین اُن کی شفاعت کے منکر اُن کی حیات ابدی سے انکار اُنکے روضہ مقدسہ کو صنم اکبر جانتے ہین اُنکی تعظیم و تکریم کو نہین مانتے۔ ویسا ہی نواصب و خوارج اور اُن کے ہم مشرب و ہمزبان حضرت علیؑ پر اعتراضات بیجا و ناروا کرتے ہین۔

میان جو ہر مین کہ انھون نے تمام صنعت و مخلوق کا مرکز و منبع خدا ہی کو قرار دیا نعوذ باللہ اور لگے تقدیر برحق کی ہانگ لگانے۔

اب ہم سے چند اعتراض عجیبہ و واقعات غریبہ جو صحاح ستہ اہل سنت مین مسطور ہین سنو اور جواب دو۔

میاں ابوحنیفہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان وہ چیز ہے نہ گھٹے نہ بڑھے اسی لیئے ایمان ابوبکر و ابلیس برابر ہے۔
عمر خطاب ہیں کہ جنھوں نے معاملہ قرطاس میں رسول اللہ کو ہذیان بکنا کہدیا اور ابوحنیفہ نے انہیں حضرت خلیفہ ثانی کو ہذیان سے نسبت دی۔
صلح حدیبیہ میں باعلان نبوت میں شک کیا کہ آج کا سا شک کبھی نہیں ہوا۔
بی بی عائشہ ہیں جنھوں نے عثمان بن عفان کی نسبت فرمایا۔ اقتلوا النعثل۔
معاویہ صاحب ہیں جنھوں نے ابوبکر و عمر کو غاصب خلافت محمد بن ابوبکر کے خط میں تحریر کردیا۔ بی بی عائشہ ہیں جو معرکہ جنگ جمل میں حاضر ہوکر حضرت علی سے جدال پر آمادہ ہوئیں اور لڑیں یہاں تک کہ مخذول ہوئیں۔
عثمان بن عفان ہیں جنھوں نے اپنے ارتداد سے توبہ کرکے تحریری توبہ نامہ اصحاب رسول خدا کو لکھدیا اور پھر بھی اُس پر قائم نہ رہے۔
سفیان ثوری عالم اہل سنت ہیں جنھوں نے ابوحنیفہ کی نسبت لکھدیا کہ یہ شخص دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا تھا۔ خوب ہوا مر گیا۔ ایسا مولد شوم اسلام میں پیدا نہیں ہوا۔
حمیدی اُستاد بخاری نے ابوحنیفہ کی نسبت صاف کفر کا فتویٰ دیا۔
امام غزالی نے علے الاعلان فتویٰ دیا کہ ابوحنیفہ نے شریعت کو اُلٹ پلٹ دیا۔
علامہ خطیب نے صاف کہدیا کہ ابوحنیفہ دجال ہے۔
پیر دستگیر غوث اعظم نے فرمایا کہ ابوحنیفہ کافر ہے۔ گمراہ ہے جہنمی ہے۔
وہی ابوحنیفہ ہیں جنھوں نے کہا احادیث نبوی کو نعوذ باللہ سور کی دم سے چھیل ڈالو
شیخ عبدالحق محدث دہلوی تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں ابوبکر اذل بطن قریش ہیں۔

خالد بن ولید خلیفہ ثانی کو اعیبر بن حنتمہ کہا کیے -

خولہ بنت حکیم صحابیہ مین عمر خطاب کو کہتی رہین عمیرا سے عمر ہوا اور عمر سے امیر المومنین اب خدا سے ڈر -

حضرت عباس اسنہین خلیفہ صاحب کی نسبت فرمایا گئے اعضاض اللہ بنظر امتہ -

خود خلیفہ ثانی اپنے نسب سے لاعلمی ظاہر کرتے رہے - یہ سب امور ہم پہلے بحوالہ کتب اہل سنت لکھ چکے ہین اور ہزارون مطاعن ومعائب ہین جن سے کتب مین پر ہین ہم کہانتک لکھین - ہمارے ناظرین رسالہ کو خلجان ہو گا کہ آیا وہ کس قسم کے اعتراضات ہین جو نواصب وجوہر ناصم نے کیئے ہین جنکا جواب آج تک نہین ہوا - لہذا مختصر الفاظ مین ہم لکھے دیتے ہین ملاحظہ ہون -

اول جناب امیر نے تمام مال ومتال اسلحہ وقمشہ حضرت عثمان خلیفہ برحق پر تصرف ناجائز کیا - حالانکہ مال مسلمان پر شرعاً وعرفاً تصرف جائز نہین -

ورثائے عثمان نے جبکہ دعوے کیا تو فوراً دیدیے خود خورد برد نہ کر جائے - یہ تصرف باعث گناہ کبیرہ کا ہوا - اور مرتکب کبیرہ لائق امامت نہین ہو سکتا

جواب - یہ مال عثمان کا ترکہ جدو پدر نہ تھا بلکہ بیت المال کا مال تھا اُس پر خلیفہ برحق کو تصرف جائز تھا ورثائے عثمان نے جھوٹا دعوے کیا اُن کو کیونکر مل سکتا تھا - ایسا ہی عمر خطاب نے بعد وفات ابو بکر و عثمان نے بعد انتقال عمر خطاب عمل کیا یہ جواب ہے جوہر کا جسے ہم بھی تسلیم کرتے ہین نہ اس وجہ سے کہ عمر و عثمان نے ایسا کیا بلکہ جسطرح خلافت خداداد پر قابض ہوگئے ویسا ہی اِس مال مین بھی کسی تظیر کی ضرورت نہین ہر عہد مین خلافت وبیت المال کے جناب امیر ہی مستحق تھے

مگر غصب و جبر و تعدی کا کیا علاج ۔ صبر و سکوت کا حکم تھا اُس پر عامل رہے ۔

دوسرے اولاد امہات کے مسائل مین جناب امیرؑ نے مذاہب مختلف اختیار کیے ایک حالت پر قایم نہ رہے اول آپ بیع اولاد امہات کے قائل رہے زمانہ خلافت عمر خطاب مین جب باجماع اصحاب بطلان بیع الاولاد امہات پر زور ہوا تو آنجناب بھی اُس اجماع مین شامل ہو گئے ۔ بعدہٗ اپنے عہد خلافت مین جواز بیع کا فتوے دیا ۔ اسپر قاضی شریح نے اعتراض کیا کہ تیری رائے جماعت کے ساتھ پسندیدہ تر ہے تیری اکیلی رائے سے اور خود بھی جناب کا قول ہے ۔ تحقیق ہاتھ اللہ کا جماعت پر اور جماعت کی مخالفت پر خدا کا غضب ہی ۔ نیز کلام مجید مین یہ فقرہ ہے ومن یتبع غیر سبیل المومنین ۔ نہ اطاعت چاہیے غیر راہ مومنین کے ۔ پس مخالف اجماع کیونکر ہے ۔

جواب ۔ جناب امیرؑ خلیفہ برحق سے وقت من الاوقات مجتہد مطلق تھے اس لیے آپکو اجتہاد فرمانا اور فتوے دینا درست ہوا اسی طرح خلفائے ثلثہ نے بھی اکثر معاملات مین عمل کیا ہے ۔ اور اجماع زمانہ خلافت عمر خطاب قطعی نہ تھا بلکہ ظنی و سکوتی تھا ۔ پس باتفاق اصولیین مخالفت اجماع ظنی و سکوتی جائز ہے اور جبکہ باقرار نواصب جناب امیرؑ بھی اجماع مین داخل تھے اور اُس سے مخالفت کی تو اجماع بالا اجماع متغیر ہوا اور درصورت تغیر قابلیت حجت کی نہین رکھتا ۔

ہم اس جواب سے اتفاق نہین کرتے جناب امیرؑ کا اس مسئلہ مین جو پہلا فتوے تھا وہی تادم حیات ۔ عمر خطاب کے وقت مین جو بطلان بیع اولاد امہات پر اجماع ہوا وہ بالکل ناجائز خلاف شریعت اُن کی خود پسندی و خود آرائی سے ضد ہا ایجاد مین

ہین ہو گئین منجملہ اُن کے ایک یہہ بھی جناب امیر کیون الیسی بیہودہ ایجادون مین شریک ہونے لگے - عمر خطاب کے عہد مین جناب امیر قاضی نہ تھے مفتی نہ تھے نہ اُن کی رائے پر قضایا کا فصل منحصر تھا پھر کیونکر ثابت ہوا کہ اس مسئلہ کی ایجاد مین آپ اجماع کے شامل ہو گئے اگر کوئی فتوے اُس عہد کا کہا ہوتا جس سے ثابت ہوتا کہ اب اجماع باطلہ سے متفق ہوئے - یہہ قول جناب امیر کا تحقیق ہاتہ اللہ کا جماعت پر ہے الے آخرہ - کس کتاب مین درج ہے - اور اُس کا کیا ثبوت ہے کہ آپ ہی کا قول ہے - ہرگز یہہ قول آپ کا نہین ہے - صرف اجماع و جماعت صحیح و جائز ہونے کو یہہ قول آپ کا مفتریون نے بنا لیا ورنہ اجماع خلافت ہے کو آپ ہمیشہ باطل و ناجائز سمجھا کیئے - تو اور مسائل مین اجماع کی کیا وقعت ہوگی باطل پر صدہا اجماع ہوا کیئے مگر آپ نے حق کو نچھوڑا اور باطل کا ساتھ ندیا کلام مجید کا فقرہ بجز طریقہ مومنین غیر کی تبعیت سنجاہی درست و بجا ہے اسی پر جناب امیر نے عمل کیا - دیکھو حدیثین بخاری و مسلم حق ساتھ علی کے ہے اور علی ساتھ حق کے - قرآن ساتھ علی کے ہے اور علی ساتھ قرآن کے -

ہم آپ سے پوچھتے ہین کہ رسول اللہ و ابوبکر کے عہد مین بیع اولاد امہات کا جواز تھا - عمر خطاب کے عہد مین اُس کے بطلان پر کیون اجماع ہوا آیا بجز کج رائی و خود پسندی کے اور کوئی بات تھی - حضرت علی نے اپنے عہد مبارک مین وہی جواز قایم رکھا جو رسول اللہ کے زمانہ مین تھا - قاضی شریح مردود لاکھ چیخے پکارے اُس کی کیا اصل کہ اعتراض کرتا وہ کون تھا خلیفہ وقت پر انحصار فصل قضایا تھا یا قاضی و مفتی پر یہ سب مکاری و جعلسازی نواصب مردود اور اُن کے ہمزبان مطرود کی ہے -

جناب امیر کا قول و فعل طرز معاشرت رفتار گفتار سب کچھ ابتدا سے انتہا تک ایک رہی۔

تیسرا جناب امیر نے مسئلہ توریث جد میں احکام مختلف جاری فرمائے ایک حالت پر قایم نرہے حالانکہ خود ہی جناب کا قول ہے۔

ترجمہ جو شخص ارادہ کرے کہ در آوے درمیان دوزخ کے پس چاہیے کہ وہ کلام کرے مسئلہ جد میں۔

جواب جوہر۔ امر واقعی یہہ ہے کہ اس مسئلہ میں بہت بڑا اختلاف تھا نہ یہ مسئلہ خلفائے ثلثہ کے زمانہ میں طے ہوا۔ نہ جناب امیر کے۔ چنانچہ اس مسئلہ کی بہت بڑی بحث درباب توریث جد ابوبکر و زید بن ثابت زمانہ عمر خطاب میں ہوئی۔ مگر تصفیہ کلی نہیں ہوا۔ پس در صورت اختلاف مجتہدین مجتہد وقت اپنے اجتہاد کو جاری کرے تو نقصان کیا ہے۔ اور یہہ فرمانا آپ کا کہ جو شخص ارادہ کرے کہ در آوے دوزخ میں الیٰ آخرہ از راہ احتیاط تھا کیونکہ اس مسئلہ میں کوئی نص قطعی نہ تھی کہ اُس پر حکم کیا جاوے اور جبکہ کسی مسئلہ میں آیت یا حدیث نہیں ملتی تو قیاس کو دخل دیا جاتا ہے ہم کو اس جواب سے اتفاق نہیں ہے۔

اول تو احکام مختلف لکھنا چاہیے کہ جناب امیر نے اس مسئلہ میں ایک حالت پر قیام نہ کیا۔

دویم اس قول کی صداقت کہ مسئلہ جد میں کلام کرنا دوزخ کے داخلہ کا ارادہ کرتا ہے۔ کیونکہ یہہ مسئلہ ایک ایسا شدید الجواد و مسکت نہیں ہے جس کے لیئے

جناب امیرؑ نے ایسا فرمایا۔ خلفائے ثلثہ کے عہد میں جاہلیت دیکھ رائے و قیاس پر زیادہ عمل تھا اس لئے بخشیں جھوٹی ہونگی اور مسئلہ نہ طے پایا ہوگا مگر جناب امیرؑ نے اپنے عہد مبارک میں دودھ پانی الگ کردیا کوئی بحث باقی نہ رہی۔ اس مسئلہ کی کیا حقیقت تھی جو طے نہ پاتا۔ دیکھو تنزیہ الانبیا و دیگر کتب فقہ شیعیان اہل بیت اطہار۔

ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ابو البختری سے روایت ہے کہ ہم سے علیؑ نے بیان کیا کہ مجھے رسولؐ خدا نے یمن کی طرف بھیجا اور میں جوان تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اے رسولؐ خدا آپ مجھے ایک قوم پر بھیجتے ہیں کہ میں اُن میں فصل قضایا کروں میں نوجوان آدمی ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا آؤ میرے پاس آؤ میں آپ کے قریب گیا آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا بار خدا علیؑ کے سینہ کو ہدایت سے بھر دے اور اُس کی زبان کو ثابت رکھ۔ علیؑ فرماتے ہیں اس کے بعد پھر میں نے دو شخصوں کے فیصلہ میں کبھی شک نہیں کیا اسی حدیث کی تفسیر میں لکھا ہے۔ ایک شخص کو عمر بن خطاب کے پاس لوگ لائے عمرؓ نے اُس سے پوچھا کیف اصبحت اُس نے جواب دیا اصبحت احب الفتنۃ واکرہ الحق واصدق الیھود والنصاریٰ وادمن بمالم ارا واقر بمالم یخلق۔ اس کلام سے لوگوں کو حیرت ہوئی اور کسی کے ذہن میں اس کے معنے نہ گزرے۔ عمر خطاب نے حضرت علیؑ کو بلایا آپ نے اس کا یہ کلام سنکر فرمایا یہ سچ کہتا ہے۔ بیشک یہ دوست دار فتنہ ہے۔ چنانچہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ انما اموالکم واولادکم فتنۃ۔ یعنے تمہارے مال و اولاد فتنہ ہیں اور حق یعنی موت کو

مکروہ و براجانتا ہی - چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہی وجاءت سکرت الموت بالحق ذالک ما کنت منہ تحید -

یعنی بیہوشی موت کی حق کے ساتھ آئی یہ وہ چیز ہے جس سے تو کترا تا تھا اور یہہ شخص مصداق اہل کتاب ہی قال اللہ تعالے وقالت الیھود لیست النصاری علی شئی وقالت النصاری لیست الیھود علی شئی - یہود نے کہا نصاریٰ کسی دین پر نہیں اور نصاریٰ نے کہا یہودی کسی دین پر نہیں حالانکہ وہ سب کتاب پڑھتے ہیں یہہ شخص موسن بغیر مرئی ہے یعنی اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اُس ذات وحدہ لاشریک کو بن دیکھے مانتا ہے اور مقر غیر مخلوق ہے یعنے مقر ساعت و معاد ہے - حضرت علیؑ کی یہہ گفتگو سنکر عمر خطاب نے کہا پناہ مانگتا ہون خدا سے اُس دن کے لیے جسمین علیؑ نہون -

سعید ابن المسیب سے کہتے ہین عمر خطاب اکثر کہا کرتے اللھم لا تبقنی لمعضلۃ لیس لھا ابو الحسن - یعنے خداوندا اُس زمانہ سے پناہ مانگتا ہون جسمین علیؑ نہون -

کیون جوہر صاحب جس کا سینہ بدعائے رسول اللہ نور ہدایت سے معمور - اور زبان حق سے مماثلت و مناسبت کلی رکھتی ہو اور خلیفہ ثانی کے عہد مین ایسے مسئلہ لاینحل کا انکشاف و اسرار نہانی کا اظہار ہو اُس سے مسئلہ توریث جد مین اختلاف ہو - لا و اللہ لا - یہہ محض کید عظیم اخوان الشیاطین ہی -

ترمذی مین ابن سعد سے روایت ہی کہ کسی نے حضرت علیؑ سے پوچھا کیا وجہ ہی آپ حدیث کرنے مین سب سے زائد ہین - جواب دیا کہ جب مین رسول خدا

سے پوچھتے تب بھی آپ جواب دیتے اور جب نہ پوچھتا تب بھی آنحضرت ابتدا فرماتے۔

ابو ہریرہ کہتے ہین عمر خطاب فرمایا کرتے کہ علی کے مثل کوئی قاضی نہین ابن مسعود کہتے ہین مدینہ والون مین سب سے زائد قاضی حضرت علی تھے ابن عباس فرماتے ہین جب ہمین کوئی ثقہ حضرت علی سے حدیث کرتا توہمکو عذر نہ ہوتا۔

سعید بن المسیب کہتے ہین ایسے مشکل قضیہ مین جسمین علی نہوتے عمر خطاب اللہ سے پناہ مانگتے تھے۔ سعید بن المسیب کہتے ہین کہ حضرت علی کے سوا صحابہ مین ایسا نہ تھا جو سلونی کہتا ہو یعنے مجھسے پوچھو ابن عساکر ابن مسعود نے روایت کرتے ہین سارے مدینہ والون مین سے علم فرائض مین دانا تر اور قاضی علی ابن ابی طالب تھے۔

چوتھا جناب امیر نے ایک زندیق کو آگ مین جلوا دیا۔ اس قصہ کو شریف مرتضے نے تنزیہہ الانبیاء والائمہ مین لکھا ہے۔

ترجمہ تحقیق جناب امیر نے ایک شخص کو آگ مین جلا دیا جس نے لونڈی کے ساتھ اغلام کیا تھا۔ حالانکہ حدیث متفق علیہ مین سخت ممانعت ہے۔

قال رسول اللہ لا تحق بو لبعذاب الناس۔ نہ عذاب کرو کسی پر آگ کا۔ پس جناب امیر نے صریح خلاف حدیث عمل درآمد کیا۔

جواب۔ واقعی جناب امیر نے زندیق لوطی کو اپنے حکم سے جلوا دیا سبب یہ ہے کہ جناب کو یہہ حدیث معلوم نہ تھی جب یہہ حدیث پہونچی اپنے سہو پر

ندامت فرمائی۔ مجتہد باوجود خطا کے بھی صواب کا مستحق ہوتا ہے اور انسان خطا و نسیان
سے مرکب ہے۔

ابو بکر کو بھی میراث جدہ معلوم نہ تھی۔ مغیرہ بن شعبہ و محمد بن مسلمہ سے سنکر آپ نے حکم
میراث جاری کیا۔

ہم کہتے ہیں یہہ جواب جو عمر کا صرف پردہ داری ابو بکر کے لئے ہے کہ وہ میراث جدہ
سے لاعلم تھے۔ تعجب ہے جو اعلم الناس باب مدینہ علم نبوت ہو اور بقول مخبر صادق
قرآن کا ہمراز و ہمدم و ہمنفس ہو اُسے تیس سال تک حدیث نبوی سے لاعلمی رہے
یہہ ممکن نہیں اور عقل بشر ہرگز قبول نہیں کر سکتی۔ اگر یہہ حدیث عذاب نار کی صحیح ہوتی تو
ضرور آپ اُسی پر عمل کرتے کیونکہ آپ سے زیادہ قرآن واحادیث صحیحہ کا واقف کار کون
ہو سکتا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ یہہ حدیث موضوعی بعد خلافت جناب امیرؑ عہد بنی امیہ
میں صرف الزام دہی کے واسطے بنائی گئی۔ حدیث سنکر اپنے سہو سے ندامت
فرمانا کس کتاب میں لکھا ہے کچھ بھی تو حوالہ دینا تھا ایسی اول جلول باتیں بک دینا
بجز مجذوبانہ بڑ کے اور کیا سمجھا جاوے دعوئے بے دلیل قبول خرد نہیں۔

جو سزا جناب امیرؑ نے دی بہت ہی بجا اور مطابق شریعت خدا و رسولؐ ہے۔
تمہارا مینچ تو تب ظاہر ہوتا کہ جہاں جناب علم الہدیٰ نے زندیق لوطی کو جلانا تنزیہ الانبیا
میں تحریر فرمایا ہے وہاں جواب اور دلائل معقول بھی لکھے ہیں اُن میں سے کچھ بھی لکھتے
تو دانستہ دروغ معلوم ہو جاتا مگر نواصب اور تم کو صرف اعتراض عذاب نار کا ہے
اور بیساختہ دل کڑھتا ہے کیا کہئے زمانہ ماسبق میں جناب امیرؑ کو صبر و سکوت کی
ہدایت تھی ورنہ بڑے بڑے رئیس اُمیہ نابالغ اس مرض میں مبتلا تھے وہ بھی جلا کر

راکھ کا ڈھیر کر دیے جاتے۔

شرح وغیاث اللغات وغیرہ دیکھو اس فعل کو علت مشایخ سے مناسبت دی ہے بلکہ اصلی معنے ہی علت مشایخ کے لکھدیے ہین۔

چونکہ بنی عباسیہ کے زمانہ مین عورتون کے ساتھ لواطہ کرنا از حد رائج تھا اسواسطے محدثین اہل سنت نے یہہ روایت بنائی کہ آیہ نساءکم حرث لکم اسی بارے مین نازل ہوا کہ عورتون کی دُبر مین جماع کرو جسکی قباحت پر متنبہ ہو کر متاخرین نے صحیح بخاری وغیرہ سے لفظ دبر کو نکالدیا۔ مگر ابوحنیفہ نے عام فتوے دیدیا کہ عورتون کے ساتھ لواطہ جائز ہے اور اوس کی کوئی اصلاح بھی نہ کرسکا چنانچہ امام طحاوی شرح معانی الآثار مین لکھتے ہین کہ کہا عبدالرحمن بن قاسم نے مین نے کسی ایسے شخص کو جو قابل اقتدا ہو امر دین مین ایسا نپایا جو اس مین شک کرتا ہو کہ عورتون کی دبر مین وطی کرنا حلال ہے بعد اُس کے اسی آیت کی تلاوت کی اور کہا کہ اب اس سے بڑھ کر کونسی آیت صاف ہوگی اور عینی شرح ہدایہ مین لکھتے ہین کہ اگر وطی کرے اپنے غلام کی دبر مین یا لونڈی کی دبر مین یا عورت کی دبر مین تو اُس پر حد نہین۔ اور اس مین کسی کو اختلاف نہین لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

پانچوان جناب امیرؑ نے ایک شرابی پر حد شرع جاری کی اور وہ مرگیا تو آپ نے اُسکے ورثا کو دیت عطا کی۔ پس جناب کو اپنی رائے پر شبہہ ہوا جو ورثائے متوفی کو دیت دی۔

جواب۔ دیت ورثا کو بنظر احتیاط دی نہ از راہ شک اگر شک ہی ہوتا تو حد کیون جاری فرماتے پس احتیاط فرمانا باعث کمال تقدس ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے

أو لا تأت هم المتقون خير هي صحيح ۔

چھٹا ۔ جناب امیر نے ولید بن عقبہ کے صرف چالیس کہ نصف حد ہے درّے لگوا کر سپاس قرابت عثمان چھوڑ دیا ۔ حالانکہ یہہ فعل مخالف کتاب اللہ و سنت ہوا ۔

جواب ۔ اس سبلئے نصف حد جاری کی کہ ایک شاہد نے شراب پینے کی دوسرے نے قے کردینے کی شہادت دی پینا نہ پینا برابر ہوا پس نہ مخالفت کتاب اللہ نہ رعایت رشتہ داری عثمان ۔

ساتوان ۔ ایک مجرم نے اپنے جرم سے اقرار کیا اور اپنے اوپر حد جاری ہونکی درخواست کی مگر جناب امیر نے بغیر قصاص چھوڑ دیا ۔

جواب جوہر ۔ مقتول کے ورثا نے اُس مجرم پر قصاص نہ چاہا جناب نے اپنی رائے سے رحم کر کے نہیں چھوڑا ۔

آٹھوان ۔ مولاۃ حاطب کو سنگسار کیا ۔ حالانکہ وہ لونڈی تھی جس پر رجم نہیں ۔

جواب جوہر ۔ حاطب نے لونڈی کو آزاد کردیا تھا ۔ پس آزاد پر حد جاری کیا جانا شرع شریف مین جائز ہے ۔

نوان ۔ ایک چور کی بجائے ہاتھ کے اونگلیان جڑ سے کٹوا دین ۔

جواب جوہر ۔ یہہ قصور جلاد کا تھا جو حکم کو اچھی طرح نہ سمجھا ۔

دسوان ۔ جناب امیر نے بچون کی شہادت منظور کی حالانکہ نص قرآن کے خلاف ہے ۔

جواب جوہر وہ بچون کا معاملہ تھا اور ابوبکر با وجوان کو ئی واقف کار نہ تھا -

گیارھوان - ایک دوچشم نے یک چشم کی انکھ پھوڑ ڈالی قصاص مین ظالم کی دونو آنکھین پھوڑنے کا حکم دیا گیا -

جواب جوہر - مظلوم یک چشم کی انکھ حکم دو انکھ کا رکھتی ہے -

بارھوان - جناب امیرؑ نے حد سرقہ ایک نابالغ بچہ پر جاری کی حالانکہ وہ مرفوع القلم ہین -

جواب جوہر - تادیباً و تنبیہاً ایسی سزا جائز ہے -

تیرھوان - ایک چور نے حضور مین جناب امیرؑ کے حاضر ہوکر جرم کا اقرار کیا - اور حد جاری ہونے کی درخواست کی - جناب نے بغیر قصاص کے چھوڑ دیا - گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے -

جواب جوہر - اسکا ذکر کتب اہل سنت مین نہین ہے ابن بابویہ قمی شیعہ نے اپنی کتاب مستند مین لکھا ہے شیعون سے جواب لینا چاہیئے -

ابن بابویہ قمی علیہ الرحمتہ نے جہان یہہ حال لکھا ہے وہان وجوہ رہائی بھی درج کیئے ہین - اونکو تم نے کیون ترک کیا - مقر جرم فاتر العقل تھا کوئی مدعی نہ تھا کوئی مال چوری نہ گیا تھا پس کیونکر سزا ہوتی -

چودھوان - نجاشی حارثی شاعر کو لوگ جناب امیرؑ کے روبرو پکڑ لائے جس نے رمضان المبارک مین شراب پی تھی آپ نے حد سے بیس درّے زیادہ لگوائے حد الٰہی مین زیادتی کی -

جواب جوہر - اس روایت کو بھی ابن بابویہ قمی نے لکھا ہے شیعوں پر جواب دہی فرض ہے - مگر رمضان کی حرمت سمجھکر جناب امیرؑ نے بیس درّے زیادہ لگوا دیئے ہونگے مگر یہہ بات محض لغو ہے اور جناب امیرؑ کی ہجو -

ہم کہتے ہین ابن بابویہ علیہ الرحمۃ نے قول نواصب کی نقل کرکے جواب لکھا ہے کہ انکا اعتراض زیادتی درّونکا محض بے جا ہے اور اتہام - جناب امیرؑ نے حد الٰہی کے مطابق سزا دی ہو -

پندرہوان - جناب امیرؑ نے دعوی الوہیت کیا جیسا کتب سنی و شیعہ مین مرقوم ہے الست بربکم و ان المنشی الاریاح و انا حی لا یموت پس جناب دائرہ اسلام سے خارج ہوئے

جواب جوہر - یہہ قول نواصب کا محض خلاف ہے اس کا مذکور کتب معتبرہ اہل سنت مین مطلق نہین اور نہ کوئی سنی المذہب اثبات کا معتقد ہے کہ جناب امیر نے کلمہ شرک اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہو - ہان اس قسم کے عقائد پر مکائد البتہ ابن سبا کے چیلون نے اپنی کتب مستندہ مین درج کیے ہین پس اس کا جواب بھی فرقہ عبد السبابیہ کے ہی ذمہ ہوگا - اگر بالفرض محال یہہ اتہام تسلیم بھی کر لیا جاوے تو اہلسنت کی طرف سے یہہ جواب قرین مصلحت ہوگا کہ اکثر یہہ حالت اولیائے کرام و صوفیان عظام پر طاری و ساری ہوا کرتی ہے چنانچہ حدیث متفق علیہ مین واقع ہے - انت عبدی و انا ربک اخطا من شدۃ الفرح - تو میرا بندہ ہے اور مین تیرا رب ہون خطا کی مین نے غلبہ خوشی مین - پس جو امر عالم بیخودی مین سرزد ہو اُس پر طعن کرنا خود ہی مورد طعن بنتا ہے - جن اولیائے اللہ کی نسبت نواصب کو بھی حسن عقیدت

ہے اُن مین سے بعض نے اِس قسم کے کلمات عالم بیخودی مین اپنی زبان سے نکالے ہین ۔ پس یہ الزام صریح اتہام جناب امیرؑ پر کہ سرور اولیا ہین ہرگز عائد نہین ہوسکتا اور اگر نعوذ باللہ ہوسکتا ہے تو وہ اولیاء اللہ جن کی ولایت کا نواصب کو بھی بدل اقرار ہے اس الزام سے بری نہین ہوسکتے اپنی کتب سیر کی سیر کرو۔

ہم کہتے ہین جوہر نافہم نے باوصف انکار اقرار بھی کرلیا ۔ اور حدیث متفق علیہ بھی پیش کردی اور نواصب کے اولیائے مقبولہ کا حوالہ بھی دیدیا کہ اُن کے اولیا نے بھی اِس قسم کے کلمے زبان سے نکالے ہین ۔ پس فرقہ عبد السبائیہ وابن سبا کے چیلون مین خود ہی باقرار خود شامل ہوگئے ع جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے ۔

ہمارا جواب یہ ہے فرقہ حقہ اثنا عشریہ کی کتابون مین اس قول جناب امیرؑ کا سایہ بھی نہین ہے نہ اِس فرقہ ناجیہ کا اِس پر اعتقاد کہ جناب امیرؑ نے دعوے الوہیت کیا نعوذ باللہ وہ دافع شرک تھے اور قاتل مشرکین ۔ دیکھو خانہ کعبہ مین رسول خدا کے دوش مبارک پر سوار ہوکر لات و ہبل وغیرہ بتون کو توڑ پھوڑ کر خاک مین ملادیا ۔

علیؑ بر دوش احمد چشم بد دور ۔ عیان شد معنی نورٌ علیٰ نور

جس نے اون کو خدا کہا اوسے جلا کر راکھ کردیا ہان ایسے اقوال شیطانی عبد النعمانی ابو حنیفہ کے چیلون کی کتابون مین بکثرت مرقوم ہین اور انہین کے ہر گدائے دریوزہ گرد بنگ نوش خرقہ پوش کو دعوے انا الحق و انا ربک کرنے کا استحقاق ہے جو باعلان کررہے ہین دیکھو کتب حال و قال اپنے صوفیائے کرام کی اور واقعات تاریخی منصور حلاج وغیرہ پس جبکہ دُھنے جولاہو نکو انا الحق کہنے کا حوصلہ ہے تو شرفائے قوم کو اس سے بھی بڑھ کر کوئی کلمہ کہہ بنا کیا عجب ہے ۔

جو ہر الایقان مصنفہ مولوی مفتی حکیم محمد عبد الکریم دہلوی سنی المذہب مین آنحضرت سے صحیح حدیث درج ہے لانی لارجو لامتی فی حبہم لابی بکر وعمر مالارجو لہم فی قول لا الہ الا اللہ ترجمہ ۔ اسلیئے کہ مجھکو اپنی اُمت سے ابوبکر وعمر کے ساتھ محبت کرنے مین وہ امید ہے کہ لا الہ الا اللہ کہنے مین وہ امید نہین ہے انتہیٰ ۔

اب فرمایئے ابوبکر وعمر کی محبت لا الہ الا اللہ کہنے سے بدرجہا بڑھ گئی خود رسول اللہ کی نسبت چہ جائے اُمتیان پس ابن منرقہ عبد النعمانی مین دعوے الوہیت ونبوت کرنا کیا بعید ہے اور رسول خدا کی نسبت بھی احمد بے میم وغیرہ کہا جاتا ہے اور مولود وغیرہ مین پڑھا جاتا ہے ہم کو طول فضول کا خوف ہے ورنہ صدہا قول نقل کرتے جسے دیکھنا ہو کتب صوفیہ مین ایسے دعوے ہزارون دیکھ لے ۔

سولھوان ۔ جناب امیرؑ نے عراق ویمن وعمان کی امارت پر اپنے اقربا کو مقرر کیا اور طلحہ وزبیر کہ اصحاب بدر سے تھے کوفہ وبصرہ کی امارت پر پسند نہ کیئے گئے ۔

جواب جوہر ۔ رشتہ داران با اعتبار کا مقرر کرنا بہتر ہے اُن اغیار سے جو اطاعت مین پہلو تہی کرین چنانچہ ایسا ہی عثمان بن عفان نے اپنی خلافت مین کیا تھا یہ جواب پردہ داری عثمان کے لیئے ہے مگر ہم اتفاق نہین کرتے ۔ جناب امیرؑ نے عبد اللہ ابن عباس کو کہ ابن عم رسول اللہ بھی تھے امارت دی اور محمد بن ابو بکر کو جو خلیفہ اول کے لخت جگر تھے اور کسی رشتہ دار کو امارت پر مامور کرنا ثابت نہیں مثل عثمان کے جنھون نے بنی اُمیہ خاص الخاص اپنے قرابت دارون کو تمام ممالک محروسہ پر قابض کر دیا ۔ اور بیت المال انکا شیر مادر ہو گیا ۔ دیکھو تاریخ اعثم کوفی

وغیرہ ولید بن عقبہ شرابخور کو حاکم کوفہ بنایا جو ہمیشہ حالت نماز میں مخمور و مست رہتا اور کہتا اگر کہو اور دو رکعت پڑہا دوں مروان بن حاکم طرید رسول اللہ تھا اُس کی عقبت اُس کی شرارتوں کو دیکھ کر آنحضرتؐ نے مدینہ سے نکلوا دیا اور فرمایا یہہ مروان وہ ہے جو کتاب اللہ میں منافقت و طریقہ رسول اللہ میں مخالفت پیدا کریگا چنانچہ ابوبکر و عمر نے بھی مروان کو اور دور تک نکلوایا مگر عثمان غنی نے جنکو صلہ رحمی کا بڑا خیال تھا نہ رسول اللہ کی سنت پر عمل کیا نہ سیرت شیخین پر باوصف علم حدیث مخبر صادق دربارہ منافقت و مخالفت کتاب اللہ و طریقہ رسول اللہ ہر انکی کو داماد کر اپنا وزیر و رکن اعظم مہمات مالی و ملکی بنایا نہ خوف از خدا و نہ شرم از رسول آخر کتاب اللہ میں منافقت و طریقہ رسول اللہ میں مخالفت جو ان ذات شریف نے کی اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے نہ انکا وجود نا وجود دنیا میں ہوتا نہ اسلام کی یہہ گت ہوتی۔

مت مروان۔ یہہ کہ قاتلان عثمان شہید مظلوم سے قصاص نہ لیا حالانکہ قرآن مجید میں النفس بالنفس واقع ہے پس بصورت اغماض جناب امیرؑ گنہگار ٹھہرے۔

جواب جوہر۔ جناب امیرؑ پر قاتلان عثمان سے قصاص لینا اُس وقت فرض تھا جبکہ ورثائے مقتول قاتل کا نشان دیتے قطع نظر اس کے خلیفہ پر عدل واجب ہے نہ تلاش قاتل۔

ہم کہتے ہیں جبکہ عایشہ صدیقہ مجتہدہ نے باعلان فتوے قتل عثمان اقتلوا النعثل کا دیدیا اور خود عثمان خلیفہ وقت نے اپنے ارتداد و عمل کتاب اللہ و شریعت محمدی پر نہ کرنے کا اقرار کرکے اصحاب جلیل القدر کے روبرو توبہ کی بلکہ تحریری توبہ نامہ باقرار

عدم عمل کتاب اللہ و شریعت محمدی لکھ بار اور بعد از توبہ نامہ کے بھی اپنے حرکات و عادات سے باز نہ آئے اور اُسی ارتداد پر مصر رہے جیسا ہم نے تاریخ اعثم کوفی سے نامہ توبہ نامہ بجنسہ نقل کر کے صفحہ ۱۴۱ اولین دکھلایا ہے تو شرعاً و عرفاً اونکا قتل جائز ہوا پھر قصاص کیسا اور تلاش قاتل کو۔

اٹھارہواں۔ یہ کہ ابو موسے اشعری کے گھر کو آگ لگوا کر جلوا دیا اور سارا مال و اسباب اُنکا لٹوا دیا۔ جناب امیر نے زیادتی کی۔

جواب۔ جوہر۔ تاریخ طبری میں یہہ معاملہ اس طرح مسطور ہے کہ مالک اشتر و اُنکے غلاموں نمک حرام نے گھر میں آگ لگادی اور سارا مال و منال لوٹ لیا اس امر کی جناب امیر کو مطلق خبر نہ تھی زیادتی کیسی۔

ہم کہتے ہیں ابو موسے اشعری سادہ لوح دور از عقل کے سبب سے خلافت حقہ درہم و برہم ہو گئی اور معاویہ شامی کیطرف خلق رجوع ہو گئی۔ پس اگر ایسے آدمی کو بھی گھر کے ساتھ ہی جلا دیتے تو خوب ہوتا کیونکہ جس کی ذات سے اسلام میں فساد عظیم واقع ہوا اُس کی سزا یہی تھی۔

بار مالک اشتر و اُنکے غلام نمک حلال باوفا نے بہت ہی اچھا کیا ابو موسے اشعری کو بھی خاکستر کر دیتے تو لطف ہوتا۔

اُنیسواں۔ یہہ کہ ابو مسعود انصاری کی جناب امیر نے اہانت کی گنہگار ہوئے۔

جواب۔ جوہر۔ جناب امیر نے ابو مسعود کی اہانت اسوجہ سے کی کہ وہ طرفداری باغیوں کی کرتے تھے تنبیہ میں گناہ کیا ہے۔

ہم کہتے ہیں جبکہ باغیان خلافت کا قتل و قمع جناب امیر پر فرض تھا تو اُنکے

طرفدار معین از دار اصلاح کار سب قتل کے مستحق تھے انصاری ہوں یا مہاجر۔

کیوں جوہر ناظم ابوہریرہ سے صحابی جلیل القدر صحابی رسولؐ کو صرف صحیح حدیث نبوی بیان کرنے کی علت میں خلیفہ ثانی نے اتنے کوڑے لگوائے کہ بیچارے کی پیٹھ لہو لہان ہو گئی۔

ابوذر غفاری مصاحب خاص رسول اللہؐ کو خلیفہ ثالث نے شام سے مدینہ تک برہنہ اونٹ پر بلا کر جلا وطن کر دیا۔ عمار یاسر کو خود خلیفہ نے اتنی ٹھوکریں ماریں کہ اُن کو عارضہ فتق کا ہو گیا۔ یہ نظیریں آپ نے نہ لکھیں۔ ابومسعود کی اہانت پر یہ قیل وقال۔

بیسواں یہ کہ جناب امیرؑ نے اپنے حقیقی بھائی حضرت عقیل کو اس درجہ ناراض کیا کہ وہ جناب کے دشمن سے جا ملے۔

جواب جوہر۔ جو رنجش فیمابین جناب امیرؑ و حضرت عقیل کے ہوئی وہ بمقتضائے بشریت تھی جیسے درمیان حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ اور باہم ابوبکر و عمر شیخین۔ بخاری میں ابودردا سے روایت ہے کہ ایک بار باہم ابوبکر و عمر رنج ہو گیا ابوبکر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ مجھ سے اور عمر سے کچھ گفتگو ہوئی اور رنجش ہو گئی میں اُن پر غصہ ہوا مگر بعد کو میں خود شرمندہ ہو کر عمر کے پاس قصور معاف کرانے گیا مگر انھوں نے قصور معاف نہ کیا اس لئے آپ کے حضور میں حاضر ہوا ہوں اس عرصہ میں عمر بھی حاضر ہوئے۔ حضرتؐ کے چہرہ سے آثار غصہ نمودار ہوئے ابوبکر ڈرے اور زانوؤں پر کھڑے ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہؐ

عمر کا قصور نہیں ہے بلکہ زیادتی میری جانب سے ہوئی تب حضرت نے یہہ حدیث فرمائی۔
بخاری مین ابو درداء سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا البتہ خدا نے مجھے تمہاری
طرف بھیجا سو اول تم نے کہا کہ تو جھوٹا ہے اور ابوبکر نے کہا کہ سچا ہے اور اُس نے
میرے ساتھ اپنی جان اور مال سے سلوک کیا سو کیا تم لوگ میری ساتھی
کو میری خاطر سے چھوڑو گے۔

یہہ حدیث اس مصلحت سے لکھی گئی ہے گو کہ بظاہر نواصب کا جواب ہے مگر
دراصل بمقابلہ اہل تشیع خلافت بلافصل ابوبکر کا اثبات ہے۔ انتہیٰ

جوہر نادان پھر خلافت کا چرخہ لے بیٹھے۔ ہم کہتے ہین یہہ اعتراض ہے جوہر
کا ساختہ ہے اسی حدیث کے لیے جیسا انکو خود اقرار ہے ورنہ اس اعتراض کی اصل
ہی کیا ہے خانگی رنجشین آنحضرت اور ازواج مقدسہ کی دیکھو جن کو ہم نے مختصر لکھا ہے
تب آنکھیں کھلین گی گو کہ ہم اُن کی تصدیق نہین کر سکتے مگر تمہاری کتابون مین مختصر یہ درج ہے
اس لیے تم کو اُنپر اعتبار کرنا چاہیئے۔ رہا حدیث سے اثبات خلافت بلا فصل جب کہ
وہ حدیثین جن مین صاف الفاظ مین ابوبکر کا خلیفہ بنانا کہا گیا ہے کارآمد نہوئین تو یہہ
حدیث کیا مفید ہو گی جس مین خلافت کا ذکر ہی نہین۔

خدا نے آیۂ والسابقون الاولون مین مہاجر و انصار دونون کی قید لگا دی ہے
تصدیق رسالت اول ہو۔ یا بعد پھر سبقت اسلام ابوبکر کس کام کی رہی اور وہ حدیث
حضرت ابوذر غفاری صادق القول بقول مخبر صادق کس اصول سے خارج از بحث
قرار پائی جو ابو طلحہ سے بیان کی گئی کہ حضرت علیؑ سابق الاسلام و صدیق اکبر و فاروق
اعظم و یعسوب دین ہین۔

ابودردا کو بمقابلہ حضرت ابوذر غفاری کیا وقعت ہوسکتی ہے معلوم نہین کس کھیت کی مولی ہین ۔

اکیسوان ۔ یہ کہ جناب امیر نے دو مرتبہ عمداً نماز فرض ترک کی مرتکب کبیرہ ہوئے اگر کہین کہ معذوری تھی تو درصورت عذر معقول حاجت ردشمس کیا ہے ۔

جواب جوہر کتب معتبرہ اہل سنت مین ردشمس کا ذرہ برابر بھی اثر نہین مگر اہل تشیع کی معتبر کتب مین اس قصے کا مذکور ہے پس اسکا جواب اُنہین کے ذمہ ہے ۔ اگر شواہد ملاجامی کا حوالہ دیا جائے کہ جناب امیر کے لئے دوبار ردشمس ہوا تو جواب یہ ہے کہ وہ شیعون کی الحاقی کارروائی ہے کسی مفتری نے پشت کتاب پر لکھ چھپوادی ہوگی ۔

بیان جوہر تم ایسا گریز کرتے ہو جیسا جنگ اُحد و حنین سے لوگ بھاگ کھڑے ہوئے ۔

ہم پوچھتے ہین یہہ قصے ردشمس شواہد ملاجامی کے پشت کتاب پر درج ہین یعنے اوراق علیحدہ پر شیعون نے چھپوا کر اسمین چسپان کردیا یا پشتہا پشت سے کتب مذکورہ کے بیچ مین لکھے ہین ۔ اور ابتدائے تصنیف سے اب تک نسخہ ہائے قلمی و مطبوعہ دونو مین موجود ۔

پس تمہارے پاس جو کتاب ہے اُس کی پشت پر شیعون کی الحاقی کارروائی ہوئی تمہین کو اس کی خبر ہوگی دوسرے کو کیا خبر ۔

افسوس ہے ایسی روایات صحیحہ سے خلاف عقاید اہل سنت تم منکر ہوئے ہو اور یہ علما ہے

متقدمین و متاخرین کو جھوٹا بناتے ہو۔

ہم کہتے ہیں اگر رد شمس ہوا تو نماز بھی ترک ہوئی اگر رد شمس نہیں ہوا تو نماز کا ترک ہونا بھی محال دونو لازم و ملزوم اور پہلے رد شمس میں تو جناب رسولؐ خدا کی دعا کی اجابت ہے کیونکہ آنحضرتؐ حضرت علیؑ کے زانو پر فرق مبارک رکھ کر سو گئے۔ عصر کا وقت تمام ہو گیا۔ آنحضرتؐ بیدار ہوئے پوچھا یا علیؑ تم نے نماز عصر پڑھی آپ نے عرض کی اطاعت رسولؐ میں تھا۔ اس لیے وقت جاتا رہا آنحضرتؐ نے دعا کی آفتاب قریب غروب تھا کچھ اوپر آگیا حضرت علیؑ نے نماز ادا کی پھر آفتاب غروب ہو گیا پس اجابت دعائے نبوی کا کیوں انکار ہے۔

دوسری بار جنگ صفین میں خود حضرت علیؑ کی دعا سے آفتاب کی رجعت ہوئی کہ وہاں بھی بوجہ قتال نواصب و خوارج شامیان بدبخت نماز کا وقت باقی نہ رہا تھا۔ گو کہ عذر معقول تھا مگر نواصب و خوارج نامعقول کے کید عظیم و کور باطنی پر خیال کر کے خدائے قادر کی قدرت و جلالت اپنی مقبولیت و خصوصیت دعا کی اجابت کا جلوہ دکھا دیا کہ یہ نہ کہنا نماز فرض ترک ہوئی اور ترک ہوئی تو رجعت آفتاب خدا نے ادا کرا دی۔ یہ اسکا فضل اس کی عطا اس کی بندہ نوازی ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

رسولؐ خدا کی نماز پر جو اہل سنت اعتراض کرتے ہیں اس کی خبر نہیں کہ نماز ظہر میں دو رکعت پڑھی جب لوگوں نے یاد دلایا تو آپ نے اعادہ کیا اور پوری چار رکعت ادا کی تف برین بے شرمی کہ جن انفاس قدسیہ پر نماز کو خود ناز ہو ان پر ترک نماز کا اتہام ہیچ ہذیان۔

بایں معنی کہ جناب امیر معصوم تھے تو ہمیشہ یہ کیون فرمایا کرتے کہ مجھ پر شیطان ونفس غالب رہتا ہے۔

جواب۔ جوہر۔ ہرگز ہرگز جناب امیر و نیز دیگر ائمہ کو اہل سنت معصوم نہیں جانتے اسکا جواب بھی شیعون سے دریافت کرنا چاہیئے نہ اہل سنت سے۔

ہم کہتے ہیں بعض اہل سنت انبیا علیہم السلام کو معصوم نہیں سمجھتے۔ جو بعض کج فہم خدا ہی کو جملہ مخلوق کے معاصی و معائب کا مخزن و فاعل و صانع و موجد قرار دیتے ہیں پس حضرت علیؑ کی معصومیت کا کیون اقرار کرینگے۔ مگر ہان شیعہ اہل حق جنکو تمیز حق و باطل و شناخت عاصی و معصوم ہے وہ ثابت کرتے ہیں اور کور باطنون کو نور کی تجلی نار کی تاریکی دکھا دیتے ہیں۔

دیکھو مسند احمد حنبل اور مناقب ابن مغازلی شافعی اور مودات سید علی ہمدانی اور مستدرک حاکم اور جمع بین الصحاح الستہ وغیرہ کتب کثیرہ اہل سنت کہ فرمایا آنحضرت رسول خدا نے انا و علی من نور واحد والحسن والحسین نوران من نور رب العلمین والفاطمۃ بضعۃ منی۔ یعنی میں اور علیؑ ایک نور سے ہین اور حسنؑ و حسینؑ دونون نور پروردگار سے ہین۔ اور فاطمہؑ ٹکڑا میرے جگر کا ہے۔

اور دیکھو احادیث معتبرہ اہل سنت انا و علی من نور واحد اور من شجرۃ واحدۃ اور الفاطمۃ بضعۃ منی اور حسنؑ و حسینؑ ریحانتاے فی الدنیا والآخرۃ اور یا علی انت وارثی اور جسمک جسمی و روحک روحی و حربک حربی اور انی حرب لمن حاربہم و سلم لمن سالمہم۔ وغیرہ احادیث کثیرہ و متواترہ متفق علیہا۔

اور دیکھو انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اھل البیت ویطہرکم تطہیرا۔

یعنی نہیں چاہتا ہے اللہ مگر یہہ کہ لیجاوے تم سے نجاست یعنی ہر طرحکے گناہ اور غصہ اور سختی کو ای اہل بیت اور پاک رکھے تم کو پاک رکھنا۔

چنانچہ صحیح ترمذی اور صحیح موطا اور صحیح ابی داؤد اور صحیح مسلم اور جامع الاصول اور مشکوٰۃ شریف اور مسند احمد حنبل اور معجم کبیر طبرانی اور وسیط واحدی اور جمع بین الصحاح الستہ رزین العبدری اور جمع بین الصحیحین حمیدی اور صحیح نسائی اور مفتاح النجا اور نزل الابرار مرزا محمد معتمد خان بدخشی او مودات سید علی ہمدانی شافعی اور مناقب ابن مغازلی وغیرہم مین۔

اور راویان معتمد اور متواتر انس بن مالک اور عبد اللہ ابن عباس اور سعد وقاص اور ابی سعید خدری اور واثلہ بن اصقع اور ام المومنین جناب عائشہ اور حضرت ام سلمہ وغیرہا سے ثابت اور متحقق ہے کہ آنحضرت ایک چادر اوڑہے ہوئے تھے بلکہ جناب عائشہ سے صحیح مسلم مین رنگ بھی چادر کا لکھا ہے کہ منقش سیاہ بالون کی تھی کہ جناب مولائے مومنین حضرت علی ابن ابی طالب اور سیدۃ النساء العلمین حضرت فاطمہ زہرا اور دونون شاہزادون حضرات حسنین علیہم السلام کو چادر کے اندر لیکر یہہ آیت پڑہی۔

اور صحیح ترمذی و موطا و ابوداود و جامع الاصول مین انس بن مالک سے مروی ہے کہ بعد نزول اس آیہ کریمہ کے چھ مہینے تک آنحضرت ہر صبح کو جناب سیدہ دوجہان کے دروازہ پر آکر فرماتے الصلواۃ الصلواۃ اہل بیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطھیرا۔

مسند احمد حنبل مین حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے چارون

صاحبون کو چادر مین داخل کر کے فرمایا اللھم صل علی آل محمد فاجعل صلواتک و برکاتک علی محمد و آل محمد انک حمید مجید۔ یعنی یا خدا یہ ہیں آل میری پس گردان تو درود اور برکات اپنی اوپر محمد اور آل محمد کے تحقیق تو شکر کیا گیا بزرگ ہے۔

طالب حق اور رتبہ شناس اہل بیت رسول برحق پر واضح ہو کہ احادیث متکاثرہ و متواترہ صاف صاف بغیر کسی احتمال شبہہ کے فریقین سنی و شیعہ سب یہان موجود ہین کسی کو مجال دم زدن نہین جتنے اہل بیت اور معصوم ہونا انہین نوری جسم ہونکا بے شبہہ ہویدا ہے اور پر ظاہر ہے کہ جب یہ معصوم ہین تو یہ جیسے معصوم کہین وہ معصوم اور جیسے عامی و مذموم کہین وہ عامی و مذموم اگر عنایت الہی شامل حال ہو تو سب طرح کے وساوس شیطانی اور نفسانی سے محفوظ رہے پھر کسی جاہل یا عالم مبتلائے وساوس کے دھوکے مین نہ آوے۔

مصابیح بغوی مین اور تفسیر ابو العباس اسفرائنی مین کہ مفسر جلیل القدر اور شیخ معتمد القول سنت جماعت کے ہین حدیث معتبرہ و صحیح وارد ہے کہ جس وقت داخل کیا پیغمبر خدا نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ کو عبائے مبارک مین تو فرمایا اللھم ھولاء اھل بیتی الطھار عترتی و اطائب ذریتی من لحمی و دمی الیک لا الی النار اذھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا۔ یعنی یا خدا یہ ہین اہل بیت میرے اور طاہر عترت میری اور طیب فرزند میرے گوشت میرے سے اور لہو میرے طرف تیرے نہ طرف آگ کے لیجا تو ان سے ہر طرح کے گناہ اور طاہر

یکم تو انکو ظاہر کہنا

صاحب روضۃ الاحباب جمہور موثقین سنت جماعت سے تحفۃ الاحباب مین پانچ حدیثین اسی قسم کی لکھکر لکھتے ہین کہ بہ تحقیق تمام ثابت ہی کہ آیت تطہیر انہین پانچ تنون کی شان مین نازل ہے اور اسی واسطے انہین آل عبا کہتے ہین جیسا کہ شیخ شہاب الدین وغیرہ نے تصریح لکھا ہے اور ابن مردویہ صاحب مناقب نہایت معتبر مشاہیر کبرائے موثقہ سنت جماعت سے لکھتے ہین کہ جب یہہ آیت نازل ہوئی تو فرمایا رسول خدا نے خمسۃ منا معصومون انا و علی و فاطمہ والحسن والحسین یعنے پانچ ہم معصوم ہین۔

مودات سید علی ہمدانی مین ہے عن اصبغ عن ابن عباس قال سمعت رسول اللہ یقول انا و علی والحسن والحسین تسعۃ ولد الحسین مطہرون و معصومون۔

ابن عباس کہتے ہین مین نے اپنے کانون سے سنا کہ فرمایا رسول خدا نے کہ مین اور علی اور حسن و حسین اور نو شخص اولاد حسین سے مطہر و معصوم ہین۔

واضح ہو کہ حدیث مرویہ ابن مردویہ باعتبار معصومین موجودہ وقت اور حدیث مرویہ سید علی ہمدانی واسطے بالقوۃ ان معصومون کے جو اولاد در ذریت حسین مین پیدا ہونے والے تھے۔ طالبان حق دیکھو کہ اس حدیث مین کسی طرح مجال چون و چرا و لیت و لعل و احتمال دلائل قضیہ دلالیون کی کسی کو باقی رہ سکتی انصاف شرط ہے مناسب اس مقام کے ہے جو شیخ شہاب الدین دولت آبادی بذکر منشور سادات باب نہم مین نقل تفسیر بخاری سے تفسیر آیہ بالا مین لکھتے ہین بعینہ نقل کیجاتی ہی فی تفسیر بخاری۔

ہر گاہ این آیت مباہلہ نازل شد مصطفٰے گلیم خطط بر سر گرفت و زیر آن بنشست و علی و فاطمہ و حسن و حسین را بہ نشاند۔ چون از مباہلہ فارغ شد جبرئیل بیامد و گفت یا محمد آنکہ با تو در مباہلہ بودند فرمانست تا بر سر ایشان منشور کنم تا مردمان ایشانرا عزیز دکرم دارند پس جبرئیل بر سر مصطفٰے دو جعد بافت و تشریح داد و بمقدار سر انگشت موئے پراگندہ بگذاشت و مہر کردہ پس مصطفٰے بر سر علی و فاطمہ و حسن و حسین دو دو جعد کردہ فرمود این بر شما سنت گردانیدم و بر اولاد شما کہ از فاطمہ اند پس جبرئیل گفت من یا محمد بن نیز با تو در مباہلہ بودم موافقت کردہ ام و خادم خانہ تو ام و علی را دو جعد باری دادہ ام و گہوارہ حسن و حسین جنبانیدہ ام مرا از اہل خاندان خود قبول فرمائی بر سر من جعد ہا کن تا فرشتگان ملائے اعلیٰ مرا اہل خاندان تو دانند و ہمین دعا مردیست النبی بحرمۃ خمسۃ ان الذین ساد سہم جبرئیل یعنی یا خدا بحرمت پنجتن و چھٹا جبرئیل۔ پس مصطفٰے بر سر جبرئیل جعد ہا کردہ۔

تاریخ منشر الدالقاسم مین ہے کہ آنحضرت نے جناب شاہ ولایت سے فرمایا کہ علی بغیر تمہاری فرزندون کے جو فاطمہ سے ہون کسی کو منشور روا نہین۔

اب شیطان کا غلبہ و مغلوبیت ہمارا جواب ہی کہ انبیاء داد صیا معصومین ہے بنزلون یہہ مردود دور رہتا ہی مگر بہ اعتقاد اہل سنت انبیا کی حضوری شیطانکو حاصل رہتی ہی۔

ترمذی مین بریدہ اسلمی سے روایت ہی آنحضرت کے حضور مین ایک چھوکری حبشیہ دف بجا کر گا رہی تھی ابوبکر عثمان علی بہ اوقات مختلف آئے وہ دف بجاتی گاتی رہی بعدہ عمر خطاب آئے اُس نے دف کو چوتڑون کے

نیچے چھپا لیا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے عمر تم سے شیطان ڈرتا ہے کیونکہ میری سامنے چھوکری دف بجایا کی ابوبکر علی عثمان آئے اُس نے خوف نہ کیا تم کو دیکھ کر خاموش ہوگئی۔

ترمذی میں عائشہ سے روایت ہی میں نے بچوں کا شور سنا آنحضرتؐ تشریف رکھتے تھے کھڑے ہو گئے ایک حبشیہ عورت اُچھل کود رہی تھی آنحضرت نے فرمایا اے عائشہ آؤ تماشہ دیکھو میں آئی اور حضرت کے مونڈھے پر اپنے رخسارے رکھ کر تماشہ دیکھنے لگی حضرتؐ نے فرمایا سیر ہوگئیں میں نے کہا نہیں دیر کے بعد عمر خطاب نمودار ہوئے اور لوگ متفرق ہوگئے حضرتؐ نے فرمایا میں جنی اور انسی شیطانونکو عمر سے بھاگتا دیکھتا ہوں۔

ترمذی میں ابن عساکر سالم بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو موسے اشعری کو حضرت عمر کی خبر نہ معلوم ہوئی وہ ایک ایسی عورت کے پاس گئے جس کے پیٹ میں شیطان بولتا تھا ابو موسے نے اُسی عورت سے عمر کی خبر پوچھی اُس نے کہا تم ٹھہر جاؤ میرا شیطان میرے پاس آجاوے جب شیطان آیا تو پھر پوچھا شیطان نے کہا میں نے اُنہیں لنگی کا تہہ بند باندھے چھوڑا ہے اب وہ صدقے کی اونٹ بانٹ رہے ہیں۔

کتاب الاکتفا اور ریاض النضرہ محب طبری سے منقول ہے کہ خلیفہ دویم سے اور شیطان سے کشتی ہوئی۔ شیطان نے اُن کے فضائل بیان کیئے۔

صحیح بخاری میں فضل آیۃ الکرسی صفحہ بارہ میں لکھا ہے ابو ہریرہ کو شیطان نے

سکھایا۔
خالد اور شیطان سے خوب مارپیٹ ہوئی مدارج النبوۃ صفحہ ۴۹۲ مین ہے آنحضرت فرمود بعائشہ شیطان تو زبین گماشتہ اے کتاب کے صفحہ ۵ مین ہے انہوں ہو اجب یوسف وان کید کن عظیم صحیح مسلم مین ہے من ابن عمر قال خرج رسول اللہ من بیت عائشۃ فقال رؤس الکفر من فیھا من حیث یطلع قرن الشیطان۔ پس ایسے لوگون کی مخالطت مجالست مؤانست مکالمت شیطان کے ساتھ ہوگی یا اجسام نوری والفاس معصوم و مطہر سے اُسکا تعلق ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔
یہہ فرمانا جناب امیر کا کہ مجھپر شیطان غالب رہتا ہے محض اہتمام نواصب وان کے ہم مشربونکا ہے۔ اور یون اگر خیال کرو تو رسول اللہ توبہ واستغفار فرمایا کرتے تھے کیا معاذ اللہ وہ گنہگار تھے۔ نہین بلکہ کسر نفس و عجز و احتاج بدرگاہ قادر مطلق ہر انبیا و اوصیا کا شعار مستحسن ہے جس سے امت متنبہ ہو کر ہمیشہ توبہ واستغفار پر عامل رہے اور اپنے کو ہیچ تصور کرے۔
تیئسوان یہہ کہ جب متعہ حلال و افضل الطاعت تھا تو جناب امیر نے خود کیون نہ کیا گنہگار ہوئے۔
جواب جوہر۔ اہل سنت متعہ کو قطعی حرام جانتے ہین پس اس مسئلہ کے جوابدہ شیعہ ہین۔
بہت خوب ہم جوابدہ ہین۔ سنو میان جوہر تم نے جو متعہ کو قطعی حرام بنا دیا یہہ کس دلیل سے آیا کسی آیت قرآنی سے یا سنت بدعات خلیفہ ثانی سے کیونکہ اسبات پر اہل سنت کو بھی اتفاق و اقرار ہے کہ متعہ عہد مبارک رسول اللہ و خلیفہ

اور مباح و حلال تھا خلیفہ ثانی کے عہد میں حرام کیا گیا کیونکہ اوسکا ثبوت قول صحیح بخاری میں موجود ہے کہ دو متعہ عہد رسول اللہ میں حلال تھے انکو میں حرام کرتا ہوں پہر آپنے جو قطعی حرام لکہدیا تو حرام ہو نگی وجہ بجز ایجاد و بدعت خلیفہ ثانی اگر اور کوئی آپکے پاس ہو تو بیان کیجیے قطعی حرام کہدینا بلا ثبوت و دلیل شرعی کافی نہوگا۔ اگر حکم خدا و رسول سے حرام ہونا تم لکہو گے تو جواب دیا جائیگا۔

متعہ کو افضل الطاعت کس نے کہا اور ترک متعہ میں گنہگار ہونا چہ معنی۔ جیسا رسولؐ نے باوجود حلت صریح متعہ کرنے کی ضرورت نہ سمجہی ویسا ہی جناب امیرؑ کو بہی ضرورت متعہ کی نہوئی جیسے نکاح نہ کرنے میں گناہ نہیں سمجہا گیا ویسا ہی متعہ میں۔

دیکہو حضرت عیسے علیہ السلام نے نکاح ہی نہ کیا اور عالم تجرد میں عمر بسر کردی۔

رسول اللہ نے باوصف تعداد ازواج حضرت خدیجہ کے حین حیات دوسری بی بی کی طرف توجہ نفرمائی حالانکہ عالم شباب تہا اور بعد انتقال اونکے تیرہ ازواج تک نوبت پہونچ گئی پہر حضرت علیؑ کو متعہ کی کیا ضرورت ہوئی۔

آئمہ معصومین نے جو متعہ کے فضائل بیان فرمائے ہیں وہ اس وجہ سے کہ ایک امر حلال خدا جبراً حرام کردیا گیا پس لوگوں کو اوس کے عمل پر ترغیب و تحریص ہونی چاہیے تاکہ حلال خدا معطل و بیکار نہ رہجاوے مگر یہ نہیں کہ بے ضرورت بہی خواہ نخواہ مستحق پر اصرار ہو جیسا نکاح کے فضائل و مناقب ہیں ویسا ہی متعہ کے ہیں مگر کوئی نہ کرے تو گنہگار نہیں ہو سکتا۔

چونکہ حلت متعہ میں ہزاروں دلیلیں اور بحثیں صدہا کتابوں میں درج ہیں اور یہ ایک مشہور و معروف مسئلہ ہے جسے ضرورت حلال و حرام سمجہنے کی ہو وہ کتابوں میں دیکھکر اطمینان کرے کہ آیا حلال ہے یا حرام بدعت و ایجاد خلیفہ ثانی۔

اگر جوہر نادان قطعی حرام ہونے کی کوئی وجہ لکہینگے تو جواب دیا جاویگا۔

چوبیسوان۔ یہہ کہ جناب امیرؑ نے اصل ہدایت کو گم کرکے بندگان خدا کو ضلالت مین ڈالا۔ اور بار معصیت خلایق کا جناب کی گردن پر رہا تا قیام قیامت۔

جواب۔ جوہر یہہ اعتقاد پر فساد اہل تشیع کا ہے نہ اہل سنت کا جس کا جواب دیا جاوے۔

لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ شیعون کا یہہ اعتقاد تم نے کس دلیل سے لکہا ہوین اول جلول دیوانون کی طرح جو زبان پر آتا ہے بک ڈالتے ہو وجہ یہہ کہ تم کو اور تو اصب مردود کو جو تمہارے ہم مشرب و ایک تھیلی کے چٹے بٹے مین۔ حضرت علیؑ کے ساتھ منافقت کلی و عداوت قلبی ہے پس ہرچہ در دل آید بزبان انچہ در آورند دست۔

حضرت علیؑ نے دین خدا کی شریعت محمدیؐ کی آبرو رکھ لی ہدایت و احکام خدا اور رسولؐ کی سپر بنگئے کہ آج تمام دنیا مین اونہین کے نور ہدایت سے اسلام حقیقی چمک رہا ہے اور مثل آفتاب عالمتاب روشن و درخشندہ

اگر آپ اُن گمراہان وادیئے ضلالت و منافقان کتاب اللہ و طریقہ رسالت کو وقتاً فوقتاً تادیب و تنبیہ و تہدید نہ فرماتے تو آج اسلام کا کوئی نام بہی نہ جانتا۔

ایک حدیث سنو اور اپنی کردار بد سے توبہ کرو اب بھی صراط المستقیم اختیار کرو۔

صحیح ترمذی میں امام احمد سے روایت ہی لوگون نے رسول خدا سے عرض کیا کہ ای رسول خدا ہم آپ کے بعد کسے امیر بناوین فرمایا اگر تم ابوبکر کو خلیفہ بناؤ گے تو اُسے امانت دار پاؤ گے وہ دنیا کی لذات سے بے رغبت اور آخرت کے نعماء مین رغبت کرنے والا ہے۔ فقرہ عربی امینا زاهداً فی الدنیا راغباً فی الآخرۃ اگر تم عمر کو امیر بناؤ گے تو اُسے زبردست امانت دار پاؤ گے وہ دین خدا جاری کرنے مین کسی کی ملامت پر خوف نہ کرے گا۔ فقرہ عربی قویا امینا لا یخاف فی اللہ لومۃ لائم اور اگر علیؑ کو امیر بناؤ گے۔ مگر مین گمان نہین کرتا کہ تم اُسے خلیفہ بناؤ گے تو اوسے سیدہی راہ دکھانے والا پاؤ گے۔ تم کو وہ سیدھے رستہ پر لیجاویگا فقرہ عربی ھادیاً مھدیاً یاخذ بکم الطریق المستقیم رواہ احمد۔

اب دیکھئے ہادی ومہدی و طریق مستقیم یہ الفاظ حضرت علیؑ پر صادق آتے ہین۔ یا دوسرے پر۔ ابوبکر امانت دار ہین۔ دنیا سے بیزار دین کی طرف راغب۔ عمر اُن سے زیادہ امانت دار اور نہ خوف کرنے والے دین خدا مین ملامت کرنے والون سے۔ مگر ہدایت طریق مستقیم کے لئے حضرت علیؑ خاص ہین اور اُنہین کے لیجانے سے سیدہی راہ ملسکتی ہی پس اس ہدایت طریق مستقیم سے کس نے انحراف کیا اور سیدہی راہ چھوڑکر بیراہ ہوگئے۔ بس جنہون نے اُمت کو سیدہی راہ سے پھر کر دوسری ٹیڑہی راہ پر لگا دیا وہ ہدایت کے گم کرنے والے ہوئے یا حضرت علیؑ جو بقول مخبر صادق ہادی ومہدی اور سیدہی راہ دکھانے والے تھے رسولؐ خدا نے صاف الفاظ مین فرمادیا کہ بجز علیؑ کے ہادی ومہدی دوسرا نہین۔ اور انہین کی ذات پر سیدہی راہ ملنے کا انحصار ہی اور حضرت علیؑ نے بھی بہت کچھ سیدھے راہ اختیار کرنے کو اُمت سے کہا مگر کوئی نہ سنے اور خود ہی کنوئین مین گرے تو کیا علاج

مگر جن کو اللہ جل شانہ نے اپنے فضل و کرم سے سیدھی راہ چلنے کے لئے آنکھیں عطا کیں اور کانوں سے قول مخبر صادق سن لیا وہ ہر حال و قال میں صراط مستقیم پر ثابت قدم و راسخ دم رہے اپنے ہادی و پیشوا کا دامن نہ چھوڑا اسی سیدھی راہ پر قائم رہ کر اعلیٰ علیین میں داخل ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں اور ہونگے انشاء اللہ تعالیٰ ۹

مطلب یہی ہے ہاتھ کی ہر لکیر کا دامن نہ چھٹے پائی جناب امیر کا

پچیسواں۔ یہ کہ جناب امیر نبی نہ تھے جو اُن کی نسبت دعوے نبی غیر مرسل ہونیکا کیا جاتا ہے حالانکہ قرآن پاک میں حضرت رسولؐ خدا کی نسبت خدائے تعالیٰ نے خاتم النبیین فرمایا ہے۔

جواب جو ہر یہ بات بھی شیعوں سے دریافت کرنی چاہیئے کیونکہ انھیں کے رکن اعظم و سر آوردہ عالم یکتائے روزگار محب حیدر کرار نے اپنی انوار الهدیٰ میں جا بجا نسبت جناب امیر و نیز دیگر ائمہ دعوے انبیائے غیر مرسلین ہونے کا کیا ہے اہل سنت اس عقیدہ کو کفر مطلق جانتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں جہاں مصنف انوار الهدیٰ سلمہ اللہ تعالیٰ نے دعوے کیا ہے وہاں نقل و عقل سے ثابت کر دیا ہے خصوص اہل سنت کے کتب معتبرہ سے پھر اُس کا جواب کچھ بھی تو لکھنے۔ یہہ گریز فراعن المیدان المناظرہ اچھا نہیں صرف یہہ کہدینے سے کہ اہل سنت کفر مطلق جانتے ہیں آپ کا پیچھا نہیں چھٹے گا کوئی ضرب تو سنبھالو اور کچھ تو منھ سے بولو ہر بات میں یہہ کیا طریقہ اختیار کر رکھا ہے نہ خدا کی خدائی نہ رسول کی رسالت۔

جبتک اُن دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ کا جواب نہ دو گے جو انوار الهدیٰ میں دعوے

نبی غیر مرسل ہونے کا کیا گیا ہے - آپکا کوئی عذر کوئی انکار نہ سنا جائے گا - اور اس سوال نواصب کا وہی جواب ہے جو انوار الہدےٰ مین درج ہے - معزز و مفتخر مصنف لکھتے مین صفحہ پچیس صفت دوئیم مین ہم صدر کتاب مین اس امر کو قرار دے چکے ہین کہ جطرح مرسلین علیہم الصلوۃ معصوم و طاہر ہوتے ہین ویسا ہی انبیائے غیر مرسلین جو در حقیقت مرسلین کے نائب ہین معصوم ثابت ہوئے ہین اور یہ امر بھی ہم ثابت کر چکے ہین کہ ابتدائے آفرنیش سے تا ایندم ہر مرسل صاحب بعثت کے ماتحت و نیابت مین بجب ضرورت کسی قدر انبیا غیر مرسل ضرور بالضرور مبعوث ہوئے ہین - فی انوار الہدیٰ -

کیون میان جوہر اس حدیث مشہورہ و معروفہ کا کیا مطلب ہے - آنحضرتؐ نے فرمایا علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل - علما میری اُمت کے مثل انبیا بنی اسرائیل کے ہین -

دوسری حدیث ترمذی کی لکل نبی سبعۃ نجباء و رقباء و اعطیت انا اربعۃ عشر ہر نبی کے لئے سات نجیب و محافظ ہوتے ہین مجھ کو چودہ ۱۴ عطا ہوئے ہین - آئمہ اثنا عشر اور حضرت جعفر طیار و امیر حمزہ کرار - علما سے بھی مراد اثنا عشر ہین کیونکہ انا مدینۃ العلم و علی بابہا - جو سینہ بسینہ تا حضرت قایم صاحب الزمان مثل دریائے نور موجزن ہے -

اب سوالون کے خاتمہ پر جوہر کج فہم کہتے ہین - دیکھو شیعو مہر عین - چند سطر عین کتاب کل طویل نواصب ذلیل کے معاذ اللہ درباب دیانت و عدالت و حکم و علم و فضل و عقل جناب امامت دستگاہ کی اب تم پر فرض ہے کہ اس بار گران کو اپنے سر سے اُتارو اور اپنے دشمنون کو میدان امتحان مین پچھاڑ دو ایسا کہ بفضل خدا اہل سنت نے

قوم ناحق شناس کو چاروں خانے چت زمین پر دے مارا ہی کہ انواع مخذول کی کمرین ٹوٹ گئی ہین۔

ہمارا جواب بہت خوب آپ کے حکم کی تعمیل مین سرمو فرق نہ ہوا ہم نے اُن کو بھی پچھاڑا اور تم کو بھی اُن کے سوالون اور تمہارے جوابون کی دہجیان بکھر گئین۔

دیکھو باطل کا ساتھ دینے مین یہہ روز بد آگے آتے ہین اور حواس خمسہ کے طوطے اُڑ جاتے ہین۔

نہ اُن کمزورون کا ساتھ دیتے نہ ٹھوکر کھاتے کیسے اوندہے مُنھ گرے ہو کہ عمر بھر یاد رکھو گے۔

اب جو ہر نادان و نافہم نے ایک سوال تو ایجاد بہت ہی لفاظی و لسانی سے شیعون پر کیا ہے جس کا خلاصہ یہہ ہے کہ جناب امیر نے باوصف چنین و چنان او فضائل فضل و مناقب ابوبکر کو کیون خلافت پر قبضہ دیا ادہر خود محروم رہے۔ اور اصحاب نے کیون نہ آپ کو مسند نیابت پر بٹھایا کیا خلفائے ثلثہ خدا و رسول سے بھی زیادہ زور آور تھے جنھون نے نیابت نائب بلا فصل کی غصب کر لی۔ اصحاب ایسے طاقتور تھے جنھون نے حمایت ملائکہ کی بھی پروا نہ کر کے بے خوف و خطر سینہ زوری سے خلافت سرور اولیا سید الاصفیا حیدر کرار صفدر نامدار کی لے کر ابوبکر کو دیدی۔ اس ایک ہی سوال اہل سنت کا جواب اہل تشیع اپنے ہی کتب معتبرہ سے دیدین بشرطیکہ آیات بینات و احادیث سرور کائنات کی تکذیب نہ ہو وغیرہ وغیرہ اگر مسئلہ بدا کو صندوق تقیہ سے نکال کر جواب دیا جائے گا تو اُس کے جواب الجواب مین بجائے غالب کل غالب تحفہ مغلوب علی کل مغلوب پیش کیا جاوے گا یا بالضرورت بذریعہ

تار برقی خوارج کو بھی خبر کرنی پڑے گی جس سے شیعوں کو قدر مناظرہ قیامت تک معلوم رہے گی ۔

جواب ۔ ہم نے اہل سنت کے عموماً اور جوہر نادان کے خصوصاً سوال کا جواب صفحہ ۹۹ لغایت ۱۰۱ مین مفصل دیا ہے کہ حضرت علیؑ نے عموماً کل انبیائے مرسلین اور خصوصاً رسول اللہ سید المرسلین کی تقلید کے سر مو فرق نہین ہے جیسا کل انبیاء و خود رسول خدا بادشاہان ظالم و حاکمان بد طریقت کے عہد مین مغلوب و محکوم بے بس و بے کس بسر کرتے رہے ویسا ہی حضرت علیؑ بھی عہد خلفائے غاصب خلافت مین بقول خود سعد قر جوہر کہ چارہ نہین آدمی کو امیر سے نیک ہو یا بد بسر کرے مومن اُس کی حکومت مین تا زیست ۔

اور رسالہ خامس احقاق الحق وصیت رسول خدا در بارہ صبر و سکوت و نہ کرنے جنگ و جدال با خلفائے ثلثہ بنظر تحفظ ضعفائے مسلمین و حفاظت دین ۔

پس جبکہ تم خود بھی ان وجوہات کو تسلیم کرتے ہو تو پھر سوال کیسا ۔ حضرت علیؑ کو جو خدا و رسول کا حکم تھا اُس کی تعمیل کی ۔

اصحاب شورہ کی نادانی دنیا طلبی بوالہوسی جہالت کور باطنی جنھون نے حق پر باطل کو ترجیح دی ۔

احد مین حنین مین رسول اللہ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے اپنی جان بچائی دیکھو صلح حدیبیہ کا قصہ جب آنحضرتؐ نے مصلحتاً کفار مکہ سے دب کر صلح کر لی تو اصحاب کو سخت ناگوار ہوا ۔ آنحضرتؐ نے اصحاب سے حکم فرمایا کہ اُٹھو اور قربانی کو ذبح کر دو و سر کو حلق کرو مگر اصحاب نہایت ناخوش تھے کسی کا دل قربانی کو نہ چاہتا تھا آنحضرتؐ نے تین بار فرمایا مگر بنی ہاشم کے سوا اور کوئی مارے طیش کے نہ اُٹھا حضرت رنجیدہ ہو کر

دولت سرامین گئے حضرت ام سلمہ سے اصحاب کی نافرمانی بیان کی ام سلمہ نے عرض کی آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیے اور حجامت بنوائیے اور قربانی کیجئے۔
آنحضرتؐ نے اپنے خاص اونٹون کو قربانی کیا اور سر ترشوایا۔ پھر لوگون نے طوعاً وکرہاً قربانیان کین اور چند لوگون نے سر ترشوایا باقی نے تھوڑے تھوڑے بال کتروائے حالانکہ آنحضرتؐ نے مکرر محلقین یعنی بال ترشوانے والون کے حق مین دعا کی مگر کسی نے نہ سنا بلکہ عمر خطاب نے صاف کہہ دیا کہ آج کا سا شک آنحضرتؐ کی نبوت مین مجھے اور کبھی نہین ہوا۔ پس یہہ وہی اصحاب ہین یا اور جبکہ رسول اللہ کے حضور مین یہہ حال تھا تو بعد اُن کے جو اُن سے افعال سرزد ہوئے ظشت ازبام ہین۔
ایسے اصحاب نافرمان کے شورہ واجماع پر ناز کرکے خلافت کا استحقاق جائز کرنا خوش فہمی اہل سنت ہی اور جبکہ خدا و رسولؐ ہی کے احکام سے صراحتاً انکار و انحراف تھا تو لاکہ کی حمایت کی کب پروا تھی۔ ہان اگر مثل قوم لوط علیہ السلام تختہ اُلٹ دیا جاتا تو مناسب تھا مگر اُمت محمدی عذاب وعقاب دنیاوی سے مستثنےٰ کی گئی ہے۔
دیکھو حدیث بخاری و مسلم کہ بہت اصحاب خاص بعد وفات آنحضرتؐ اپنے اُس حال پر پھر گئے جس پر وہ پہلے تھے اور خلتے کے وقت ایمان نہ رہا اور یہہ شامت بوجہ بے طاعتی و مخالفت و معاندت اہل بیت اطہار کی صرف نفسانیت سے اُن کو نصیب ہوئی اور انھین کتابون مین بذیل صحاح انتی دیکھو کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ روز قیامت اکثر اصحاب میرے آلیٹے ہاتھ کیطرف پکڑے آوینگے یعنی جو نہ اصحاب نار جہنم کا رخ ہوگا تو مین خدائے تعالےٰ سے عرض کرونگا کہ بار الٰہا یہہ تو میرے اصحاب ہین تب درگاہ الٰہی سے حکم ہوگا کہ تم نہین جانتے جو کچھ تمہارے بعد انھون نے احداث

کیا۔ آپ عرض کرینگے کہ مین گواہی دیتا ہون ان کی جب تک مین زندہ رہا یہہ ایمان لائے نماز پڑھتے تھے روزہ رکھتے تھے زکوٰۃ دیتے تھے سب باتین ایمان والون کی میرے روبرو کرتے تھے تب حکم الٰہی ہوگا کہ یہہ مرتد ہوگئے اور اپنے پچھلے پاؤن پھر گئے بعد تمہاری مفارقت کے اور تمہاری اطاعت سے نکل گئے بمجرد تمہاری وفات کے اور وفات ہوتے ہی خلاف حکم عمل کرنے لگے اور بعض انمین بہت ہی مقرب مین مگر نعمت بد بلا ہی خدا محفوظ رکھے۔

ہم پہلے لکھہ چکے ہین کہ آنحضرت نے ابوبکر سے فرمایا کہ خبر نہین بعد میرے تم دین مین کیا کیا ایجاد دین کروگے۔ اور عمر خطاب سے فرمایا کہ قسم خدا کی اگر موسیٰ میرے عہد مین ہوتے تو تم سب مجھے چھوڑتے اور ان کی پیروی کرتے۔

شیعہ علی کو خدا نہین کہتے رسول اللہ نہین کہتے خدا با وصف عظمت و جلالت و جباری و قہاری کیسی کچھہ برداشت و حلم و ضبط اپنے بندون کی نافرمانی پر کرتا ہے۔

رسول اللہ باوجود یہہ اوصاف موصوف ہونے کے کفار کے ہاتھہ سے مغلوب و محکوم رہے اور جو ایذائین و تکلیفین و مصیبتین ان بدکردارون ناہنجارون کے ہاتھہ سے اٹھائین انپر سکوت و صبر و تحمل کیا۔

اصحاب نے علانیہ نافرمانیان کین حکم نہ مانا ان کو مختار چھوڑ کر صف جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے ان کی نبوت مین شک کیا ان کے روبرو توریت پڑھتے جس سے آپکا چہرہ غصہ و غضب سے متغیر ہوجاتا۔ تقسیم مال غنیمت مین عادل نہ کہتے ان کو معاذ اللہ ہذیان سے نسبت دیتے۔ ابن سلول کے نماز جنازہ پڑھتے ہوئے انپر کود پڑتے انکو کھینچ کھینچ نماز سے باز رکھتے۔ ازواج کا یہہ حال کہ ہر طرح ان کو تنگ کرتین جھوٹا

اہتمام لگاتے تھے ان کے راز کو باوصف ہدایت اخفا افشا کرتے تھے اُن سے انصاف چاہتے تھے۔ غرضکہ کیا کیا مصائب و اذیتیں آپ نے کفار نابکار و بد کرداروں سے اٹھائیں مگر صبر و سکوت فرمایا۔ پس ایسا ہی حضرت علیؑ کو سمجھو غالب علیٰ کل غالب کے موقع پر سب پر غالب رہے۔ اور صبر و سکوت کے موقع پر صابر و شاکر ضابط و حلیم مثل رسول اللہؐ مصرع

ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد۔

تقیہ کو کیا دخل تھا اور اگر ایسا ہی سمجھو تو خیر رسولؐ اللہ کا حال قیام مکہ میں صراحت کے ساتھ غور کرنا چاہیئے۔ ہم بہت ہی اختصار کے ساتھ لکھتے ہیں قصص الانبیا اہل سنت کی کتاب ہے جو تمام احادیث و روایات کا خلاصہ ہے۔ جب آنحضرتؐ کو ۴۰ برس کی عمر میں رسالت و پیغمبری ملی یا ایہا المدثر قم فانذر و ربک فکبر۔

آپ نے پہلے حضرت خدیجہ سے یہ حال ظاہر کیا جنہوں نے بلا عذر و حجت آپ کی رسالت کی تصدیق کی بعد ازاں حضرت امیر المومنین ابن عم رسولؐ علیؑ ابن ابی طالب نے کہ عمر اُن کی آٹھ سال کی تھی۔

ابوبکر صدیق ان دنوں میں یمن کی طرف تجارت کو گئے تھے وہاں ایک راہب جس کی عمر ۳۹۰ برس کی تھی ابوبکر کو ملا اور اُن کی قوم و نسب پوچھکر بولا کہ جب تو وطن کو پہونچے تو پیغمبر آخر الزمان ظاہر ہوگا بالغ مردوں میں اول سب سے تو ایمان لا اور جلد جا اس دولت کو مت گنوا ابوبکر مکہ میں آئے ابوجہل اور عقبہ بن معیط سے ملکر پوچھا کوئی خبر تازہ ہے وہ بولے ہاں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب دعوی نبوت کرتا ہے ابوبکر حضرت کے پاس آئے اور مزاج کا حال پوچھا آپ نے فرمایا ای پسر ابو قحافہ جان تو کہ میں رسولؐ خدا اور تمام خلق کا رہنما ہوں ابوبکر نے کہا تمہارا کیا معجزہ ہے حضرت

نے راہب سے ملاقات ہونا اُس کا ہدایت کرنا سب کچھ کہہ سنایا ابوبکر حیران رہگئے
اور پوچھا آپ کو یہ خبر کسنے دی آپ نے فرمایا جبرئیل نے تب ابوبکر ایمان لائے
بعدہ اور لوگ مشرف باسلام ہوئے پھر وحی کا نزول شروع ہوا اور آپ نے
بتوں کی مذمت شروع کی اور قریش بگڑ اٹھے ابوجہل و ابولہب جھگڑا کرتے دس برس آپ
مکہ میں رہے کفار قریش نے ایذائیں دینی شروع کیں کیسی کیسی ایذائیں اور طرح کی بے ادبیاں
قسم قسم کے رنج آپ کو پہونچے اور برے برے القاب مانند ساحر اور شاعر
اور کاہن و مجنون و ابتر وغیرہ آنحضرت نے اپنی نسبت سنے غریب اصحاب
پر طرح طرح کے عذاب ہوئے جنکے بیان سے رونگٹے کھڑے ہوتے
ہیں القصہ جب کافروں کا ظلم و جور مسلمانوں پر حد سے زیادہ گزرا تو
آپ نے بعض اصحاب کو ہجرت کا حکم دیا جو بادشاہ حبش کے ملک میں چلے گئے
چھہ برس بعد حضرت حمزہ اسلام سے مشرف ہوئے کیفیت یہہ کہ
حضرت حمزہ شکار سے آئے ایک لونڈی نے آپ سے کہا کہ آج ابوجہل نے
محمد کو اسطرح کی ایذا دی اور عجب ہے تم سے کہ اپنے بھتیجے کی مدد نہیں
کرتے تمہارے جیتے جی اُن پر یہہ تکلیفیں۔
امیر حمزہ کو غیرت آگئی اور ابوجہل کے پاس پہونچکر ایک کمان اُسکے
سر پر ایسی ماری کہ اوندھا گر گیا اور امیر حمزہ یہہ کہکر کہ میں نے محمد کا دین قبول
کیا آنحضرت کے حضور میں آئے اور دین اسلام قبول کیا۔
حضرت حمزہ کے ایمان لانے سے دین چند مضبوط ہوگیا اور کفار ایذا رسانی سے
خوف کرنے لگے۔ بعد ازاں عمر خطاب نے اسلام سے شرف حاصل کیا۔

(عمر کے اسلام کی حدیث ہم پہلے لکھ چکے ہیں ملاحظہ ہو-)

جب دسوان سال شروع ہوا ابوطالب نے انتقال کیا قبل انتقال تمام عزیز و اقارب کو بلا کر تاکید اکید ہدایت کی کہ محمد کی متابعت میں قصور مت کرو اور جان و دل سے حاضر رہو راہ راست پاؤ گے - بعد انتقال ابوطالب تیسرے روز حضرت خدیجہ کا انتقال ہو گیا آنحضرت کو ان دونوں جلیل القدر کے انتقال کا سخت صدمہ ہوا اسی لئے اس سال کا نام عام الحزن رکھا آنحضرت اکثر قبائل عرب میں جا کر دعوت اسلام فرماتے - بعدہ مدینہ کے چھ آدمی ایمان لائے اور اپنے وطن میں جا کر شہرت اسلام کی - پھر معراج ہوئی اور بیعت عقبہ وغیرہ -

اکثر مہاجر کفار کی ایذا سے مثل عمر خطاب وغیرہ پہلے ہی مدینہ کو ہجرت کر گئے کفار نے آنحضرت کے قتل کا ارادہ کیا جبرئیل امین نے خبر دی کہ آج شب کو علی مرتضیٰ کو اپنے بستر پر چھوڑو اور نکل جاؤ آنحضرت نے حضرت علی سے حال ظاہر کیا وہ خدا پر تکیہ کر کے بے تکلف بستر رسالت پر لیٹ رہے - آنحضرت ابوبکر کو لے کر غار میں پوشیدہ ہو گئے - پھر مدینہ پہونچے سراقہ بن مالک نے پیچھا کیا ابوبکر گھبرائے رسول خدا نے تسلی دی اُس کے گھوڑے کے پیر چلنے سے رہ گئے

صلح حدیبیہ کا مختصر حال اصحاب با صفا صاحبان حیا کا حال اوپر ذکر ہوا ہے یہاں کچھ اور وجوہ سنو سبب سفر بیت اللہ کا یہ ہوا کہ حضرت نے خواب میں دیکھا کہ امن و امان کے ساتھ مع اصحاب داخل

مکہ معظمہ ہوئے۔ اصحاب کو خوشی ہوئی کہ اس سال مکہ فتح ہوگا۔ آنحضرت نے تیاری سفر فرمائی چودہ سو آدمی ہمراہ رکاب ہوئے۔ جب منزل عسفان مین پہونچے بشیر بن سفیان ملا اور کہا قریش کو آپ کے کوچ کی خبر ہوئی ہے اور انہون نے بڑی جمعیت کی ہے اور خالد بن ولید کو سردار لشکر مقرر کیا ہے اور قسم کھائی ہے کہ مکہ مین تم کو زنہار نہ چھوڑینگے آنحضرت نے یہہ خبر سنکر دشوار راہ سے گزر کر حدیبیہ مین مقام کیا قریش نے بدیل بن ورقا خزاعی کو آنحضرت کے پاس بھیجا اُس نے بھی قریش کے ارادون سے آپ کو مطلع کیا آپ نے فرمایا مجھے لڑائی منظور نہین واسطے عمرہ کے آیا ہون قریش کو لازم ہے کہ ایک مدت معین کر کے ہم کو اور قبائل عرب کو چھوڑ دین بدیل نے قریش سے پیغام حضرت کا کہا لوگون نے اُس کی بات کا اعتبار نہ کیا اور عروہ بن مسعود کو آپ کے پاس بھیجا عروہ نے بطریق مصلحت عرض کیا ای محمد اگر تم اسواسطے ہو کہ اپنی قوم کو استیصال و بیخ بنیاد کرو تو زمانہ ماضی مین کسی نے ایسا نہین کیا اور اگر کوئی غرض ہو تو بیان کرو یہہ چند اوباش بیکار جو تم نے جمع کیے ہین میری خاطر مین یہ گزرتا ہے کہ یہہ لوگ ضرورت کے وقت تم کو چھوڑ کر بھاگ جاوینگے ۔(واہ رے عروہ تو نے سچ کہا) ابوبکر اور عروہ سے نزاع لفظی ہو گئی عروہ واپس آیا بعد ازان آنحضرت نے عثمان بن عفان کو قریش کے پاس بھیجا قریش نے اُن کی باتین نہ سنین اور اُن کو قید کر دیا حضرت کو خبر ملی کہ عثمان کو قریش نے قتل کر ڈالا۔

آنحضرت کو رنج ہوا ایک درخت کے تلے بیٹھے اور اصحاب سے بیعت قتال قریش
کی سب نے بخلوص دل بیعت کی اور یہہ آیت اتری لقد رضی اللہ عن المومنین
پھر قریش نے سہیل بن عمرو کو حضرت کے پاس بھیجا اور بعد تکرار بسیار کے صلح پر دارو
مدار ہوا۔ صلحنامہ حضرت علیؑ لکھنے لگے۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سہیل نے کہا کہ ہم رحمان کو نہیں جانتے اور اللہ
کو اس نام سے نہیں پکارتے ہمارے دستور کے موافق لکھو۔ باسمک
اللھم اصحاب نہیں مانتے تھے مگر حضرت نے فرمایا یونہیں لکھو بعد ازان لکھا۔
ھذا ما قاضی علیہ محمدؐ رسول اللہ پھر سہیل نے کہا اگر ہم تمہاری رسالت
کے قائل ہوتے تو نزاع کیوں کرتے محمد بن عبد اللہ لکھو حضرت نے فرمایا
واللہ میں محمد رسول اللہ اور محمد بن عبد اللہ ہوں اے علیؑ رسول اللہ کے لفظ
کو مٹا دے حضرت علیؑ نے عرض کی میری مجال نہیں کہ لفظ رسالت
تراشوں۔ آنحضرتؐ نے خود اپنے ہاتھ سے لفظ رسول اللہ تراش کر ابن عبد اللہ
بنا دیا۔ پھر یہ شرطیں تحریر ہوئیں۔ حضرت اگلے سال مع لشکر مدینہ کو واپس جائیں۔
آیندہ سال کعبہ میں داخل ہو کر عمرۃ القضا گزاریں بشرطیکہ تلواریں میان کے
اندر ہوں۔ تین دن سے زیادہ مکہ میں نہ قیام کریں۔ دس برس تک
لڑائی نہ کریں۔ جو شخص آنحضرتؐ کی طرف ہمارے یہاں کا جاوے تو وے ہمارے
حوالے کر دیں۔ جو شخص آنحضرت کیطرف کا ہمارے یہاں آوے اوسے ہم نہ دینگے۔ یہہ
شرطیں اصحاب کو سخت ناگوار گذریں اور بہت ہی رنجیدہ ہوئے پھر قربانی کا انکار وغیرہ ہوا۔
بی بی عائشہ سے سندیں ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ آنحضرتؐ حضرت زینب نے

دختر تک آخر زوالبوالعاص اُن کے شوہر مشرک کے درمیان باوصف نزول آیہ لاتنکحو المشرکین جدائی نہ کر سکے اور کعبہ کے قیام میں بحالت مغلوبی حلال و حرام کرنے پر قادر نہ تھے بی بی عائشہ کی قوم سے خوف کر کے حسب خواہش دلی و تمنائے قلبی آخر دم حیات تک کعبہ کی تعمیر نہ کر سکے۔

اب فرمائیے حضرت علیؑ باوجود ہدایت صبر و سکوت و عدم مقاتلہ خلفاء ثلثہ کیا کر سکتے تھے اور اُن کے غالب علی الکل غالب ہونے میں کیا نقص ہو گیا۔ اللہ جل علیٰ باوصف قادر مطلق علی کل شئی قدیر و شدید العقاب وغیرہ ہوتے ہوئے کیسا ضبط و برداشت کرتا ہے اور مخلوق کو اُن کے اعمال و افعال پر چھوڑ دیتا ہے رسول اللہ باوجودیکہ جنگ بدر میں علانیہ پانچ ہزار فرشتگان شدید القوےٰ سے کفار پر غلبہ پا چکے تھے اور حبیب رب العالمین سید المرسلین خاتم النبیین بشیر و نذیر خیر البشر فخر عالم و آدم مجموعہ کمالات ظاہر و باطن ان اللہ معنا ہر وقت خدا ساتھ تھا اور اس کے فرشتے مدد کو موجود و محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار نے کیسی روش اختیار فرمائی اور کس طرح صبر و سکوت ضبط و تحمل کر کے دین خدا جاری کیا ویسا ہی حضرت علیؑ نے۔

کیوں جو ہر صاحب اشداء علی الکفار کی صفت آپ کے خلفائے مقبولہ سے ان واقعات اسلام میں کس غار میں پوشیدہ تھے اسی کا جواب دیدو کیونکہ اس صفت کو خاص آپ نے ابوبکر کی نسبت منسوب کیا ہے اور یہہ بھی خیال رہے کہ گو کہ اس آیت میں اشداء علی الکفار ہونا رسول خدا کے ہمراہ ہوں سے مراد ہو مگر جبکہ خادم میں یہہ صفت پائی جائے تو مخدوم میں

بمد جدا ہونے کے تصور ہو گی پس آنحضرت نے جو سرِ دفتر اشداء علی الکفار تھے کیوں نہ صلح حدیبیہ میں کفار پر شدت کی اور اُن کے شرائط پیش کردہ کو مان لیا یہانتک کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اپنی رسالت کو خود ہی اپنے ہاتھ سے محو کر دیا پھر اب کہو کہ حضرت علیؑ نے نعوذ باللہ کیا بیجا کیا اگر آنحضرتؐ کی رسالت اور شان و منزلت قایم تھی تو غالب علی کل غالب پر بھی اعتراض نہین ہو سکتا انصاف و ایمان شرط ہے۔

اگر رسول اللہ نے غار مین پوشیدہ ہونے خدا اور رسولؐ کے نام محو کرنے کفار سے دب کر صلحنامہ لکھنے مین تقیہ کیا تو حضرت علیؑ نے بھی حکومت ابوبکر مین رہنے وغیرہ مین اُسی پر عمل کیا بعینا تم سمجھو۔

دیکھو حضرت ہودؑ کا قصہ۔ حضرت ہود کو اللہ تعالےٰ نے قوم عاد پر بھیجا وہ سنگ پرست تھی آپنے خدا کے احکام کی تبلیغ شروع کی لوگ درپے ایذا ہوگئے مگر ایک گروہ ایمان لایا تھا اور کافرون کے خوف سے اپنا ایمان چھپاتا تھا جب کفار سخت ایذا پر آمادہ ہوئے تو فرقہ مومن نے آپ کو اطلاع کی آپ وہان سے مع اُس گروہ کے علحدہ ہو گئے۔

دیکھو قصہ حضرت ابراہیم۔ بموجب حکم وحی الٰہی آپ نے مع اپنی منظمہ بی بی سارہ کے شام کیطرف ہجرت کی مگر بین حضرت سارہ کے حسن و جمال کی لوگون نے بادشاہ سے تعریف کی بادشاہ نے حضرت ابراہیم و سارہ کو اپنے روبرو بلایا اور پوچھا اس عورت سے تیرا کیا رشتہ ہے مین اسکو

لیا چاہتا ہون - حضرت ابراہیم نے سوچا کہ اگر یہہ کہتا ہون یہہ میری منکوحہ بی بی ہے تو بادشاہ مجھے مار ڈالے گا اس لیے حیلہ کر کے فرمایا کہ یہہ عورت میری بہن ہے اس طرح اس ظالم بیدین کے ظلم سے بچے اس مردود نے حضرت سارہ کو نزدیک بلایا اور بے اختیار اس معصومہ بی بی کیطرف ہاتھ دراز کیا اور مغلوب العقل ہو کر بے ادبی کا دروازہ باز کیا حضرت سارہ کی دعا سے اُس کے دونون ہاتھ شل ہو گئے -

مومن آل فرعون کے ایمان چھپانیکا ذکر قرآن مین موجود ہے - پس اسے تقیہ سمجھو یا توریہ جو اہل سنت کے بھی مذہب مین ممدوح ہے -

اب دیگر انبیا کا حال مختصر سنو - کہ یہہ انفاس قدسیہ کسطرح دنیا مین رہے اور اُنکی طرز معاشرت کیا تھی -

حضرت شیث علیہ السلام لوگون سے تنہا ہو کر اکثر اوقات وظائف اور طاعات خدا مین مشغول رہتے اور نفس کی ریاضت اور تہذیب اخلاق ہمیشہ اُن کو مد نظر رہتا آپ کے عہد مین بنی آدم دو قسم کے تھے بعض متابعت حضرت شیث کی کرتے اور اکثر اولاد قابیل کے تابع تھے حضرت شیث کی نصیحت سے بعضے تو راہ راست پر آئے اور اکثر بدستور نافرمانی پر مصر رہے ۹۱۲ سال آپ زندہ رہے بعدہ انتقال ہوا - منجملہ نصائح حضرت شیث تیسری نصیحت یہہ ہے کہ مومن حقیقی وہ ہے جو بادشاہ وقت کا مطیع و محکوم ہو -

حضرت ادریس کو خدا نے خلعت نبوت سے ممتاز کیا آپ کی ہدایت سے اکثر گمراہ

راہ پر آئے باقی اپنی گمراہی پر قایم رہے جو لوگ کفر اور شرک کے خوگیر ہو رہے تھے اپنی قساوت قلبی کی وجہ سے اوسی کفر و شرک پر قایم رہے اور حضرت ادریس کی نصیحت نہ مانی۔

حضرت نوح علیہ السلام اصلاح عالم و بنی آدم کی غرض سے مبعوث ہوئے تمام عمر ادائے دعوت مین مصروف رہے کفار فجار مین ساتھ امر معروف و نہی عن المنکر کے معروف تھے ہر چند کہ جناب الٰہی مین اُن کی ہدایت کی دعا کرتے پر وہ سنگدل نہایت کفر اور انکار سے فریب اور دغا کرتے باوجود اس محنت و مشقت و وعظ و نصیحت کے تمام عمر مین سوائے اسّی آدمیون کے کوئی اسلام نہ لایا اور حضرت نوح کا ارشاد اون بعے کے کام نہ آیا ۹۵۰ برس کی عمر پائی۔ وما امن معہ الا قلیل کی تفسیر مین مفسرون کا اتفاق ہے اور خود رسول خدا نے فرمایا کہ کسی پیغمبر نے اپنی قوم سے اتنی اذیت نہین اوٹھائی جتنی حضرت نوح نے اپنی اُمت کے ہاتھون سے مصیبت پائی مجلس وعظ مین انکو اسقدر مارتے کہ آپ بیہوش ہو جاتے اور آپ کے صاحبزادے گھر کو اٹھا لیجاتے۔

حضرت صالح علیہ السلام ثمود کی قوم پر مبعوث ہوئے ہر چند صالح اونکو نصیحت فرماتے مگر وہ اپنی بت پرستی و بدمستی سے باز نہ آتے اور حضرت صالح کی نصیحت سے منھ پھیرتے۔ پتھر سے اونٹنی نکلنے پر ایمان لانے کو اقرار کیا آپ کی دعا سے اونٹنی پتھر سے نکلی مگر کفار نے عہد وفا نہ کیا بلکہ اُس اونٹنی کو مار ڈالا۔

حضرت ابراہیم کو نمرود مردود نے آگ مین ڈلوادیا وہ آگ خدا کے فضل سے گلنار ہوگئی حضرت ابراہیم شام کی طرف ہجرت کر گئے۔

حضرت لوط علیہ السلام قوم کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے اور ہر طرح کی وعظ ونصایح کرتے رہے مگر قوم نے کچھہ نہ سنا آپ بڑے مہمان نواز تھے جب کوئی مہمان آپ کے مکان پر آتا کفار نا ہنجار اوسے ایذا دیتے حضرت لوط لاچار ہوگئے اور قوم کے غارت ہونے کی دعا کی حضرت جبریل معہ دیگر فرشتون کے بصورت اطفال حسین وجمیل آئے حضرت لوط نے مجبورہ مہمان کیا بی بی کافرہ نے قوم کو خبر کردی وہ لوگ چڑھ دوڑے آپ نے بحالت اضطرار وانتشار فرمایا میری بیٹیان حاضر ہین مگر مہمانان سے مزاحم نہو پہر آپ معہ اپنے مومنون کے شہر سے نکل گئے قوم پر عذاب نازل ہوا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے مصر مین آپ کی خرید وفروخت ہوئی زلیخا اور اون کی مجلسی عورات نے اتہام لگایا اور بیگناہ معصوم کو جیل خانہ مین ڈلوادیا بارہ برس تک آپ جیل خانہ مین رہے۔ انہین عورات مکارہ کیا دسے آنحضرت نے بی بی عائشہ وحفصہ کو مناسبت ومشابہت فرمائی ہے۔ ان کیدکن عظیم۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی حکایت دردافزا اون کے رنج وتعب صبر وشکیبائی کی روایت جانگدا مشہور عالم ہے کہ شیطان مردود وقوم مطرود کے ہاتھہ سے کیا کیا ایذا اٹھائی جسمی وروحی تکلیفین جو آپ کو پہونچین اون کی شرح مین مجال دم زدن نہین روح کو معلوم ہوتا ہے قلق سے کلیجہ منھہ کو آتا ہے۔

حضرت شعیب اہل مدین واصحاب الایکہ کی طرف مبعوث ہوئے جو ایک ہی گروہ تہے یہہ لوگ بت پرست تہے اور وزن پورا نہ تولتے کھوٹے روپیہ واشرفیان

چلاتے آپ ہر چند راہ راست دکھاتے اور وعظ و پند فرماتے وہ ہرگز باز نہ آتے
بجز ملک شام وغیرہ کے لوگ اُن پر ایمان لائے مگر اُس قوم نے کچھ نہ مانا اور اپنی
آبائی دین پر قایم رہے۔

حضرت موسیٰ و ہارونؑ بڑے مقرب بارگاہ الٰہی تھے پیغمبر زبان اُنکی علوم رتبت اور بلندی منزلت
کا حد وصف سے باہر ہے۔

آپ اپنے ایام دولت مین بسبب جنسیت کے بنی اسرائیل پر ہمیشہ ترحم فرماتے اور
قبطیون کی تکلیف دہی و آزار رسانی سے ہمیشہ ملول رہتے لیکن فرعون کے
خوف سے دم مارنے کا امکان نہ تھا۔ ایک بنی اسرائیل کے عوض آزار مین ایک
قبطی کو آپنے مارا اور فرعون کے خوف سے بے زاد و راحلہ شہر چھوڑ کر شہر مدین کیطرف
چلدیئے۔

حضرت شعیب کی لڑکیان اپنی بکریون کے پانی پلانے کے انتظار مین کنوئین پر تھین
کوئی پانی نکالنے والا اُن کی بکریون کو پانی نہ دیتا تھا حضرت موسیٰ ذبکریونکو
سیراب کیا اور حضرت شعیب تک رسائی ہوئی بشرط چرانے بکریان دس سال تک
حضرت شعیب نے اپنی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا منظور فرمایا۔ حضرت موسےٰ
وہان رہے اور بعد مدت مقررہ اپنی بی بی کو لے کر چلے راہ مین آگ کی تلاش ہوئی
اور نور ایزدی شعلہ زن ہوا آواز آئی انی انا اللّٰہ رب العالمین وانا ربک یا موسےٰ۔ اور
آپ کو رسالت ملی حکم ہوا فرعون کے پاس جاؤ گمراہ کو راہ پر لاؤ حضرت موسےٰ نے
عرض کی میری زبان مین لکنت ہے ہارونؑ میرے بھائی کو کہ فصیح البیان ہے میرا
شریک کر اور میرا وزیر بنا یہ آرزو پوری ہوئی حضرت موسےٰ نے بوجہ ہارڈالنے

قبطی کے فرعون کے پاس جانے سے انکار ظاہر کیا حکم ہوا خوف مت کرو تم کو وہ
اذیت نہ دے سکے گا۔ مگر تم دونوں بھائی رسالت کی تبلیغ ساتھ کلام ملایم کے یعنی گفتگوئی
نرم کے کرو۔ آخر جب وہاں پہنچے فرعون کو خبر ہوئی اُس نے معجزہ طلب کیا آپ نے
عصا کو اژدہا بنایا مگر فرعون قایل نہ ہوا اور بنی اسرائیل پر پہلے سے زیادہ سختی شروع
کی حضرت موسےٰ بنی اسرائیل کو لے کر رات کے وقت نکلے فرعون نے تعاقب کیا
دریائے نیل اِس گروہ کے عبور کے وقت ٹھہر گیا اور فرعون جب منجھدار میں پہونچا پھر
جوش زن ہوا سب لشکر غرق ہو گیا۔ بعدہ اپنی اُمت کو حضرت ہارون کی حفاظت
میں چھوڑ کر حضرت موسےٰ کوہ طور پر گئے یہاں اُمت باغوائے سامری مردود گوسالہ
پرست ہو گئے حضرت موسےٰ طور سے واپس آئے یہاں یہ ماجرا دیکھا حضرت
ہارون سے لڑے جھگڑے سامری کی جان سے درگزر کرکے بددعا کی خدا اُسے
عذاب جہنم نصیب کرے۔
بنی اسرائیل نے عفو تقصیر چاہی اور پھر از سر نو راہ راست پر آئے پھر بحکم خدا
گوسالہ پرستوں کا قتل واقع ہونے کو ہی تھا کہ حضرت موسیٰ و ہارون کی دعا اثر
پذیر ہوئی اور لوگ بچ گئے۔
قارون کو آپ نے بہت کچھ سمجھایا کہ زکاۃ مال دے وہ رضامند نہ ہوا اُس کا گروہ علیحدہ
ہو گیا اور قارون اپنی بداعمالیوں سے زمین میں دھنس گیا پھر عمالقہ کے مقابلہ کو حکم ہوا
بجز یوشع بن نون و کالب بن یوقنا کسی نے حضرت موسےٰ سے اتفاق نہ کیا
آپ کو غصہ آیا اور بدرگاہ خدا عرض کی کہ یاالٰہی میرا اختیار سوائے اپنے نفس
اور بھائی کے اوروں پر نہیں پھر بنی اسرائیل بے فرمانی کے وبال میں گرفتار

ہوکر جنگل مین قید ہو گئے حضرت موسے و ہارون و یوشع و کالب عمالقہ کیطرف

چلے اور بنی اسرائیل نے مصر کا رخ کیا حضرت موسیٰ اس امید پر چپ رہے کہ شاید

اب بھی بنی اسرائیل افہام و تفہیم سے راہ پر آئین ۔

اون سے ملکر بہت کچھ سمجھایا بوجھایا مگر اونہون نے لڑائی پر دل نہ دھرا

جب لڑنے کو باقی نرہا تو رو نے چلانے حضرت موسیٰ تنگ ہوئے کہ

اون سے جدائی چاہی مگر صبر کیا اور ۴۰ سال کے عرصہ مین سب قوم

نافرمان غارت ہو گئی ۔ جب زمانہ حضرت موسیٰ کی رحلت کا قریب ہوا ،

تو فرمایا کہ تمام بنی اسرائیل کا شمار کرو اور اون لوگون کو تلاش کرو جو مصر سے نکلنے

وقت حاضر تھے ۔ مگر بجز یوشع و کالب کے کوئی باقی نتھا ۔ غرض آپ نے باقی تمام

خلق پر حضرت یوشع کو خلیفہ کیا اور کاتبون سے توریت کے نسخے لکھوائے اور

اسباط کو تقسیم کئے اور حضرت یوشع کو قوم پر حاکم و بنی اسرائیل کو اونکا محکوم بنا کر

نہایت تاکید کے ساتھ یوشع کی فرمانبرداری کا حکم دیا ۔ بی بی صفورا زوجہ

حضرت موسے یوشع خلیفہ برحق سے لڑین ۔ حضرت یوشع نے بادشاہ وقت

کا فتح ملک کر لی ۔ حضرت یوشع کے بعد کالب بن نون اور خرقیل حسب وصیت یکے

بعد دیگرے وصی و خلیفہ مقرر ہوئے ۔

حضرت الیاس علیہ السلام خلق کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے بادشاہی

بنی اسرائیل ملک شام مین متفرق ہو گئی ہر ایک نے مذاہب باطلہ

اختیار کئی ۔

احکام توریت تیا نہا کر دئے بادشاہ شہر بعلبک تھا جو بت پرستی کرتا تھا

حضرت الیاس نے وعظ ونصایح شروع کئے ہر چند تاکید اور مبالغہ کیا اور احکام توریت انکو سنائے مگر بجز ایک شخص کے جو بادشاہ کا وزیر تھا کوئی اون پر ایمان نہ لایا۔ لوگ حضرت الیاس کے مارنے پر آمادہ ہوئے آپ اونکی خوف سے پہاڑ مین پوشیدہ ہوئے کفار نے بہت کچھ تلاش کی مگر پتہ نہ ملا حضرت الیاس والدہ حضرت الیسع کے گھر مین رہے۔

جب نافرمانی اوس جماعت کی حد سے زیادہ گذری تو آپکی خاطر نہایت درجہ ملول ہوئی خدا نے تسلی دی اور حضرت الیاس کو حسب خواہش اونکے لوگون کی نظر وںسے محجوب ومستور کردیا۔

حضرت الیسع کو اپنا خلیفہ ووصی مقرر کر گئے اسطرح کہ حضرت الیاس پر وحی کا نزول ہوا کہ خلافت اپنی الیسع کو سونپو آپ اپنی ردا اونپر ڈالدی۔

حضرت الیسع کو بنی اسرائیل پر خلافت ملی آپ ہمیشہ اونکو تورےت پڑھکر شریعت موسوی پر رغبت دلاتے بادشاہ دمشق مصر کو مرض برص سے نجات پانے کی تدبیر بتائی وہ اچھا ہوا۔ بنی اسرائیل کبھی اونکی متابعت کرتے کبھی مخالفت اسلئے ہمیشہ ملول رہا کرتے آخر الامر آپنے دنیا سے مفارقت چاہی اور ذوالکفل کو خلافت اپنی عطا کرکے گروہ مقدس علماء اعلے مین شامل ہوگئے حضرت ذوالکفل بعد الیسع کے نبی ہوئے بعض کہتے ہین بادشاہ شام کے مقرب تھے بادشاہ کو بنی اسرائیل سے سخت عداوت تھی ایک مرتبہ بعد شکست ایک سو آدمی علما وصلحا گرفتار ہوکر آئے بادشاہ نے چاہا قتل کرے ذوالکفل نے کہا سیاست کا زمانہ گذر گیا ہے وقت ہوچکا انکو مجھے سپرد کردیں اون کا کفیل

ہوں۔ بادشاہ نے سپرد کر دیے آپ نے رات کو سب کو چھوڑ دیا۔ اور ذوالکفل بھی شر بادشاہ سے محفوظ رہے۔ اِس لیے بعد میں اُنکا نام ذوالکفل مشہور ہوا۔

حضرت اشمویل نے جب نبوت پائی نبی اسرائیل ایمان لائے اور کہا کہ عمالقہ سے لڑائی کرینگے تابوت سکینہ جو ہم سے چھین لے گئے ہیں اُسے لڑکر واپس لاینگے۔ ہم پر کوئی بادشاہ مقرر کرو۔ اللہ نے طالوت کو بادشاہ کیا حضرت اشمویل نے نبی اسرائیل کو خبر دی اُنھوں نے اپنا ننگ وعار سمجھا آپ نے فرمایا بہ نسبت تمھارے طالوت کو علم زیادہ ہے اور اُسے تم پر فضیلت ہے۔ طالوت تابوت سکینہ لے آئے تب نبی اسرائیل خوش ہوئے طالوت نے جالوت حاکم عمالقہ سے مقابلہ کیا حضرت داؤد نے جالوت کو مارا۔ بعد شہادت طالوت حضرت داؤد کو نبوت اور سلطنت اشمویل و طالوت کی ملی۔ پھر حضرت سلیمان اُنکے خلف الصدق۔

حضرت یونس علیہ السلام شہر نینوا میں مبعوث ہوئے لوگوں کو دین موسوی کی طرف رغبت دلائی مگر کسی نے اُنکا کہنا نہ مانا بلکہ اُن کی رسالت کی تکذیب کی اور دست و زبان سے اُن کو رنج دینا شروع کیا۔ آپ مع اہل و عیال شہر سے نکلے اور قوم سے کہا تین روز میں تم پر عذاب نازل ہوگا خدا نے آثار عذاب نازل کیے لوگ جمع ہو کر بدرگاہ خدا گڑگڑائے روئے پیٹے چلائے عذاب دور ہوا حضرت یونس شہر کے لوگوں کا حال دریافت کرنے کو پھر شہر کی طرف چلے شیطان نے خبر دی عذاب دفع ہو گیا اب جاؤ گے

تو شہین لوگ درویش گو کہین گے آپ غصہ ہو کر بلا انتظار حکم الٰہی پھر واپس گئے اور اہل و عیال کے ساتھ دریا سے پار ہونا چاہا مچھلی کے شکم مین گئے۔

حضرت عزیر کو بخت نصر نے بنی اسرائیل کے ساتھ قید کیا بعد رہائی خلق کی ہدایت کرتے رہے۔

حضرت ذکریا کو قوم نے زنا کی تہمت سے متہم کیا۔ وہ نکل کر بھاگے اور درخت سے پناہ چاہی قوم نے آرے سے دو ٹکڑے کر دیا۔ جب آرہ سر پر پہونچا چاہا آہ کرون حکم پہونچا اگر آہ کی تو نام تیرا دفتر نبوت سے نکال دیا جاویگا۔

حضرت یحیےٰ علیہ السلام کے عہد مین ایک بادشاہ تھا انبیا اور علما سے بغض رکھتا تھا اپنی جورو کی بیٹی پر جو دوسرے خاوند سے تھی عاشق ہوا حضرت یحیےٰ نے جواز نکاح کا فتوےٰ نہ دیا اور اسی باعث وہ شہید کئے گئے انکا سر مبارک دربار بادشاہ مین حاضر کیا گیا۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے اور حکم ملا بنی اسرائیل کو اپنے دین کی دعوت کرو ہر چند آپ نے وعظ و نصائح معجزات وغیرہ سے اُن کو قائل کیا۔ مگر انہون نے نہ مانا اور یہی کہا کہ ہم ایک بے پدر کے قول پر دین موسےٰ کو ترک نہ کرینگے آپ رنجیدہ ہو کر شہر سے نکلے چند دھوبی آپ پر ایمان لائے بعد ازان آپ آسمان پر بلائے گئے۔ اور آپ کی شبیہ کو مصلوب کر دیا دیکھو سیان جو ہر انبیا و اوصیا علیہم السلام اسطرح دنیا مین رہے ہین اُن کی محکومی و مغلوبی و مجبوری ظالمون کا جور و ستم اُمت پھر حکم نا ہنجار ہر یک کو ایذا رسانی

و تکالیف دہی و نافرمانی اوس پر ان حضرات کا صبر و شکر و سکوت و تحمل و
برداشت و ضبط کیا اونکی رسالت کو نعوذ باللہ منہا داغ لگا سکتا ہے
ہرگز نہیں ورنہ خدا مین سب طرحکی قدرت تہی اور انبیا مین عظمت و جلالت نبوت و
رسالت مگر انہین باتون مین لطف تہا اور خدا کا حکم کہ تبلیغ رسالت کا صرف
جہاد لسانی پر دار و مدار رکہا - دیکہو حضرت موسے و ہارون کو حکم ملا کہ تبلیغ رسالت سا نہیہ
کلام ملایم و گفتگوے نرم کے کرو - اور یہہ بہی واضح ہو کہ ابتدا سے آدم
تا خاتم کسی حالت مین خلق کو اختیار نہ تہا کہ مجمع و شورہ کرکے کسیکو اپنا خلیفہ
یا امیر کرین ہمیشہ خدا کے حکم سے وصی و جانشین و خلیفہ مقرر ہوئے ہین
دیکہو بنی اسرائیل نے جب حضرت شمویل سے خواہش کی کہ واسطے انتقام عمالقہ
کے ہم پر کوئی بادشاہ تجویز کیا جاوے تو خدا نے طالوت کو اُن پر بادشاہ
بنایا جس کے وہ مطیع اور فرمانبردار ہوئے کیا امت محمدی کیطرح
وہ نہ کر سکتے تہے کہ کسی کو اپنی تجویز سے اپنا امیر بنا لیوین - مگر نہین وہ
اس امت کی مانند خود سر و متمرد نہ تہے
ہمارے حضرت کو حکم جہاد یا حرب و ضرب ملا مگر صرف تحفظ اسلام و حفاظت
دین کے لئے نہ یہہ کہ تمام روے زمین پر قتل و قمع کرکے اسلام پہیلاؤ -
اور باوجودیکہ حکم جہاد مل چکا تہا اور حرب و ضرب بہ کفار واقع ہو چکی تہی - مگر
دیکہو صلح حدیبیہ کا حال چودہ سو آدمی آلات حرب سے آراستہ قتل کفار پر
بیعت کئے ہوئے کمربستہ موجود - مگر خدا کے حکم سے آنحضرت نے
کفار سے مصلحتاً ایسا دب کر صلح کی کہ کبہی ابتداے اسلام مین بہی یہہ

امر پیش نہ آیا تھا۔ دیکھو ترمذی مین ہشام بن محمد سے روایت ہے کہ جب
علی بعد حرب وضرب صفین وکارسازی ابو موسی اشعری وعمرو ابن عاص
کوفہ مین آئے تو ۱۲ ہزار خوارج اونسے علیحدہ ہو گئے عبد اللہ ابن عباس
خوارج کے پاس گئے اور وجہ انحراف پوچھی اونہون نے کہا کہ علی نے
اپنے نفس کو مومنون کی حکومت سے علیحدہ کر لیا اور وہ کافرون کا سردار
ہو گیا عبد اللہ ابن عباس نے فرمایا اسکا کیا مضائقہ ہوا۔ رسول خدا نے
بھی جنگ حدیبیہ مین ایسا کیا تھا سو کیا وہ اسوجہ سے نبوت سے نکل گئے
یہہ سنکر دو ہزار آدمی حضرت علی کیطرف پھر آئے باقی قتل ہوئے۔ پھر غرض
ہر بات کے لئے ایک موقع ہے اور مصلحت وقت اسی لئے سعدی شیرازی نے
کیا خوب کہا ہے۔ بیت

نہ ہر جا مرکب توان تاختن — کہ جاہا سپر باید انداختن

اہل سنت ایک بڑا اعتراض یہہ کرتے ہین کہ خلیفہ ثانی کے وقت مین ملک
عجم فتح ہوا حضرت شہربانو دختر یزدجرد بادشاہ فارس قید مین آئین جنکا
عقد حضرت امام حسین علیہ السلام سے ہوا اور اونسے نو امام یکے بعد دیگرے
کی پیدائش ہے تو معاذ اللہ کنیزک زادے ٹھہرے جواب ہم نے تاریخ روضۃ الصفا
سے جسپر بیان جوہری نے مدار مناظرہ قرار دے رکھا ہے باب پیدائش حضرت
زین العابدین لکھا ہے کہ حضرت شہربانو کا آنا بعہد خلافت حقہ جناب امیر ہے
اوس لشکر کے ساتھ آپ آئین جسکے سردار امام حسین علیہ السلام تھے حضرت
امام نے تمیز خاص وعام کے لئے حضرت شہربانو کے گلے مین ایک پٹکا یا پرتلہ

زرین ڈلوا دیا تھا جس سے اونکا اعزاز دختر شاہ پایا جاتا جب مدینہ مین پہونچین
اونکو اختیار دیا گیا جسکے ساتھ خواہش ہو عقد کرین آپ نے حضرت امام حسینؑ کو منتخب
کیا اور یہی روایت سچ اور قرین تصدیق ہے ۔ مگر خیر لو فرضنا خلیفہ ثانی کے
عہد مین حضرت شہربانو قید ہو کر آئین اور باتفاق مورخان اہل سنت جب خلیفہ
ثانی نے اونکے فروخت کا ارادہ کیا تو جناب امیر نے اونکو اس فعل سے باز رکھکر
فرمایا کہ یہہ شہزادیان ہین مثل عوام کے انکی خرید و فروخت نہونی چاہیے
قیمت تشخیص کردو جو ادا کرے اوسکے حوالہ کرو چنانچہ خلیفہ ثانی نے رائے
جناب امیر سے اتفاق کیا قیمت تشخیص ہوئی جناب امیر نے حضرت شہربانو کی قیمت
دیکر اپنے فرزند دلبند سے اونکا عقد کر دیا پس معلوم ہوا یہہ ایک امر خاص تھا
نہ مثل عوام اور یہہ بھی ظاہر ہوا کہ دختر شاہ کا اعزاز مدنظر ہوا اور معاذاللہ وہ
کنیز تصور نہو مین کیونکہ نقل و عقل سے شہزادے و شہزادیان کسی حالت
مین غلام و کنیز نہین ہو سکتے ۔ گوہر اگر در خلاب افتد ہمان گوہر است

بہنائے رقومات ہنر چاہیے اسکو ۔ سودا ہے جواہر کا نظر چاہیے اسکو

ہان خوب یاد آیا یہہ اعتراض بنی امیہ کا ہے جسکی سنت اب تک ادا کی جاتی ہے
تاریخ ذہبی سنی المذہب مین لکھا ہے ۔ ایک روز زید بن حضرت زین العابدین ہشام
بن عبدالملک کے دربار مین گئے کوئی جگہہ موقع کی بیٹھنے کو نپائی آخر لاچار پائین مجلس مین
کسی بُری جگہہ مین بیٹھہ گئے اور کہنے لگے کہ اے بادشاہ خدا سے ڈرنے والے
لوگ تکبر نہین کرتے ہشام بولا چپ چپ تیری مان نہو دے تو ہم سے سلطنت
مین لونڈیکا بچہ یعنی کنیزک زادہ ہو کر اختلاف و تنازع کرتا ہے ۔ زید نے فرمایا

کہ اے بادشاہ ہیہ کہ پاس تیرا ساکت کرنیوالا جواب ہے اگر چاہے تو مین کہون
اوسنے کہا ہان کہو زید نے کہا کہ نسب مردونکی طرف سے ہے نہ عورتونکی جانب سے
یہہ تیرا طعن ہمپر ایسا ہے جیسے منکر لوگ پیغمبر خدا پر کرتے ہین کہ حضرت اسمٰعیل کو
کنیزک زادہ بتلاتے ہین یعنی حضرت ہاجرہ سے جو لونڈی حضرت سارہ کی تہین
تو مجہے ایسا کلمہ کہتا ہے حالانکہ مین فرزند فاطمہ اور پسر علی ابن ابی طالب ہون یہہ
کہکر اوس مجلس سے اوٹھہ کہڑے ہوئے اور یہہ اشعار پڑہتے تہے جنکا خلاصہ
مضمون یہہ ہے موت مین آرام دہجین ہے اور موت لوگونکی گردن پر سوار ہے
ایک دن اس زمانہ کو بہی اللہ گردش دیگا کہ دشمنون کا کچہہ نشان نہ ملیگا اور
اونکی سب خاک اڑجایگی۔

اہل سنت ایک یہہ اعتراض واتہام کرتے ہین کہ حضرت علی نے اپنی دختر حضرت
ام کلثوم کا عقد خلیفہ ثانی عمر خطاب کے ساتھہ کردیا اور اونکو شرف دامادی بخشا۔
جواب۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ ہرگز ایسا نہین ہوا یہہ اہل سنت کا محض
افترا ہے۔ بالفعل ایک کتاب کنز مکتوم فی عقد ام کلثوم مصنفہ سید اظہر علی
صاحب مطبع لبہ ابن مرتضوی واقع لکہنؤ مین طبع ہوئی ہی اوسے دیکہنا چاہیے
جسمین کل روایات سنی و شیعہ مع دلائل و براہین قاطع درج ہین۔ یہہ کتاب فیصلہ
ناطق درباب عدم عقد لاجواب اپنا آپ ہی نظیر ہے مگر زبانی بحث و قطع اللسانی
مخالف کے لئے یہہ جواب کافی ہوگا کہ جناب آسیہ بیبی حضرت موسیٰ فرعون کی
زوجیت مین رہین۔ حضرت رسول خدا نے اپنی دختران پاکیزہ ترکو جنکا نام
مقدس زینب و رقیہ و ام کلثوم ہے ابوالعاص سے زینب کو رقیہ کو عتبہ و ام کلثوم

کو عتبہ پسران ابولہب کے ساتھ منسوب کیا جو قطعی مشرک و کافر تھے اور ابولہب
کی عداوت و دشمنی ساتھ رسول خدا سورۂ تبت یدا ابی لہب سے ظاہر ہے کہ ایسا دشمن
جانی دوسرا نہ تھا ۔ ؞ ؞ ؞ ؞ جب یہہ آیت نازل ہوئی تو ابولہب کے
لڑکون نے خود ہی دختران رسول خدا کو ترک کر دیا اور زینب بدستور حبالۂ عقد
ابو العاص مین رہین انحضرت باوجود نزول آیہ لا تنکحوا المشرکین زن و شوہر مین فرق
نہ کر سکے جو بحالت مغلوبیت قیام مکہ جو بحالت غلبہ و شوکت اسلام کہ خود لشکر اسلام کے
اسی ابو العاص کو گرفتار کیا اور انحضرت نے رہا ہی فرما دیا مگر تفریق پر قادر نہوئے
جناب رقیہ و ام کلثوم کا عقد یکے بعد دیگرے عثمان بن عفان کے ساتھ ہوا جنکو ذی النورین
کے خطاب سے مخاطب کیا جاتا ہے ۔ مگر تعجب ہے کہ ابو العاص تا حیات خود و عتبہ و عتیبہ
اوس زمانہ تک کہ جناب رقیہ و ام کلثوم اونکے عقد مین تھین ذی النورین کے القاب
سے نہ پکارے گئے اگر یہہ کہا جائے کہ عثمان بن عفان مسلمان تھے اور وہ مشرک
تو محض بیہودہ بات ہے کیونکہ دختران رسول خدا کے عقد کر لینے سے ذی النورین
ہوئے جسکے معنی ہین صاحب دو نور کے پس وہ تینون مشرک بھی اگر ذی النورین یعنی
صاحب نور کہے جاتے یا کہے جاوین تو انصاف سے بعید نہوگا دختران جناب رسول
خدا ابتدا ہی سے نور تھین عثمان بن عفان کے عقد مین آنے سے نوری نہین ہوگئین
بلکہ اونکے نور ہونے سے عثمان بن عفان ذی النورین ہوئے پس جسمین اس
نور کا جلوہ ہو وہی صاحب نور ہے خصوصیت مسلم اور مشرک کی نہین ہے ۔
اہل سنت کو تقیہ پر بڑا اعتراض ہے ۔ **جواب** تقیہ خوف جان قلق و اضطرار کی
حالت مین بیشک محمود و شعار انبیا و اوصیا بلکہ خدا ہی کو دیکھو ابتدائے اسلام مین

جبکہ کفار قریش بہت ہی در پے ایذا آنحضرت ہوئے تو خدا نے قل یا ایہا الکافرون مین صاف فرما دیا لکم دینکم ولی دین کہو کافرون سے تم اپنے دین پر رہو ہم اپنے دین پر بس خیال کرنا چاہیے کہ رسول اللہ دین خدا جاری کرنے گمراہون کو راہ خدا بتانیکو مبعوث ہوئے تھے یا کافرونکو یہہ کہنے کے واسطے کہ تم اپنے ہی دین پر رہو مگر چونکہ خوف کی حالت تھی اسلئے اوسوقت خدا کو بھی حکم دینا مصلحت معلوم ہوا ۔ پھر خداوند جل علےٰ فرماتا ہے لاتلقوا بایدیکم الی التہلکۃ مت پڑو اپنے ہاتہو لسے تہلکہ مین ۔ پھر خوف کفار قریش سے آنحضرت کو غار مین پوشیدہ ہونیکو اور خفیہ ہجرت کرنیکو حکم دیا ۔ آنحضرت نے صلح حدیبیہ مین باوصف شوکت و غلبہ اسلام کفار سے دب کر صلح کر لی اور رحمان و رحیم اسمائے صفاتی و اپنا رسول اللہ ذاتی ہونا خود اپنے ہاتھ سے محو کر دیا ۔ بحالت مغلوبی و غلبہ اپنی دختر نیک اختر جناب زینب کو ابو العاص مشرک سے جدا نہ کر سکے حالانکہ لاتنکحوا المشرکین نازل ہو چکا تہا ۔

آخر عمر حیات تک حسب خواہش دلی و تمنائے قلبی خانہ کعبہ کی تعمیر خوف قوم بی بی عائشہ سے نکر سکے ۔ منافقین امت کو باوصف بر دو منافقت سزا نہ دیسکے ۔ پہر حضرت ابراہیم کا حال دیکھو اپنی جانکے خوف سے اپنی بی بی معظمہ کو بہن کہدیا اور اپنی جان بچائی حضرت ہود علیہ السلام پر ایک گروہ ایمان لایا ہوا کافرون سے اپنا ایمان چھپاتا تہا مومن آل فرعون کفار کے خوف سے ایمان پوشیدہ رکھتے ۔ حضرت موسیٰ خوف جان حضرت عیسیٰ جانکے اندیشہ سے ۔ انکو بہاگے اور جان بچائی وغیرہ وغیرہ پس ان حالات و واقعات کو تقیہ کہو گے یا اور کچہہ اہل سنت کی کتابو نمین بھی تقیہ اور توریہ وہ تو لکہے ہین اور جائز سمجھے گئے ہین مولوی ثناء اللہ پانی پتی کی کتاب مسائل مالابد

دیکھو اوسمین بہت سی باتین توریہ کی لکھین ہین۔ کتاب الابرار باب تقوی فصل پانچوین
مسئلہ جہوٹ بولنا حرام ہے مگر دو آدمی کے درمیان صلح کرنیوالے اپنی بی بی کے
راضی کرنے یا ظالم کے ظلم دفع کرنے کے واسطے ایسے مقامون مین جہوٹ بولنا جائز
ہے اگر حاجت ہو ورنہ بدون حاجت کے مکروہ ہے۔ **مسئلہ**۔ رشوت دینے
والا اور رشوت کہانیوالا دونو دوزخ مین ہونگے مگر ظالم کے ظلم دفع کرنیکے واسطے
رشوت دینی جائز ہے وغیرہ۔ جسکا شیخ سعدی نے بھی ترجمہ کیا ہے۔ دروغ مصلحت آمیز
بہ از راست فتنہ انگیز۔

آئمہ معصومین نے اکثر موقعون پر تہلکہ مین پڑنیکے خوف واندیشہ سے بعض فقرے
والفاظ فرمادیے جسمین وہ اور اونکے تابعین تہلکہ سے محفوظ ومامون رہین۔ مصرع

ہر سخن موقع وہر نکتہ مقامے دارد

بغیر خوف تہلکہ واندیشہ جان ہرگز تقیہ جائز نہین ابتداء سے نہ کسینے کیا نہ اب کوئی کرتا ہے
ہان جب تک خوف جان واندیشہ تہلکہ رہے درست وجائز ہے اسمین کسیکو جائے
دم زدن نہین۔

یہی جواب ہے ہمارا عموماً اہل سنت وخصوصاً جوہر نافہم کے سوال کا اور یہی سوال ہے
ہمارا عموماً اہل سنت وخصوصاً جوہر کج فہم سے اگر اسپر بھی جوہر اپنے بہائیون
خوارج کو مدد کے لئے بلائین تو انکے ساتھ دینے سے جو روز بد دیکھنے نصیب
ہوئے ہین خوارج کے ہمزبان وہم مشرب ہونے سے پہر کہین زنہار دینگے۔ نہ گہاٹ
کے نہ گہر کے خوب یاد رکہین

مگر یہہ بات ملحوظ رہے کہ جواب باصول ہون اُین باین شاین مجذوبانہ بڑ اہر

عوام ارذال کا بہکر ظہور میں شرع کلوخ انداز را پاداش سنگ است۔
افسوس ہے یہہ زمانہ صلح و صلاحیت اتفاق و اتحاد کا ہے مگر اہل سنت ناحق و ناروا چھیڑ چھاڑ کر زخم تازہ کر رہے ہین۔ اور کوئی نہ کوئی تحریر خلاف عقل و نقل ایسے لکھہ دیا کرتے ہین جس سے شیعیان اہل حق کو بجز جواب ترکی بترکی دینے کے چارہ نہین اور طرہ یہہ ہے کہ جواب کے واسطے اصرار بھی ہوتا ہے جہلاے قوم صبر و سکوت کو لاجواب ہونے پر حمل کرتے ہین پس مجبوری ہے ورنہ ایسے نازک وقت مین ان باتون کا کیا ذکر۔ تیرہ۱۳ سو برس سے یہہ قصے جھگڑے ہوتے چلے آتے ہین اب نئی بات کیا نکلے گی جس سے کچھہ فایدہ ہو بجز اسکے کہ بغض و عداوت روز بروز ترقی کرے۔ پس جسکی جانب سے اس نفاق و مخالفت و عداوت و بغض کی ابتدا ہوتی ہے اوسی پر قومی نا اتفاقی کا خون ہوگا جواب دینے والے گویم مشکل وگر نگویم مشکل مجبور ہین۔ فقط

والله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم

ہم تہہ دل سے جناب میر سید حسین صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ وکیل آگرہ متوطن قصبہ بچھرسرو و میرزا نثار حسین صاحب مالک و مہتمم مطبع دبدبہ حیدری آگرہ کے شکر گذار ہین جنہون نے بکمال عنایت دلی و لطف قلبی اس رسالہ کی نقل و طبع کا اہتمام اپنے ذمہ قبول فرمایا ہمنے حق تالیف و تصنیف رسالہ ہذا جناب مرزا نثار حسین صاحب مالک و مہتمم مطبع دبدبہ حیدری آگرہ کو برضا و رغبت خود معاف کیا اونکو طبع و فروخت رسالہ ہذا کا اختیار کلی ہے والسلام۔

اعلان

چونکہ بالفعل جوہر علی نامی متوطن مچھلی شہر اضلاع پورب نے ایک رسالہ موسوم اسرار ابدیہ
تصنیف کیا ہے اوسمین علاوہ اسکے کہ شیعونکو سبھی کچھہ جہان تک زبان نے یاری دی
ہے کہہ ڈالا ہے حضرت علی ابن ابی طالب کی شان مین ایسے کلمات توہین و ہجین
نا ملایم و نا سزا خلاف عقاید اہل سنت استعمال کئے ہین جنکے لکھنے و نقل کرنے
سے روح کانپتی ہے ایسا خاصا پہکڑپنہو بجز بازاری آدمیون کے اور کوئی مہذب
آدمی کی زبان سے نہین نکل سکتے ہمنے اکثر فقرات کو ترک کیا ہے اور اس رسالہ مین
نہین نقل کیا جسے ضرورت ہو دیکھہ لے۔

ہمنے کتب اہل سنت کے حوالے سے کل جواب دئے ہین کوئی خلاف شرع
کوئی روایت کوئی قول اپنے یہان کے کتاب کی نقل نہین کی نہ اونکا حوالہ دیا ہے
اہل سنت نے جن اصحاب کی نسبت جو لکہا ہے وہ البتہ بیان کئے ہین اور کتابونکا
حوالہ دیا ہے پس اگر اہل سنت کو تحقیق منظور رہو بشرطیکہ ناراض ہوون اور بمصداق
الحق مر تلخ حق باتون سے گریز نہو تو ملاحظہ فرماوین اور اگر اصحاب کی برائیان بمجرد
کتب خود نہ دیکھہ سکین اور خواہ مخواہ رنج کرین تو اس رسالہ کو نہ دیکھین کیونکہ ہمکو صرف
اپنے بھائیون کم فہم و کم علم کے لئے زیادہ تر ضرورت جواب کی ہوئی ہے کہ مبادا
جوہر کی تحریر دیکھہ کر دہوکے مین نہ آجاوین اور وساوس شیطانی سے محفوظ
رہین اور اپنے یہان کے علما و صلحا ارباب دانش و بینش صاحبان علم و فضل سے
التماس ہے کہ مین ایک کم بضاعت کم علم سراپا ہیچ آدمی ہون مجھے مناظرہ کے میدان
مین قدم رکھنا زیبا نہ تھا مگر جوہر کج فہم کے سوالونکے جواب دینے پر مینے کمر در جرأت
کی کیونکہ اونکی بیہودہ سرائی قابل توجہ اہل علم نہین ہے اور اشتہار دو نین یہہ مضمون

مکتب خان بہادر ۵ دسمبر ۹۳ء مقام اجمیر تمام شد۔

شخص و امت لازم گیرند ، وانا یقینی حق تعالی نے اپنے من مانی دلایل اور براہین سے یہہ فرما کر ، نصب
امام از جانب خدا متضمن مفاسد بسیار است زیرا کہ آرائے عالمیان مختلف و خواہش نفوس ایشان
متفاوت پس در تعیین شخصے بلکہ اشخاصی چند برائے تمام عالم و بر جمیع ازمنہ لبقائے دنیا موجب انگیختن
فتنہ ہا و کثرت ہرج و مرج و منجر بتعطل امر امامت و غلبہ متغلبین و خمول لقیہ آن اشخاص بلکہ در معرض ہلاکت
انداختن ایشان و ہمیشہ خائف و مختفی بودن آن اشخاص است ، رو کرتی ہین اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم کو بھی زیر تمہید کلام و تقریر مرام یہہ لکھکر در مشکواۃ روایت از حذیفہ است گفت یا رسول الہ
کاش خلیفہ مقرر کنی پس فرمود اگر خلیفہ مقرر کنم بر شما پس نافرمانی او کنید و معذب شوید ، تعیین و تقرر خلیفہ سے
انکاری فرماتی ہین بمقابلہ اوسکے جو باعلان کہتے ہین سہ بحمد الہ دلے دارم کہ در او بغیر از آل پیغمبر وفا نیست نے سرو پا
جانشین لکھہ کر اوسکی معنی سے بھی نہین بلکہ اپنی یا اپنے سے نافہم لوگون کی نادلیون کے حوالہ سے اون
خلفا کی خلافت جنکی اتباع سے نہ ثواب نہ جنکی غیر متابعت سے بقول اہل سنت عذاب ہے منجانب خدا ثابت
کرنا چاہا ہے اور جو جی مین آیا اوسیکی متعلق اناپ شناپ لکھہ کر النجم الہدی سے بدنام کیا الحمد للہ کہ شمع افروز
دودمان بزرگوارے و مہر درخشندۂ آسمان عالی تباری و دیوان دیباچہ فصاحت و فہرست کتب خانہ علم و بلاغت
و ضابطہ دان روزنامچہ صدق و صفا و سرخط نویس دبستان خلت و ولا و ثمرہ شجرہ حدیقہ سیادت و نجابت و شگوفہ
شرافت جلوہ فرمائی مقصورات لطائف معانی و برقع کشائی مستورات فنات دقائق بیانی سنان حدید اللسان
معرکہ معنی امکانی سیف تاج ایران معتقدان خاندان امکانی خان بہادر سید نجم الدین حسین صاحب
جایسی انسپکٹر ضلع و گیتی نے اوسکی بھی تلافی لی اور دار و گیر فرماکر سارے ملمع کاری کہول دی اور
جو قلعی کی گئی تہی اوسے نہین کی کتابون سے سراغ رسانی فرما کر اوڑادی اور جبر و نقصان اور فاضل باقی
پر اطلاع کافی دیدی غرضکہ اس مفصل کا مجمل بوجہ اجمل یہہ ہے کہ نجم الہدی نے پوری خبر لی اور حشو و
زیادتی کی کوئی کسر تحویل السلم الہدی مین باقی نہ چھوڑی فجزاہ اللہ عنا و عن اہل الایمان خیر الجزاء
بمحمد و آلہ الطاہر النجباء علیہم الاف التحیۃ و الثناء کتبہ السید غلام حیدر صانہ اللہ
عن البلاء یوم الثلثا السابع عشر من شہر شوال ختم بالاقبال سنہ ۱۳۱۱ ہجری

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي زين السماء بالانجم الزاهرات والصلوات التامات والتحيات الزاكيات على
شمس فلك الرسالة محمد وعترته الاطهار الاخيار المضيئة للارض والسموات سيما على ابن
عم الرسول ، وزوج البتول ، ووصيه وصفيه ، واخيه وخليفته ، من ربه على خليقته على ابن
ابي طالب قاصم الكفار ، وفاتح الغزوات ، واسنى الاثمنة على شيعتهم المقتفين لآثارهم الملقبين
بلقب الخليل النبي ، بقوله تعالى وان من شيعته لابراهيم صلوات الله عليهم ما قام الليل والنهار ، و
بعد فقد رايت نبذا من هذا الكتاب المشحون بفصل الخطاب ، الذي يذهب بابصار المحرفين
عن العترة والكتاب ، فوجدته بدرا ساطعا ونورا لامعا يخرج من استنار به من الظلمات الى النور
ولكن من لم يجعل الله له نورا فما له من نور نعوذ من قوم بورا والنجم اذا هوى انه لنجم الهدى يكشف تدليسات
من اسرها الله اسرار الشرع بحكمته الى رمي الكافرين ويثقب قلوب اهل الشقاق كالشهاب الثاقب
في الرد وصفه كوكب سماء الفضل والبراعة نجم خضل والشرف لاحتياج مدائحه الى الصنعة والصناعة
النطق الذي نطقه بحق كالدر واحل من الدر سلالة المصطفين ثالث النيرين السيد نجم الدين حسن
خان بهادر ادام الله تائيد صاحب نجم واصابة نجم الاماثل موفقا للذب عن دين الله بقلمه وتبيين عنده بالحجج والرجم
اضعف عباد الله القوي السيد علي حسين النقوي حسن الله اليه وافاض نعمه عليه يوم الاربعا الخامس والعشرين من شهر شوال سنة
سيد البشر صلوات الله عليه واله خير البرية

قطعه تاريخ طبع كتاب لاجواب رسيخته كلك گهر سلك سيد محمد حسن صاحب قمر متوطن اعلى پور زمانه الله عن الشرور

نسخه نجم الهدى در ثروة نجم الهدى
گرد تصنيف اهل دين و سيد عالى جناب

مرات علم كلام و مصحف اسرار دين
مخزن تحقيق بحر معرفت فصل الخطاب

صاحب ذوق راسطورش جادۀ خلد برين
در دل اهل ضلالت صورت تير شهاب

دافع اوهام باطل رافع اعلام حق
قاطع الزام بيجا هادى راه صواب ؀

مصرعه تاريخ طبعش گفت از كلك قمر
نير برج هدايت كهف دين مهر جواب

سنه ١٣١١ هجرى